مِنحةُ الباري

شرح

صحیح البُخاری

از افادات

شیخ الاسلام محدث زماں

حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ

جمع وترتیب اضافہ وتخریج

تلمیذ الشیخ محمد رمضان السلفی حفظہ اللہ

شیخ الحدیث جامعہ لاہور الاسلامیہ

مکتبہ قدوسیہ

منحۃ الباری

شرح

صحیح البخاری

جلد سیزدہ

از افادات

شیخ الاسلام محدث زماں

حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

جمع و ترتیب اضافہ و تخریج

تلمیذ الشیخ

محمد رمضان السلفی حفظہ اللہ

شیخ الحدیث جامعہ لاہور الاسلامیہ (لاہور/پاکستان)

منحة الباری شرح صحیح البخاری

از افادات

شیخ الاسلام محدث زماں

حضرت **حافظ محمد گوندلوی** رحمہ اللہ تعالیٰ

جمع و ترتیب اضافہ و تخریج

محمد رمضان السلفی حفظہ اللہ

شیخ الحدیث جامعہ بلال الاسلامیہ (لاہور، پاکستان)

اشاعت .... اکتوبر 2024ء



فضیلۃ الشیخ محمد رمضان السلفی حفظہ اللہ

شیخ الحدیث جامعہ بلال الاسلامیہ

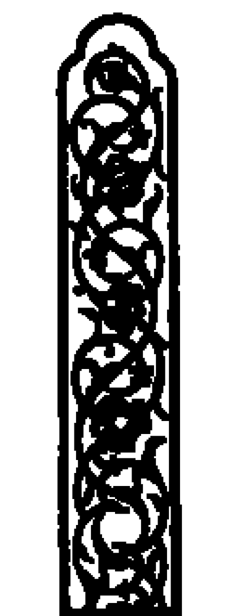
لاہور، پاکستان

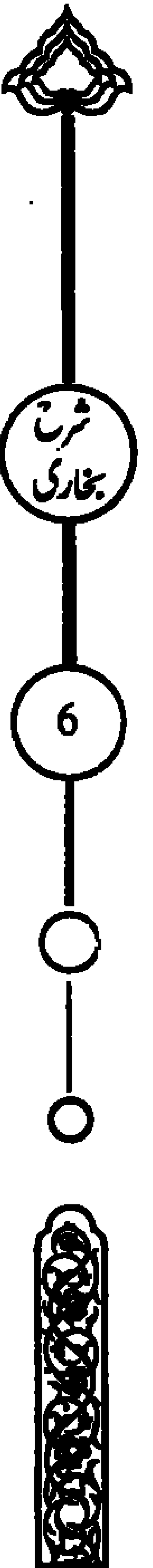
0306 - 4405627

جلد سیزده

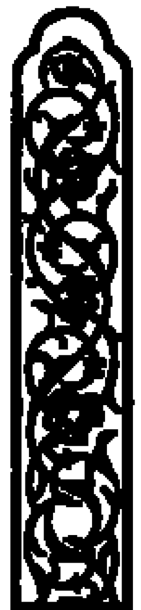
فہرست



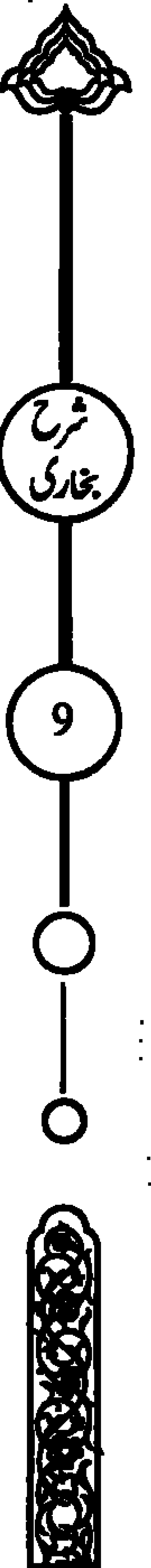


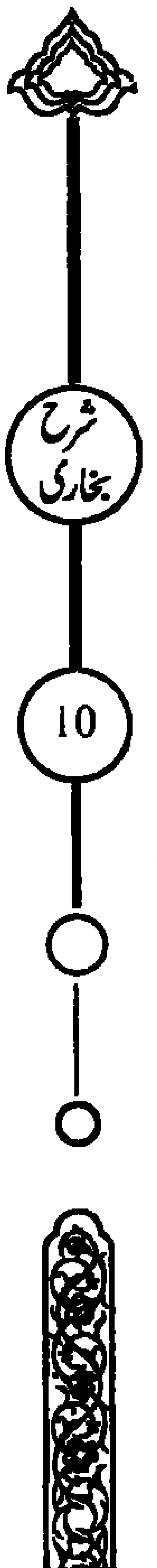

شرح بخاری
6


شرح بخاری






شرح بخاری
9


شرح
بخاری
10

(۱۰) بَابُ مِيرَاثِ الزَّوْجِ مَعَ الوَلَدِ وَغَيْرِهِ

باب: اولاد کے ساتھ خاوند کو کیا ملے گا

٦٧٣٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ وَرْقَاءَ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "كَانَ المَالُ لِلْوَلَدِ، وَكَانَتِ الوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ، فَنَسَخَ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ مَا أَحَبَّ، فَجَعَلَ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنْثَيَيْنِ سورة النساء آية ١١، وَجَعَلَ لِلْأَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسَ، وَجَعَلَ لِلْمَرْأَةِ الثُّمُنَ وَالرُّبُعَ، وَلِلزَّوْجِ الشَّطْرَ وَالرُّبُعَ".

ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، ان سے ورقاء نے بیان کیا، ان سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا، ان سے عطاء نے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ پہلے مال کی اولاد مستحق تھی اور والدین کو وصیت کا حق تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں سے جو چاہا منسوخ کر دیا اور لڑکوں کو لڑکیوں سے دگنا حق دیا اور والدین کو اور ان میں سے ہر ایک کو چھٹے حصہ کا مستحق قرار دیا اور بیوی کو آٹھویں اور چوتھے حصہ کا حق دار قرار دیا اور شوہر کو آدھے یا چوتھائی کا حقدار قرار دیا۔

اولاد وغیرہ کیساتھ خاوند کی وراثت کا بیان: قرآن کریم میں خاوند کی دو حالتیں ذکر ہوئی ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ اور جو کچھ تمہاری فوت ہونے والی بیویاں چھوڑ جائیں اگر ان کی اولاد نہ ہو تو ان کے ترکہ سے تمہارے لیے نصف (۱/۲) ہے۔

فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ اور اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے چھوڑے ہوئے مال سے تمہارے لیے چوتھائی (۱/۴) حصہ ہے۔

۱۱۔ بَابُ مِيرَاثِ الْمَرْأَةِ وَالزَّوْجِ مَعَ الْوَلَدِ وَغَيْرِهِ:

باب: بیوی اور خاوند کو اولاد وغیرہ کے ساتھ کیا ملے گا

٦٧٤٠: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: "قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنِينِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي لَحْيَانَ سَقَطَ مَيِّتًا، بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ، ثُمَّ إِنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي قَضَى لَهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ، فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنَّ مِيرَاثَهَا لِبَنِيهَا، وَزَوْجِهَا، وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلَى عَصَبَتِهَا".

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے ابن المسیب نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی ایک عورت ملیا

بنت عویمر کے بچے کے بارے میں جو ایک عورت کی مار سے مردہ پیدا ہوا تھا کہ مارنے والی عورت کو خون بہا کے طور پر ایک غلام یا لونڈی ادا کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ پھر وہ عورت بچہ گرانے والی جس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ دیا تھا مر گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ اس کی میراث اس کے لڑکوں اور شوہر کو دے دی جائے اور یہ دیت ادا کرنے کا حکم اس کے کنبہ والوں کو دیا تھا۔

قرآن کریم میں خاوند کے فوت ہونے پر اس کی بیوی کی دو حالتیں ذکر ہوئی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ اور تمہارے ترکہ میں بیویوں کا چوتھا حصہ (۱/۴) ہے اگر تمہاری اولاد نہ ہو، فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اور اگر تمہاری اولاد ہو تو تمہارے ترکے سے بیویوں کے لیے آٹھواں حصہ (۱/۸) ہے۔

قولہ بِأَنَّ مِيرَاثَهَا لِبَنِيهَا وَزَوْجِهَا جب خاوند اولاد کی موجودگی میں فوت ہونے والی بیوی کا وارث ہوتا ہے تو خاوند کے فوت ہونے پر اس کی بیوی بھی اس کی وارث ہوگی۔

۱۲۔ بَابُ مِيرَاثِ الأَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةً:

باب: بیٹیوں کی موجودگی میں بہنیں عصبہ ہو جاتی ہیں



٦٧٤١: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الأَسْوَدِ، قَالَ: "قَضَى فِينَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: النِّصْفُ لِلِابْنَةِ وَالنِّصْفُ لِلأُخْتِ". ثُمَّ قَالَ سُلَيْمَانُ: قَضَى فِينَا وَلَمْ يَذْكُرْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

شرح بخاری

ہم سے بشر بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے شعبہ بن حجاج نے، ان سے سلیمان اعمش نے، ان سے ابراہیم نخعی نے اور ان سے اسود بن یزید نے بیان کیا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمارے درمیان یہ فیصلہ کیا تھا کہ آدھا بیٹی کو ملے گا اور آدھا بہن کو۔ پھر سلیمان نے جو اس حدیث کو روایت کیا تو اتنا ہی کہا کہ معاذ نے ہم کنبہ والوں کو یہ حکم دیا تھا یہ نہیں کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں۔

میت کی بہنیں میت کی بیٹیوں کیساتھ عصبہ بنیں گی۔ ابن بطال نے کہا ہے کہ میت کی بیٹیوں کیساتھ اس کی بہنیں عصبہ بنیں گی لہٰذا جو چیز بیٹیوں کو دینے کے بعد بچے گی وہ میت کی بہنیں لیں گی۔ اگر میت کی ایک بیٹی اور بہن ہو تو بیٹی کو نصف دینے کے بعد باقی بہن کا ہوگا، جو کہ ترکہ کا نصف ہے، اور اگر میت کی دو بیٹیاں اور بہن ہو تو دو بیٹیوں کے لیے ثلثان (۲/۳) ہوگا اور باقی بہن کا ہوگا اور اگر میت نے ایک بیٹی، ایک پوتی اور بہن چھوڑی ہو تو بیٹی کے لیے نصف اور پوتی کے لیے سدس (۱/۶) ہوگا، اور جو باقی بچے گا وہ بہن عصبہ بن کر لے گی۔ اور اگر میت کا بیٹا موجود ہو



تو میت کی بہنیں محروم ہوں گی۔

٦٧٤٢: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ، عَنْ هُزَيْلٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: "لَأَقْضِيَنَّ فِيهَا بِقَضَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِلْابْنَةِ النِّصْفُ، وَلِابْنَةِ الِابْنِ السُّدُسُ، وَمَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ".

ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے ابو قیس (عبدالرحمٰن بن عزوان) نے، ان سے ہزیل بن شرحبیل نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق اس کا فیصلہ کروں گا، لڑکی کو آدھا، پوتی کو چھٹا اور جو باقی بچے بہن کا حصہ ہے۔

١٣- بَابُ مِيرَاثِ الْأَخَوَاتِ وَالْإِخْوَةِ:

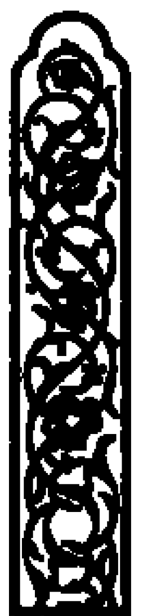
باب: بہنوں اور بھائیوں کی میراث کا بیان



٦٧٤٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَرِيضٌ، فَدَعَا بِوَضُوءٍ، فَتَوَضَّأَ ثُمَّ نَضَحَ عَلَيَّ مِنْ وَضُوئِهِ، فَأَفَقْتُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّمَا لِي أَخَوَاتٌ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْفَرَائِضِ".

ہم سے عبداللہ بن عثمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا ہم کو شعبہ بن حجاج نے خبر دی، ان سے محمد بن منکدر نے بیان کیا، انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اور میں بیمار تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور وضو کیا، پھر اپنے وضو کے پانی سے مجھ پر چھینٹا ڈالا تو مجھے ہوش آ گیا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری بہنیں ہیں؟ اس پر میراث کی آیت نازل ہوئی۔

قولہ إِنَّمَا لِي أَخَوَاتٌ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اولاد نہیں تھی، بہنوں کا حدیث میں ذکر ہے اس لیے امام بخاری نے ترجمہ باب میں اُخوات کو پہلے ذکر کیا ہے، اور ان کا استدلال یہ ہے کہ جب اولاد نہ ہونے کی صورت میں بہنیں وارث ہوتی ہیں تو میت کے بھائی بالاولیٰ اس کے وارث ہوں گے۔



ابن بطال نے کہا ہے کہ میت کے بیٹے اور پوتے کے ہوتے ہوئے اس کے حقیقی اور علاتی بہن بھائی وارث نہیں ہوں گے اور نہ ہی یہ باپ کے ہوتے ہوئے وارث ہوں گے، لیکن دادے کے ہوتے ہوئے وارث ہوں گے یا نہیں، اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

۱۴۔بَابُ: يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ:

باب: سورۃ نساء میں اللہ کا یہ فرمان کہ لوگ وراثت کے بارے میں آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ کے متعلق یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کے کوئی اولاد نہ ہو اور اس کی بہنیں ہوں تو بہن کو ترکہ کا آدھا ملے گا۔ اسی طرح یہ شخص اپنی بہن کا وارث ہو گا اگر اس کا کوئی بیٹا نہ ہو۔ پھر اگر بہنیں دو ہوں تو وہ دو تہائی ترکہ سے پائیں گی اور اگر بھائی بہن سب ملے جلے ہوں تو مرد کو دہرا حصہ اور عورت کو اکہرا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے بیان کرتا ہے کہ کہیں تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

کلالہ سے مراد وہ میت ہے جس کا باپ یا دادا نہ ہو اور نہ ہی اسکی اولاد ہو، یہ اکلیل سے ہے جسکا معنیٰ تاج ہوتا ہے تو جیسے تاج سر کو اطراف سے گھیرتا ہے ویسے ہی کلالہ کے اصول و فروع نہیں ہوتے جو اسکے وارث بن سکیں، لیکن اطراف او رجوانب سے اس کے وارث ہوں۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ کلٰن سے ہے جسکا معنیٰ تھک جانا ہے گویا کلالہ تک پہنچتے ہوئے سلسلہ نسب تھک گیا اور اس سے آگے نہ چل سکا۔

اس باب کے تحت ذکر ہونے والی آیت سورۃ النساء کے آخر میں آیت ۱۷۶ ہے، اس میں کلالہ کے حقیقی بہن بھائی یا علاتی) باپ شریک (بہن، بھائی مراد ہیں، حقیقی یا علاتی بہن، بھائیوں کا حکم میت کی اولاد جیسا ہے، اگر کلالہ کا ایک بھائی ہو تو وہ بیٹے کی طرح سارا مال لے گا، اور اگر ایک سے زیادہ بھائی ہوں تو میت کا ترکہ آپس میں تقسیم کر لیں گے، اور اگر ایک بہن ہو تو بیٹی کی طرح اس کے لیے نصف ہے، دو یا دو سے زیادہ بہنیں ہوں تو بیٹیوں کی طرح ان کے لیے دو تہائی حصہ ہے اور اگر بھائی، بہنیں ملے جلے ہوں تو لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے تحت بھائی کو بہن سے دوگنا دیا جائے گا۔ اور سورۃ النساء کے شروع میں آیت ۱۲ میں کلالہ کے اخیافی) ماں زاد (بہن، بھائی مراد ہیں جو کہ ذوی الفروض میں سے ہیں، اگر ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے، اور اگر اخیافی بہن، بھائی زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے اور ان کے مذکر مؤنث برابر ہوں گے۔ ان میں مذکر کو مؤنث سے دوگنا نہیں

دیا جائے گا۔

٦٧٤٤: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ خَاتِمَةُ سُورَةِ النِّسَاءِ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ سورة النساء آية ١٧٦".

ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے اسرائیل نے، ان سے ابو اسحاق نے، ان سے براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آخری آیت (میراث کی) سورۃ نساء کے آخر کی آیتیں نازل ہوئیں «یستفتونك قل الله یفتیکم فی الکلالة» کہ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں، کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔

١٥۔ بَابُ ابْنَيْ عَمٍّ أَحَدُهُمَا أَخٌ لِلْأُمِّ وَالآخَرُ زَوْجٌ:

باب: اگر کوئی عورت مر جائے اور اپنے دو چچازاد بھائی چھوڑ جائے ایک تو ان میں سے اس کا اخیافی بھائی ہو، دوسرا اس کا خاوند ہو



وَقَالَ عَلِيٌّ لِلزَّوْجِ النِّصْفُ وَلِلْأَخِ مِنَ الْأُمِّ السُّدُسُ وَمَا بَقِيَ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ

علی رضی اللہ عنہ نے کہا خاوند کو آدھا حصہ ملے گا اور اخیافی بھائی کو چھٹا حصہ (بموجب فرض کے) پھر جو مال بچ رہے گا یعنی ایک ثلث وہ دونوں میں برابر تقسیم ہوگا (کیونکہ دونوں عصبہ ہیں)۔

٦٧٤٥: حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا، فَمَالُهُ لِمَوَالِي الْعَصَبَةِ، وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا أَوْ ضَيَاعًا، فَأَنَا وَلِيُّهُ فَلِأُدْعَى لَهُ". الْكَلُّ: الْعِيَالُ.

ہم سے محمود نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو اسرائیل نے خبر دی، انہیں ابو حصین نے، انہیں ابو صالح نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مسلمانوں کا خود ان کی ذات سے بھی زیادہ ولی ہوں۔ پس جو شخص مر جائے اور مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کا حق ہے اور جس نے بیوی بچے چھوڑے ہوں یا قرض ہو، تو میں ان کا ولی ہوں، ان کے لیے مجھ سے مانگا جائے۔

اس باب سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک عورت فوت ہو جائے اور اپنے دو چچازاد بھائی چھوڑ جائے ان میں سے ایک میت کا اخیافی بھائی ہو، اور دوسرا اس کا خاوند ہو، [1] تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، اس کے خاوند کے لیے ترکہ میں سے نصف



---

[1] صاحب تیسیر نے اس کی مثال دیتے ہوئے کہا ہے، مثلاً زید اور خالد دونوں بھائی ہیں، زید نے ہندہ سے نکاح کیا، ان سے عمرو نامی بیٹا پیدا ہوا، اس کے بعد زید نے زینب سے دوسرا نکاح کیا، ان سے بکر نامی بیٹا پیدا ہوا، اس کے بعد زید نے اپنی

ہے، اور اخیافی بھائی کے لیے چھٹا حصہ ہے۔ پھر جو مال بچ جائے گا) جو کہ ایک ثلث ہے (وہ ان دونوں میں تقسیم ہو گا، کیونکہ یہ عصبہ ہیں۔

قولہ فَمَالُهُ لِمَوَالِي العَصَبَةِ اسکا مال اس کے عصبہ رشتہ داروں کے لیے ہے، موالی کی العصبۃ کی طرف اضافت، اضافت بیانیہ ہے أي الموالي الذين هم العصبة اس جملہ کا ترجمہ باب سے تعلق ہے؛ کیونکہ ترجمہ باب میں بھی میت کے دو چچازاد کا عصبہ بن کر باقی مال لینے کا ذکر ہے، اور یہی مناسبت اس کے بعد آنے والی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ہے۔

٦٧٤٦: حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ رَوْحٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ".

ہم سے امیہ بن بسطام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے روح نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن طاؤس نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میراث اس کے وارثوں تک پہنچادو اور جو کچھ اس میں سے بچ رہے وہ قریبی عزیز مرد کا حق ہے۔



١٦- بَابُ ذَوِي الأَرْحَامِ:

باب: ذوی الارحام (جیسے ماموں، خالہ، نانا، نواسہ، بھانجا)

٦٧٤٧: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ، قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ، حَدَّثَكُمْ إِدْرِيسُ، حَدَّثَنَا طَلْحَةُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنابْنِ عَبَّاسٍ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ سورة النساء آية ٣٣ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ سورة النساء آية ٣٣ قَالَ: "كَانَ الْمُهَاجِرُونَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ، يَرِثُ الْأَنْصَارِيُّ، الْمُهَاجِرِيَّ دُونَ ذَوِي رَحِمِهِ، لِلْأُخُوَّةِ الَّتِي آخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ". فَلَمَّا نَزَلَتْ: وَلِكُلٍّ

دوسری

بیوی) زینب (کو طلاق دے کر چھوڑ دیا، اب مطلقہ زینب سے طلاق دہندہ) زید (کے بھائی خالد نے نکاح کر لیا، اب خالد سے زینب کے ہاں فاطمہ نامی بیٹی پیدا ہوئی، اس فاطمہ سے اس کے چچازاد عمرو نے نکاح کر لیا، اس کے بعد فاطمہ فوت ہو گئی، تو فاطمہ اپنے دو چچازاد) یعنی عمرو اور بکر (کو چھوڑ کر فوت ہوئی ان دو چچازاد میں عمرو اسکا خاوند بھی ہے، اور بکر چچازاد ہونے کیساتھ فاطمہ کا اخیافی بھائی بھی ہے، اب فوت ہونے والی فاطمہ کے ترکہ سے عمرو کو نصف ملے گا؛ کیونکہ عمرو فاطمہ کا خاوند ہے، اور فاطمہ کے اخیافی بھائی کو سدس) چھٹا حصہ (ملے گا، اور جو مال بچے گا جو کہ ثلث ہے، یہ بھی یہی دونوں) یعنی عمرو اور بکر (عصبہ بن کر لے جائیں گے، اور آدھا، آدھا تقسیم کر لیں گے؛ کیونکہ یہ دونوں میت کے چچازاد ہیں۔



جَعَلْنَا مَوَالِيَ سورة النساء آية ٣٣ قَالَ: نَسَخَتْهَا: وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ سورة النساء آية ٣٣.

مجھ سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابواسامہ سے پوچھا کیا آپ سے ادریس نے بیان کیا تھا، ان سے طلحہ نے بیان کیا، ان سے سعید بن جبیر نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے «ولكل جعلنا موالي» اور «والذين عقدت أيمانكم» کے متعلق بتلایا کہ مہاجرین جب مدینہ آئے تو ذوی الارحام کے علاوہ انصار و مہاجرین بھی ایک دوسرے کی وراثت پاتے تھے۔ اس بھائی چارگی کی وجہ سے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان کرائی تھی، پھر جب آیت «جعلنا موالي» نازل ہوئی تو فرمایا کہ اس نے «والذين عقدت أيمانكم» کو منسوخ کر دیا۔

أي بيان حكم ذوي الأرحام یہاں ذوی الارحام کا حکم بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ وارث ہوں گے یا نہیں؟ اور ذوی الارحام سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جو نہ عصبہ ہوں اور نہ ہی ذوی الفروض ہوں، جیسے ماموں، خالہ، نانا، نواسا، بھانجا وغیرہ، ان کے وارث ہونے میں اختلاف ہے۔ اہل کوفہ اور امام احمد کے نزدیک جب میت کے عصبات اور ذوی الفروض نہ ہوں تو ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وأولوا الأرحام بعضهم أولي ببعض شوافع اور مالکیہ کے نزدیک ذوی الارحام وارث نہیں ہوتے، ان کے نزدیک بقیہ مال، بیت المال میں داخل کیا جائے گا؛ کیونکہ قرآن و حدیث میں ان کا حصہ ذکر نہیں ہوا۔ لیکن شافعیوں اور مالکیوں نے جب دیکھا کہ بیت المال کا معاملہ مختل ہو چکا ہے تو انہوں نے بھی حنفیوں کا مذہب اختیار کر لیا۔



حنابلہ بھی ان کی وراثت کے قائل ہیں لیکن ان کے نزدیک جس کے ذریعہ سے یہ وارث ہوتے ہیں اسکا حصہ یہ لیں گے، حنفی انہیں عصبات کی طرح بناتے ہیں، کہ عصبہ میں پہلے اولاد ہوتی ہے، اس کے بعد بھائیوں کی اولاد ہوتی ہے، پھر دادے، نانے کی اولاد، یا اس سے اوپر۔

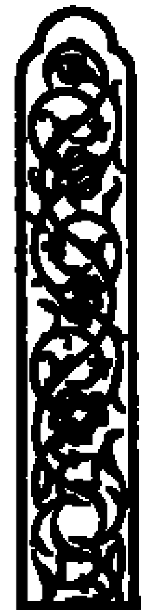
شرح بخاری

ترجمہ باب سے مناسبت جعلنا موالي کی ہے کیونکہ موالی سے مراد وَرَثَة ہیں اور یہ لفظ ذوی الارحام کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

١٧۔ بَابُ مِيرَاثِ الْمُلاَعَنَةِ:

باب: لعان کرنے والی عورت کی وراثت کا بیان

٦٧٤٨: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا "أَنَّ رَجُلًا لَاعَنَ امْرَأَتَهُ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَانْتَفَى مِنْ وَلَدِهَا، فَفَرَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا، وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْأَةِ".



مجھ سے یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا، کہا ہم سے مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لعان کیا اور اس کے بچہ کو اپنا

بچہ ماننے سے انکار کر دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے درمیان جدائی کرادی اور بچہ عورت کو دے دیا۔

حافظ نے کہاہے کہ الملاعنة عین کی فتحہ کیساتھ اور راء کسرہ سے پڑھنا بھی جائز ہے یعنی لعان کرنے والی عورت اس بچے کی وارث ہوگی جس پر اس نے لعان کیا ہے، اور بچہ اسکا وارث ہوگا۔ اسکا خاوند اسکا وارث نہیں ہوگا؛ کیونکہ وہ اس کی نفی کر چکا ہے۔

قولہ وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْأَةِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ملاعنہ کے ہونے والے بچے کو اس عورت سے ملا کر اس کے خاوند سے اس کے نسب کی نفی کر دی، لہٰذا لعان کرنے والی اس بچے کی وارث ہوگی اور وہ اسکا وارث ہوگا، لیکن خاوند وارث نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس سے اسکا سلسلہ نسب منقطع ہو چکا ہے۔

١٨۔بَابُ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ حُرَّةً كَانَتْ أَوْ أَمَةً:

باب: بچہ اسی کا ہوگا جس کی بیوی یا لونڈی سے وہ پیدا ہوا

٦٧٤٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "كَانَ عُتْبَةُ عَهِدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدٍ أَنَّ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ مِنِّي. فَاقْبِضْهُ إِلَيْكَ. فَلَمَّا كَانَ عَامَ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدٌ. فَقَالَ: ابْنُ أَخِي عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ، فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ. فَقَالَ: أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ. فَتَسَاوَقَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، ابْنُ أَخِي قَدْ كَانَ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ. فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ، الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ، وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ، ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ: احْتَجِبِي مِنْهُ لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ فَمَا رَآهَا حَتَّى لَقِيَ اللهَ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عتبہ اپنے بھائی سعد رضی اللہ عنہ کو وصیت کر گیا تھا کہ زمعہ کی کنیز کا لڑکا میرا ہے اور اسے اپنی پرورش میں لے لینا۔ فتح مکہ کے سال سعد رضی اللہ عنہ نے اسے لینا چاہا اور کہا کہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اور اس نے مجھے اس کے بارے میں وصیت کی تھی۔ اس پر عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی کا لڑکا ہے، اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ آخر یہ دونوں یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے تو سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اس نے اس کے بارے میں مجھے وصیت کی تھی۔ عبد بن زمعہ نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے، میرے باپ کی باندی کا لڑکا اور باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا، عبد بن زمعہ! یہ تمہارے پاس رہے گا، لڑکا بستر کا حق ہے اور زانی کے حصہ میں پتھر ہیں۔ پھر سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اس لڑکے سے پردہ کیا کر کیونکہ عتبہ کے ساتھ اس کی شباہت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لی تھی۔ چنانچہ پھر اس لڑکے نے ام المؤمنین کو اپنی وفات تک نہیں دیکھا۔

فراش سے مراد صاحب فراش ہے جو کہ خاوند ہے، اور لفظ فراش خاوند اور بیوی دونوں پر بولا جاتا ہے؛ کیونکہ میاں، بیوی میں سے ہر ایک دوسرے کا فراش ہوتا ہے۔

اس باب سے مراد یہ ہے کہ بچہ اسی کا ہوگا جس کی) آزاد (بیوی یا لونڈی سے وہ پیدا ہو۔ اور جب بچہ صاحب فراش کا ہوا تو وراثت کا تعلق بھی اسی سے ہوگا۔

لونڈی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ لونڈی جس سے مالک کی اولاد ہو اور مالک اقرار کر چکا ہو کہ یہ میری ہی اولاد ہے، اس لونڈی سے جو بچہ پیدا ہو تو بغیر دعویٰ کرنے کے اس کی نسب ثابت ہو جائے گی۔ ہاں اگر انکار کر دے تو نسب ثابت نہیں ہوگی، اگر انکار نہ کرے تو اسی کا بچہ سمجھا جائے گا کیونکہ وہ پہلے کا اقرار کر چکا ہے، اور اگر وہ حرہ نکاح شدہ ہے جسکا آگے نکاح ہوا ہے، تو نکاح سے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو تو وہ صاحب فراش کا ہوگا۔ حنفی کہتے ہیں کہ مرد لندن میں ہو اور عورت پاکستان میں ہو، چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو گیا ہو تو اسی مرد کا ہوگا خواہ اس کے گھر آئی ہو یا نہ آئی ہو، کہتے ہیں، ہم حدیث پر عمل کرتے ہیں حدیث میں آیا ہے الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ حالانکہ یہ حدیث جہاں آئی ہے وہاں اس پر عمل نہیں کیا؛ کیونکہ یہ حدیث لونڈی کے بارہ میں آئی ہے، اور یہاں وہ کہتے ہیں کہ اسکا بچہ تب ہوگا جبکہ اقرار کرے کہ میرا بچہ ہے، اور اگر اقرار نہ کرے بلکہ خاموش رہے تب اسکا بچہ نہیں ہوگا اگر اس سے پہلے بچہ نہ پیدا ہوا ہو، اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو صاحب فراش سے ملایا ہے حالانکہ یہ لونڈی تھی اور اسکا کوئی دعویٰ بھی نہیں کیا گیا اور نہ ہی پہلے اس سے کوئی اولاد تھی پھر بھی آپ نے فرمایا الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ کہ بچہ فراش والے کا ہے، احناف اسکا جواب دیتے ہیں کہ اس سے پہلے اس سے بچہ پیدا ہوا ہوگا اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ ایک حدیث میں اس کے بارہ میں ولیدۃ کا لفظ بھی آیا ہے اور ولیدۃ بچہ جننے والی کو کہتے ہیں، حالانکہ ولیدۃ سے یہاں مراد لونڈی ہے؛ کیونکہ ایک حدیث میں أمة کا لفظ بھی آیا ہے۔



ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا لَيْسَ لَكِ بِأَخٍ یہ تیرا بھائی نہیں ہے جو بچہ اس لونڈی نے جنا ہے۔ لیکن دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبد بن زمعہ سے فرمایا هو لك أخ وہ بچہ تیرا بھائی ہے، لیکن آپ نے اسکا بھائی اس کے دعوی کے بنا پر بنایا تھا کہ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ میرا بھائی ہے اس کے اقرار کی بنا پر وہ اس سے میراث میں بھی شریک ہو جائے گا، اس سے نسب ثابت نہیں ہوگی کیونکہ اگر نسب ثابت ہو جاتی تو وہ بچہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا بھی بھائی بن جاتا، لیکن آپ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو تو فرمایا تھا لَيْسَ لَكِ بِأَخٍ یہ تیرا بھائی نہیں ہے، گویا نسب ثابت نہیں ہوا۔

بیہقی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے مگر ذہبی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔



اور آپ نے لَیسَ لَكِ بأَخٍ تو پردہ کرنے کے لحاظ سے فرمایا تھا، اور یہ احتیاط کی بنا پر تھا۔ باقی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو اس کی میراث نہیں مل سکتی تھی؛ کیونکہ وہ کافر مرا تھا اور آپ مسلمان تھیں، اور مسلمان، کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔

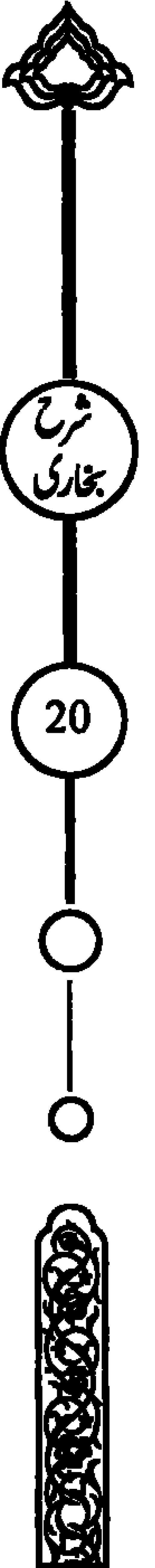
بعض حنفی کہتے ہیں کہ یہ بچہ جننے والی عورت زانیہ تھی اور زانیہ عورت کے بارہ میں شوافع کا قول بھی یہی ہے کہ اس سے نسب ثابت نہیں ہوتی، حافظ نے جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

٦٧٥٠: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْوَلَدُ لِصَاحِبِ الْفِرَاشِ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن زیاد نے بیان کیا، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکا بستر والے کا حق ہوتا ہے۔

١٩- بَابُ الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، وَمِيرَاثُ اللَّقِيطِ:

باب: غلام لونڈی کا ترکہ وہی لے گا جو اسے آزاد کرے اور جو لڑکا راستہ میں پڑا ہوا ملے اس کی وراثت کا بیان



وَقَالَ عُمَرُ اللَّقِيطُ حُرٌّ

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو لڑکا پڑا ہوا ملے اور اس کے ماں باپ نہ معلوم ہوں تو وہ آزاد ہوگا۔

٦٧٥١: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: اشْتَرَيْتُ بَرِيرَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اشْتَرِيهَا فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ، وَأُهْدِيَ لَهَا شَاةٌ، فَقَالَ: هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ"، قَالَ الْحَكَمُ: وَكَانَ زَوْجُهَا حُرًّا وَقَوْلُ الْحَكَمِ: مُرْسَلٌ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: رَأَيْتُهُ عَبْدًا.

ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حکم نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے بریرہ رضی اللہ عنہ کو خریدنا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں خرید لے، ولاء تو اس کے ساتھ قائم ہوتی ہے جو آزاد کردے اور بریرہ رضی اللہ عنہ کو ایک بکری ملی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ان کے لیے صدقہ تھی لیکن ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ حکم نے بیان کیا کہ ان کے شوہر آزاد تھے۔ حکم کا قول مرسل منقول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے انہیں غلام دیکھا تھا۔

یعنی غلام، اور لونڈی کا ترکہ وہی لے گا جو اسے آزاد کرنے والا ہے اور جو بچہ کسی جگہ پڑا ہوا ملے اسکا وارث کون ہوگا

اسکا بیان، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ گرا پڑا ملنے والا بچہ آزاد ہوتا ہے۔
ولاء وہ تعلق ہے جو غلام اور اس کے آزاد کنندہ کے درمیان ہوتا ہے، اور لقیط سے مراد وہ بچہ ہے جو کہیں راستے وغیرہ میں پڑا ہوا ملے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فیصلے کے مطابق یہ آزاد شمار ہوگا، اسے غلام بنانا جائز نہیں ہے اسکا ترکہ بیت المال میں جائے گا؛ کیونکہ اسکا کوئی وارث نہیں ہوتا۔
قولہ الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ اور لقیط چونکہ غلام نہیں بلکہ آزاد ہوتا ہے لہٰذا اسکی ولاء اسے اٹھانے والے کے لیے نہیں ہوگی بلکہ اسکا ترکہ بیت المال میں جائے گا۔
قَوْلُ الْحَكَمِ مُرْسَلٌ یہ حکم بن عتیبہ ہے جو صغار تابعین سے ہے، بریرہ کے خاوند کو آزاد کہنے کا اس کا قول مرسل ہے یعنی حدیث کی راو یہ حضرت عائشہ صدیقہ تک مسند نہیں ہے، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول صحیح ہے جو کہتے ہیں کہ میں نے بریرہ کے خاوند کو دیکھا ہے وہ غلام تھا لہٰذا بریرہ کے خاوند کا مشاہدہ کرنے والے کا قول اس شخص سے راجح ہے جس نے اسکا مشاہدہ نہیں کیا۔

٦٧٥٢: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ".



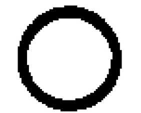
ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولاء اسی کے ساتھ قائم ہوتی ہے جو آزاد کردے۔

٢٠- بَابُ مِيرَاثِ السَّائِبَةِ:

باب: سائبہ وہ غلام یا لونڈی جس کو مالک آزاد کردے اور کہہ دے کہ تیری ولاء کا حق کسی کو نہ ملے گا کی وراثت کا بیان

٦٧٥٣: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ، عَنْ هُزَيْلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: "إِنَّ أَهْلَ الْإِسْلَامِ لَا يُسَيِّبُونَ، وَإِنَّ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوا يُسَيِّبُونَ".

ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ابو قیس نے، ان سے ہزیل نے انہوں نے عبداللہ سے نقل کیا، انہوں نے فرمایا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مسلمان سائبہ نہیں بناتے اور دور جاہلیت میں مشرکین سائبہ بناتے تھے۔



سائبہ سے مراد یہ ہے کسی غلام کو اسکا مالک یہ کہہ دے کہ میں نے تجھے سائبہ بنا دیا، یعنی میں تیرا وارث نہیں بنوں گا، امام مالک کی رائے یہ ہے کہ اسکا مال بیت المال میں جائے گا، امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ اس کے مالک کو اسکی میراث ملے گی کیونکہ وہ اسے آزاد کرنے والا ہے، اگرچہ اس نے اسے أنت السائب کہا ہے لیکن اسکا یہ قول لغو ہوگا، کیونکہ اہل



اسلام سائبہ نہیں بناتے۔

حافظ نے اسماعیلی کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں نے اپنے غلام کو سائبہ بناکر آزاد کردیا ہے، اور وہ ترکہ چھوڑ کر فوت ہوگیا ہے جسکا کوئی وارث نہیں ہے تو آپ نے فرمایا مسلمان سائبہ نہیں بناتے، سائبہ بنانا اہل جاہلیت کا کام تھا، تو نے اسے آزاد کیا ہے تو ہی اسکا وارث ہے، اور اگر تو اسے گناہ یا حرج سمجھتا ہے تو ہم اس کے ترکہ کو بیت المال میں رکھ دیتے ہیں۔

قولہ فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ سائبہ بنائے ہوئے غلام کی آزادی کا تعلق بھی سائبہ بنانے والے سے ہے لہٰذا اسکی ولاء اسی کے لیے ہوگی۔

٦٧٥٤: حَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ "أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، اشْتَرَتْ بَرِيرَةَ لِتُعْتِقَهَا، وَاشْتَرَطَ أَهْلُهَا وَلَاءَهَا، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي اشْتَرَيْتُ بَرِيرَةَ لِأُعْتِقَهَا، وَإِنَّ أَهْلَهَا يَشْتَرِطُونَ وَلَاءَهَا. فَقَالَ: أَعْتِقِيهَا فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، أَوْ قَالَ أَعْطَى الثَّمَنَ. قَالَ: فَاشْتَرَتْهَا فَأَعْتَقَتْهَا، قَالَ وَخُيِّرَتْ. فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا، وَقَالَتْ: لَوْ أُعْطِيتُ كَذَا وَكَذَا مَا كُنْتُ مَعَهُ". قَالَ الْأَسْوَدُ: وَكَانَ زَوْجُهَا حُرًّا". قَوْلُ الْأَسْوَدِ: مُنْقَطِعٌ، وَقَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ: رَأَيْتُهُ عَبْدًا: أَصَحُّ.



ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ بریرہ کو انہوں نے آزاد کرنے کے لیے خریدنا چاہا لیکن ان کے مالکوں نے اپنے لیے ولاء کی شرط لگادی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یارسول اللہ! میں نے آزاد کرنے کے لیے بریرہ کو خریدنا چاہا لیکن ان کے مالکوں نے اپنے لیے ان کی ولاء کی شرط لگادی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں آزاد کردے، ولاء تو آزاد کرنے والے کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ بیان کیا کہ پھر میں نے انہیں خریدا اور آزاد کردیا اور میں نے بریرہ کو اختیار دیا (کہ چاہیں تو شوہر کے ساتھ رہ سکتی ہیں ورنہ علیحدہ بھی ہوسکتی ہیں) تو انہوں نے شوہر سے علیحدگی کو پسند کیا اور کہا کہ مجھے اتنا اتنا مال بھی دیا جائے تو میں پہلے شوہر کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ اسود نے بیان کیا کہ ان کے شوہر آزاد تھے۔ اسود کا قول منقطع ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول صحیح ہے کہ میں نے انہیں غلام دیکھا۔



٢١-بَابُ إِثْمِ مَنْ تَبَرَّأَ مِنْ مَوَالِيهِ:

باب: جو غلام اپنے اصلی مالکوں کو چھوڑ جائے اس کا گناہ



٦٧٥٥: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ،

عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "مَا عِنْدَنَا كِتَابٌ نَقْرَؤُهُ إِلَّا كِتَابُ اللهِ غَيْرَ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ، قَالَ: فَأَخْرَجَهَا فَإِذَا فِيهَا أَشْيَاءُ مِنَ الْجِرَاحَاتِ وَأَسْنَانِ الْإِبِلِ، قَالَ: وَفِيهَا الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلَى ثَوْرٍ، فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ آوَى مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ، وَمَنْ وَالَى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ، وَالْمَلَائِكَةِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ، وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ، يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ، فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ، وَالْمَلَائِكَةِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ".

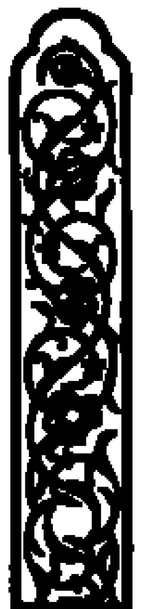
ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم تیمی نے، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ علی رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں ہے جسے ہم پڑھیں، سوا اللہ کی کتاب قرآن کے اور اس کے علاوہ یہ صحیفہ بھی ہے۔ بیان کیا کہ پھر وہ صحیفہ نکالا تو اس میں زخموں (کے قصاص) اور اونٹوں کی زکوٰۃ کے مسائل تھے۔ راوی نے بیان کیا کہ اس میں یہ بھی تھا کے عیر سے ثور تک مدینہ حرم ہے جس نے اس دین میں کوئی نئی بات پیدا کی یا نئی بات کرنے والے کو پناہ دی تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور انسانوں سب کی لعنت ہے اور قیامت کے دن اس کا کوئی نیک عمل مقبول نہ ہو گا اور جس نے اپنے مالکوں کی اجازت کے بغیر دوسرے لوگوں سے مولات قائم کر لی تو اس پر فرشتوں اور انسانوں سب کی لعنت ہے، قیامت کے دن اس کا کوئی نیک عمل مقبول نہ ہو گا اور مسلمانوں کا ذمہ (قول و قرار، کسی کو پناہ دینا وغیرہ) ایک ہے۔ ایک ادنی مسلمان کے پناہ دینے کو بھی قائم رکھنے کی کوشش کی جائے گی۔ پس جس نے کسی مسلمان کی دی ہوئی پناہ کو توڑا، اس پر اللہ کی، فرشتوں اور انسانوں سب کی لعنت ہے قیامت کے دن اس کا کوئی نیک عمل قبول نہیں کیا جائے گا۔



شرح بخاری

٦٧٥٦: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ، وَعَنْ هِبَتِهِ".

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن دینار نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کے تعلق کو بیچنے، اس کو ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔



قولہ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهِ ابن بطال نے کہا ہے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نسب کا تبدیل کرنا جائز نہیں ہے اور ولاء کا حکم بھی نسب والا ہے جیسے نسب کسی دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہو سکتا ویسے ہی بیع یا ہبہ کیساتھ ولاء کا منتقل کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ جاہلیت میں لوگ بیع وغیرہ کیساتھ ولاء کو منتقل

کیاکرتے تھے، اسلامی شریعت نے اس سے منع کر دیا ہے، ااور ترجمہ باب سے مراد یہ ہے کہ جو اپنے مالکوں سے بری ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرے مالک نہیں ہیں وہ گناہ گار ہوتا ہے۔

٢٢-بَابُ إِذَا أَسْلَمَ عَلَى يَدَيْهِ:

باب: جب کوئی کسی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام لائے (تو وہ اس کا وارث ہوتا ہے یا نہیں)

وَكَانَ الْحَسَنُ لَا يَرَى لَهُ وِلَايَةً، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ وَيُذْكَرُ، عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ رَفَعَهُ قَالَ هُوَ أَوْلَى النَّاسِ بِمَحْيَاهُ وَمَمَاتِهِ وَاخْتَلَفُوا فِي صِحَّةِ هَذَا الْخَبَرِ

اور امام حسن بصری اس کے ساتھ ولاء کے تعلق کو درست نہیں سمجھتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ولاء اس کے ساتھ قائم ہوگی جو آزاد کرے اور تمیم بن اوس داری سے منقول ہے، انہوں نے مرفوعاً روایت کی کہ وہ زندگی اور موت دونوں حالتوں میں سب لوگوں سے زیادہ اس پر حق رکھتا ہے لیکن اس حدیث کی صحت میں اختلاف ہے۔

٦٧٥٧: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ "أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً تُعْتِقُهَا، فَقَالَ أَهْلُهَا: نَبِيعُكِهَا عَلَى أَنَّ وَلَاءَهَا لَنَا، فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَا يَمْنَعُكِ ذَلِكِ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ".



ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہمانے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہانے ایک کنیز کو آزاد کرنے کے لیے خریدنا چاہا تو کنیز کے مالکوں نے کہا کہ ہم بیچ سکتے ہیں لیکن ولاء ہمارے ساتھ ہوگی۔ام المؤمنین نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شرط کو مانع نہ بننے دو، ولاء ہمیشہ اسی کے ساتھ قائم ہوتی ہے جو آزاد کرے۔

اس ترجمہ باب سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرے تو کیا اس کی ولاء مسلمان کے لیے ہوگی یا نہیں؟ اور وہ نومسلم کے فوت ہونے کے بعد اسکا وارث ہوگا یا نہیں جبکہ اسکا کوئی وارث نہ ہو۔ بعض لوگ اسے وارث بناتے ہیں اور ان کی دلیل تمیم داری کی حدیث ہے جسے انہوں نے مرفوع بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں قلت یا رسول اللہ: ما السنة فی الرجل یسلم علی یدی رجل من المسلمین؟ قال هو أولي الناس بمحیاه



و مماته ①یعنی میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول، اس آدمی کے بارہ سنت طریقہ کیا ہے جو کسی دیگر مسلمان کے ہاتھوں پر اسلام قبول کرتا ہے) اور پھر فوت ہو جاتا ہے (تو آپ نے فرمایا، اسے مسلمان بنانے والا ہی اس کی زندگی اور موت میں اسکا زیادہ حقدار ہے، اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہی اس کی میراث لے جائے گا۔

لیکن امام شافعی نے اس حدیث کے متعلق کہا ہے هذا الحديث ليس بثابت حدیث صحیح ثابت نہیں ہے۔ امام بخاری نے کہا ہے کہ اس کی صحت میں اختلاف ہے، امام ترمذی نے کہا ہے وهو عندي ليس بمتصل ②بعض نے اسے صحیح اور بعض نے ضعیف کہا ہے، بخاری نے بھی ضعف کی صراحت نہیں کی بلکہ کہا ہے واختلفوا في صحة هذا الخبر یعنی اسکی صحت میں اختلاف ہے۔ اگر صحیح بھی ہو تو اس میں نومسلم کے وارث ہونے کی صراحت نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ غیر مسلم کو مسلمان کرنے والا اسکی زندگی اور موت میں اس سے زیادہ تعلق رکھتا ہے لہٰذا وہ اس کیساتھ اچھا سلوک کرے اور اسکی تجہیز و تکفین اور اسکی نماز جنازہ کا انتظام کرے۔

قوله فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ ولاء آزاد کرنے والے کے لیے ہوتی ہے، اور جس شخص کے ہاتھ کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرتا ہے اس کے لیے ولاء نہیں ہوتی، لہٰذا وہ نومسلم کے فوت ہونے کے بعد اسکا وارث نہیں ہوگا، اس پر امام بخاری نے حسن بصری کا قول نقل کیا ہے اور نومسلم کی وفات کے بعد اسکا ترکہ بیت المال میں جائے گا جبکہ اسکا کوئی وارث نہ ہو۔

٦٧٥٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "اشْتَرَيْتُ بَرِيرَةَ. فَاشْتَرَطَ أَهْلُهَا وَلَاءَهَا. فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: أَعْتِقِيهَا فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْطَى الْوَرِقَ. قَالَتْ: فَأَعْتَقْتُهَا. قَالَتْ: فَدَعَاهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَخَيَّرَهَا مِنْ زَوْجِهَا. فَقَالَتْ: لَوْ أَعْطَانِي كَذَا وَكَذَا مَا بِتُّ عِنْدَهُ. فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا. قَالَ: وَكَانَ زَوْجُهَا حُرًّا".

ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو جریر نے خبر دی، انہیں منصور نے، انہیں ابراہیم نے، انہیں اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے بریرہ کو خریدنا چاہا تو ان کے مالکوں نے شرط لگائی کہ ولاء ان کے ساتھ قائم ہوگی۔ میں نے اس کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں آزاد کر دو، ولاء قیمت ادا کرنے والے ہی کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ بیان کیا کہ پھر میں نے آزاد کر دیا۔ پھر انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور ان کے شوہر کے معاملہ میں اختیار دیا۔ انہوں نے

① فتح الباری ۱۲ / ۴۶۔

② سنن ترمذی ۲۱۱۲ (حسن صحیح)۔

کہا کہ اگر مجھے یہ یہ چیزیں بھی وہ دیدے تو میں اس کے ساتھ رات گزارنے کے لیے تیار نہیں۔ چنانچہ اس نے شوہر سے علیحدگی کو پسند کیا۔

٢٣-بَابُ مَا يَرِثُ النِّسَاءُ مِنَ الْوَلَاءِ:

باب: ولاء کا تعلق عورت کے ساتھ قائم ہو سکتا ہے

٦٧٥٩: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. قَالَ: "أَرَادَتْ عَائِشَةُ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيرَةَ. فَقَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُمْ يَشْتَرِطُونَ الْوَلَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اشْتَرِيهَا فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ".

ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدنا چاہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ لوگ ولاء کی شرط لگاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خریدلو، ولاء تو اسی کے ساتھ قائم ہوتی ہے جو آزاد کرے (آزاد کرائے)۔

شرح بخاری

یعنی عورتیں بھی ولاء کی وارث ہوتی ہیں جبکہ وہ غلام یا لونڈی کو آزاد کرنے والی ہوں، مرد غلام کو آزاد کرے تو اس سے ولاء کا تعلق ہوتا ہے ایسے اگر عورت کسی غلام کو آزاد کرے تو ولاء کا تعلق عورت سے ہوگا۔ حافظ نے ابن بطال سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے هذا الحديث يقتضي أن الولاء لكل معتق ذكرا كان أو أنثى وهو مجمع عليه یعنی یہ حدیث اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ولاء کا تعلق آزاد کنندہ سے ہو خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو، اور اس پر تمام اہل علم کا اجماع ہے۔

مثال کے طور پر باپ نے بیٹی کو غلام یا لونڈی دی اور اس نے اسے آزاد کر دیا تو اسکی ولاء اس کے لئے ہوگی، علم میراث میں یہ حدیث بیان کی جاتی ہے ليس للنساء من الولاء إلا ما أعتقن. وأعتق من أعتقن ودبّرن أو دبّر من دبّرن وكاتبن وكاتب من كاتبن یعنی جسے خود آزاد کریں، اور مکاتب یا مدبر بنانا بھی خود آزاد کرنا ہے وجرّ ولاء مُعتَقهنّ أو معتق معتِقِهن اس سے مراد یہ ہے کہ ایک غلام اور لونڈی کا آپس میں نکاح ہوا ہے نکاح کے بعد لونڈی آزاد ہو جاتی ہے جبکہ اس کا بچہ بھی ہے، تو اس بچے کا تعلق ماں کے موالی سے ہوگا، اس کے بعد باپ بھی آزاد ہو جائے تو وہ ولاء کھینچ کر اپنے موالی کی طرف لے جائے گا، ایسی صورت میں وہ عورتیں وارث ہوتی ہیں جن کا براہ راست ان سے تعلق پیدا ہو جائے، اگر براہ راست تعلق نہیں مثلاً باپ یا بیٹے یا بھائی نے آزاد کیا ہے تو اسمیں ان کا تعلق نہیں ہوگا، اس صورت میں صرف لڑکوں کو حصہ ملے گا۔ ابوداؤد وغیرہ میں آتا ہے کہ آزاد شدہ غلاموں سے آزاد کرنے والے کی عورتوں کا کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ لڑکوں سے تعلق ہوتا ہے۔

قولہ فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ اس میں عورتیں بھی داخل ہیں اگر وہ غلام یالونڈی کو آزاد کریں تو وہ بھی ولاء کی مستحق ہوں گی۔

٦٧٦٠: حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْطَى الْوَرِقَ، وَوَلِيَ النِّعْمَةَ".

ہم سے ابن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو وکیع نے خبر دی، انہیں سفیان نے، انہیں منصور نے، انہیں ابراہیم نے، انہیں اسود نے، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ولاء اس کے ساتھ قائم ہو گی جو قیمت دے اور احسان کرے (آزاد کرکے)۔

٢٤- بَابٌ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، وَابْنُ الْأُخْتِ مِنْهُمْ:

باب: جو شخص کسی قوم کا غلام ہو آزاد کیا گیا وہ اسی قوم میں شمار ہو گا، اسی طرح کسی قوم کا بھانجا بھی اسی قوم میں داخل ہو گا



٦٧٦١: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ، وَقَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ" أَوْ كَمَا قَالَ.

ہم سے آدم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے معاویہ بن قرہ اور قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی گھرانے کا غلام اسی کا ایک فرد ہوتا ہے «أو کما قال»۔

یعنی کسی قوم کا آزاد کردہ غلام اسی قوم میں شمار ہو گا، اور کسی قوم کا بھانجا بھی اسی قوم سے ہو گا۔ بعض علماء کے نزدیک ذوی الارحام بھی وارث ہوتے ہیں جبکہ میت کے ذوی الفروض اور عصبات موجود نہ ہوں۔ لیکن کسی قوم کا مولیٰ کسی کے نزدیک وارث نہیں ہوتا، اور مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ سے مراد یہ ہے کہ کسی قوم کا مولیٰ اپنے آزاد کرنے والوں کی طرف اپنی نسبت کر سکتا ہے، اگر آزاد کرنے والے قریشی ہوں تو یہ بھی قریشی کہلا سکتا ہے، جیسا کہ کسی قوم کا بھانجا اپنے ننھال کی طرف نسبت کر سکتا ہے، امام بخاری نے ان دونوں کو اسی لیے اس باب میں اکٹھا بیان کیا ہے۔

٦٧٦٢: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "ابْنُ أُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ أَوْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ".

ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی گھرانے کا بھانجا اس کا ایک فرد ہے۔



(«منهم».» یا«من أنفسهم» کے الفاظ فرمائے)۔

۲۵-بَابُ مِيرَاثِ الأَسِيرِ:

باب: قیدی کی وراثت کا بیان

قَالَ وَكَانَ شُرَيْحٌ يُوَرِّثُ الأَسِيرَ فِي أَيْدِي الْعَدُوِّ وَيَقُولُ هُوَ أَحْوَجُ إِلَيْهِ، وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَجِزْ وَصِيَّةَ الأَسِيرِ وَعَتَاقَهُ وَمَا صَنَعَ فِي مَالِهِ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ عَنْ دِينِهِ فَإِنَّمَا هُوَ مَالُهُ يَصْنَعُ فِيهِ مَا يَشَاءُ

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ شریح قاضی قیدی کو ترکہ دلاتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ تو اور زیادہ محتاج ہے۔ اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ قیدی کی وصیت اور اس کی آزادی اور جو کچھ وہ اپنے مال میں تصرف کرتا ہے وہ نافذ ہوگی جب تک وہ اپنے دین سے نہیں پھرتا کیونکہ وہ مال اسی کا مال رہتا ہے وہ اس میں جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے۔

٦٧٦٣: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيٍّ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ تَرَكَ مَالاً فَلِوَرَثَتِهِ، وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَإِلَيْنَا".

ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عدی نے، ان سے ابوحازم نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مال چھوڑا (اپنی موت کے بعد) وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جس نے قرض چھوڑا ہے وہ ہمارے ذمہ ہے۔



شرح بخاری

اس ترجمہ باب سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کافروں کے ہاں قیدی ہو اور اسکا کوئی مسلمان رشتہ دار فوت ہو جائے تو اس کے ترکہ میں سے اس قیدی کو اسکا حصہ دیا جائے گا یا نہیں؟ قاضی شریح دشمن کے ہاتھوں میں قیدی کو میت کے ترکہ سے اسے حصہ دلاتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ تو دوسروں سے بڑھ کر اسکا ضرورت مند ہے، اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا ہے کہ قیدی کی وصیت اور اسکی آزادی اور جو وہ اپنے مال میں تصرف کرے اسے نافذ کریں جب تک کہ وہ اپنے دین سے نہیں پھرتا، وہ اپنے مال میں جو چاہے تصرف کر سکتا ہے، اگر وہ معاذ اللہ مرتد ہو جائے پھر اسکا یہ حکم نہیں ہوگا، اور اپنے فوت ہونے والے مسلمان کا وارث نہیں بنایا جائے گا، اور جبکہ وہ مسلمان ہے تو مَنْ تَرَكَ مَالاً فَلِوَرَثَتِهِ کے عموم میں داخل ہے، سعید بن مسیب کا قول یہ ہے کہ دشمن کے ہاں قید ہونے والے کو وارث نہیں بنایا جائے گا، مگر جمہور علماء کا وارث بنانے کا قول مقدم ہے۔

۲٦-بَابُ لاَ يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلاَ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ، وَإِذَا أَسْلَمَ قَبْلَ أَنْ يُقْسَمَ الْمِيرَاثُ فَلاَ مِيرَاثَ لَهُ:



باب: مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا اور نہ کافر مسلمان کا اور اگر میراث کی تقسیم سے

پہلے اسلام لایا تب بھی میراث میں اس کا حق نہیں ہو گا

٦٧٦٤: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ".

ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے علی بن حسین نے بیان کیا، ان سے عمر بن عثمان نے بیان کیا اور ان سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان باپ کافر بیٹے کا وارث نہیں ہوتا اور نہ کافر بیٹا مسلمان باپ کا۔

مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا اور نہ ہی کافر کسی مسلمان کا وارث بن سکتا ہے؛ کیونکہ اختلاف دین وارث ہونے سے مانع ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص مسلمان کی موت کے وقت کافر تھا تو اسے فوت ہونے والے کا وارث نہیں بنایا جائے گا اگرچہ وہ تقسیم ترکہ سے پہلے مسلمان ہو جائے تب بھی اسے ترکہ سے حصہ نہیں دیا جائے گا؛ کیونکہ مورث کی موت کے وقت یہ مسلمان نہیں تھا بلکہ کافر تھا۔



حضرت معاذ بن جبل کا قول ہے کہ کافر تو مسلمان کا وارث نہیں ہوتا، لیکن مسلمان کو کافر کا وارث بنایا جائے گا، لیکن یہ قول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ کے خلاف ہے، اور اختلاف دین بہر حال مانع ہے۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ فوت ہونے والے) مورث (کی موت کے وقت مسلمان ہونا چاہیے تب وارث ہوتا ہے، بعد میں مسلمان ہونے والا وارث نہیں ہو گا، اعتبار موت کے وقت کا ہے، تقسیم کے وقت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ شرح بخاری

٢٧- بَابُ مِيرَاثِ الْعَبْدِ النَّصْرَانِيِّ وَالْمُكَاتَبِ النَّصْرَانِيِّ، وَإِثْمِ مَنِ انْتَفَى مِنْ وَلَدِهِ:

باب: عیسائی غلام یا مکاتب عیسائی کی وراثت کا بیان اور جو اپنے بیٹے کی نفی کر دے اس کے گناہ کا بیان

اس باب میں حدیث نہیں ہے۔

وہ مر جائے تو اس کا مال اس کے مالک کو ملے گا، نہ بطریق وراثت بلکہ بوجہ غلامی و مملوکیت اور جو شخص بلاوجہ اپنے بچہ کو کہے کہ یہ میرا بچہ نہیں اس کا گناہ۔



حافظ ابن حجر ؒنے ابن بطال سے نقل کیا ہے کہ جب نصرانی غلام مر جائے تو اسکا مال اسکا مالک لے گا، لیکن بطور ورثہ کے نہیں؛ کیونکہ مسلمان، کافر کا وارث نہیں بن سکتا، بلکہ رق اور غلامی کی وجہ سے لے گا، کیونکہ غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا، اسکا مال اس کے مالک کا ہوتا ہے، ابن سیرین نے کہا ہے کہ اسکا مال بیت المال میں جائے گا،

اسکا مالک نہیں لے سکتا، اور وہ نصرانی غلام جو مکاتب ہو، اور اپنی کتابت کی رقم ادا کرنے سے پہلے مر جائے تو وہ غلام ہی مرا ہے، تو اسکا مال اس کے مولیٰ کا ہو گا اور وہ اپنی کتابت میں اسکا مال حاصل کرلے گا، اور جو مال کتابت سے بچ جائے وہ بیت المال میں جائے گا، یہ بھی وراثت کی صورت نہیں ہوگی؛ کیونکہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا بلکہ غلام ہونے کی وجہ سے اسکا مولیٰ مال لے گا۔

اگر مکاتب نصرانی آزاد ہونے کے بعد مر جائے تو اس میں اختلاف ہے، اس صورت میں میراث کی شکل بن جائے گی، اور کوئی مسلمان اسکا وارث نہیں ہو گا، اسکا وارث نہ ہونے کی صورت میں اسکا مال بیت المال میں جائے گا۔

چونکہ نصرانی غلام اور نصرانی مکاتب کا حکم اس سے قبل آنے والی اسامہ بن زید کی حدیث سے سمجھا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ کہ مسلمان نصرانی یا غیر نصرانی کافر کا وارث نہیں ہو سکتا، اس لیے امام بخاری اس ترجمہ باب کے تحت کوئی حدیث نہیں لائے۔

قولہ واثم من انتفی من ولدہ اپنے بچے کی جانتے، پہچانتے ہوئے نفی کرنا کبیرہ گناہ ہے جس کے بارہ میں مسند احمد میں حدیث موجود ہے جو حسن درجہ کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من انتفی من ولدہ لیفضحہ فی الدنیا فضحہ اللہ یوم القیامۃ علی رءوس الاشھاد قصاص بقصاص [1] یعنی جو شخص دنیا میں کسی کو ذلیل کرنے کے لئے اپنے بچے کی نفی کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کے سامنے ذلیل کریں گے، یہ بدلہ ہو گا اس کے فعل کے بدلے میں۔



٢٨۔ بَابُ مَنِ ادَّعَى أَخًا أَوِ ابْنَ أَخٍ:

باب: جو کسی شخص کے بارے میں اپنا بھائی یا بھتیجا ہونے کا دعویٰ کرے

٦٧٦٥: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: "اخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فِي غُلَامٍ، فَقَالَ سَعْدٌ: هَذَا يَا رَسُولَ اللهِ، ابْنُ أَخِي عُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ انْظُرْ إِلَى شَبَهِهِ، وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: هَذَا أَخِي يَا رَسُولَ اللهِ، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِي مِنْ وَلِيدَتِهِ، فَنَظَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شَبَهِهِ فَرَأَى شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ، فَقَالَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ، الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ، وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ، وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتَ زَمْعَةَ، قَالَتْ: فَلَمْ يَرَ سَوْدَةَ قَطُّ".

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہما کا ایک

[1] مسند احمد ٦٩٥٧۔

لڑکے کے بارے میں جھگڑا ہوا. سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کالڑکا ہے، اس نے مجھے وصیت کی تھی کہ یہ اس کالڑکا ہے آپ اس کی مشابہت اس میں دیکھئے اور عبد بن زمعہ نے کہا کہ میرا بھائی ہے یارسول اللہ! میرے والد کے بستر پر ان کی لونڈی سے پیدا ہوا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے کی صورت دیکھی تو اس کی عتبہ کے ساتھ صاف مشابہت واضح تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عبد! لڑکا بستر والے کا ہوتا ہے اور زانی کے حصہ میں پتھر ہیں اور اے سودہ بنت زمعہ! (ام المؤمنین رضی اللہ عنہا) اس لڑکے سے پردہ کیا کر چنانچہ پھر اس لڑکے نے ام المؤمنین کو نہیں دیکھا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سے نسب ثابت نہیں ہوگا ہاں وہ اس کے ساتھ میراث کے حصے میں شریک ہوجائیگا۔

۲۹-بَابُ مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ [1]:

باب: جس نے اپنے باپ کے سوا کسی اور کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا، اس کے گناہ کا بیان

٦٧٦٦: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ، وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ، فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ".



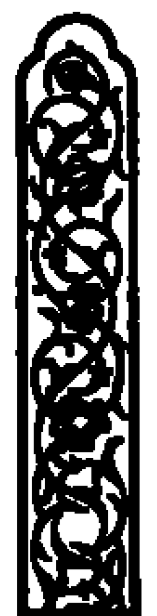
ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا یہ ابن عبداللہ ہیں، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا، ان سے ابوعثمان نے اور ان سے سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے باپ کے سوا کسی اور کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا یہ جانتے ہوئے کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو جنت اس پر حرام ہے۔

ادَّعَى بمعنی انتسب ہے یعنی اس شخص کے گناہ کا بیان جو اپنے باپ کے علاوہ اپنی نسبت غیر کی طرف کرتا ہے۔

قولہ مَنْ ادَّعَى إِلَي غَيْرِ أَبِيهِ اپنے حقیقی باپ کو چھوڑ کر غیروں کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے والا اگر مستحل ہو، یعنی غیر کی طرف نسبت کو حلال اور جائز سمجھتا ہو حالانکہ یہ حرام ہے تو ایسا شخص واقعی کافر ہوجاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حرام کردہ کو حلال بنالینا کفر ہے لیکن اگر وہ مستحل نہ ہو تو یہ کفر دون کفر ہوگا اور کفرانِ نعمت پر محمول کیا جائے گا۔

لیکن اگر یہ نسبت، نسب اور خاندان بدلنے کے لیے نہ ہو بلکہ تعریف کے لیے ہو کہ مشہور ہی اسی نسبت سے ہے تو کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ مقداد بن عمرو کو مقداد بن اسود ہی کہا جاتا تھا کیونکہ وہ اسی نسبت سے مشہور ہو چکے تھے۔

٦٧٦٧: فَذَكَرْتُهُ لِأَبِي بَكْرَةَ فَقَالَ: وَأَنَا سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي مِنْ رَسُولِ اللهِ



---

[1] اس ترجمہ باب کو کتاب الفرائض میں لانے سے مقصود یہ ہے کہ غیر باپ کی طرف نسبت کرنے سے وراثت ثابت نہیں ہوگی، کیونکہ یہ نسبت ہی حرام ہے بلکہ وہ اپنے صلبی باپ کا ہی وارث ہوگا جیسا کہ متبنیٰ کا مسئلہ ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

پھر میں نے اس کا تذکرہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے کیا تو انہوں نے کہا کہ اس حدیث کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے دونوں کانوں نے بھی سنا ہے اور میرے دل نے اس کو محفوظ رکھا ہے۔

٦٧٦٨: حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عِرَاكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ فَهُوَ كُفْرٌ".

ہم سے اصبغ بن الفرج نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ کو عمرو نے خبر دی، انہیں جعفر بن ربیعہ نے، انہیں عراک نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے باپ کا کوئی انکار نہ کرے کیونکہ جو اپنے باپ سے منہ موڑتا ہے (اور اپنے کو دوسرے کا بیٹا ظاہر کرتا ہے تو) یہ کفر ہے۔

٣٠ ـ بَابٌ إِذَا ادَّعَتِ الْمَرْأَةُ ابْنًا:

باب: کسی عورت کا دعویٰ کرنا کہ یہ بچہ میرا ہے



٦٧٦٩: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كَانَتْ امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ إِحْدَاهُمَا، فَقَالَتْ لِصَاحِبَتِهَا: إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ، وَقَالَتِ الْأُخْرَى إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ، فَتَحَاكَمَتَا إِلَى دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامِ، فَقَضَى بِهِ لِلْكُبْرَى، فَخَرَجَتَا عَلَى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامِ فَأَخْبَرَتَاهُ، فَقَالَ: ائْتُونِي بِالسِّكِّينِ أَشُقُّهُ بَيْنَهُمَا، فَقَالَتِ الصُّغْرَى: لَا تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ هُوَ ابْنُهَا. فَقَضَى بِهِ لِلصُّغْرَى" قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَاللّٰهِ إِنْ سَمِعْتُ بِالسِّكِّينِ قَطُّ إِلَّا يَوْمَئِذٍ وَمَا كُنَّا نَقُولُ إِلَّا الْمُدْيَةَ.

شرح بخاری

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، کہا کہ ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو عورتیں تھیں اور ان کے ساتھ ان کے دو بچے بھی تھے، پھر بھیڑیا آیا اور ایک بچے کو اٹھا کر لے گیا اس نے اپنی ساتھی عورت سے کہا کہ بھیڑیا تیرے بچے کو لے گیا ہے، دوسری عورت نے کہا کہ وہ تو تیرا بچہ لے گیا ہے۔ وہ دونوں عورتیں اپنا مقدمہ داؤد علیہ السلام کے پاس لائیں تو آپ نے فیصلہ بڑی کے حق میں کر دیا۔ وہ دونوں نکل کر سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس گئیں اور انہیں واقعہ کی اطلاع دی۔ سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ چھری لاؤ میں لڑکے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کو ایک ایک دوں گا۔ اس پر چھوٹی عورت بول اٹھی کہ ایسا

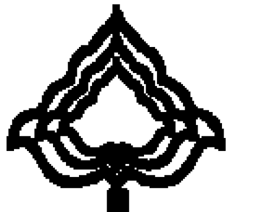


نہ کیجئے آپ پر اللہ رحم کرے، یہ بڑی ہی کا لڑکا ہے لیکن آپ علیہ السلام نے فیصلہ چھوٹی عورت کے حق میں کیا۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ! میں نے «سکین» چھری کا لفظ سب سے پہلی مرتبہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے) اس دن سنا تھا اور ہم اس کے لیے (اپنے قبیلہ میں) «مدیۃ» کا لفظ بولتے تھے۔

اور اگر اس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو اور کسی بچے کے بارہ میں دعوی کرے کہ یہ اس کا بچہ ہے اور کوئی شخص اس سے اس دعویٰ میں مخالفت کرنے والا نہ ہو تو اس کی بات درست تسلیم کرلی جائے گی، اور دونوں میں سے کسی ایک کے فوت ہونے پر دوسرا اس کا وارث ہوگا نیز بچے کے اخیافی بھائی بھی اس کے وارث ہوں گے۔

قولہ فَقَضَي بِهِ لِلصُّغْرَى حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب چھری لانے کا حکم دیا تا کہ بچے کو دونوں میں تقسیم کر دیں اور یہ انہوں نے بچے کی اصل ماں پہچاننے کے لیے کہا تھا اور ان میں سے چھوٹی نے کہا ایسا نہ کریں بلکہ بچہ اس بڑی کو ہی دے دیں تو اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام پہچان گئے کہ بچہ چھوٹی کا ہے جسے اس پر رحم اور ترس آیا ہے لہٰذا فیصلہ چھوٹی کے حق میں کر دیا۔ [1]

اور حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی کے حق میں فیصلہ اس لیے کیا تھا کہ وہ بچے کو اٹھائے ہوئے تھی اور دوسری کے پاس اپنے موقف پر گواہ نہیں تھے، لہٰذا جس کے قبضے میں بچہ تھا اسی کو دے دیا۔



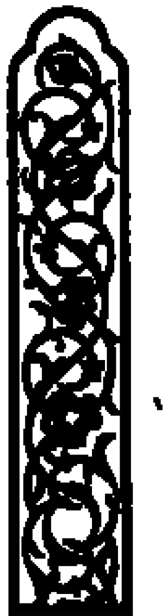
٣١۔بَابُ الْقَائِفِ:

باب: قیافہ شناش کا بیان

٦٧٧٠: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، دَخَلَ عَلَيَّ مَسْرُورًا تَبْرُقُ أَسَارِيرُ وَجْهِهِ، فَقَالَ: أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ مُجَزِّزًا نَظَرَ آنِفًا إِلَى زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ، وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، فَقَالَ: إِنَّ هَذِهِ الْأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ".

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں ایک مرتبہ بہت خوش

[1] حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ جاننے کے لیے کہ ان دو عورتوں میں سے اس بچے پر ترس اور رحم کس کو آتا ہے اس بچے کو کاٹنے کا حکم دیا تو ان میں سے بڑی نے اس پر رضامندی کا اظہار کر دیا تھا جیسا کہ ایک حدیث میں ہے وكانت الأخرى رضيت السنن الكبرى للنسائی: ٥٩١٨ وہ کاٹنے پر راضی ہوگئی، دوسری حدیث میں ہے فقالتِ الکبری: نعم اقطعوہ بڑی نے کہا ہاں اس بچے کو کاٹ کر دونوں میں تقسیم کر دیں۔السنن الکبری للنسائی ٥٩٢٠ تب سلیمان علیہا السلام سمجھ گئے کہ بڑی کا نہیں جو کاٹنے پر رضامند ہے بلکہ چھوٹی کا ہے جو اسے کاٹنے سے روکتی ہے اس لیے آپ نے چھوٹی کے لیے بچے کا فیصلہ کر۔یا جو کاٹنے سے روکتی تھی۔



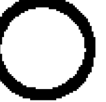
خوش تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چمک رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نہیں دیکھا، مجزز (ایک قیافہ شناس) نے ابھی ابھی زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے (صرف پاؤں دیکھے) اور کہا کہ یہ پاؤں ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں۔

اسامہ بن زید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنیٰ حضرت زید بن حارثہ کے بیٹے تھے، حضرت زید گورے رنگ کے تھے جبکہ ان کے بیٹے اسامہ کالے رنگ کے تھے۔ کیونکہ ان کی ماں ام ایمن سیاہ رنگ کی تھیں، لوگوں کو اسامہ کے نسب میں تردد تھا لیکن قیافہ شناس مجزز مدلجی نے باپ بیٹے کو لیٹے ہوئے دیکھا اور کہا کہ یہ باپ بیٹے کے قدم ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیافہ شناس کی اس تائید سے خوشی ہوئی، قیافہ سے اگرچہ کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا لیکن اسے ثابت شدہ حکم کی تائید میں قبول کیا جاسکتا ہے اور قیافہ کی تائید سے ملحق کو ملحق بہ کا وارث بنایا جائیگا۔

٦٧٧١: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ مَسْرُورٌ، فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ مُجَزِّزًا الْمُدْلِجِيَّ دَخَلَ عَلَيَّ فَرَأَى أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، وَزَيْدًا وَعَلَيْهِمَا قَطِيفَةٌ، قَدْ غَطَّيَا رُءُوسَهُمَا وَبَدَتْ أَقْدَامُهُمَا، فَقَالَ: إِنَّ هَذِهِ الْأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ".



ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے عروہ نے اور ان سے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش تھے اور فرمایا عائشہ! تم نے دیکھا نہیں، مجزز مدلجی آیا اور اس نے اسامہ اور زید (رضی اللہ عنہما) کو دیکھا، دونوں کے جسم پر ایک چادر تھی، جس نے دونوں کے سروں کو ڈھک لیا تھا اور ان کے صرف پاؤں کھلے ہوئے تھے تو اس نے کہا کہ یہ پاؤں ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں۔







کتاب الحدود

کتاب حد اور سزاؤں کے بیان میں

۱-بَاب مَا يُحْذَرُ مِنَ الْحُدُودِ:

باب: جس میں حدود پر سزا سے ڈرایا گیا ہے

اسلام میں سزاؤں کی تین قسمیں ہیں، حدود، قصاص اور تعزیر

حد کا لغوی معنیٰ منع کرنا اور روکنا ہے راغب نے کہا ہے الحد الحاجز بين الشيئين الذي يمنع اختلاط أحدهما بالآخر یعنی حد دو چیزوں کے درمیان اس رکاوٹ کو کہتے ہیں جو ایک کو دوسری چیز کے ساتھ خلط ملط ہونے سے روکتی ہے، شراب یا زنا کی حد کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ بھی اس گناہ کے مرتکب کو اس گناہ اور جرم کی طرف لوٹنے سے اور دیگر لوگوں کو اس راستے پر چلنے سے روکتی ہے۔

شرعی اصطلاح میں حد سے مراد ہے عقوبة مقدرة وجبت حقاً لله تعالیٰ وہ سزا جو اللہ تعالیٰ کا حق ہونے کی وجہ سے اس کی طرف سے مقرر ہے۔ [1]

---

[1] شریعت اسلامیہ میں حدود کی چھ قسمیں ہیں۔ ۱: حدِ ارتداد۔ ۲: حدِ زنا۔ ۳: حد سرقہ یعنی چوری کی حد۔ ۴: حد قذف (کسی کو تہمت لگانے کی حد)۔ ۵: حد شرب یعنی شراب پینے اور نشہ کرنے کی حد۔ ۶: حد حرابہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوا۔ .... الخ

وہ سزائیں جن کو شارع نے مقرر کیا ہے اور ان کی نوعیت بیان کر دی ہے اور ان میں کمی بیشی نہیں کی جا سکتی اور ان کا تعلق حقوق الناس سے ہے ان کا نام جنایات ہے جیسا کہ قتل عمد میں قصاص ہے، اس میں قصاص بھی لیا جا سکتا ہے اور دیت بھی، اور معاف بھی کیا جا سکتا ہے۔ اور جن سزاؤں کو شارع نے مقرر نہیں کیا اور نہ ہی ان کی نوعیت اور کیفیت کی تحدید کی ہے بلکہ یہ چیزیں قاضی کی صوابدید پر چھوڑ دی گئی ہیں کہ وہ توبیخ و ملامت پر اکتفاء کرے یا جسمانی سزا دیدے یا جیل میں ڈال دے، ایسی سزا کا نام تعزیر ہے۔

اور وہ سزائیں جو شارع کی طرف سے مقرر ہیں، اور شرعی امیر اور خلیفہ کے پاس پہنچنے کے بعد انہیں معاف کرنا یا ان میں سفارش کرنا جائز نہیں ہے تو یہ حدود ہیں جن کا نفاذ ضروری ہے۔

پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کی تعلیم تمام انبیاء اور رسولوں نے اپنی امتوں کو دی ہے، بعض علماء نے چھ چیزیں ذکر کی ہیں اور ان کی حفاظت کا حکم ہر ملت میں دیا گیا ہے، کیونکہ ان کی حفاظت اور پابندی سے ہی انسانی معاشرے میں امن و امان بحال ہوتا ہے اور یہ ضروریات دین ہیں۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی انہیں خاص اہمیت دی ہے اور ان ضروریات دین کو پامال کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی وحی سے عقوبات اور سزائیں مقرر کی ہیں اور وہ ضرویات دین حسب ذیل ہیں۔

۱: حفظ دین، اس کی حفاظت کے لئے شرک کو حرام کر دیا اور مرتد کی سزا مقرر کر دی ہے۔

۲: حفظِ اعراض: لوگوں کی عزتوں کے احترام کا حکم دیا گیا ہے اور کسی کی عزت کو پامال کرنے والے کے لئے حد قذف رکھی گئی ہے۔

۳: حفظِ اموال: لوگوں کے خون، پسینے سے کمائی ہوئی دولت اور ان کے سرمائے اور مال کی حفاظت کی خاطر چوری کی سزا دینے کا حکم دیا ہے اور ڈاکہ زنی کی سزا اس سے بھی سخت رکھی گئی ہے، اور یہ لوگوں کے مالوں کی حفاظت کے لئے ہے۔

۴: حفظِ نسب: اسلام میں خاندانی نظام کی حفاظت کے لئے زنا کاری کو حرام کر دیا گیا ہے اور اس کا ارتکاب کرنے والوں کو شرعی حد لگانے کا حکم دیا گیا ہے۔

۵: حفظِ عقل: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عقل جیسی عظیم نعمت سے نوازا ہے جس کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات کے مرتبہ پر فائز ہے اور نشہ یا شراب نوشی سے اپنی عقل کو زائل کرنے والوں کو حدِ خمر یعنی مے خوری کی حد لگانے کا حکم دیا ہے۔

۶: حفظِ نفس: انسانی جان کو بڑا احترام حاصل ہے، اگر لوگوں کو شتر بے مہار چھوڑ دیا جائے تو کسی کی جان محفوظ نہ رہے گی اور انسانی معاشرہ جنگل کا بھٹ بن جائیگا اسلام نے لوگوں کی جانوں کی حفاظت کے لئے قصاص کا حکم دے دیا ہے۔

اب ہم ان حدود شرعیہ اور اسلامی سزاؤں کو قدرے تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔

شریعت اسلامیہ میں دین کی حفاظت کے لئے مرتد کی سزا مقرر کی گئی ہے اور دین سے مراد اللہ تعالیٰ کے ہاں دین اسلام ہے دیگر تمام مذاہب دین نہیں ہیں خواہ یہودیت ہو یا نصرانیت یا ان کے علاوہ مذاہب جو اللہ تعالیٰ کے ہاں دین شمار نہیں ہوتے، ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ آل عمران: ۱۹ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین، اسلام ہے، نیز ارشاد ہے وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ آل عمران: ۸۵ یعنی جو شخص اسلام کے علاوہ کسی مذہب کو دین بنائے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص روز قیامت نقصان اٹھائے گا۔



اگرچہ کسی شخص کو دین اسلام میں داخل کرنے کے لئے جبر اور زبردستی نہیں کی جاسکتی اہل اسلام دین اسلام کو تمام لوگوں تک پہنچانے کا فریضہ سرانجام دیں گے اور کلمہ حق کی کفار بلکہ ان کے حکمرانوں کو بھی دعوت دیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا البقرة: ۸۳ نیکی کا حکم تمام انسانوں کو دو۔

دعوت اسلام کی راہ میں رکاوٹ بننے والوں سے جہاد و قتال کا حکم دیا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ البقرة: ۱۹۳ ان سے قتال کرو حتی کہ کفر و شرک کا فتنہ باقی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کا دین (اسلام) جاری و ساری ہو جائے۔

لوگوں تک دعوت اسلام پہنچانے کے بعد جو لوگ اپنی رضا و رغبت سے دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں تو یہ ان کی خوش قسمتی ہے ورنہ کسی کو اسلحہ کے زور پر اسلام میں داخل نہیں کیا جاسکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے لَا اِكْرَاهَ فِی الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ البقرة: ۲۵۶ دین کے بارہ میں کوئی زبردستی نہیں ہوسکتی، سیدھی راہ، ٹیڑھی راہ سے واضح ہو چکی ہے۔



لیکن دین اسلام کو اپنی رضا اور اختیار سے قبول کرنے کے بعد انسان اللہ تعالیٰ اور اس کے برحق رسول حضرت محمد ﷺ کے بتائے ہوئے احکام و عقائد کا پابند ہو جاتا ہے، اب اس پر اپنی مرضی نہیں چلے گی بلکہ اسے اسلام کی ہدایات و تعلیمات کے مطابق چلنا پڑے گا، اپنی رضا و رغبت سے اسلام کو قبول کرنے کے بعد اب اسے دائرہ اسلام سے نکلنے اور ارتداد اختیار کرنے کی اجازت

نہیں ہے کیونکہ مرتد ہونے والے لوگ اسلام کے لئے غیر مسلموں سے زیادہ خطرناک اور نقصان پہنچانے والے ہیں۔غیر مسلم اگر اسلام کے خلاف بات کریں گے تو اہل اسلام ان کی سنی کو ان سنی کر دیں گے اور ان کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دیں گے، لیکن دائرہ اسلام میں زندگی گزارنے والا شخص اگر۔العیاذ باللہ۔مرتد ہو جائے تو وہ اسلام میں کیڑے نکالے گا اور دین اسلام میں ایسی باتیں ٹھونسے گا جو اس میں پائی نہیں جاتیں اور ایسے عیب بیان کرے گا جس سے اللہ تعالیٰ کا دین مبرا اور پاک ہے اور جن مسلمانوں کو اسلام کی پوری معرفت حاصل نہیں ہے انہیں اسلام کے بارہ میں دھوکہ اور فریب دے گا خاص کر اپنے اقرباء اور زیر دستوں کو گمراہ کرنے کا سبب بنے گا اور ان کی آخرت کی زندگی کو تباہ و برباد کرے گا، اور لوگ غیر مسلموں سے کہیں بڑھ کر اس کی خلاف واقعہ باتوں کی تصدیق کر کے اسلام سے منحرف ہوں گے، لہذا متعدد لوگوں کو انحراف اور ضلالت سے بچانے کے لئے اس ایک مرتد ہونے والے کو قتل کر دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

مرتد کی سزا: دین اسلام سے منحرف ہو جانے والے کی سزا دو قسم پر ہے، اخروی سزا اور دنیوی سزا۔اخروی سزا کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ البقرۃ:۲۱۷

اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور کافر ہو کر مرے تو ان کے کیے ہوئے عمل دنیا آخرت میں برباد ہو گئے اور یہ (مرتد ہونے والے) جہنم کی آگ میں جانے والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ جلیں گے اور مرتد کی دنیا میں سزا قتل ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مَن بدَّل دِينَه فاقْتُلوه جو شخص اپنا دین (اسلام) بدل لے اسے قتل کر دو۔



اور دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کسی کلمہ گو کو قتل کرنا جائز نہیں ہے مگر تین خصلتوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے سے اس کا قتل جائز ہو جاتا ہے، قصاص کی صورت میں، اور شادی شدہ زانی، اور وہ شخص جو اپنے دین اسلام کو چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جائے ان کا قتل مباح ہو جاتا ہے۔

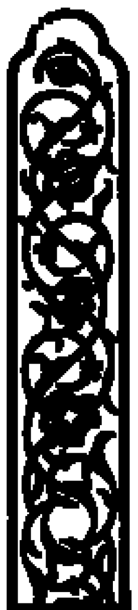
مرتد ہونے والے مرد کو قتل کرنے پر امت مسلمہ کے علماء کا اجماع ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن مرتد ہونے والی عورت کے بارہ میں علماء کے تین اقوال ہیں۔

۱: بعض علماء کے نزدیک مرتد عورت کو بھی مرتد مرد کی طرح قتل کیا جائیگا کیونکہ مرتد کی سزا پر مشتمل حدیث مرد و عورت دونوں کو شامل ہے۔

۲: حضرت علی، حسن بصری اور قتادہ کے نزدیک مرتد عورت کو قتل نہیں کیا جائیگا، بلکہ اسے لونڈی بنالیا جائیگا۔

۳: احناف کے ہاں مرتد عورت کی سزا تعزیر ہے، اس پر اسلام پیش کیا جائے، اگر وہ انکار کرے تو اسے قید کر دیا جائے گا۔ان میں سے پہلا قول راجح ہے جو کہ جمہور کا قول ہے۔

مرتد کی سزا کی تین شرطیں: ۱: دین اسلام سے نکل کر دوسرے کسی مذہب میں جانے پر سزا دی جائے جو کہ قتل ہے لیکن اگر وہ مسلمان نہ ہو اور کسی دیگر مذہب میں داخل ہو جائے تو سزا نہیں دیں گے۔



۲: مرتد ہونے والا عاقل و بالغ مکلف ہو، بچے یا مجنون کو سزا نہیں دی جائے گی، کیونکہ یہ مرفوع القلم ہیں۔

۳: صاحب اختیار ہو لیکن اگر اسے کفر پر مجبور کر کے لگایا گیا ہو تو اسے سزا نہیں دیں گے۔

۴: مرتد کو قتل کرنے سے قبل اس پر توبہ پیش کی جائے گی اگر وہ توبہ کرلے تو قتل نہ کیا جائے کیا توبہ ایک مرتبہ پیش کی جائے گی یا تین مرتبہ اور تین مرتبہ توبہ پیش کرنا ایک ہی مجلس میں ہوگا یا ایک دن میں یا تین دن میں، اس میں اختلاف ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے ایک مہینہ توبہ پیش کی جائے، صحیح یہ ہے کہ اس کے شبہ کو دیکھا جائے گا، کبھی اس کا شبہ دور کرنے میں تھوڑا وقت درکار ہوتا ہے اور کبھی اس کا شبہ دور کرنے کے لئے لمبے وقت کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے مطابق اسے مہلت دی جائے گی تا کہ اسے مطمئن کیا جائے اور وہ حق وصواب کو قبول کرلے، ورنہ قتل کر دیا جائے۔

حدِ قذف: عربی لغت کے اعتبار سے قذف کا معنی الزام ہے اور شرعی اصطلاح میں قذف سے مراد کسی کو زنا کا الزام لگانا اور بدکاری کی تہمت لگانا ہے۔ اور اس کی حد کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ النور ۴۔۵ اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر اس پر چار گواہ پیش نہ کریں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یہ لوگ فاسق ہیں مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ النور ۲۳ جو لوگ پاک دامن، بے خبر مسلمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں ملعون ہیں اور ان کے لئے بڑا بھاری عذاب تیار ہے۔

اور حدیث نبوی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ۔ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ صحیح بخاری۔
یعنی سات تباہ کن گناہوں سے بچ کر رہنا، اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک بنانا، جادو ٹونے کرنا، بے گناہوں کو ناحق قتل کرنا، سود و بیاج کھانا، یتیموں کا مال کھانا، لڑائی کے دن دشمن کے مقابلہ سے بھاگ جانا اور پاک دامن، بے خبر مسلمان عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔

اور امت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ تہمت کی شرطیں پائی جائیں تو قاذف کو اسی کوڑے لگانا واجب ہے۔

حد قذف کی شرطیں: قاذف (یعنی تہمت لگانے والے) میں حسب ذیل شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱: وہ مکلف، عاقل و بالغ ہو، لہٰذا بچے یا مجنون یا مدہوشی میں تہمت لگانے والے کو حد قذف نہیں لگائی جائے گی۔
۲: تہمت لگانے والا (قاذف) مقذوف (جس پر تہمت لگی ہے) کا باپ نہ ہو، جمہور اسی کے قائل ہیں۔
۳: تہمت لگانے والا صاحب اختیار ہو، اسے کسی نے اس پر مجبور نہ کیا ہو، یعنی وہ مکرہ نہ ہو۔
۴: قاذف، مقذوفہ کا خاوند نہ ہو، کیونکہ خاوند اپنی بیوی کو تہمت لگائے ان میں لعان کرایا جاتا ہے۔

مقذوف میں پائی جانے والی شرطیں: تہمت زدہ میں جن شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے وہ یہ ہیں۔

۱: مقذوف مکلف عاقل، بالغ ہو، بچہ یا مجنون نہ ہو، کیونکہ ان سے زنا صادر نہیں ہوتا۔

۲: مسلمان ہو، غیر مسلم کو تہمت لگانے سے حد قذف نہیں لگتی، کیونکہ وہ تو اسلامی حدوں کو مانتا ہی نہیں ہے۔
۳: آزاد ہو، غلام نہ ہو۔
۴: عفیف ہو، کیونکہ عفیف اور پاک دامن کو تہمت لگانے والا جھوٹا ہوتا ہے اور اسے اس کے جھوٹ کی سزا دی جاتی ہے، جب کہ غیر عفیف پر تہمت لگانے والا تو صادق ہوتا ہے۔
۵: مقذوف اپنے سے تہمت کا عار دور کرنے کے لئے قاذف کو حد لگانے کا مطالبہ کرے۔
قذف کی شرطیں: ۱: قاذف غیر کو زنا کی تہمت لگائے یا وہ اس کے نسب کی نفی کرے۔
۲: قاذف چار گواہ نہ لا سکے تو اسے حد قذف لگے گی لیکن اگر وہ اپنے دعوے کی صداقت پر چار گواہ پیش کر دے تو اسے حدِ قذف نہیں لگائی جائے گی۔
تنبیہ: زنا کی تہمت ثابت ہو جائے تو حدِ قذف نہیں لگائے جائے گی، اسی طرح اگر مقذوف اپنے قاذف کو معاف کر دے تو حد گر جائے گی، اگر بیوی کو تہمت لگائی ہو تو لعان ہو گا حد قذف نہیں لگائی جائے گی۔
حد السرقۃ (چوری کی حد)
اسلامی نظام معیشت میں چونکہ مال کو بڑی اہمیت حاصل ہے اس لیے مال کمانے اور اسے خرچ کرنے کے اصول وضوابط اسلام میں تفصیل سے ذکر کر دیئے گئے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر انسانوں کے دستور حیات کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا أَنَّ دماءَ کم و أموالَکم حرامٌ علیکم کحُرمةِ یومِکم هذا. فی شهرِکم هذا. فی بلدِکم هذا لوگوں کے مال اور خون ایک دوسرے پر ویسے ہی حرام ہیں جیسے کہ نحر کا دن، ذوالحج مہینہ اور مکہ شہر حرمت والے ہیں۔ اور حرام طریقوں سے کسی کا مال کھانے سے روک دیا گیا ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ النساء: ۲۹۔
اے مسلمانوں ایک دوسرے کے مال ناجائز اور باطل طریقوں سے ہرگز نہ کھانا، ہاں باہمی رضامندی سے تجارت ہو سکتی ہے۔
ناحق اور ناجائز طریقے سے مال کھانے کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں۔
۱: غیر کا مال خفیہ طریقے سے چرا لینا۔
۲: سینہ زوری سے غلبہ کرتے ہوئے کسی کا مال ہڑپ کرنا۔
۳: کسی کا مال غصب کر لینا۔
۴: خیانت کے طریقے سے کسی کا مال ہڑپ کرنا۔
اسلامی شریعت نے پہلی صورت میں چوری کی حد لگانے کا حکم دیا ہے اور دوسری صورت میں حد محاربہ رکھی ہے اور تیسری صورت میں تعزیر اور ضمانت کا حکم دیا ہے اور چوتھی صورت میں بعض کے نزدیک چوری کی حد لگے گی اور بعض تعزیر اور ضمان کے قائل ہیں۔
حد السرقۃ (چوری کی حد)
عربی لغت کے اعتبار سے سرقہ سے مراد مالک کی اجازت کے بغیر خفیہ طور پر اسکی کوئی چیز اٹھا لینا ہے خواہ وہ مال ہو یا غیر مال ہو۔

اور شرعی اصطلاح میں سرقہ کی تعریف یہ ہے أخذ مال الغیر ظلما خفیة من حرز یعنی ناحق کسی کا مال خفیہ طریقے سے اس کی حفاظت کی جگہ سے لے جانا چوری کہلاتا ہے۔

اور چوری کرنے پر چور کی سزا کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے جو کہ چور کا ہاتھ کاٹنا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللهِ وَاللهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ المائدة:۳۸

اور چور اور چورنی کا ہاتھ کاٹ دو یہ ان کی کرتوت کا بدلہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور سزا کے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ ہر کام پر غالب اور اس کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔

اور حدیث نبوی میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ سے مروی ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقطعُ یدَ السارقِ فی ربع دینارٍ فصاعدًا

نبی اکرم ﷺ چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ چوری کرنے پر چور کا ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔

اور چور کا ہاتھ کاٹنے پر امت اسلامیہ کا اجماع ہے اور اس پر دور نبوی اور خلفاء راشدین کے ادوار میں بلکہ اس کے بعد کے زمانوں میں بھی اسلامی ملکوں میں عمل ہوتا رہا ہے۔

قطع ید کی شرطیں: چور کا ہاتھ کاٹنے کے لئے متعدد شرطیں ہیں جن کا پایا جانا ضروری ہے اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا۔

وہ شرطیں جن کا چور میں پایا جانا ضروری ہے حسب ذیل ہیں۔

۱: سارق (چوری کرنے والا) مکلف، عاقل وبالغ ہو، لہذا بچے یا مجنون کے چوری کرنے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔

۲: وہ صاحب اختیار ہو اور اپنے اختیار سے چوری کی ہو تو ہاتھ کاٹا جائیگا، اور اگر اسے کسی نے چوری کرنے پر مجبور کر دیا ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا۔

۳: تیسری شرط یہ ہے کہ وہ محتاج نہ ہو، لیکن اگر وہ ہلاک کن بھوک یا پیاس کو دور کرنے کے لئے کوئی چیز چرانے کا محتاج اور حاجت مند بن گیا ہو تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ وہ مضطر کے حکم میں ہے۔

۴: سارق اور مسروق منہ (جس کی چوری ہوئی ہے) میں قریبی رشتہ داری نہ ہو، لہذا اگر باپ یا دادا بیٹے یا پوتے کی چیز اٹھالے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا أنتَ ومالُكَ لأبيكَ لیکن اگر بیٹا اپنے باپ کی چوری کرلے تو ہاتھ کاٹا جائے گا، یہی حکم میاں بیوی کا ہے۔

۵: چوری کی چرائے ہوئے مال میں شراکت یا شبہ ملک نہ ہو لہذا جو شخص ایسے مال سے کوئی چیز اٹھالے جس میں اس کی شراکت ہو یا اپنے مقروض کے مال سے اپنے قرضے کی بقدر چرالے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا جمہور کے نزدیک بیت المال سے یا فقراء کے لئے وقف شدہ مال سے چرانے والے کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ اس مال میں چور کا بھی حق ہوتا ہے جو وہ چراتا ہے۔

۶: چرانے والا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والا نہ ہو اگر مجاہد ایسا کرے گا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے نہانا رسول اللہ ﷺ عنِ القطعِ فی الغزوِ۔ المعجم الکبیر للطبرانی ۱۱۹۵ حم ۱۷۶۲۶

مال مسروق کی شرطیں: ۱: چوری شدہ چیز مال ہو، اگر وہ معمولی حقیر چیز ہو جس کی طرف طبیعت مائل نہیں ہوتی یا اسے ذخیرہ نہیں کیا جاتا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کانتِ الیَدُ لا تُقطعُ علی عهدِ رسول اللّٰہ ﷺ فی الشيءِ التافِه۔ مصنف ابن أبی شیبہ ۲۸۱۱۴۔ آپ کے زمانے میں حقیر چیز کے چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا۔

مصنف ابن أبی شیبہ ۲۸۱۱۴۔

۲: مال مسروق مالِ متقوم (یعنی قیمتی مال) ہو لہذا شراب یا خنزیر چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا یہی حکم ہوا میں اڑنے والے پرندوں اور پانی کی مچھلیوں کا ہے۔

۳: مال غیر کی ملکیت میں ہو خواہ وہ ذمی ہو یا مسلمان ہو۔

۴: چرایا ہوا مال ایسا نہ ہو جو جلدی خراب ہو جاتا ہے، اگر جلدی خراب ہونے والا مال چرالے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا لہذا پھل یا سبزی میں قطع ید نہیں ہوگا جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے درختوں پر لگے پھلوں کے بارہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا جو حاجت مند وہیں کھالے تو کوئی مواخذہ نہیں ہے جو توڑ کر ساتھ لے جائے تو اس پر دوگنا تاوان اور تعزیر آئے گی اور جو پھلوں کے حرز اور ان کے پڑ سے چرائے گا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا جب کہ وہ چوری نصاب کو پہنچے۔



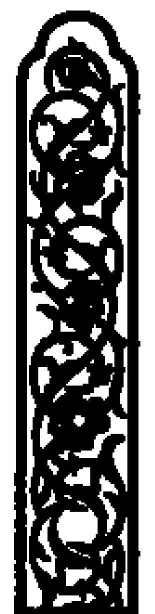
۵: مال مسروق چوری کے نصاب کی بقدر ہو، اور وہ ربع دینار یا تین درہم نصاب ہے۔

اور ہاتھ تب کاٹا جائے گا جب کہ مالک کے علم اور اس کی رضا کے بغیر اس کے حرز یعنی محفوظ مقام سے چھپ کر خفیہ طور پر مال چرایا جائے، جیسا کہ جمہور کا قول ہے۔

حد حرابہ:

مالوں، جانوں اور عزتوں کی حفاظت کے لئے ڈاکہ زنی اور دہشت گردی جیسے جرائم پر سخت سزا کا حکم دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنفَوْا مِنَ الأَرْضِ .... المائدہ:۳۳-۳۴۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے برسر پیکار ہیں اور زمین میں فساد اور بگاڑ کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی چڑھا دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیئے جائیں یا انہیں علاقہ بدر کر دیا جائے یہ ان کے لئے دنیا میں ذلت اور رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

یہ آیت محاربہ ہے اور محاربہ سے مراد ہے مسلح لوگوں کا اسلامی حکومت کے علاقے میں راہ چلتے لوگوں پر حملے کرنا اور قتل وغارت کرنا، اور لوگوں کے مال لوٹنا، اغواء اور آبرو ریزی وغیرہ کرنا، اس آیت محاربہ کا حکم عام ہے جو مسلمانوں اور کافروں دونوں کو شامل ہے۔ (تفسیر احسن البیان)



حد الزنا:

زنا کی تعریف یوں کی گئی ہے الزنا هو إدخال المكلف المختار قدر حشفة قبل مشتهاة من غير الملك

وشُبھَتِہٖ فی دار الإسلام یعنی دارالاسلام میں ہوتے ہوئے کسی مکلف،صاحب اختیار شخص کا بغیر ملک اور شبہ ملک کے کسی عورت کی مرغوب قبل میں بقدر حشفہ اپنا ذکر داخل کر دینا زنا کہلاتا ہے۔

دین اسلام میں جو کہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا انسانوں کے لئے نظام حیات ہے، زنا کاری اور بدکاری کو سختی سے حرام قرار دیا گیا ہے، کیونکہ یہ فعل ذلت اور رسوائی کا باعث بنتا ہے اسی لئے کوئی غیرت مند انسان زنا کو اپنی بیوی یا بیٹیوں کے لئے پسند نہیں کرتا جبکہ اپنے لئے پسند نہیں ہے اسے چاہیئے کہ غیروں سے بھی اس برے فعل کو پسند نہ کرے کیونکہ زنا کاری کے عام ہونے سے نسب اور خاندانی نظام تباہ ہو جاتا ہے زنا کے حرام ہونے پر کتاب وسنت دلالت کرتے ہیں اور امت مسلمہ کا اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ النور: ٢

یعنی زانیہ عورت، اور زانی مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور ان پر اللہ تعالیٰ کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس نہیں کھانا چاہیے اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے۔



آیت کریمہ میں مذکور سزا غیر شادی شدہ زانیوں کی ہے جبکہ شادی شدہ زانی کی سزا رجم اور سنگسار کرنا ہے جیسا کہ مسلم میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: البکرُ بالبکرِ جلدُ مائةٍ ونفی سنةٍ والثّیب بالثیب جَلدُ مائةٍ والرَّجمُ ١٦٩٠ یعنی کنوارا مرد کنواری عورت سے زنا کرے تو ان کی سزا سو کوڑے اور ایک سال جلاوطنی ہے اور شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو سو کوڑے اور سنگسار کرنا ہے۔رجم کے شرعی سزا ہونے پر امت مسلمہ کا اجماع ہے، حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ میں سے کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ شادی شدہ زانی کی سزا رجم کرنا ہے، اس بارہ میں احادیث درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ ہیں۔معتزلہ حد رجم کا انکار کرتے ہیں ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ رجم کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے ان کا یہ قول باطل ہے کیونکہ سنت متواترہ سے حد رجم ثابت ہے، اور اس پر امت کا اجماع ہے۔

محصن) یعنی شادی شدہ (کو رجم کرنے کی شرطیں جبکہ اس سے زنا کا جرم پایا جائے۔

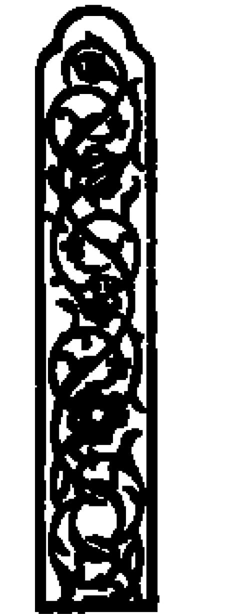
١ : زانی عاقل، بالغ اور مکلف ہو۔

٢ : اپنے اختیار سے یہ جرم کیا ہو، مکرہ اور مجبور نہ ہو۔

٣ : آزاد ہو، غلام یا لونڈی نہ ہو کیونکہ ان کی سزا پچاس کوڑے ہیں ان کی سزا رجم نہیں ہے۔

٤ : شادی شدہ زانی کو اس کے حرام ہونے کا علم ہو، تحریم کو نہ جاننے والے سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔

٥ : صحیح اور شرعی نکاح کر کے بیوی سے دخول کر چکا ہو تو زنا کرنے پر حد رجم لگے گی، نکاح فاسد سے محصن نہیں ہو گا۔



کیا شادی شدہ زانی کو رجم کرنے سے پہلے سو کوڑے بھی لگائے جائیں گے؟ عبداللہ عباس رضی اللہ عنہما اور ایک روایت کے مطابق امام

احمد اس کے قائل ہیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوڑے لگا کر رجم کرنے کے بعد کہا تھا جلَدْتُ بكتابِ اللهِ، و رجَمْتُ بسُنَّةِ رَسُول الله صلى الله عليه وسلم دیگر علماء کے نزدیک جب دو حدیں جمع ہو جائیں ایک ان میں سے جان سے مار نا ہو تو اس سے کم سزا (مثلاً) کوڑے لگانا (ساقط ہو جائے گا۔ اسی لیے غامدی قبیلے کی عورت کے زنا کرنے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا تھا اسے کوڑے لگانے کا ذکر نہیں ہے۔

کیا غیر شادی شدہ کے زنا کرنے پر سو کوڑوں کے ساتھ ایک سال کی جلاوطنی ہو گی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء کے تین قول ہیں۔

۱: شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ایک سال کی جلاوطنی بھی ہے اور خلفاء راشدین کا اس پر عمل رہا ہے۔

۲: احناف کے نزدیک غیر محصن زانی کی سزا سو کوڑے ہیں، جلاوطنی نہیں ہے لیکن تغریب عام کی احادیث کا ان کے ہاں کوئی جواب نہیں ہے، سوائے اس کے کہ قرآن کریم میں تغریب عام کا ذکر نہیں ہے لیکن قرآن کریم میں حدیث نبوی سے ثابت تغریب عام سے روکا بھی تو نہیں گیا۔

۳: مالکیہ کے نزدیک جلاوطنی کی سزا زانی مرد کے لیے ہے عورت کے لیے نہیں، اس کی سزا صرف سو کوڑے ہیں۔ کیونکہ عورت کو جلاوطن کرنا فتنہ کا باعث ہے اور اس کے ساتھ اس کے محرم کو بھیج کر اسے ناکردہ جرم کی سزا نہیں دی جا سکتی۔

دلائل کے اعتبار سے شافعیہ اور حنابلہ کا قول راجح ہے کہ غیر شادی شدہ زانی کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے زانی مرد ہو یا عورت، اور عورت کو اسلامی حکومت کی نگرانی میں جلاوطن کیا جائیگا، لہٰذا فتنہ کا ذر نہیں ہے۔

حد شرب:

انسان اپنی عقل کے ساتھ اشرف المخلوقات ہے، بشرطیکہ یہ بندگی کے دائرہ میں رہ کر زندگی گزارے اور عقل انسانی کی حفاظت کے لیے اس کے خالق و مالک نے اس پر شراب نوشی کو اور ہر قسم کے نشہ کرنے کو حرام کر دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ المائدہ: ۹۰، ۹۱

اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا اور آستانے اور قسمت آزمانے کے تیر سب گندے شیطانی کام ہیں تم ان سے بچ کر رہو، تاکہ تم نجات پا جاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے تو کیا تم شیطانی کاموں سے باز آنے والے ہو؟

نشہ آور چیزوں کے حرام ہونے کے بارہ احادیث نبویہ بہت سی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے عن عبدالله بن عمر أن رسول الله ﷺ قال: كُلُّ مُسكِرٍ خَمرٌ، وكُلُّ خمرٍ حَرامٌ یعنی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز شراب (کی طرح حرام) ہے، اور ہر قسم کی شراب حرام ہے۔

شراب پینے یا نشہ کرنے کی سزا چالیس کوڑے تھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں شرابی کو مارے جاتے تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس کی سزا اسی کوڑے کر دی گئی جس کی تائید حضرت

علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ شراب پینے والا جب نشے میں ہوتا ہے تو دوسروں پر بہتان باندھتا ہے اور بہتان لگانے کی سزا اسی کوڑے ہے۔ اور نشہ کرنے والے کو یہ حد لگانے کی چند شرطیں ہیں۔

۱ : یہ کہ وہ عاقل و بالغ اور مکلف ہو، لہٰذا بچے اور مجنون پر حد نہیں آئے گی۔

۲ : شراب پینے یا نشہ کرنے میں صاحب اختیار ہو، مکرہ اور مجبور نہ ہو۔

۳ : مضطر نہ ہو لہٰذا اگر گلے میں اٹکے لقمہ کو نگلنے کے لیے پانی نہ ہونے کی صورت میں شراب کا گھونٹ پی لے، یا پانی دستیاب نہ ہونے کی صورت میں اسے پی کر پیاس دور کر لے تا کہ ہلاک ہونے سے بچ سکے تو اس پر سزا نہیں ہوگی۔

۴ : شراب یا نشہ کے حرام ہونے کو جانتا ہو، اگر غیر اسلامی ملک میں اسلام قبول کرنے والے کو شراب کے حرام ہونے کا علم نہ ہو تو اس کے پینے پر حد نہیں آئے گی۔

۵ : شراب ہو یا کوئی بھی نشہ آور چیز کھانے یا پینے پر حد آئے گی، خواہ تھوڑی پئے یا زیادہ، نشہ آئے یا نہ آئے۔

القصاص: اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے وہ انسانوں کو اس لیے پیدا نہیں کرتا کہ ظالم لوگ ان کے گلے کاٹتے جائیں، اللہ رب العزت نے قصاص یا مرتد یا زانی محصن کے علاوہ کسی بھی انسان کو قتل کرنے اور اس کا خون بہانے سے روکا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ إلا بالحق الاسراء:۳۳

اور نہ قتل کرو کسی جان کو جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے مگر حق کی صورت میں، اور حق سے مراد قصاص کی صورت ہے جس میں قاتل کو قتل کیا جائیگا یا شادی شدہ زانی ہے جسے رجم کیا جائے گا یا اسلام سے مرتد ہونے والا مراد ہے۔ ان تین صورتوں کے علاوہ کسی کو قتل کرنا اسلام میں حرام کر دیا گیا ہے۔ حدیث نبوی میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لَا يَحِلُّ دَمُ امرِئٍ مُسلِمٍ إِلَّا بِإِحدى ثلاث: النَّفسِ بالنَّفسِ، والثَّيِّبِ الزَّانى والتَّارِكُ لدينِه المُفارِقُ للجماعةِ صحيح البخارى :۶۸۷۸ یعنی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، کسی کلمہ گو مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے مگر تین خصلتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ، قصاص میں مقتول کی جان کے بدلے اس کے قاتل کو قتل کیا جائیگا، اور شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے گا اور دین اسلام کو چھوڑنے والے مرتد کو قتل کیا جائیگا جو مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جاتا ہے۔ قتل عمد کی سزا : کسی کلمہ گو مسلمان کو قتل کرنے کی سزا دو قسم کی ہے، اخروی سزا اور دنیوی سزا۔ قاتل کی اخروی سزا کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا النساء:۹۳

اور جو شخص کسی مومن) مسلمان (کو قصدا) جان بوجھ کر (قتل کرے گا، تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ) قاتل (ہمیشہ رہے گا، اور اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، اور اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے دنیا میں قتل و غارت کرنے والوں کی یہ اخروی سزا ہے اگر یہ دنیا کی سزا سے بچ بھی جائیں تو آخرت میں جہنم کے عذاب کی سزا سے ہرگز نہیں بچ سکیں گے۔

اور قاتل کی دنیا میں سزا اس سے قصاص لینا ہے اور اور قصاص سے مراد یہ ہے کہ مجرم کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو اس نے مقتول کے ساتھ کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى البقرۃ

حدود کا اطلاق منہیات پر بھی ہو جاتا ہے، تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا میں حدود سے مراد منہیات ہیں۔ حافظ نے کہا ہے کہ سترہ چیزوں کو حد سے تعبیر کیا جاتا ہے ان میں سے چھ متفق علیہ ہیں، باقی میں اختلاف ہے، جن پر اتفاق ہے وہ یہ ہیں، زنا، ردت، قذف، سرقہ، شرب خمر، حرابہ ان پر اتفاق ہے باقی مختلف فیہ ہیں، جیسے کوئی چیز عاریۃ لے کر انکار کر دینا، امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ اس میں قطع ید ہوگا، غیر خمر زیادہ پینے سے سکر آجائے اس میں احناف کا اختلاف ہے۔ تعریض

۷۸: اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کر دیا گیا ہے۔

اگر مقتول کے وارث چاہیں تو دیت بھی لے سکتے ہیں اور چاہیں تو معاف بھی کر سکتے ہیں۔

اور قاتل سے قصاص لینے کی چند شرطیں ہیں:

۱: قاتل مکلف ہو، بچہ یا مجنون نہ ہو۔

۲: مقتول معصوم الدم ہو تب قاتل سے قصاص لیا جائے گا، لیکن اگر وہ معصوم الدم نہ ہو بلکہ حربی کافر ہو یا مرتد ہو یا محصن زانی ہو یا وہ قصاص کا مستحق ہو چکا ہو تو ان کے قتل کرنے والے سے قصاص نہیں لیا جائیگا، کیونکہ ان صورتوں میں مقتول قتل ہونے کا مستحق ہوتا ہے۔

۳: مقتول نے اپنے قاتل پر حملہ نہ کیا ہو، لیکن اگر قاتل نے اپنے حملہ آور کو اپنا دفاع کرتے ہوئے قتل کر دیا ہے یا اپنے مال یا اپنی عزت کو بچاتے ہوئے اسے قتل کیا ہے تو پھر قاتل سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔

یہ قتل عمد کی سزا ہے اور قتل عمد سے مراد یہ ہے کہ مجرم کسی کو قصداً قتل کرے اور قتل کرنے کے لیے آلہ اور ہتھیار ایسا استعمال کرے جو عام طور پر قتل کر دینے والا ہو۔

اور قتل کی دوسری قسم قتل شبہ عمد ہے جس سے مراد یہ ہے کسی معصوم الدم کو قصداً ایسے آلہ سے مارنا جو عام طور پر قاتل نہ ہو، جیسا کہ لاٹھی یا چھوٹا پتھر مارنا، قتل شبہ عمد میں موت واقع ہونے سے دیت اور کفارہ آتا ہے اور قاتل اگر مقتول کے وارثوں میں سے ہو تو اس کے ورثے سے محروم ہو جاتا ہے۔

قتل کی تیسری قسم قتل خطاء ہے جس سے مراد یہ ہے کہ بلا قصد کسی کو مار بیٹھنا، اس میں دیت آتی ہے اور کفارہ جو ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا ہے اور وراثت سے محرومی لازم آتی ہے اثر تطبیق الحدود فی المجتمع دیکھئے اور غور کیجئے کہ اسلام نے انسانی معاشرے میں امن و امان قائم کرنے اور لوگوں کے مال و جان اور ان کی عزتوں کی حفاظت کے لئے حدود اللہ کے نفاذ کا حکم دیا ہے اور ان کے اثبات کے لئے قرآن و سنت کے دلائل موجود ہیں اور ان کے نفاذ کی ذمہ داری اسلامی حکومتوں کے سربراہوں پر عائد ہوتی ہے تو اسلامی ریاستوں کے حکمرانوں میں سے ہے کوئی جو اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو جرائم پیشہ افراد پر نافذ کرے اور مجرموں کو شرعی سزائیں دے کر اپنے خالق و مالک کی رضا حاصل کرے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے بے خوف پیش ہو کر اپنی نجات کا سامان کرے ورنہ اے حکمرانو سن لو، اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کی مقرر کردہ حدود کو پس پشت ڈال کر تمہارا حکومت کرنا تمہیں روز قیامت ظالموں اور فاسقوں کی صف میں کھڑا کر دے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّٰهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ المائدۃ: ۴۷ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق حکومت نہیں کرتے وہ فاسق ہیں۔ صدق اللہ العظیم۔

بالقذف میں بھی اختلاف ہے، لواطت، اتیان البهیمة، سحاق، عورت کا کسی جانور کو اپنے اوپر داخل کرنا، جادو کرنا، سستی سے نماز چھوڑنا، رمضان کے مہینے میں روزہ چھوڑنا۔ ان میں سے بعض پر زنا کی تعریف صادق آتی ہے جیسا کہ بعض کے نزدیک لواطت پر زنا کی تعریف صادق آتی ہے جو کہ یہ ہے صب ماء فی محل مشتهي احناف کے ہاں یہ پورے طور پر محل مشتهي نہیں ہے، اس لیے لواطت پر زنا کی تعریف صادق نہیں آتی، نماز چھوڑنا ردت میں داخل ہو جائے گا، اور جو شخص علانیہ طور پر ماہِ رمضان کی بے حرمتی کرتا ہو تو اس پر کفر کا شک ہوتا ہے، بعض ان جرائم میں تعزیرات کے قائل ہیں۔

۲۔بَابُ الزنا وشرب الخمر:

باب: حدود سے بچنے، زنا شراب نوشی کے بیان میں

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُنْزَعُ مِنْهُ نُورُ الإِيمَانِ فِي الزِّنَا.

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا زنا کرتے میں اس (زانی) سے ایمان کا نور اٹھا لیا جاتا ہے۔

٦٧٧٢: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ" وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِمِثْلِهِ إِلَّا النُّهْبَةَ.



مجھ سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے ابو بکر بن عبد الرحمٰن نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی زنا کرنے والا زنا کرتا ہے تو وہ مؤمن نہیں رہتا، جب بھی کوئی شراب پینے والا شراب پیتا ہے تو وہ مؤمن نہیں رہتا، جب بھی کوئی چوری کرنے والا چوری کرتا ہے تو وہ مؤمن نہیں رہتا، جب بھی کوئی لوٹنے والا لوٹتا ہے کہ لوگ نظریں اٹھا اٹھا کر اسے دیکھنے لگتے ہیں تو وہ مؤمن نہیں رہتا۔ اور ابن شہاب سے روایت ہے، ان سے سعید بن مسیب اور ابو سلمہ نے بیان کیا ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سوا لفظ «نهبة.» کے۔



قوله يُنْزَعُ مِنْهُ نُورُ الإِيمَانِ یعنی لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن سے مراد یہ ہے کہ زانی سے نور ایمان سلب ہو جاتا ہے، ایمان بلکل اٹھ جانا مراد نہیں ہے، کیونکہ اس میں تصدیق تو ہوتی ہے، امام ابن تیمیہ کے قول کے مطابق ایمان اٹھ جانا مراد ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ ایمان واجب کے قائل ہیں، لہٰذا زانی سے ایمان واجب اٹھ جاتا ہے، اگرچہ ایمان

مطلق باقی ہوتا ہے۔

۴م-بَابُ مَا جَاءَ فِي ضَرْبِ شَارِبِ الْخَمْرِ:
باب: شراب پینے والے کو مارنے کے بیان میں

٦٧٧٣: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ضَرَبَ فِي الْخَمْرِ بِالْجَرِيدِ، وَالنِّعَالِ، وَجَلَدَ أَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ".

ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (دوسری سند) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے پر چھڑی اور جوتے سے مارا تھا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے مارے۔



شراب نوشی کرنے والے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس مارے ہیں جیسا کہ بیہقی نے خلافیات میں ذکر کیا ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی کی پیروی کی ہے، اور یہ جوتوں اور چھڑیوں سے مارا جاتا تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ چالیس کوڑے وغیرہ مارنے سے لوگ باز نہیں آتے، کیونکہ یہ بہت سخت نہیں مارے جاتے تھے اور نہ ہی سر سے نکال کر مارے جاتے تھے بلکہ نیچے ہی نیچے مارے جاتے تھے۔ اس لیے انہیں معمولی سمجھا جاتا تھا تو انہوں نے اسی کوڑے مارنے کا حکم دیے دیا، اس لیے بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اسی شرعا حد نہیں ہے بلکہ تعزیر ہے، اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ اگر اسی مارنے سے وہ بندہ مرگیا تو میں اس کی دیت دوں گا، کیونکہ اسی کو شریعت نے مقرر نہیں کیا۔

۳-بَابُ مَنْ أَمَرَ بِضَرْبِ الْحَدِّ فِي الْبَيْتِ:
باب: جس نے گھر میں حد مارنے کا حکم دیا

٦٧٧٤: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: "جِيءَ بِالنُّعَيْمَانِ أَوْ بِابْنِ النُّعَيْمَانِ شَارِبًا، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ بِالْبَيْتِ أَنْ يَضْرِبُوهُ، قَالَ: فَضَرَبُوهُ، فَكُنْتُ أَنَا فِيمَنْ ضَرَبَهُ بِالنِّعَالِ".

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے ابن ابی ملیکہ نے،



ان سے عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نعیمان یا ابن نعیمان کو شراب کے نشہ میں لایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں موجود لوگوں کو حکم دیا کہ انہیں ماریں، انہوں نے مارا عقبہ کہتے ہیں میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہوں نے اس کو جوتوں سے مارا۔

بعض احادیث میں النعیمان بغیر شک کے آتا ہے، اس ترجمہ باب سے مقصود یہ ہے کہ اگر چہ حد گھر سے باہر لوگوں کے سامنے سر عام لگانی چاہیے لیکن شرب خمر کی حد گھر میں ہی ماری جاسکتی ہے۔

٤-بَابُ الضَّرْبِ بِالْجَرِيدِ وَالنِّعَالِ:

باب: (شراب میں) چھڑی اور جوتے سے مارنا

٦٧٧٥: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أُتِيَ بِنُعَيْمَانَ أَوْ بِابْنِ نُعَيْمَانَ وَهُوَ سَكْرَانُ، فَشَقَّ عَلَيْهِ، وَأَمَرَ مَنْ فِي الْبَيْتِ أَنْ يَضْرِبُوهُ، فَضَرَبُوهُ بِالْجَرِيدِ وَالنِّعَالِ، وَكُنْتُ فِيمَنْ ضَرَبَهُ".

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الوہاب نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے ابن ابی ملیکہ نے، ان سے عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نعیمان یا ابن نعیمان کو شراب کے نشہ میں لایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں موجود لوگوں کو حکم دیا کہ انہیں ماریں، انہوں نے مارا عقبہ کہتے ہیں میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہوں نے اس کو جوتوں سے مارا۔

بعض احادیث میں النعیمان بغیر شک کے آتا ہے، اس ترجمہ باب سے مقصود یہ ہے کہ اگر چہ حد گھر سے باہر لوگوں کے سامنے سر عام لگانی چاہیے لیکن شرب خمر کی حد گھر میں ہی ماری جاسکتی ہے۔

٦٧٧٦: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: "جَلَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمْرِ بِالْجَرِيدِ وَالنِّعَالِ، وَجَلَدَ أَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ".

ہم سے مسلم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے پر چھڑی اور جوتوں سے مارا تھا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چالیس (۴۰) کوڑے لگوائے تھے۔

٦٧٧٧: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ أَنَسٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ "أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ، قَالَ: اضْرِبُوهُ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهِ، وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهِ، وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: أَخْزَاكَ اللهُ،

قَالَ: لَا تَقُولُوا هَكَذَا، لَا تُعِينُوا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ".

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، ان سے ابوضمرہ نے بیان کیا جو کہ انس ہے، ان سے یزید بن الہاد نے بیان کیا، ان سے محمد بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جو شراب پیے ہوئے تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے مارو، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم میں بعض وہ تھے جنہوں نے اسے ہاتھ سے مارا، بعض نے جوتے سے مارا اور بعض نے اپنے کپڑے سے مارا۔ جب مار چکے تو کسی نے کہا کہ اللہ تجھے رسوا کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح کے جملے نہ کہو، اس کے معاملہ میں شیطان کی مدد نہ کرو۔

٦٧٧٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا أَبُو حَصِينٍ، سَمِعْتُ عُمَيْرَ بْنَ سَعِيدٍ النَّخَعِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "مَا كُنْتُ لِأُقِيمَ حَدًّا عَلَى أَحَدٍ فَيَمُوتَ فَأَجِدَ فِي نَفْسِي، إِلَّا صَاحِبَ الْخَمْرِ، فَإِنَّهُ لَوْ مَاتَ وَدَيْتُهُ، وَذَلِكَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسُنَّهُ".

ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے خالد بن الحارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ابوحصین نے، انہوں نے کہا کہ میں نے عمیر بن سعید نخعی سے سنا، کہا کہ میں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نہیں پسند کروں گا کہ حد میں کسی کو ایسی سزا دوں کہ وہ مر جائے اور پھر مجھے اس کا رنج ہو، سوا شرابی کے کہ اگر وہ مر جائے تو میں اس کی دیت ادا کر دوں گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی تھی۔

٦٧٧٩: حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْجُعَيْدِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: "كُنَّا نُؤْتَى بِالشَّارِبِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِمْرَةِ أَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ، فَنَقُومُ إِلَيْهِ بِأَيْدِينَا، وَنِعَالِنَا، وَأَرْدِيَتِنَا حَتَّى كَانَ آخِرُ إِمْرَةِ عُمَرَ، فَجَلَدَ أَرْبَعِينَ حَتَّى إِذَا عَتَوْا وَفَسَقُوا جَلَدَ ثَمَانِينَ".

ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے جعید نے، ان سے یزید بن خصیفہ نے، ان سے سائب بن یزید نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور پھر عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں شراب پینے والا ہمارے پاس لایا جاتا تو ہم اپنے ہاتھ، جوتے اور چادریں لے کر کھڑے ہو جاتے (اور اسے مارتے) آخر عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری دور خلافت میں شراب پینے والوں کو چالیس کوڑے مارے اور جب ان لوگوں نے مزید سرکشی کی اور فسق و فجور کیا تو (۸۰) اسی کوڑے مارے۔

٥- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ لَعْنِ شَارِبِ الْخَمْرِ وَإِنَّهُ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنَ الْمِلَّةِ:



باب: شراب پینے والا اسلام سے نکل نہیں جاتا نہ اس پر لعنت کرنی چاہئے

٦٧٨٠: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: "أَنَّ رَجُلًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ اسْمُهُ عَبْدَ اللهِ، وَكَانَ يُلَقَّبُ حِمَارًا، وَكَانَ يُضْحِكُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَلَدَهُ فِي الشَّرَابِ، فَأُتِيَ بِهِ يَوْمًا، فَأَمَرَ بِهِ فَجُلِدَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: اللَّهُمَّ الْعَنْهُ، مَا أَكْثَرَ مَا يُؤْتَى بِهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَلْعَنُوهُ فَوَاللهِ، مَا عَلِمْتُ إِنَّهُ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ".

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے خالد بن یزید نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی ہلال نے، ان سے زید بن اسلم نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص؛ جس کا نام عبداللہ تھا اور «حمار» کے لقب سے پکارے جاتے تھے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنساتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شراب پینے پر مارا تھا تو انہیں ایک دن لایا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے حکم دیا اور انہیں مارا گیا۔ حاضرین میں ایک صاحب نے کہا: اللہ اس پر لعنت کرے! کتنی مرتبہ کہا جا چکا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ کرو واللہ میں نے اس کے متعلق یہی جانا ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔



٦٧٨١: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: "أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَكْرَانَ، فَأَمَرَ بِضَرْبِهِ، فَمِنَّا مَنْ يَضْرِبُهُ بِيَدِهِ وَمِنَّا مَنْ يَضْرِبُهُ بِنَعْلِهِ، وَمِنَّا مَنْ يَضْرِبُهُ بِثَوْبِهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ رَجُلٌ: مَا لَهُ أَخْزَاهُ اللهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَكُونُوا عَوْنَ الشَّيْطَانِ عَلَى أَخِيكُمْ".

ہم سے علی بن عبداللہ بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے ابن الہاد نے بیان کیا، ان سے محمد بن ابراہیم نے، ان سے ابوسلمہ نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نشہ میں لایا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مارنے کا حکم دیا۔ ہم میں سے بعض نے انہیں ہاتھ سے مارا، بعض نے جوتے سے مارا اور بعض نے کپڑے سے مارا۔ جب مار چکے تو ایک شخص نے کہا، کیا ہو گیا اسے؟ اللہ اسے رسوا کرے۔ نبی کریم صلی اللہ



علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو۔

٦-بَابُ السَّارِقِ حِينَ يَسْرِقُ:

باب: چور جب چوری کرتا ہے

٦٧٨٢: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ".

ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن داوٗد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے فضیل بن غزوان نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب زنا کرنے والا زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا اور اسی طرح جب چور چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا۔

٧-بَابُ لَعْنِ السَّارِقِ إِذَا لَمْ يُسَمَّ:

باب: چور کا نام لیے بغیر اس پر لعنت بھیجنا درست ہے



٦٧٨٣: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَعَنَ اللهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ، وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ"، قَالَ الْأَعْمَشُ: كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّهُ بَيْضُ الْحَدِيدِ، وَالْحَبْلُ كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْهَا مَا يَسْوَى دَرَاهِمَ.

ہم سے عمرو بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابو صالح سے سنا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے چور پر لعنت بھیجی کہ ایک انڈا چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ لیا جاتا ہے، ایک رسی چراتا ہے اس کا ہاتھ کاٹ لیا جاتا ہے۔ اعمش نے کہا کہ لوگ خیال کرتے تھے کہ انڈے سے مراد لوہے کا انڈا ہے اور رسی سے مراد ایسی رسی سمجھتے تھے جو کئی درہم کی ہو۔

قولہ كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّهُ بَيْضُ الْحَدِيدِ یہ تاویل اس لیے کی ہے تا کہ یہ حدیث دوسری حدیث کے موافق ہو جائے جس میں ربع دینار چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کا ذکر آتا ہے، اس لیے بیضة کا معنیٰ یہاں انڈا نہیں ہے، بلکہ بیض الحدید مراد ہے جس کا معنیٰ لوہے کی خود ہے جو کہ قیمتی ہوتی ہے اور حبل سے مراد وہ رسا ہے جس کے ساتھ کشتی کو ساحل سمندر پر باندھ دیا جاتا ہے، لوہے کی خود اور کشتی باندھنے کا رسا واقعی ربع دینا کو پہنچ جاتے ہیں۔ بعض اس حدیث سے استدلال



کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ چور کا ہاتھ بہر حال کاٹنا چاہیے، اگر چہ ربع دینار سے کم چوری کرے، اور بیضۃ بمعنی انڈا اور حبل بمعنی رسی سے استدلال کرتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ انڈے اور رسیوں میں تب ہاتھ کاٹا جائیگا جبکہ یہ نصاب کو پہنچ جائیں مثلاً متعدد انڈے یا متعدد رسیاں چرائے تو چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا، بعض کے نزدیک اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ چوری کرنے والے کو پہلے انڈے چرانے کی عادت پڑتی ہے پھر وہ اس سے بڑھ کر مرغیاں چرانے لگ جاتا ہے، تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے گویا ہاتھ کٹنے کا سبب انڈا بنا جس سے چوری کی عادت پڑی ہے، مختلف اقوال حافظ نے ذکر کیے ہیں، حنفی دس درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کے قائل ہیں، شوافع ربع دینار کے قائل ہیں، مالکیوں کے نزدیک ربع دینار چوری کرنے یا تین درہم چرانے پر ہاتھ کاٹا جائیگا، خیر القرون میں تین درہم، ربع دینار کے مساوی تھے، دور حاضر میں توان میں فرق پایا جاتا ہے۔

حنفی کہتے ہیں کہ پہلے ڈھال کی قیمت میں ہاتھ کاٹا جاتا تھا، اور ڈھال کی قیمت مختلف ہوتی رہی، حتیٰ کہ ڈھال کی قیمت دس درہم ہوگئی تھی اس لئے ہم دس درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کے قائل ہیں لیکن اس بات پر تنقید کی گئی ہے کہ ڈھال کی قیمت دس درہم پر منجمد تو نہیں ہوگئی تھی بلکہ ڈھال کی قیمت کم و بیش ہوتی رہتی تھی، کبھی کم ہو جاتی اور کبھی بڑھ جاتی تھی تو دس درہم کا فیصلہ کیسے کیا جاسکتا ہے۔



٨-بَابُ الْحُدُودُ كَفَّارَةٌ:

باب: حد قائم ہونے سے گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے

٦٧٨٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: "كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ. فَقَالَ: بَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا. وَلَا تَسْرِقُوا. وَلَا تَزْنُوا وَقَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ كُلَّهَا فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ. فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا. فَعُوقِبَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَتُهُ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا. فَسَتَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ، إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ. وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ".



ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے ابو ادریس خولانی نے اور ان سے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک مجلس میں بیٹھے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے عہد کرو اللہ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ٹھہراؤ گے، چوری نہیں کرو گے اور زنا نہیں کرو گے اور آپ نے یہ آیت پوری پڑھی پس تم میں سے جو شخص اس عہد کو پورا کرے گا اس کا ثواب اللہ کے یہاں ہے اور جو شخص ان میں سے غلطی کر گزرا اور اس پر اسے سزا ہوئی تو وہ اس کا کفارہ ہے اور جو شخص ان میں سے کوئی غلطی کر گزرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی





کردی تو اگر اللہ چاہے گا تو اسے معاف کر دے گا اور اگر چاہے گا تو اس پر عذاب دے گا۔
حدود کا نفاذ کفارہ بن جاتا ہے احناف کے نزدیک گناہ توبہ کرنے پر معاف ہوتا ہے۔ [1]

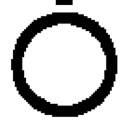
٩- بَابُ ظَهْرُ الْمُؤْمِنِ حِمًى، إِلَّا فِي حَدٍّ أَوْ حَقٍّ:

باب: مسلمان کی پیٹھ محفوظ ہے ہاں جب کوئی حد کا کام کرے تو اس کی پیٹھ پر مار لگا سکتے ہیں

٦٧٨٥: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ، سَمِعْتُ أَبِي، قَالَ عَبْدُ اللهِ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: "أَلَا أَيُّ شَهْرٍ تَعْلَمُونَهُ أَعْظَمُ حُرْمَةً؟ قَالُوا: أَلَا شَهْرُنَا هَذَا، قَالَ: أَلَا أَيُّ بَلَدٍ تَعْلَمُونَهُ أَعْظَمُ حُرْمَةً؟ قَالُوا: أَلَا بَلَدُنَا هَذَا، قَالَ: أَلَا أَيُّ يَوْمٍ تَعْلَمُونَهُ أَعْظَمُ حُرْمَةً؟ قَالُوا: أَلَا يَوْمُنَا هَذَا، قَالَ: فَإِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدْ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ، وَأَمْوَالَكُمْ، وَأَعْرَاضَكُمْ، إِلَّا بِحَقِّهَا، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ، ثَلَاثًا، كُلُّ ذَلِكَ يُجِيبُونَهُ، أَلَا نَعَمْ، قَالَ: وَيْحَكُمْ أَوْ وَيْلَكُمْ لَا تَرْجِعُنَّ بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ".



مجھ سے محمد بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عاصم بن علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عاصم بن محمد نے بیان کیا، ان سے واقد بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے سنا کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا ہاں تم لوگ کس چیز کو سب سے زیادہ حرمت والی سمجھتے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ اپنے اسی مہینہ کو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، کس شہر کو تم سب سے زیادہ حرمت والا سمجھتے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اپنے اسی شہر کو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، کس دن کو تم سب سے زیادہ حرمت والا خیال کرتے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ اپنے اسی دن کو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اب فرمایا پھر بلاشبہ اللہ نے تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتوں کو حرمت والا قرار دیا ہے، سوا اس کے حق کے، جیسا کہ اس دن کی حرمت اس شہر اور اس مہینہ میں ہے۔ ہاں! کیا میں نے تمہیں پہنچا دیا۔ تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور ہر مرتبہ صحابہ نے جواب دیا کہ







[1] اسلامی معاشرے میں حدود کا نفاذ دو فائدوں پر مشتمل ہے۔ ا: جوابر یعنی مجرموں پر حدود اللہ کا نفاذ ان کے کیے ہوئے جرم اور ان کے گناہ کا کفارہ بن جاتا ہے اور امت مسلمہ حدود اللہ کو قائم کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نزول سے بچ جاتی ہے۔ ٢: زواجر یعنی حدود اللہ کا نفاذ مجرم کے لیے بلکہ باقی لوگوں کے لیے زجر کا کام دیتا ہے۔ اور مجرم آئندہ یہ جرم کرنے سے باز آ جاتا ہے بلکہ باقی جرائم پیشہ لوگ بھی مجرم پر حد لگتے دیکھ کر ایسے جرائم کے ارتکاب سے ڈر جاتے ہیں۔

جی ہاں، پہنچادیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افسوس میرے بعد تم کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔

١٠-بَابُ إِقَامَةِ الْحُدُودِ وَالِانْتِقَامِ لِحُرُمَاتِ اللهِ:

باب: حدود قائم کرنا اور اللہ کی حرمتوں کو جو کوئی توڑے اس سے بدلہ لینا

٦٧٨٦: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "مَا خُيِّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ، إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَأْثَمْ، فَإِذَا كَانَ الْإِثْمُ، كَانَ أَبْعَدَهُمَا مِنْهُ، وَاللهِ مَا انْتَقَمَ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ يُؤْتَى إِلَيْهِ قَطُّ، حَتَّى تُنْتَهَكَ حُرُمَاتُ اللهِ، فَيَنْتَقِمُ لِلهِ".

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو چیزوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان ہی کو پسند کیا، بشرطیکہ اس میں گناہ کا کوئی پہلو نہ ہو، اگر اس میں گناہ کا کوئی پہلو ہوتا تو آپ اس سے سب سے زیادہ دور رہوتے۔ اللہ کی قسم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے ذاتی معاملہ میں کسی سے بدلہ نہیں لیا، البتہ جب اللہ کی حرمتوں کو توڑا جاتا تو آپ اللہ کے لیے بدلہ لیتے تھے۔



١١-بَابُ إِقَامَةِ الْحُدُودِ عَلَى الشَّرِيفِ وَالْوَضِيعِ:

باب: کوئی بلند مرتبہ شخص ہو یا کم مرتبہ سب پر برابر حد قائم کرنا

٦٧٨٧: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ أُسَامَةَ كَلَّمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي امْرَأَةٍ، فَقَالَ: "إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، أَنَّهُمْ كَانُوا يُقِيمُونَ الْحَدَّ عَلَى الْوَضِيعِ، وَيَتْرُكُونَ الشَّرِيفَ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ فَعَلَتْ ذَلِكَ، لَقَطَعْتُ يَدَهَا".

ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت کی (جس پر حد کا مقدمہ ہونے والا تھا) سفارش کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے کے لوگ اس لیے ہلاک ہو گئے کہ وہ کمزوروں پر تو حد قائم کرتے اور بلند مرتبہ لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے بھی (چوری) کی ہوتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ لیتا۔



۱۲-بَابُ كَرَاهِيَةِ الشَّفَاعَةِ فِي الْحَدِّ، إِذَا رُفِعَ إِلَى السُّلْطَانِ:

باب: جب حدی مقدمہ حاکم کے پاس پہنچ جائے پھر سفارش کرنا منع ہے بلکہ گناہ عظیم ہے

٦٧٨٨: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا "أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّتْهُمُ الْمَرْأَةُ الْمَخْزُومِيَّةُ الَّتِي سَرَقَتْ، فَقَالُوا: مَنْ يُكَلِّمُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ، إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، حِبُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَلَّمَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ، ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ، قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا ضَلَّ مَنْ قَبْلَكُمْ، أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ الضَّعِيفُ فِيهِمْ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرَقَتْ، لَقَطَعَ مُحَمَّدٌ يَدَهَا".

ہم سے سعید بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عروہ نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک مخزومی عورت کا معاملہ جس نے چوری کی تھی، قریش کے لوگوں کے لیے اہمیت اختیار کر گیا اور انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملہ میں کون بات کر سکتا ہے اسامہ رضی اللہ عنہ کے سوا، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیارے ہیں اور کوئی آپ سے سفارش کی ہمت نہیں کر سکتا؟ چنانچہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اللہ کی حدوں میں سفارش کرنے آئے ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! تم سے پہلے کے لوگ اس لیے گمراہ ہو گئے کہ جب ان میں کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے لیکن اگر کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے تھے اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد نے بھی چوری کی ہوتی تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا ہاتھ ضرور کاٹ ڈالتے۔



اس ترجمہ باب سے مراد یہ ہے کہ حاکم اور قاضی تک کیس پہنچنے سے پہلے شفاعت ہو سکتی ہے، لیکن جب کیس سلطان تک پہنچ جائے تب شفاعت وغیرہ جائز نہیں ہے لہٰذا عدالت میں مقدمہ پہنچنے سے پہلے مجرم کی حمایت کرنا جائز ہے۔

۱۳-بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا} وَفِي كَمْ يُقْطَعُ:



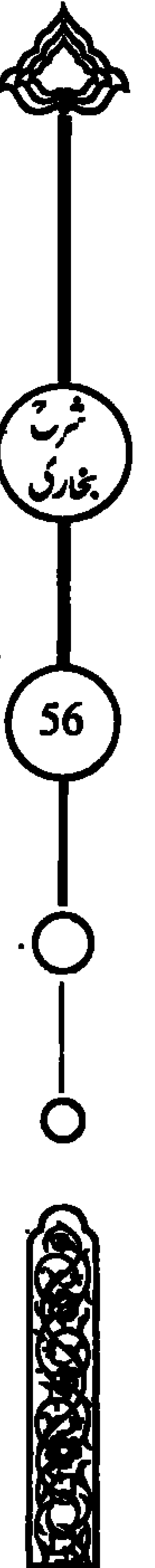
باب: اللہ تعالیٰ نے (سورۃ المائدہ میں) فرمایا اور چور مرد اور چور عورت کا ہاتھ کاٹو

وَقَالَ قَتَادَةُ فِي امْرَأَةٍ سَرَقَتْ فَقُطِعَتْ شِمَالُهَا لَيْسَ إِلَّا ذَلِكَ.

کتنی مالیت پر ہاتھ کاٹا جائے؟ علی رضی اللہ عنہ نے پہنچے سے ہاتھ کٹوایا تھا اور قتادہ نے کہا اگر کسی عورت نے چوری کی اور (غلطی سے) اس کا بایاں ہاتھ کاٹ ڈالا گیا تو بس اب اس کے علاوہ کچھ نہ (داہنا ہاتھ نہ) کاٹا جائے گا۔

٦٧٨٩ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تُقْطَعُ الْيَدُ فِي رُبُعِ دِينَارٍ، فَصَاعِدًا". تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ، وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ، وَمَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عمرہ نے بیان کیا اور ان سے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ پر ہاتھ کاٹ لیا جائے گا۔ اس روایت کی متابعت عبدالرحمٰن بن خالد زہری کے بھتیجے اور معمر نے زہری کے واسطہ سے کی۔



قولہ وَقَطَعَ عَلِيٌّ مِنَ الْكَفِّ دارقطنی میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جوڑ سے چور کا ہاتھ کاٹا تھا، مصنف ابن ابی شیبہ میں مرسل روایت ہے اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَطَعَ من المَفصِلِ اور عمرو بن دینار سے مروی ہے کان عمرُ بنُ الخطابِ يقطعُ من المِفصَلِ بعض انگلیاں کاٹنے کے قائل ہیں، حالانکہ اسے مقطوع الأصابع کہتے ہیں، مقطوع الید نہیں کہتے اور قرآن میں ید یعنی ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے۔

قولہ وقَالَ قَتَادَةُ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت فاقطعوا أيمانهما یعنی چوری کرنے والوں کا دایاں ہاتھ کاٹ دو، جمہور اسی کے قائل ہیں اس پر قتادہ نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص چور کا بایاں ہاتھ کاٹ دے تو اب اس کا دایاں ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا، بلکہ بائیں کے کٹ جانے پر ہی اکتفا کیا جائے گا۔

قولہ وَفِي كَمْ يُقْطَعُ؟ اس بات کے تحت ذکر ہونے والی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹنے کا نصاب ربع دینار یا ثلاثہ دراہم ہے، اور خیر القرون میں تین درہم چوتھائی دینار کے مساوی تھے کیونکہ دینار بارہ درہم کا ہوتا تھا، لہٰذا جو شخص چوتھائی دینار یا تین دراہم کے برابر یا اس سے زائد چوری کرلے اس پر چوری کی حد لگادی جائے گی، احناف کے ہاں چوری میں ہاتھ کاٹنے کا نصاب دس درہم ہے، اور ان کی دلیل یہ روایت ہے لا قطعَ فيما دونَ عشرةِ دراهِم یہ روات اگر صحیح ہوتی تو چوری کے نصاب میں نص اور فیصلہ کن ہوتی، لیکن اس کی سند میں حجاج بن أرطاۃ ہے جو کہ ضعیف اور مدلس ہے، لہٰذا یہ روایت قابل استدلال نہیں ہے۔

حافظ نے ذکر کیا ہے کہ ترجمہ باب میں ہونے والی چور کی سزا سے متعلق آیت کریمہ میں چور مرد کو چورنی عورت سے مقدم اور پہلے ذکر کیا ہے، جبکہ زنا کاری سے متعلق آیت میں زانیہ عورت کو زانی مرد سے مقدم کیا گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ

عورتوں کی بنسبت چوری کا جرم مردوں میں زیادہ پایا جاتا ہے اور چوری کی جرأت مردوں میں زیادہ پائی جاتی ہے جبکہ زنا کا سبب عام طور پر عورت بنتی ہے، اگر عورت اس جرم کے ارتکاب میں لچک کا مظاہرہ نہ کرے تو زنا سے بچا جاسکتا ہے۔

٦٧٩٠ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ. وَعَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ فِي رُبُعِ دِينَارٍ".

ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، ان سے ابن وہب نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ بن زبیر نے، ان سے عمرہ نے اور ان سے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چور کا ہاتھ ایک چوتھائی دینار پر کاٹ لیا جائے گا۔

٦٧٩١ : حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَتْهُ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، حَدَّثَتْهُم عن النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "تُقْطَعُ الْيَدُ فِي رُبُعِ دِينَارٍ".

ہم سے عمران بن میسرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حسین نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبدالرحمٰن انصاری نے بیان کیا، ان سے عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چوتھائی دینار پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

٦٧٩٢ : حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ "أَنَّ يَدَ السَّارِقِ لَمْ تُقْطَعْ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَّا فِي ثَمَنِ مِجَنٍّ حَجَفَةٍ أَوْ تُرْسٍ". حَدَّثَنَا عُثْمَانُ. حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: مِثْلَهُ.

ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدہ نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے ان کے والد نے بیان کیا اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چور کا ہاتھ بغیر لکڑی کے چمڑے کی ڈھال یا عام ڈھال کی چوری پر ہی کاٹا جاتا تھا۔ ہم سے عثمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حمید بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسی طرح (بیان کیا)۔

٦٧٩٣ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "لَمْ تَكُنْ تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ فِي أَدْنَى مِنْ حَجَفَةٍ، أَوْ تُرْسٍ كُلُّ

وَاحِدٍ مِنْهُمَا ذُو ثَمَنٍ". رَوَاهُ وَكِيعٌ، وَابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ مُرْسَلًا.

ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم کو ہشام بن عروہ نے خبر دی، انہیں ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ چور کا ہاتھ چمڑے کی ڈھال یا عام ڈھال کی قیمت سے کم پر نہیں کاٹا جاتا تھا۔ یہ دونوں ڈھال قیمت سے ملتی تھیں۔ اس کی روایت وکیع اور ابن ادریس نے ہشام کے واسطے سے کی، ان سے ان کے والد نے مرسلاً روایت کیا۔

٦٧٩٤: حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ أَخْبَرَنَا، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "لَمْ تُقْطَعْ يَدُ سَارِقٍ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي أَدْنَى مِنْ ثَمَنِ الْمِجَنِّ تُرْسٍ، أَوْ حَجَفَةٍ، وَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ذَا ثَمَنٍ".

مجھ سے یوسف بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہشام بن عروہ نے، ہم کو ان کے والد (عروہ بن زبیر) نے خبر دی، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے بیان کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چور کا ہاتھ ڈھال کی قیمت سے کم پر نہیں کاٹا جاتا تھا۔ چمڑے کی ڈھال ہو یا عام ڈھال، یہ دونوں چیزیں قیمت والی تھیں۔



٦٧٩٥: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَطَعَ فِي مِجَنٍّ ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ". تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي نَافِعٌ، قِيمَتُهُ.

ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے مالک بن انس نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام نافع نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال پر ہاتھ کاٹا تھا جس کی قیمت تین درہم تھی۔

شرح بخاری

٦٧٩٦: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: "قَطَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي مِجَنٍّ ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ".

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کی چوری پر ہاتھ کاٹا تھا جس کی قیمت تین درہم تھی۔



٦٧٩٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: "قَطَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مِجَنٍّ ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے بیان کیا، کہا مجھ سے نافع نے

بیان کیا، ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال پر ہاتھ کاٹا تھا جس کی قیمت تین درہم تھی۔

٦٧٩٨: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "قَطَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَدَ سَارِقٍ فِي مِجَنٍّ ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ". تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي نَافِعٌ، قِيمَتُهُ.

مجھ سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوضمرہ نے بیان کیا، کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چور کا ہاتھ ایک ڈھال پر کاٹا تھا جس کی قیمت تین درہم تھی، اس روایت کی متابعت محمد بن اسحاق نے کی اور لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے نافع نے («ثمنہ» کے بجائے) لفظ «قیمتہ» کہا۔

٦٧٩٩: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَعَنَ اللهُ السَّارِقَ، يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ، وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ".

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابوصالح سے سنا، کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے چور پر لعنت کی ہے کہ ایک انڈا چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے، ایک رسی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔



١٤- بَابُ تَوْبَةِ السَّارِقِ:

باب: چور کی توبہ کا بیان

٦٨٠٠: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَطَعَ يَدَ امْرَأَةٍ، قَالَتْ عَائِشَةُ: وَكَانَتْ تَأْتِي بَعْدَ ذَلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَابَتْ وَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا".

ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابن وہب نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کا ہاتھ کٹوایا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ وہ عورت بعد میں بھی آتی تھی اور میں اس کی ضرورتیں



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھتی تھی. اس عورت نے توبہ کر لی تھی اور حسن توبہ کا ثبوت دیا تھا۔

٦٨٠١: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ، فَقَالَ: "أُبَايِعُكُمْ عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ شَيْئًا، وَلَا تَسْرِقُوا، وَلَا تَزْنُوا، وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ، وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ، وَلَا تَعْصُونِي فِي مَعْرُوفٍ، فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا، فَأُخِذَ بِهِ فِي الدُّنْيَا، فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَطَهُورٌ، وَمَنْ سَتَرَهُ اللّٰهُ، فَذَلِكَ إِلَى اللّٰهِ، إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ، وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ". قَالَ أَبُو عَبْد اللّٰهِ: إِذَا تَابَ السَّارِقُ بَعْدَ مَا قُطِعَ يَدُهُ، قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ، وَكُلُّ مَحْدُودٍ كَذَلِكَ، إِذَا تَابَ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ.

ہم سے عبداللہ بن محمد الجعفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں ابوادریس نے اور ان سے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک جماعت کے ساتھ بیعت کی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ میں تم سے عہد لیتا ہوں کہ تم اللہ کا کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے، تم چوری نہیں کرو گے، اپنی اولاد کی جان نہیں لو گے، اپنے دل سے گھڑ کر کسی پر تہمت نہیں لگاؤ گے اور نیک کاموں میں میری نافرمانی نہ کرو گے۔ پس تم میں سے جو کوئی وعدے پورا کرے گا اس کا ثواب اللہ کے اوپر لازم ہے اور جو کوئی ان میں سے کچھ غلطی کر گزرے گا اور دنیا میں ہی اسے اس کی سزا مل جائے گی تو یہ اس کا کفارہ ہو گی اور اسے پاک کرنے والی ہو گی اور جس کی غلطی کو اللہ چھپا لے گا تو اس کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے، چاہے تو اسے عذاب دے اور چاہے تو اس کی مغفرت کر دے۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ ہاتھ کٹنے کے بعد اگر چور نے توبہ کر لی تو اس کی گواہی قبول ہو گی۔ یہی حال ہر اس شخص کا ہے جس پر حد جاری کی گئی ہو کہ اگر وہ توبہ کرے گا تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔



شرح بخاری







کتاب المحاربین

کتاب ان کفار و مرتدوں کے احکام میں جو مسلمانوں سے لڑتے ہیں

۱۵-بَابُ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الأَرْضِ﴾

باب: اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ المائدہ) میں فرمایا کہ جو لوگ اللہ اور رسول سے جنگ لڑتے اور ملک میں فساد پھیلاتے رہتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پیر الٹے سیدھے یعنی دائیں بائیں سے کاٹے جائیں یا جلا وطن یا قید کئے جائیں



حافظ نے نقل کیا ہے کہ یہاں، کتاب المحاربین کو لانے میں اشکال ہے اور یہ اس کے ناقلین کی طرف سے تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے، کتاب المحاربین کو آئندہ کتاب الدیات اور استتابۃ المرتدین کے درمیان لانا چاہیے تھا کیونکہ یہاں سرقہ جیسے جرائم کی حدود کا ذکر ہو رہا ہے، اور آئندہ آنے والے باب اثم الزناۃ کو باب توبۃ السارق کے بعد متصل آنا چاہیے تھا، امام بخاری شروع کتاب الحدود میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث لا چکے ہیں جس میں شرب خمر اور سرقہ کے ساتھ لا یزنی الزّانی حین یزنی وھو مؤمن آیا ہے لہٰذا حد خمر اور حد سرقہ کے بعد حد الزنا کو ذکر کرنا مناسب تھا، اور یہ بھی کہا ہے کہ نسفی کے نسخہ میں ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جن سے یہ اشکال رفع ہو جاتا ہے اس میں من أھل الکفر والردۃ کے بعد ومن یجب علیہ الحد فی الزنا کے الفاظ زیادہ کیے گئے ہیں اور اس نسخہ کے مطابق زنا کی حد کو کتاب المحاربین کے ساتھ اس لئے ملایا گیا ہے کہ بعض صورتوں میں زنا کی صورت میں بھی قتل (رجم) کرنا پڑتا ہے، جبکہ شرب خمر اور سرقہ میں ایسا نہیں ہوتا۔

شرح بخاری

میری رائے میں یہ نکتہ بڑا اہم ہے کیونکہ منکرین حدیث کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں زانی کے لئے سو کوڑوں کی سزا کا ذکر ہے، اور قرآن میں رجم یعنی شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنے کا ذکر نہیں ہے لہٰذا یہ سزا غیر اسلامی ہے۔

امام بخاری حد زنا سے پہلے باب المحاربین کے تحت آیتِ محاربہ لا کر اس طرح اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم میں بھی شادی شدہ زانی کی حد قتل کی صورت میں موجود ہے، کیونکہ إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرنا مراد ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان وَيَسْعَوْنَ فِي الأَرْضِ فَسَادًا سے مراد ڈاکے ڈالنا اور زنا کرنا ہے اور شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کاری کے راستے پر چلنا بھی فساد فی الارض کے ضمن میں آتا ہے اس کے بعد أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا سے بتادیا کہ زمین میں فساد مچانے والوں کی سزا قتل ہے، اور ڈاکہ زنی نیز زنا



کے ذریعے سے فساد پھیلانے والے بھی قتل کے مستحق ہیں، اور نسفی کے نسخہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ایک چکڑالوی نے مجھ سے کہا قرآن میں زنا کی سزا سو کوڑے ہے اور حدیث میں رجم کا ذکر ہے اور یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے، لہٰذا اس حدیث کو قبول نہیں کیا جائیگا میں نے کہا قرآن میں بھی رجم کی سزا موجود ہے، اس نے کہا کہاں ہے، میں نے کہا سورۃ المائدہ کے تحت ذکر ہونے والی آیت محاربہ میں فسادیوں کی سزا قتل کا ذکر موجود ہے، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے لو فكر الناس فی القرآن لوجدوا فيه اٰية الرجم اگر لوگ قرآن کریم میں تدبر سے کام لیں تو وہ قرآن کریم میں رجم کی سزا پالیں، ہم نے قرآن میں تفکر اور تدبر کیا تو وہ آیت مل گئی ہے جو کہ آیۃ محاربہ ہے، تو مان گیا کہ واقعی اس آیت میں رجم کی صورت میں قتل کی سزا پائی جاتی ہے۔

امام بخاری نے حد زنا کو آیت محاربہ سے ملا کر اشارہ کیا ہے کہ محاربہ کی تین صورتیں ہیں۔ ایک صورت کفر کرنے اور دوسری مرتد ہونے کی اور تیسری صورت بعض زانیوں کو سنگسار کرنے کی ہے، نسفی کے نسخہ کے مطابق کتاب المحاربين من اهل الكفر والردة کے بعد ومن يجب عليه الحد فی الزنا کے الفاظ لا کر حد رجم کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔



٦٨٠٢: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ الْجَرْمِيُّ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَرٌ مِنْ عُكْلٍ، فَأَسْلَمُوا فَاجْتَوَوْا الْمَدِينَةَ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَأْتُوا إِبِلَ الصَّدَقَةِ، فَيَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا، فَفَعَلُوا، فَصَحُّوا، فَارْتَدُّوا وَقَتَلُوا رُعَاتَهَا، وَاسْتَاقُوا الْإِبِلَ. فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ، فَأُتِيَ بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ، وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَلَ أَعْيُنَهُمْ، ثُمَّ لَمْ يَحْسِمْهُمْ حَتَّى مَاتُوا".

شرح بخاری

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو قلابہ جرمی نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبیلہ عکل کے چند لوگ آئے اور اسلام قبول کیا لیکن مدینہ کی آب وہوا انہیں موافق نہیں آئی (ان کے پیٹ پھول گئے) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ صدقہ کے اونٹوں کے ریوڑ میں جائیں اور ان کا پیشاب اور دودھ ملا کر پئیں۔ انہوں نے اس کے مطابق عمل کیا اور تندرست ہو گئے لیکن اس کے بعد وہ مرتد ہو گئے اور ان اونٹوں کے چرواہوں کو قتل کر کے اونٹ ہنکالے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلاش میں سوار بھیجے اور انہیں پکڑ کے لایا گیا پھر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں (کیونکہ انہوں نے اسلامی چرواہے کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا تھا) اور ان کے زخموں پر داغ نہیں لگوایا گیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔



١٦۔ بَابُ لَمْ يَحْسِمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحَارِبِينَ مِنْ أَهْلِ

الرِّدَّةِ حَتَّى هَلَكُوا:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مرتد ڈاکوؤں کے (زخموں پر) داغ نہیں لگوایا، یہاں تک کہ وہ مر گئے

٦٨٠٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ أَبُو يَعْلَى. حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنِي الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَطَعَ الْعُرَنِيِّينَ، وَلَمْ يَحْسِمْهُمْ حَتَّى مَاتُوا".

ہم سے ابو یعلیٰ محمد بن صلت نے بیان کیا، کہا ہم سے ولید نے بیان کیا، کہا مجھ سے اوزاعی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے، ان سے ابو قلابہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرینیوں کے (ہاتھ پاؤں) کٹوا دیے لیکن ان پر داغ نہیں لگوایا، یہاں تک کہ وہ مر گئے۔

چونکہ محاربین کو قتل کرنا مقصود ہوتا ہے اس لئے آپ نے ان مفسدین کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد انہیں کھولتے ہوئے تیل میں داغا نہیں تھا، ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر ویسے ہی چھوڑ دیا تا کہ خون نکل کر ان کا خاتمہ ہو جائے۔

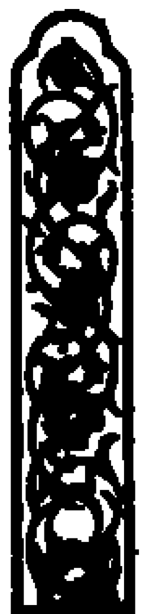
١٧- بَابُ لَمْ يُسْقَ الْمُرْتَدُّونَ الْمُحَارِبُونَ حَتَّى مَاتُوا:



باب: مرتد لڑنے والوں کو پانی بھی نہ دینا یہاں تک کہ پیاس سے وہ مر جائیں

٦٨٠٤: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ وُهَيْبٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَدِمَ رَهْطٌ مِنْ عُكْلٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا فِي الصُّفَّةِ، فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَبْغِنَا رِسْلًا. فَقَالَ: "مَا أَجِدُ لَكُمْ إِلَّا أَنْ تَلْحَقُوا بِإِبِلِ رَسُولِ اللهِ، فَأَتَوْهَا فَشَرِبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا، حَتَّى صَحُّوا وَسَمِنُوا، وَقَتَلُوا الرَّاعِيَ. وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ. فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّرِيخُ، فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِي آثَارِهِمْ، فَمَا تَرَجَّلَ النَّهَارُ حَتَّى أُتِيَ بِهِمْ، فَأَمَرَ بِمَسَامِيرَ فَأُحْمِيَتْ، فَكَحَلَهُمْ وَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ، وَأَرْجُلَهُمْ وَمَا حَسَمَهُمْ، ثُمَّ أُلْقُوا فِي الْحَرَّةِ يَسْتَسْقُونَ، فَمَا سُقُوا حَتَّى مَاتُوا" قَالَ أَبُو قِلَابَةَ: سَرَقُوا وَقَتَلُوا وَحَارَبُوا اللهَ وَرَسُولَهُ.

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے ابو قلابہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قبیلہ عکل کے کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سنہ ٦ ھ میں آئے اور یہ لوگ مسجد کے سائبان میں ٹھہرے۔ مدینہ منورہ کی آب وہوا انہیں موافق نہیں آئی۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے لیے دودھ کہیں سے مہیا کرا دیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم



نے فرمایا کہ یہ تو میرے پاس نہیں ہے۔ البتہ تم لوگ ہمارے اونٹوں میں چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ آئے اور ان کا دودھ اور پیشاب پیا اور صحت مند ہو کر موٹے تازے ہو گئے۔ پھر انہوں نے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہنکا لے گئے۔ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فریادی پہنچا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلاش میں سوار بھیجے۔ ابھی دھوپ زیادہ پھیلی بھی نہیں تھی کہ انہیں پکڑ کر لایا گیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سلائیاں گرم کی گئیں اور ان کی آنکھوں میں پھیر دی گئیں اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ان کے (زخم سے خون کو روکنے کے لیے) انہیں داغا بھی نہیں گیا۔ اس کے بعد وہ حرہ (مدینہ کی پتھریلی زمین) میں ڈال دیئے گئے، وہ پانی مانگتے تھے لیکن انہیں پانی نہیں دیا گیا۔ یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ ابو قلابہ نے کہا کہ یہ اس وجہ سے کیا گیا تھا کہ انہوں نے چوری کی تھی، قتل کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول سے غدارانہ لڑائی لڑی تھی۔

١٨-بَابُ سَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْيُنَ الْمُحَارِبِينَ:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتدین لڑنے والوں کی آنکھوں میں سلائی پھروانا



٦٨٠٥: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ "أَنَّ رَهْطًا مِنْ عُكْلٍ أَوْ قَالَ عُرَيْنَةَ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ مِنْ عُكْلٍ، قَدِمُوا الْمَدِينَةَ، فَأَمَرَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِقَاحٍ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَخْرُجُوا فَيَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا، فَشَرِبُوا حَتَّى إِذَا بَرِئُوا، قَتَلُوا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوا النَّعَمَ، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُدْوَةً، فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِي إِثْرِهِمْ، فَمَا ارْتَفَعَ النَّهَارُ حَتَّى جِيءَ بِهِمْ، فَأَمَرَ بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ، وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ، فَأُلْقُوا بِالْحَرَّةِ يَسْتَسْقُونَ فَلَا يُسْقَوْنَ" قَالَ أَبُو قِلَابَةَ: هَؤُلَاءِ قَوْمٌ سَرَقُوا وَقَتَلُوا، وَكَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ، وَحَارَبُوا اللهَ وَرَسُولَهُ.

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے ابو قلابہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ قبیلہ عکل یا عرینہ کے چند لوگ میں سمجھتا ہوں عکل کا لفظ کہا، مدینہ آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دودھ دینے والی اونٹنیوں کا انتظام کر دیا اور فرمایا کہ وہ اونٹوں کے گلہ میں جائیں اور ان کا پیشاب اور دودھ پئیں۔ چنانچہ انہوں نے پیا اور جب وہ تندرست ہو گئے تو چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہنکا لے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ خبر صبح کے وقت پہنچی تو آپ نے ان کے پیچھے سوار دوڑائے۔ ابھی دھوپ زیادہ پھیلی بھی نہیں تھی کہ وہ پکڑ کر لائے گئے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کے بھی ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ان کی بھی آنکھوں



میں سلائی پھیر دی گئی اور انہیں حرہ میں ڈال دیا گیا۔ وہ پانی مانگتے تھے لیکن انہیں پانی نہیں دیا جاتا تھا۔ ابو قلابہ نے کہا کہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے چوری کی تھی، قتل کیا تھا، ایمان کے بعد کفر اختیار کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول سے غدارانہ لڑائی لڑی تھی۔

محاربین کی آنکھوں میں سلائیاں گرم کر کے اس لئے ڈالی گئیں کہ انہوں نے چرواہوں کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا اور یہ قصاص کی صورت تھی۔

١٩-بَابُ فَضْلِ مَنْ تَرَكَ الْفَوَاحِشَ:

باب: جس نے فواحش (زنا کاری، اغلام بازی وغیرہ) کو چھوڑ دیا اس کی فضیلت

٦٨٠٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي ظِلِّهِ، يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ فِي خَلَاءٍ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسْجِدِ. وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ إِلَى نَفْسِهَا، قَالَ إِنِّي أَخَافُ اللهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ، فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا صَنَعَتْ يَمِينُهُ".



ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں عبید اللہ بن عمر عمری نے، انہیں خبیب بن عبدالرحمٰن نے، انہیں حفص بن عاصم نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کے نیچے سایہ دے گا جبکہ اس کے عرش کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہو گا۔ عادل حاکم، نوجوان جس نے اللہ کی عبادت میں جوانی پائی، ایسا شخص جس نے اللہ کو تنہائی میں یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے، وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے، وہ آدمی جو اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں، وہ شخص جسے کسی بلند مرتبہ اور خوبصورت عورت نے اپنی طرف بلایا اور اس نے جواب دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ شخص جس نے اتنا پوشیدہ صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چل سکا کہ دائیں نے کتنا اور کیا صدقہ کیا ہے۔



٦٨٠٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ. ح وحَدَّثَنِي خَلِيفَةُ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ، عَنْسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَوَكَّلَ لِي مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ، وَمَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ، تَوَكَّلْتُ لَهُ بِالْجَنَّةِ".



ہم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا، کہا ہم سے عمر بن علی نے بیان کیا۔ (دوسری سند امام بخاری رحمہ اللہ نے

کہا)اور مجھ سے خلیفہ بن خیاط نے بیان کیا،ان سے عمر بن علی نے،ان سے ابوحازم سلمہ بن دینار نے بیان کیا،ان سے سہل بن سعد ساعدی نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے اپنے دونوں پاؤں کے درمیان یعنی (شرمگاہ) کی اور اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان (یعنی زبان) کی ضمانت دے دی تو میں اسے جنت میں جانے کا بھروسہ دلاتا ہوں۔

٢٠-بَابُ إِثْمِ الزُّنَاةِ:

باب: زنا کے گناہ کا بیان وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَلَا يَزْنُونَ سورۃ الفرقان آیۃ ٦٨ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَى إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا سورۃ الإسراء آیۃ ٣٢

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ الفرقان میں) ارشاد فرمایا "ولا یزنون" اور وہ لوگ زنا نہیں کرتے اور (سورۃ بنی اسرائیل) میں فرمایا "ولا تقربوا الزنا إنه كان فاحشة وساء سبيلا" اور زنا کے قریب نہ جاؤ کہ وہ بے حیائی کا کام ہے اور اس کا راستہ برا ہے۔

٦٨٠٨: أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ شَبِيبٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، أَخْبَرَنَا أَنَسٌ، قَالَ: لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيثًا لَا يُحَدِّثُكُمُوهُ أَحَدٌ بَعْدِي، سَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ وَإِمَّا قَالَ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ، أَنْ يُرْفَعَ العِلْمُ، وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ، وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا، وَيَقِلَّ الرِّجَالُ، وَيَكْثُرَ النِّسَاءُ، حَتَّى يَكُونَ لِلْخَمْسِينَ امْرَأَةً القَيِّمُ الوَاحِدُ".



ہمیں داؤد بن شبیب نے خبر دی، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، کہا ہم کو انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کروں گا کہ میرے بعد کوئی اسے نہیں بیان کرے گا۔ میں نے یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی یا یوں فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم دین دنیا سے اٹھ جائے گا اور جہالت پھیل جائے گی، شراب بکثرت پی جانے لگے گی اور زنا پھیل جائے گا۔ مرد کم ہو جائیں گے اور عورتوں کی کثرت ہوگی۔ حالت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ پچاس عورتوں پر ایک ہی خبر لینے والا مرد رہ جائے گا۔

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَي: وَلَا يَزْنُونَ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا (الفرقان: ٦٨)



ارشاد باری تعالیٰ ہے: وہ زنا نہیں کرتے نیز فرمایا:] تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ بلاشبہ وہ ہمیشہ سے بے حیائی اور برا راستہ ہے [۔

٦٨٠٩ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَزْنِي الْعَبْدُ حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَقْتُلُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ". قَالَ عِكْرِمَةُ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: كَيْفَ يُنْزَعُ الْإِيمَانُ مِنْهُ؟ قَالَ: هَكَذَا: وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ثُمَّ أَخْرَجَهَا، فَإِنْ تَابَ، عَادَ إِلَيْهِ هَكَذَا: وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ.

ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو اسحاق بن یوسف نے خبر دی، کہا ہم کو فضیل بن غزوان نے خبر دی، انہیں عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا۔ بندہ جب چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا اور بندہ جب شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا اور جب وہ قتل ناحق کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا۔ عکرمہ نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ایمان اس سے کس طرح نکال لیا جاتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اس طرح اور اس وقت آپ نے اپنی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر پھر الگ کر لیا پھر اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو ایمان اس کے پاس لوٹ آتا ہے، اس طرح اور آپ نے اپنی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالا۔



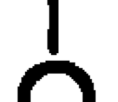
٦٨١٠ : حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ ذَكْوَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَالتَّوْبَةُ مَعْرُوضَةٌ بَعْدُ".

شرح بخاری

ہم سے آدم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ذکوان نے بیان کیا، اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زنا کرنے والا جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا، چور جب چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا، شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا۔ پھر ان سب آدمیوں کے لیے توبہ کا دروازہ بہر حال کھلا ہوا ہے۔



٦٨١١ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ، وَسُلَيْمَانُ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مَيْسَرَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ؟ قَالَ: "أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا، وَهُوَ خَلَقَكَ". قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: "أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ، مِنْ أَجْلِ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ". قَالَ يَحْيَى: وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي وَاصِلٌ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ،





قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ: مِثْلَهُ. قَالَ عَمْرٌو فَذَكَرْتُهُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَكَانَ حَدَّثَنَا، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ وَمَنْصُورٍ، وَوَاصِلٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مَيْسَرَةَ، قَالَ: دَعْهُ دَعْهُ.

ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے منصور اور سلیمان نے بیان کیا، ان سے ابووائل نے، ان سے ابو میسرہ نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا: یارسول اللہ! کون سا گناہ سب سے بڑا ہے۔ فرمایا یہ کہ تم اللہ کا کسی کو شریک بناؤ، حالانکہ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ میں نے پوچھا: اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خطرے سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے کھانے میں تمہارے ساتھ شریک ہوگی۔ میں نے پوچھا: اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو، یحییٰ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے واصل نے بیان کیا، ان سے ابووائل نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر اسی حدیث کی طرح بیان کیا۔ عمرو نے کہا کہ پھر میں نے اس حدیث کا ذکر عبدالرحمٰن بن مہدی سے کیا اور انہوں نے ہم سے یہ حدیث سفیان ثوری سے بیان کی، ان سے اعمش، منصور اور واصل نے، ان سے ابووائل نے اور ان سے ابو میسرہ نے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا کہ تم اس سند کو جانے بھی دو۔

قولہ فقَالَ دَعْهُ دَعْهُ حافظ نے اس عبارت کا حاصل بیان کرتے ہوئے کہا کہ سفیان ثوری نے یہ حدیث تین افراد اعمش، منصور اور واصل سے بیان کی لیکن ان میں سے اعمش اور منصور نے ابووائل اور عبداللہ بن مسعود کے درمیان ابو میسرۃ کا واسطہ ذکر کیا اور واصل نے ابو میسرۃ کے واسطے کو حذف کر کے ذکر کیا، اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے پہلے اس سند کو تینوں سے بغیر فرق کرنے کے ذکر کیا، اور واصل کی روایت کو منصور اور اعمش کی روایت پر محمول کر کے تینوں کو جمع کر دیا اور سند میں ابو میسرۃ کو داخل کیا، اور جب عمرو بن علی نے اس کے لئے ذکر کیا کہ یحییٰ بن سعید القطان نے ان تینوں راویوں کی روایات میں فرق کیا ہے، تو عبدالرحمٰن بن مہدی کو اس میں تردد لاحق ہوا، اب اس نے سفیان عن منصور والاعمش سے بیان کرنے پر اکتفاء کیا، اور واصل کی سند کو چھوڑ دیا، اس کے دَعْهُ دَعْهُ کہنے سے یہی مراد ہے یعنی اس سند کو چھوڑ دے جس میں ابو میسرۃ کا ذکر نہیں ہے، اور وہ واصل کی روایت ہے۔

شرح بخاری

۲۱-بَابُ رَجْمِ الْمُحْصَنِ [1]:

[1] محصن زانی کو رجم کرنے سے پہلے سو کوڑے بھی لگائے جائیں گے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس کے قائل ہیں کہ سو کوڑے بھی لگائے جائیں اور پھر رجم کیا جائیگا اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمہ اللہ بھی اس کے قائل ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی کوڑے لگا کر رجم کیا تھا اور کہا تھا جَلَدْتُ بِكِتَابِ اللهِ وَرَجَمْتُ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ۔ لیکن جمہور علماء شادی شدہ زانی کو کوڑے لگائے بغیر رجم کرنے کے قائل ہیں، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غامدی قبیلے کی عورت کو کوڑے لگائے بغیر رجم کرنے کا حکم دیا تھا، اور فقہی قاعدہ بھی یہ ہے کہ جب ایک شخص پر ایک سے زیادہ حدیں جمع ہو جائیں اور

باب: محصن (شادی شدہ کو زنا کی علت میں) سنگسار کرنا

وَقَالَ الْحَسَنُ مَنْ زَنَى بِأُخْتِهِ حَدُّهُ حَدُّ الزَّانِي

اور امام حسن بصری نے کہا اگر کوئی شخص اپنی بہن سے زنا کرے تو اس پر زنا کی حد پڑے گی۔

٦٨١٢: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يُحَدِّثُ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ "حِينَ رَجَمَ الْمَرْأَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَقَالَ: قَدْ رَجَمْتُهَا بِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سلمہ بن کہیل نے بیان کیا، کہا کہ میں نے شعبی سے سنا، انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ جب انہوں نے جمعہ کے دن عورت کو رجم کیا تو کہا کہ میں نے اس کا رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق کیا ہے۔

قولہ وَقَالَ الْحَسَنُ یعنی اپنی محرم سے زنا کر کے منہ کالا کرنے والے کی بھی وہی حد ہے جو زانی کی ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی محرم اور غیر محرم کا فرق نہیں کیا، بعض کہتے ہیں ہر حال میں اس کی گردن اڑا دینی چاہیے۔

٦٨١٣: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ "سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى هَلْ رَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قُلْتُ: قَبْلَ سُورَةِ النُّورِ أَمْ بَعْدُ؟ قَالَ: لَا أَدْرِي".



مجھ سے اسحاق واسطی نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد طحان نے بیان کیا، ان سے شیبانی نے کہا میں نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو رجم کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں میں نے پوچھا: سورۃ النور سے پہلے یا اس کے بعد کہا کہ یہ مجھے معلوم نہیں (امر نا معلوم کے لیے اظہار لاعلمی کر دینا بھی امر محمود ہے)۔

٦٨١٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ "أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحَدَّثَهُ أَنَّهُ قَدْ زَنَى، فَشَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ، فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَ، وَكَانَ قَدْ أُحْصِنَ".

ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا ہم کو یونس نے خبر دی، ان



ان میں قتل بھی ہو تو قتل پر اکتفاء کیا جائیگا اور باقی حدیں ساقط ہو جائیں گی جو اس سے کم درجہ ہوں۔

ان میں سے جمہور کا قول راجح ہے کیونکہ دو حدیں جمع کرنے میں شبہ پایا گیا ہے اسلئے کہ اس میں اختلاف ہے کہ رجم سے پہلے کوڑے لگائے جائیں گے یا نہیں؟ اور شبہ سے کوڑوں کی سزا ساقط ہو جائے گی۔

سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے کہ قبیلہ اسلم کے ایک صاحب ماعز نامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ میں نے زنا کیا ہے۔ پھر انہوں نے اپنے زنا کا چار مرتبہ اقرار کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے رجم کا حکم دیا اور انہیں رجم کیا گیا، وہ شادی شدہ تھے۔

۲۲۔بَابُ لَا يُرْجَمُ الْمَجْنُونُ وَالْمَجْنُونَةُ:

باب: پاگل مرد یا عورت کو رجم نہیں کیا جائے گا

وَقَالَ عَلِيٌّ لِعُمَرَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يُدْرِكَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ

اور علی رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ پاگل سے ثواب یا عذاب لکھنے والی قلم اٹھالی گئی ہے یہاں تک کہ اسے ہوش ہو جائے۔ بچہ سے بھی قلم اٹھالی گئی ہے یہاں تک کہ بالغ ہو جائے۔ سونے والا بھی مرفوع القلم ہے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے یعنی دماغ اور ہوش درست کر لے۔



٦٨١٥: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَى رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ: إِنِّي زَنَيْتُ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، حَتَّى رَدَّدَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ، دَعَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: أَبِكَ جُنُونٌ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَهَلْ أَحْصَنْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اذْهَبُوا بِهِ فَارْجُمُوهُ؟"

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے ابوسلمہ اور سعید بن المسیب نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صاحب ماعز بن مالک اسلمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے، انہوں نے آپ کو آواز دی اور کہا کہ یا رسول اللہ! میں نے زنا کر لیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ انہوں نے یہ بات چار دفعہ دہرائی جب چار دفعہ انہوں نے اس گناہ کی اپنے اوپر شہادت دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور دریافت فرمایا کیا تم دیوانے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ پھر کیا تم شادی شدہ ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں لے جاؤ اور رجم کر دو۔



قولہ وَقَالَ عَلِيٌّ لِعُمَرَ سنن ابی داؤد اور نسائی میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مجنونہ لائی گئی جس نے زنا کیا

تھا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا، میرے پاس علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے کہا رُفِعَ الْقَلَمُ عَن ثلاثَةٍ۔۔۔لہٰذا مجنونہ عورت کو رجم نہیں کیا جائیگا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کسی نے اس سے جنون کی حالت میں زنا کیا ہو اور مجنونہ حاملہ ہو تو اسے رجم کرنے سے پیٹ کے بچے کا رجم کرنا لازم آتا ہے حالانکہ بچے کا کوئی قصور نہیں ہے۔

٦٨١٦: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: فَكُنْتُ فِيمَنْ رَجَمَهُ، فَرَجَمْنَاهُ بِالْمُصَلَّى، فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ هَرَبَ، فَأَدْرَكْنَاهُ بِالْحَرَّةِ، فَرَجَمْنَاهُ.

ابن شہاب نے بیان کیا کہ پھر مجھے انہوں نے خبر دی، جنہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا تھا کہانہوں نے کہا کہ رجم کرنے والوں میں، میں بھی تھا ہم نے انہیں آبادی سے باہر عید گاہ کے پاس رجم کیا تھا جب ان پر پتھر پڑے تو وہ بھاگ پڑے لیکن ہم نے انہیں حرہ کے پاس پکڑا اور رجم کر دیا۔

٢٣۔بَابُ لِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ:

باب: زنا کرنے والے کے لیے پتھروں کی سزا



٦٨١٧: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "اخْتَصَمَ سَعْدٌ، وَابْنُ زَمْعَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ، الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ، وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ"، زَادَ لَنَا قُتَيْبَةُ، عَنِ اللَّيْثِ: "وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ".

هم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہما نے آپس میں (ایک بچے عبدالرحمٰن نامی میں) اختلاف کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبد بن زمعہ! بچہ تو لے لے بچہ اسی کو ملے گا جس کی جورو یا لونڈی کے پیٹ سے وہ پیدا ہوا اور سودہ! تم اس سے پردہ کیا کرو۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ قتیبہ نے لیث سے اس زیادہ کے ساتھ بیان کیا کہ زانی کے حصہ میں پتھر کی سزا ہے۔

٦٨١٨: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ، وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ".

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن زیاد نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکا اسی کو ملتا ہے جس کی جورو یا لونڈی کے پیٹ سے ہوا ہو اور حرام کار کے لیے صرف پتھر ہیں۔



۲۴-بَابُ الرَّجْمِ فِي الْبَلَاطِ:

باب: بلاط میں رجم کرنا

۶۸۱۹: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ كَرَامَةَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَهُودِيٍّ وَيَهُودِيَّةٍ، قَدْ أَحْدَثَا جَمِيعًا، فَقَالَ لَهُمْ: مَا تَجِدُونَ فِي كِتَابِكُمْ. قَالُوا: إِنَّ أَحْبَارَنَا أَحْدَثُوا تَحْمِيمَ الْوَجْهِ وَالتَّجْبِيَةَ. قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ: ادْعُهُمْ يَا رَسُولَ اللهِ بِالتَّوْرَاةِ، فَأُتِيَ بِهَا فَوَضَعَ أَحَدُهُمْ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ، وَجَعَلَ يَقْرَأُ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا، فَقَالَ لَهُ ابْنُ سَلَامٍ: ارْفَعْ يَدَكَ فَإِذَا آيَةُ الرَّجْمِ تَحْتَ يَدِهِ: فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا". قَالَ ابْنُ عُمَرَ: "فَرُجِمَا عِنْدَ الْبَلَاطِ، فَرَأَيْتُ الْيَهُودِيَّ أَجْنَأَ عَلَيْهَا".

ہم سے محمد بن عثمان نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن بلال نے، ان سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا اور ران سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت کو لایا گیا، جنہوں نے زنا کیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تمہاری کتاب تورات میں اس کی سزا کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے علماء نے (اس کی سزا) چہرہ کو سیاہ کرنا اور گدھے پر الٹا سوار کرنا تجویز کی ہوئی ہے۔ اس پر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! ان سے توریت منگوایئے۔ جب توریت لائی گئی تو ان میں سے ایک نے رجم والی آیت پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اور راس سے آگے اور پیچھے کی آیتیں پڑھنے لگا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اپنا ہاتھ ہٹاؤ (اور جب اس نے اپنا ہاتھ ہٹایا تو) آیت رجم اس کے ہاتھ کے نیچے تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے متعلق حکم دیا اور انہیں رجم کر دیا گیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انہیں بلاط (مسجد نبوی کے قریب ایک جگہ) میں رجم کیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ یہودی عورت کو مرد بچانے کے لیے اس پر جھک جھک پڑتا تھا۔

شرح بخاری

یعنی رجم کی سزا پتھریلی زمین میں بھی دی جا سکتی ہے، اور راس سے بخاری کا مقصد یہ ہے کہ زانی کو رجم کرنے کے لئے زمین میں گاڑنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ گاڑنے کے لئے پتھریلی زمین میں گڑھا کھودنا مشکل ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر زانی نے زنا کا اقرار کیا ہو اور اقرار کرنے والا اپنے اقرار سے رجوع بھی کر سکتا ہے، اور رجوع کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ حد لگتے وقت زانی بھاگ نکلے تو اسے رجم نہیں کیا جائیگا اگر اسے گاڑ دیا جائے تو وہ بھاگ نہیں سکتا لہٰذا اسے گاڑا نہیں جائیگا۔

٢٥۔بَابُ الرَّجْمِ بِالْمُصَلَّى:

باب: عید گاہ میں رجم کرنا (عید گاہ کے پاس یا خود عید گاہ میں)

٦٨٢٠: حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ، "أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ، جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا، فَأَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبِكَ جُنُونٌ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: أُحْصِنْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَأَمَرَ بِهِ، فَرُجِمَ بِالْمُصَلَّى. فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ، فَرَّ. فَأُدْرِكَ فَرُجِمَ حَتَّى مَاتَ. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرًا وَصَلَّى عَلَيْهِ" لَمْ يَقُلْ يُونُسُ، وَابْنُ جُرَيْجٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ: "فَصَلَّى عَلَيْهِ". سُئِلَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: "فَصَلَّى عَلَيْهِ يَصِحُّ". قَالَ: رَوَاهُ مَعْمَرٌ، قِيلَ لَهُ رَوَاهُ غَيْرُ مَعْمَرٍ. قَالَ: لَا.

مجھ سے محمود نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے اور انہیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ قبیلہ اسلم کے ایک صاحب (ماعز بن مالک) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور زنا کا اقرار کیا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا۔ پھر جب انہوں نے چار مرتبہ اپنے لیے گواہی دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کیا تم دیوانے ہو گئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تمہارا نکاح ہو چکا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ چنانچہ آپ کے حکم سے انہیں عید گاہ میں رجم کیا گیا۔ جب ان پر پتھر پڑے تو وہ بھاگ پڑے لیکن انہیں پکڑ لیا گیا اور رجم کیا گیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں کلمہ خیر فرمایا اور ان کا جنازہ ادا کیا اور ان کی تعریف کی جس کے وہ مستحق تھے۔

٢٦۔بَابُ مَنْ أَصَابَ ذَنْبًا دُونَ الْحَدِّ فَأَخْبَرَ الْإِمَامَ فَلَا عُقُوبَةَ عَلَيْهِ بَعْدَ التَّوْبَةِ إِذَا جَاءَ مُسْتَفْتِيًا:

باب: جس نے کوئی ایسا گناہ کیا جس پر حد نہیں (مثلاً اجنبی عورت کو بوسہ دیا یا اس سے مساس کیا)

قَالَ عَطَاءٌ: لَمْ يُعَاقِبْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَلَمْ يُعَاقِبِ الَّذِي جَامَعَ فِي رَمَضَانَ، وَلَمْ يُعَاقِبْ عُمَرُ صَاحِبَ الظَّبْيِ وَفِيهِ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ



عطاء نے کہا کہ ایسی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی سزا نہیں دی تھی۔ ابن جریج نے کہا

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کوئی سزا نہیں دی تھی جنہوں نے رمضان میں بیوی سے صحبت کر لی تھی۔ اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ نے (حالت احرام میں) ہرن کا شکار کرنے والے کو سزا نہیں دی اور اس باب میں ابو عثمان کی روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بحوالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مروی ہے۔

٦٨٢١: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ رَجُلًا وَقَعَ بِامْرَأَتِهِ فِي رَمَضَانَ، فَاسْتَفْتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: هَلْ تَسْتَطِيعُ صِيَامَ شَهْرَيْنِ ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا ؟".

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، ان سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے حمید بن عبدالرحمن نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک صاحب نے رمضان میں اپنی بیوی سے ہمبستری کر لی اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حکم پوچھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی غلام ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا دو مہینے روزے رکھنے کی تم میں طاقت نہیں؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کہا کہ پھر ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلاؤ۔



یعنی جو شخص ایسے گناہ کا ارتکاب کرے جس پر حد نہیں آتی، پھر مسئلہ دریافت کرنے کے لئے امام کو خبر دے تو اس کے توبہ کرنے کے بعد اسے کوئی سزا نہیں دی جائے گی، جیسا کہ رمضان کے روزے میں بیوی پر واقع ہونے والے کو آپ نے کوئی سزا نہیں دی بلکہ اسے کفارہ دینے کا حکم دیا تھا۔

شرح بخاری

٦٨٢٢: وَقَالَ اللَّيْثُ: عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ: "أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، قَالَ: احْتَرَقْتُ، قَالَ: مِمَّ ذَاكَ ؟ قَالَ: وَقَعْتُ بِامْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ. قَالَ: لَهُ تَصَدَّقْ ؟ قَالَ: مَا عِنْدِي شَيْءٌ، فَجَلَسَ وَأَتَاهُ إِنْسَانٌ يَسُوقُ حِمَارًا، وَمَعَهُ طَعَامٌ، قَالَ: عَبْدُ الرَّحْمَنِ، مَا أَدْرِي مَا هُوَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: أَيْنَ الْمُحْتَرِقُ ؟ فَقَالَ: هَا أَنَا ذَا، قَالَ: خُذْ هَذَا فَتَصَدَّقْ بِهِ، قَالَ: عَلَى أَحْوَجَ مِنِّي ؟ مَا لِأَهْلِي طَعَامٌ، قَالَ: فَكُلُوهُ". قَالَ أَبُو عَبْد اللهِ: الْحَدِيثُ الْأَوَّلُ أَبْيَنُ، قَوْلُهُ: "أَطْعِمْ أَهْلَكَ".



اور لیث نے بیان کیا، ان سے عمرو بن الحارث نے، ان سے عبدالرحمن بن القاسم نے، ان سے محمد بن جعفر بن زبیر نے، ان سے عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں آئے اور عرض کیا میں تو دوزخ کا مستحق ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے پوچھا کیا بات ہوئی؟ کہا کہ میں نے اپنی بیوی سے رمضان میں جماع کر لیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ پھر صدقہ کر۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ پھر وہ بیٹھ گیا اور اس کے بعد ایک صاحب گدھا ہانکتے لائے جس پر کھانے کی چیز رکھی تھی۔ عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا چیز تھی۔ (دوسری روایت میں یوں ہے کہ کھجور لدی ہوئی تھی) اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جا رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ آگ میں جلنے والے صاحب کہاں ہیں؟ وہ صاحب بولے کہ میں حاضر ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے لے اور صدقہ کر دے۔ انہوں نے پوچھا کیا اپنے سے زیادہ محتاج کو دوں؟ میرے گھر والوں کے لیے تو خود کوئی کھانے کی چیز نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم ہی کھالو۔ ابو عبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ پہلی حدیث زیادہ واضح ہے جس میں «أطعم أهلك» کے الفاظ ہیں۔

٢٧۔ بَابُ إِذَا أَقَرَّ بِالْحَدِّ وَلَمْ يُبَيِّنْ، هَلْ لِلإِمَامِ أَنْ يَسْتُرَ عَلَيْهِ:

باب: جب کوئی شخص حد (والے گناہ) کا اقرار غیر واضح طور پر کرے تو کیا امام کو اس کی پردہ پوشی کرنی چاہیے



٦٨٢٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ الْكِلَابِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْهُ عَلَيَّ، قَالَ: وَلَمْ يَسْأَلْهُ عَنْهُ، قَالَ: وَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ، قَامَ إِلَيْهِ الرَّجُلُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَصَبْتُ حَدًّا، فَأَقِمْ فِيَّ كِتَابَ اللهِ، قَالَ: أَلَيْسَ قَدْ صَلَّيْتَ مَعَنَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّ اللهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ ذَنْبَكَ أَوْ قَالَ حَدَّكَ".

مجھ سے عبدالقدوس بن محمد نے بیان کیا، ان سے عمرو بن عاصم کلابی نے بیان کیا، ان سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ ایک صاحب کعب بن عمرو آئے اور کہا: یارسول اللہ! مجھ پر حد واجب ہو گئی ہے۔ آپ مجھ پر حد جاری کیجیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ نہیں پوچھا۔ بیان کیا کہ پھر نماز کا وقت ہو گیا اور ان صاحب نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو وہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور کہا: یارسول



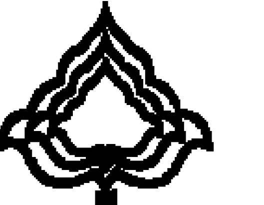
اللہ! مجھ پر حد واجب ہوگئی ہے آپ کتاب اللہ کے حکم کے مطابق مجھ پر حد جاری کیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ کیا تم نے ابھی ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی ہے۔انہوں نے کہا کہ جی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اللہ نے تیرا گناہ معاف کر دیا یا فرمایا کہ تیری غلطی یا حد (معاف کر دی)۔

یعنی اگر کوئی شخص حدی گناہ کا اقرار غیر واضح طور پر کرے تو کیا امام کو اس کی پردہ پوشی کرنی چاہیے؟ لہٰذا اگر کوئی شخص امام کے سامنے گول مول بیان کرے کہ میں نے حدی جرم کیا ہے تو امام اس کی پردہ پوشی کر سکتا ہے۔

٢٨-بَابُ هَلْ يَقُولُ الإِمَامُ لِلْمُقِرِّ لَعَلَّكَ لَمَسْتَ أَوْ غَمَزْتَ:

باب: کیا امام (زنا کا) اقرار کرنے والے سے یہ کہے کہ شاید تو نے چھوا ہو یا آنکھ سے اشارہ کیا ہو

٦٨٢٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ يَعْلَى بْنَ حَكِيمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "لَمَّا أَتَى مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهُ: "لَعَلَّكَ قَبَّلْتَ، أَوْ غَمَزْتَ، أَوْ نَظَرْتَ، قَالَ: لَا يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: أَنِكْتَهَا" لَا يَكْنِي، قَالَ: فَعِنْدَ ذَلِكَ أَمَرَ بِرَجْمِهِ.



مجھ سے عبداللہ بن محمد الجعفی نے بیان کیا، کہا ہم سے وہب بن جریر نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمارے والد نے کہا کہ میں نے یعلیٰ بن حکیم سے سنا، انہوں نے عکرمہ سے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب ماعز بن مالک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ غالباً تو نے بوسہ دیا ہو گا یا اشارہ کیا ہو گا یا دیکھا ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ نہیں یا رسول اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کیا پھر تو نے ہمبستری ہی کر لی ہے؟ اس مرتبہ آپ نے کنایہ سے کام نہیں لیا۔ بیان کیا کہ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رجم کا حکم دیا۔

٢٩-بَابُ سُؤَالِ الإِمَامِ الْمُقِرَّ هَلْ أَحْصَنْتَ:

باب: زنا کا اقرار کرنے والے سے امام کا پوچھنا کہ کیا تم شادی شدہ ہو؟

٦٨٢٥: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: "أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مِنَ النَّاسِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، فَنَادَاهُ يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي زَنَيْتُ يُرِيدُ نَفْسَهُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَنَحَّى لِشِقِّ وَجْهِهِ الَّذِي أَعْرَضَ قِبَلَهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي زَنَيْتُ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَجَاءَ لِشِقِّ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي أَعْرَضَ عَنْهُ، فَلَمَّا شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ



أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ، دَعَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَبِكَ جُنُونٌ ؟ قَالَ: لَا يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ: أَحْصَنْتَ ؟ قَالَ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: اذْهَبُوا بِهِ فَارْجُمُوهُ؟".

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، کہا مجھ سے عبدالرحمٰن بن خالد نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے ابن المسیب اور ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صاحب آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے آواز دی یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے۔ خود اپنے متعلق وہ کہہ رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپنا منہ پھیر لیا۔ لیکن وہ صاحب بھی ہٹ کر اسی طرف کھڑے ہو گئے جدھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منہ پھیرا تھا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنا منہ پھیر لیا اور وہ بھی دوبارہ اس طرف آ گئے جدھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منہ پھیرا تھا اور اس طرح جب اس نے چار مرتبہ اپنے گناہ کا اقرار کر لیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا اور پوچھا کیا تم پاگل ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں یا رسول اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم شادی شدہ ہو؟ انہوں نے کہا: جی یا رسول اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ انہیں لے جاؤ اور رجم کر دو۔

٦٨٢٦: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرًا، قَالَ: فَكُنْتُ فِيمَنْ رَجَمَهُ، فَرَجَمْنَاهُ بِالْمُصَلَّى، فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ، جَمَزَ حَتَّى أَدْرَكْنَاهُ بِالْحَرَّةِ، فَرَجَمْنَاهُ.

ابن شہاب نے بیان کیا کہ جنہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی تھی انہوں نے مجھے خبر دی کہ جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے انہیں رجم کیا تھا جب ان پر پتھر پڑے تو وہ بھاگنے لگے۔ لیکن ہم نے انہیں حرہ (حرہ مدینہ کی پتھریلی زمین) میں جا لیا اور انہیں رجم کر دیا۔



٣٠- بَابُ الِاعْتِرَافِ بِالزِّنَا:

باب: زنا کا اقرار کرنا

٦٨٢٨ - ٦٨٢٧: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَفِظْنَاهُ مِنْ فِي الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، وَزَيْدَ بْنَ خَالِدٍ، قَالَا: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: أَنْشُدُكَ اللهَ إِلَّا قَضَيْتَ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ، فَقَامَ خَصْمُهُ، وَكَانَ أَفْقَهَ مِنْهُ، فَقَالَ: اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ، وَأْذَنْ لِي، قَالَ: "قُلْ، قَالَ: إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هَذَا، فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَخَادِمٍ، ثُمَّ سَأَلْتُ رِجَالًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي جَلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِيبَ عَامٍ، وَعَلَى امْرَأَتِهِ الرَّجْمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي



نَفۡسِي بِيَدِهِ لَأَقۡضِيَنَّ بَيۡنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ جَلَّ ذِكۡرُهُ الۡمِائَةُ شَاةٍ وَالۡخَادِمُ رَدٌّ عَلَيۡكَ، وَعَلَى ابۡنِكَ جَلۡدُ مِائَةٍ وَتَغۡرِيبُ عَامٍ، وَاغۡدُ يَا أُنَيۡسُ عَلَى امۡرَأَةِ هَذَا، فَإِنِ اعۡتَرَفَتۡ فَارۡجُمۡهَا" فَغَدَا عَلَيۡهَا، فَاعۡتَرَفَتۡ فَرَجَمَهَا، قُلۡتُ لِسُفۡيَانَ: لَمۡ يَقُلۡ: فَأَخۡبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابۡنِي الرَّجۡمَ. فَقَالَ: الشَّكُّ فِيهَا مِنَ الزُّهۡرِيِّ، فَرُبَّمَا قُلۡتُهَا، وَرُبَّمَا سَكَتُّ.

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا ہم نے اسے زہری سے (سن کر) یاد کیا، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عبیداللہ نے خبر دی، انہوں نے ابوہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو ایک صاحب کھڑے ہوئے اور کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کریں۔ اس پر اس کا مقابل بھی کھڑا ہو گیا اور وہ پہلے سے زیادہ سمجھدار تھا، پھر اس نے کہا کہ واقعی آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ سے ہی فیصلہ کیجئے اور مجھے بھی گفتگو کی اجازت دیجیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہو، اس شخص نے کہا کہ میرا بیٹا اس شخص کے یہاں مزدوری پر کام کرتا تھا پھر اس نے اس کی عورت سے زنا کر لیا، میں نے اس کے فدیہ میں اسے سو بکری اور ایک خادم دیا، پھر میں نے بعض علم والوں سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے لڑکے پر سو کوڑے اور ایک سال شہر بدر ہونے کی حد واجب ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان کتاب اللہ ہی کے مطابق فیصلہ کروں گا سو بکریاں اور خادم تمہیں واپس ہوں گے اور تمہارے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے اسے جلاوطن کیا جائے گا اور اے انیس! صبح کو اس کی عورت کے پاس جانا اگر وہ (زنا کا) اقرار کر لے تو اسے رجم کر دو۔ چنانچہ وہ صبح کو اس کے پاس گئے اور اس نے اقرار کر لیا اور انہوں نے رجم کر دیا۔ علی بن عبداللہ مدینی کہتے ہیں میں نے سفیان بن عیینہ سے پوچھا جس شخص کا بیٹا تھا اس نے یوں نہیں کہا کہ ان عالموں نے مجھ سے بیان کیا کہ تیرے بیٹے پر رجم ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھ کو اس میں شک ہے کہ زہری سے میں نے سنا ہے یا نہیں، اس لیے میں نے اس کو کبھی بیان کیا کبھی نہیں بیان کیا بلکہ سکوت کیا۔





زانی اپنے زنا کا ایک مرتبہ بھی اقرار کرے تو کافی ہوتا ہے اگرچہ امام حد لگانے سے پہلے اس سے پوری تحقیق کرے گا کہ اس سے سوال کرے کہ تو دیوانہ تو نہیں ہے، شاید کہ تو نے صرف دیکھا ہو یا تقبیل ہی کی ہو، چار دفعہ اقرار کا ذکر بھی آتا ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عورت کے اعتراف کرنے کے بارہ میں ہے۔



٦٨٢٩ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بۡنُ عَبۡدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفۡيَانُ، عَنِ الزُّهۡرِيِّ، عَنۡ عُبَيۡدِ اللّٰهِ، عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا، قَالَ: قَالَ عُمَرُ "لَقَدۡ خَشِيتُ أَنۡ يَطُولَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ،

حَتَّى يَقُولَ قَائِلٌ: لَا نَجِدُ الرَّجْمَ فِي كِتَابِ اللهِ، فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللهُ، أَلَا وَإِنَّ الرَّجْمَ حَقٌّ عَلَى مَنْ زَنَى، وَقَدْ أَحْصَنَ إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ، أَوْ كَانَ الْحَبَلُ، أَوِ الِاعْتِرَافُ"، قَالَ سُفْيَانُ: كَذَا حَفِظْتُ: "أَلَا وَقَدْ رَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ".

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے عبیداللہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں ڈرتا ہوں کہ کہیں زیادہ وقت گزر جائے اور کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ کتاب اللہ میں تو رجم کا حکم ہمیں کہیں نہیں ملتا اور اس طرح وہ اللہ کے ایک فریضہ کو چھوڑ کر گمراہ ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ رجم کا حکم اس شخص کے لیے فرض ہے جس نے شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کیا ہو بشرطیکہ صحیح شرعی گواہیوں سے ثابت ہو جائے یا حمل ہو یا کوئی خود اقرار کرے۔ سفیان نے بیان کیا کہ میں نے اسی طرح یاد کیا تھا آگاہ ہو جاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا تھا اور آپ کے بعد ہم نے رجم کیا تھا۔

۳۱۔ بَابُ رَجْمِ الْحُبْلَى مِنَ الزِّنَا إِذَا أَحْصَنَتْ:



باب: زنا سے حاملہ ہونے والی عورت کو رجم کرنے کا بیان جب کہ وہ شادی شدہ ہو

۶۸۳۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "كُنْتُ أُقْرِئُ رِجَالًا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مِنْهُمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، فَبَيْنَمَا أَنَا فِي مَنْزِلِهِ بِمِنًى، وَهُوَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي آخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا، إِذْ رَجَعَ إِلَيَّ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، فَقَالَ لَوْ رَأَيْتَ رَجُلًا أَتَى أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ الْيَوْمَ، فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ: هَلْ لَكَ فِي فُلَانٍ يَقُولُ: لَوْ قَدْ مَاتَ عُمَرُ، لَقَدْ بَايَعْتُ فُلَانًا، فَوَاللهِ مَا كَانَتْ بَيْعَةُ أَبِي بَكْرٍ إِلَّا فَلْتَةً فَتَمَّتْ، فَغَضِبَ عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ: إِنِّي إِنْ شَاءَ اللهُ لَقَائِمٌ الْعَشِيَّةَ فِي النَّاسِ فَمُحَذِّرُهُمْ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَغْصِبُوهُمْ أُمُورَهُمْ، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ: لَا تَفْعَلْ فَإِنَّ الْمَوْسِمَ يَجْمَعُ رَعَاعَ النَّاسِ وَغَوْغَاءَهُمْ، فَإِنَّهُمْ هُمُ الَّذِينَ يَغْلِبُونَ عَلَى قُرْبِكَ حِينَ تَقُومُ فِي النَّاسِ، وَأَنَا أَخْشَى أَنْ تَقُومَ فَتَقُولَ مَقَالَةً يُطَيِّرُهَا عَنْكَ كُلُّ مُطَيِّرٍ، وَأَنْ لَا يَعُوهَا، وَأَنْ لَا يَضَعُوهَا عَلَى مَوَاضِعِهَا، فَأَمْهِلْ حَتَّى تَقْدَمَ الْمَدِينَةَ، فَإِنَّهَا دَارُ الْهِجْرَةِ وَالسُّنَّةِ، فَتَخْلُصَ بِأَهْلِ الْفِقْهِ، وَأَشْرَافِ النَّاسِ، فَتَقُولَ مَا قُلْتَ مُتَمَكِّنًا، فَيَعِي أَهْلُ الْعِلْمِ مَقَالَتَكَ، وَيَضَعُونَهَا عَلَى مَوَاضِعِهَا، فَقَالَ عُمَرُ: أَمَا وَاللهِ إِنْ شَاءَ اللهُ لَأَقُومَنَّ بِذَلِكَ أَوَّلَ



مَقَامٍ أَقُومُهُ بِالْمَدِينَةِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فِي عُقْبِ ذِي الْحَجَّةِ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، عَجَّلْتُ الرَّوَاحَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ، حَتَّى أَجِدَ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ جَالِسًا إِلَى رُكْنِ الْمِنْبَرِ، فَجَلَسْتُ حَوْلَهُ تَمَسُّ رُكْبَتِي رُكْبَتَهُ، فَلَمْ أَنْشَبْ أَنْ خَرَجَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَلَمَّا رَأَيْتُهُ مُقْبِلًا، قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ: لَيَقُولَنَّ الْعَشِيَّةَ مَقَالَةً لَمْ يَقُلْهَا مُنْذُ اسْتُخْلِفَ، فَأَنْكَرَ عَلَيَّ، وَقَالَ: مَا عَسَيْتَ أَنْ يَقُولَ مَا لَمْ يَقُلْ قَبْلَهُ، فَجَلَسَ عُمَرُ عَلَى الْمِنْبَرِ. فَلَمَّا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُونَ، قَامَ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ. فَإِنِّي قَائِلٌ لَكُمْ مَقَالَةً قَدْ قُدِّرَ لِي أَنْ أَقُولَهَا، لَا أَدْرِي لَعَلَّهَا بَيْنَ يَدَيْ أَجَلِي، فَمَنْ عَقَلَهَا وَوَعَاهَا فَلْيُحَدِّثْ بِهَا حَيْثُ انْتَهَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ، وَمَنْ خَشِيَ أَنْ لَا يَعْقِلَهَا فَلَا أُحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَكْذِبَ عَلَيَّ. إِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ، وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ. فَكَانَ مِمَّا أَنْزَلَ اللهُ آيَةُ الرَّجْمِ، فَقَرَأْنَاهَا وَعَقَلْنَاهَا وَوَعَيْنَاهَا، رَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ، فَأَخْشَى إِنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ، أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ: وَاللهِ مَا نَجِدُ آيَةَ الرَّجْمِ فِي كِتَابِ اللهِ، فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللهُ، وَالرَّجْمُ فِي كِتَابِ اللهِ حَقٌّ عَلَى مَنْ زَنَى، إِذَا أُحْصِنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ، إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ، أَوْ كَانَ الْحَبَلُ. أَوِ الِاعْتِرَافُ. ثُمَّ إِنَّا كُنَّا نَقْرَأُ فِيمَا نَقْرَأُ مِنْ كِتَابِ اللهِ، أَنْ لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ فَإِنَّهُ كُفْرٌ بِكُمْ. أَنْ تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ. أَوْ إِنَّ كُفْرًا بِكُمْ أَنْ تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ. أَلَا ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تُطْرُونِي كَمَا أُطْرِيَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، وَقُولُوا: عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ، ثُمَّ إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّ قَائِلًا مِنْكُمْ يَقُولُ: وَاللهِ لَوْ قَدْ مَاتَ عُمَرُ بَايَعْتُ فُلَانًا، فَلَا يَغْتَرَّنَّ امْرُؤٌ أَنْ يَقُولَ: إِنَّمَا كَانَتْ بَيْعَةُ أَبِي بَكْرٍ فَلْتَةً وَتَمَّتْ، أَلَا وَإِنَّهَا قَدْ كَانَتْ كَذَلِكَ، وَلَكِنَّ اللهَ وَقَى شَرَّهَا، وَلَيْسَ مِنْكُمْ مَنْ تُقْطَعُ الْأَعْنَاقُ إِلَيْهِ مِثْلُ أَبِي بَكْرٍ، مَنْ بَايَعَ رَجُلًا عَنْ غَيْرِ مَشُورَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ. فَلَا يُبَايَعُ هُوَ: وَلَا الَّذِي بَايَعَهُ تَغِرَّةً أَنْ يُقْتَلَا، وَإِنَّهُ قَدْ كَانَ مِنْ خَبَرِنَا حِينَ تَوَفَّى اللهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ الْأَنْصَارَ خَالَفُونَا، وَاجْتَمَعُوا بِأَسْرِهِمْ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ، وَخَالَفَ عَنَّا عَلِيٌّ، وَالزُّبَيْرُ، وَمَنْ مَعَهُمَا، وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُونَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ. فَقُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ: يَا أَبَا بَكْرٍ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى إِخْوَانِنَا هَؤُلَاءِ مِنَ الْأَنْصَارِ. فَانْطَلَقْنَا نُرِيدُهُمْ. فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْهُمْ، لَقِيَنَا مِنْهُمْ رَجُلَانِ صَالِحَانِ، فَذَكَرَا مَا تَمَالَأَ عَلَيْهِ الْقَوْمُ، فَقَالَا: أَيْنَ تُرِيدُونَ يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ؟ فَقُلْنَا: نُرِيدُ






إِخْوَانَنَا هَؤُلَاءِ مِنَ الْأَنْصَارِ. فَقَالَا: لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَقْرَبُوهُمْ، اقْضُوا أَمْرَكُمْ. فَقُلْتُ: وَاللهِ لَنَأْتِيَنَّهُمْ، فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَاهُمْ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ، فَإِذَا رَجُلٌ مُزَمَّلٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ، فَقُلْتُ مَنْ هَذَا؟ فَقَالُوا: هَذَا سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ. فَقُلْتُ: مَا لَهُ قَالُوا: يُوعَكُ. فَلَمَّا جَلَسْنَا قَلِيلًا تَشَهَّدَ خَطِيبُهُمْ، فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ: فَنَحْنُ أَنْصَارُ اللهِ وَكَتِيبَةُ الْإِسْلَامِ، وَأَنْتُمْ مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ رَهْطٌ وَقَدْ دَفَّتْ دَافَّةٌ مِنْ قَوْمِكُمْ، فَإِذَا هُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يَخْتَزِلُونَا مِنْ أَصْلِنَا، وَأَنْ يَحْضُنُونَا مِنَ الْأَمْرِ. فَلَمَّا سَكَتَ، أَرَدْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ. وَكُنْتُ قَدْ زَوَّرْتُ مَقَالَةً أَعْجَبَتْنِي، أُرِيدُ أَنْ أُقَدِّمَهَا بَيْنَ يَدَيْ أَبِي بَكْرٍ، وَكُنْتُ أُدَارِي مِنْهُ بَعْضَ الْحَدِّ. فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: عَلَى رِسْلِكَ، فَكَرِهْتُ أَنْ أُغْضِبَهُ، فَتَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ، فَكَانَ هُوَ أَحْلَمَ مِنِّي، وَأَوْقَرَ وَاللهِ مَا تَرَكَ مِنْ كَلِمَةٍ أَعْجَبَتْنِي فِي تَزْوِيرِي إِلَّا قَالَ فِي بَدِيهَتِهِ مِثْلَهَا، أَوْ أَفْضَلَ مِنْهَا، حَتَّى سَكَتَ، فَقَالَ: مَا ذَكَرْتُمْ فِيكُمْ مِنْ خَيْرٍ فَأَنْتُمْ لَهُ أَهْلٌ، وَلَنْ يُعْرَفَ هَذَا الْأَمْرُ إِلَّا لِهَذَا الْحَيِّ مِنْ قُرَيْشٍ، هُمْ أَوْسَطُ الْعَرَبِ نَسَبًا، وَدَارًا، وَقَدْ رَضِيتُ لَكُمْ أَحَدَ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ، فَبَايِعُوا أَيَّهُمَا شِئْتُمْ. فَأَخَذَ بِيَدِي وَبِيَدِ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ، وَهُوَ جَالِسٌ بَيْنَنَا فَلَمْ أَكْرَهْ مِمَّا قَالَ غَيْرَهَا، كَانَ وَاللهِ أَنْ أُقَدَّمَ فَتُضْرَبَ عُنُقِي لَا يُقَرِّبُنِي ذَلِكَ مِنْ إِثْمٍ، أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَتَأَمَّرَ عَلَى قَوْمٍ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ، اللَّهُمَّ إِلَّا أَنْ تُسَوِّلَ إِلَيَّ نَفْسِي عِنْدَ الْمَوْتِ شَيْئًا لَا أَجِدُهُ الْآنَ. فَقَالَ قَائِلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: أَنَا جُذَيْلُهَا الْمُحَكَّكُ، وَعُذَيْقُهَا الْمُرَجَّبُ، مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، فَكَثُرَ اللَّغَطُ وَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ حَتَّى فَرِقْتُ مِنَ الِاخْتِلَافِ، فَقُلْتُ: ابْسُطْ يَدَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ، فَبَسَطَ يَدَهُ فَبَايَعْتُهُ، وَبَايَعَهُ الْمُهَاجِرُونَ، ثُمَّ بَايَعَتْهُ الْأَنْصَارُ، وَنَزَوْنَا عَلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ. فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ: قَتَلْتُمْ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ. فَقُلْتُ: قَتَلَ اللهُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ، قَالَ عُمَرُ وَإِنَّا: وَاللهِ مَا وَجَدْنَا فِيمَا حَضَرْنَا مِنْ أَمْرٍ أَقْوَى مِنْ مُبَايَعَةِ أَبِي بَكْرٍ، خَشِينَا إِنْ فَارَقْنَا الْقَوْمَ وَلَمْ تَكُنْ بَيْعَةٌ، أَنْ يُبَايِعُوا رَجُلًا مِنْهُمْ بَعْدَنَا، فَإِمَّا بَايَعْنَاهُمْ عَلَى مَا لَا نَرْضَى، وَإِمَّا نُخَالِفُهُمْ فَيَكُونُ فَسَادٌ، فَمَنْ بَايَعَ رَجُلًا عَلَى غَيْرِ مَشُورَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَلَا يُتَابَعُ هُوَ وَلَا الَّذِي بَايَعَهُ تَغِرَّةً أَنْ يُقْتَلَا".





ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے صالح بن کیسان نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے اور ان سے ابن عباس

رضی اللہ عنہمانے بیان کیا کہ میں کئی مہاجرین کو (قرآن مجید) پڑھایا کرتا تھا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی ان میں سے ایک تھے۔ ابھی میں منیٰ میں ان کے مکان پر تھا اور وہ عمر رضی اللہ عنہ کے آخری حج میں (سنہ ۲۳ ھ) ان کے ساتھ تھے کہ وہ میرے پاس لوٹ کر آئے اور کہا کہ کاش تم اس شخص کو دیکھتے جو آج امیرالمؤمنین کے پاس آیا تھا۔ اس نے کہا کہ اے امیرالمؤمنین! کیا آپ فلاں صاحب سے یہ پوچھ گچھ کریں گے جو یہ کہتے ہیں کہ اگر عمر کا انتقال ہو گیا تو میں فلاں صاحب طلحہ بن عبیداللہ سے بیعت کروں گا کیونکہ واللہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بغیر سوچے سمجھے بیعت تو اچانک ہو گئی اور پھر وہ مکمل ہو گئی تھی۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ بہت غصہ ہوئے اور کہا میں ان شاء اللہ شام کے وقت لوگوں سے خطاب کروں گا اور انہیں ان لوگوں سے ڈراؤں گا جو زبردستی سے دخل در معقولات کرنا چاہتے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس پر میں نے عرض کیا: یا امیرالمؤمنین! ایسا نہ کیجئے۔ حج کے موسم میں کم سمجھی اور برے بھلے ہر ہی قسم کے لوگ جمع ہیں اور جب آپ خطاب کے لیے کھڑے ہوں گے تو آپ کے قریب یہی لوگ زیادہ ہوں گے اور مجھے ڈر ہے کہ آپ کھڑے ہو کر کوئی بات کہیں اور وہ چاروں طرف پھیل جائے، لیکن پھیلانے والے اسے صحیح طور پر یاد نہ رکھ سکیں گے اور اس کے غلط معانی پھیلانے لگیں گے، اس لیے مدینہ منورہ پہنچنے تک کا انتظار کر لیجئے کیونکہ وہ ہجرت اور سنت کا مقام ہے۔ وہاں آپ کو خالص دینی سمجھ بوجھ رکھنے والے اور شریف لوگ ملیں گے، وہاں آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں اعتماد کے ساتھ ہی فرما سکیں گے اور علم والے آپ کی باتوں کو یاد بھی رکھیں گے اور جو صحیح مطلب ہے وہی بیان کریں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں اچھا اللہ کی قسم میں مدینہ منورہ پہنچتے ہی سب سے پہلے لوگوں کو اسی مضمون کا خطبہ دوں گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ پھر ہم ذی الحجہ کے مہینہ کے آخر میں مدینہ منورہ پہنچے۔ جمعہ کے دن سورج ڈھلتے ہی ہم نے (مسجد نبوی) پہنچنے میں جلدی کی اور میں نے دیکھا کہ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل ممبر کی جڑ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔ میرا ٹخنہ ان کے ٹخنے سے لگا ہوا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں عمر رضی اللہ عنہ بھی باہر نکلے، جب میں نے انہیں آتے دیکھا تو سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے میں نے کہا کہ آج عمر رضی اللہ عنہ ایسی بات کہیں گے جو انہوں نے اس سے پہلے خلیفہ بنائے جانے کے بعد کبھی نہیں کہی تھی۔ لیکن انہوں نے اس کو نہ مانا اور کہا کہ میں تو نہیں سمجھتا کہ آپ کوئی ایسی بات کہیں گے جو پہلے کبھی نہیں کہی تھی۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ ممبر پر بیٹھے اور جب مؤذن اذان دے کر خاموش ہوا تو آپ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی ثنا اس کی شان کے مطابق بیان کرنے کے بعد فرمایا: امابعد! آج میں تم سے ایک ایسی بات کہوں گا جس کا کہنا میری تقدیر میں لکھا ہوا تھا، مجھ کو نہیں معلوم کہ شاید میری یہ گفتگو موت کے قریب کی آخری گفتگو ہو۔ پس جو کوئی اسے سمجھے اور محفوظ رکھے اسے چاہئے کہ اس بات کو اس جگہ تک پہنچا دے جہاں تک اس کی سواری اسے لے جا سکتی ہے اور جسے خوف ہو کہ اس نے بات نہیں سمجھی ہے تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ





میری طرف غلط بات منسوب کرے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اور آپ پر کتاب نازل کی، کتاب اللہ کی صورت میں جو کچھ آپ پر نازل ہوا، ان میں آیت رجم بھی تھی۔ ہم نے اسے پڑھا تھا سمجھا تھا اور یاد رکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود (اپنے زمانہ میں) رجم کرایا۔ پھر آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر وقت یوں ہی آگے بڑھتا رہا تو کہیں کوئی یہ نہ دعویٰ کر بیٹھے کہ رجم کی آیت ہم کتاب اللہ میں نہیں پاتے اور اس طرح وہ اس فریضہ کو چھوڑ کر گمراہ ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تھا۔ یقیناً رجم کا حکم کتاب اللہ سے اس شخص کے لیے ثابت ہے جس نے شادی ہونے کے بعد زنا کیا ہو۔ خواہ مرد ہوں یا عورتیں، بشرطیکہ گواہی مکمل ہو جائے یا حمل ظاہر ہو یا وہ خود اقرار کرلے پھر کتاب اللہ کی آیتوں میں ہم یہ بھی پڑھتے تھے کہ اپنے حقیقی باپ دادوں کے سوا دوسروں کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہ کرو۔ کیونکہ یہ تمہارا کفر اور انکار ہے کہ تم اپنے اصل باپ دادوں کے سوا دوسروں کی طرف اپنی نسبت کرو۔ ہاں اور سن لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میری تعریف حد سے بڑھا کر نہ کرنا جس طرح عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی حد سے بڑھا کر تعریفیں کی گئیں (ان کو اللہ کا بیٹا بنا دیا گیا) بلکہ (میرے لیے صرف یہ کہو کہ) میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے کسی نے یوں کہا ہے کہ واللہ اگر عمر کا انتقال ہو گیا تو میں فلاں سے بیعت کروں گا دیکھو تم میں سے کسی کو یہ دھوکا نہ ہو کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ناگاہ ہوئی اور اللہ نے ناگہانی بیعت میں جو برائی ہوئی ہے اس سے تم کو بچائے رکھا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے محفوظ رکھا اور تم میں کوئی شخص ایسا نہیں جو ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا متقی، خدا ترس ہو۔ تم میں کون ہے جس سے ملنے کے لیے اونٹ چلائے جاتے ہوں۔ دیکھو خیال رکھو کوئی شخص کسی سے بغیر مسلمانوں کے صلاح مشورہ اور اتفاق اور غلبہ آراء کے بغیر بیعت نہ کرے جو کوئی ایسا کرے گا اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ بیعت کرنے والا اور بیعت لینے والا دونوں اپنی جان گنوا دیں گے اور سن لو بلاشبہ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے بہتر تھے البتہ انصار نے ہماری مخالفت کی تھی اور وہ سب لوگ سقیفہ بن ساعدہ میں جمع ہو گئے تھے۔ اسی طرح علی اور زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں نے بھی ہماری مخالفت کی تھی اور باقی مہاجرین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ اس وقت میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابوبکر! ہمیں اپنے ان انصاری بھائیوں کے پاس لے چلیے۔ چنانچہ ہم ان سے ملاقات کے ارادہ سے چل پڑے۔ جب ہم ان کے قریب پہنچے تو ہماری، انہیں کے دو نیک لوگوں سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے ہم سے بیان کیا کہ انصاری آدمیوں نے یہ بات ٹھہرائی ہے کہ (سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنائیں) اور انہوں نے پوچھا حضرات مہاجرین آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں۔ ہم نے کہا کہ ہم اپنے ان انصاری بھائیوں کے پاس جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ لوگ ہرگز وہاں نہ جائیں بلکہ خود جو کرنا ہے کر ڈالو لیکن میں نے کہا کہ بخدا ہم ضرور جائیں گے۔





چنانچہ ہم آگے بڑھے اور انصار کے پاس سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچے مجلس میں ایک صاحب (سردار خزرج) چادر اپنے سارے جسم پر لپیٹے درمیان میں بیٹھے تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں تو لوگوں نے بتایا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے پوچھا کہ انہیں کیا ہو گیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ بخار آ رہا ہے۔ پھر ہمارے تھوڑی دیر تک بیٹھنے کے بعد ان کے خطیب نے کلمہ شہادت پڑھا اور اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق تعریف کی۔ پھر کہا: اما بعد! ہم اللہ کے دین کے مددگار (انصار) اور اسلام کے لشکر ہیں اور تم اے گروہ مہاجرین! کم تعداد میں ہو۔ تمہاری یہ تھوڑی سی تعداد اپنی قوم قریش سے نکل کر ہم لوگوں میں آ رہے ہو۔ تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ ہماری بیخ کنی کر دو اور ہم کو خلافت سے محروم کر کے آپ خلیفہ بن بیٹھو یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ جب وہ خطبہ پورا کر چکے تو میں نے بولنا چاہا۔ میں نے ایک عمدہ تقریر اپنے ذہن میں ترتیب دے رکھی تھی۔ میری بڑی خواہش تھی کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بات کرنے سے پہلے ہی میں اس کو شروع کر دوں اور انصار کی تقریر سے جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو غصہ پیدا ہوا ہے اس کو دور کر دوں جب میں نے بات کرنی چاہی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا ذرا ٹھہرو میں نے ان کو ناراض کرنا برا جانا۔ آخر انہوں نے ہی تقریر شروع کی اور اللہ کی قسم! وہ مجھ سے زیادہ عقلمند اور مجھ سے زیادہ سنجیدہ اور متین تھے۔ میں نے جو تقریر اپنے دل میں سوچ لی تھی اس میں سے انہوں نے کوئی بات نہیں چھوڑی۔ فی البدیہہ وہی کہی بلکہ اس سے بھی بہتر پھر وہ خاموش ہو گئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ انصاری بھائیو! تم نے جو اپنی فضیلت اور بزرگی بیان کی ہے وہ سب درست ہے اور تم بیشک اس کے لیے سزاوار ہو مگر خلافت قریش کے سوا اور کسی خاندان والوں کے لیے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ قریش از روئے نسب اور از روئے خاندان تمام عرب قوموں میں بڑھ چڑھ کر ہیں اب تم لوگ ایسا کرو کہ ان دو آدمیوں میں سے کسی سے بیعت کر لو۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے میرا اور ابو عبیدہ بن جراح کا ہاتھ تھاما وہ ہمارے بیچ میں بیٹھے ہوئے تھے، ان ساری گفتگو میں صرف یہی ایک بات مجھ سے میرے سوا ہوئی۔ واللہ میں آگے کر دیا جاتا اور بے گناہ میری گردن مار دی جاتی تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند تھا کہ مجھے ایک ایسی قوم کا امیر بنایا جاتا جس میں ابو بکر رضی اللہ عنہ خود موجود ہوں۔ میرا اب تک یہی خیال ہے یہ اور بات ہے کہ وقت پر نفس مجھے بہکا دے اور میں کوئی دوسرا خیال کروں جو اب نہیں کرتا۔ پھر انصار میں سے ایک کہنے والا حباب بن منذر یوں کہنے لگا سنو سنو میں ایک لکڑی ہوں کہ جس سے اونٹ اپنا بدن رگڑ کر کھجلی کی تکلیف رفع کرتے ہیں اور میں وہ باڑ ہوں جو درختوں کے اردگرد حفاظت کے لیے لگائی جاتی ہے۔ میں ایک عمدہ تدبیر بتاتا ہوں ایسا کرو دو خلیفہ رہیں (دونوں مل کر کام کریں) ایک ہماری قوم کا اور ایک قریش والوں کا۔ مہاجرین قوم کا اب خوب شور غل ہونے لگا کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ کہتا۔ میں ڈر گیا کہ کہیں مسلمانوں میں پھوٹ نہ پڑ جائے آخر میں کہہ اٹھا ابو بکر! اپنا ہاتھ بڑھاؤ، انہوں نے ہاتھ بڑھایا میں نے ان سے بیعت کی اور مہاجرین جتنے وہاں موجود تھے انہوں نے بھی بیعت کر لی پھر انصاریوں نے بھی بیعت کر لی (چلو جھگڑا





تمام ہوا جو منظور الٰہی تھا وہی ظاہر ہوا) اس کے بعد ہم سعد بن عبادہ کی طرف بڑھے (انہوں نے بیعت نہیں کی) ایک شخص انصار میں سے کہنے لگا: بھائیو! بیچارے سعد بن عبادہ کا تم نے خون کر ڈالا۔ میں نے کہا اللہ اس کا خون کرے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس خطبے میں یہ بھی فرمایا اس وقت ہم کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے زیادہ کوئی چیز ضروری معلوم نہیں ہوتی کیونکہ ہم کو ڈر پیدا ہوا کہیں ایسا نہ ہو ہم لوگوں سے جدا رہیں اور ابھی انہوں نے کسی سے بیعت نہ کی ہو وہ کسی اور شخص سے بیعت کر بیٹھیں تب دو صورتوں سے خالی نہیں ہوتا یا تو ہم بھی جبراً و قہراً اسی سے بیعت کر لیتے یا لوگوں کی مخالفت کرتے تو آپس میں فساد پیدا ہوتا (پھوٹ پڑ جاتی) دیکھو پھر یہی کہتا ہوں جو شخص کسی سے بن سوچے سمجھے، بن صلاح و مشورہ بیعت کر لے تو دوسرے لوگ بیعت کرنے والے کی پیروی نہ کرے، نہ اس کی جس سے بیعت کی گئی ہے کیونکہ وہ دونوں اپنی جان گنوائیں گے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ اگر کوئی عورت حاملہ پائی جائے تو اسے رجم کر دیا جائیگا جب کہ اس نے زنا کے وقت شور نہ ڈالا ہو یا وہ بینہ قائم کر دے کہ اس سے اکراہ ہوا ہے۔ شوافع اور احناف کے ہاں حمل کی صورت میں رجم نہیں کیا جائیگا ہاں اگر وہ عورت اقرار کرے کہ میں نے زنا اپنی مرضی سے کیا ہے تو رجم کی جائیگی، اور اگر وہ حاملہ ہو اور زنا کا اقرار نہ کرے اور کہے کہ مجھ سے جبر ہوا ہے اور زنا کے وقت اس نے شور نہ ڈالا ہو تو اس صورت میں اسے رجم نہیں کیا جائیگا۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد میں فلاں کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسے امیر بنالوں گا، کوئی دوسرا کہتا تھا کہ میں تو فلاں کو امیر بناؤں گا، جب میں بیعت کرلوں گا تو رفتہ رفتہ دیگر لوگ بھی اس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں گے، اور میری بیعت اس طرح کامیاب ہو جائے گی، جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کامیاب ہوگئی تھی، حضرت عمر فاروق نے کہا کہ واقعی حضرت ابو بکر صدیق کی بیعت کامیاب ہوئی تھی، وہ اتفاقاً سقیفہ بنی ساعدہ میں گئے تھے تاکہ دو الگ الگ امیر بنانے تک نوبت نہ پہنچ جائے اور امت مسلمہ کہیں اپنے آغاز میں ہی دو دھڑوں میں تقسیم نہ ہو جائے، لہٰذا وہاں حضرت ابو بکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت ہوگئی اور سب نے بیعت کر لی تھی، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مثالی آدمی تھے ان کے مقابلہ میں کوئی دوسرا کھڑا ہونے کے لیے تیار نہ تھا۔ انہیں لوگ گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھا کرتے تھے اور دور دراز سے ان کی زیارت کے لیے آیا کرتے تھے، اس لیے ان کی بیعت میں کسی کا اختلاف نہیں ہوا، اب تم میں ان جیسا کوئی نہیں ہے، لہٰذا اب کوئی شخص دیگر لوگوں کی مشاورت کے بغیر کسی کے ہاتھ پر بیعت نہ کرے، اگر کوئی شخص دیگر لوگوں کی مشاورت کے بغیر کسی کے ہاتھ پر بیعت کرے گا تو بیعت کرنے والے اور بیعت لینے والے کو قتل کر دیا جائے گا۔



اس حدیث میں دوسرا مسئلہ حد رجم کا ذکر ہوا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قرآن کریم میں رجم کی آیت موجود تھی ہم نے اسے پڑھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کیا اور حد رجم کو نافذ کیا، اور آپ کے بعد ہم نے اس پر عمل کیا، اسکے بعد اس آیت کی تلاوت منسوخ کر دی گئی لیکن اس کا حکم باقی رکھا گیا، مجھے ڈر ہے کہ مدت مدید کے



بعد لوگ کہیں یہ نہ کہنا شروع کر دیں کہ رجم کا حکم قرآن میں نہیں ہے اور اس فریضہ کو چھوڑ کر گمراہ نہ ہو جائیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے یہ قرآن کریم کی آیت ہے اگر لوگ یہ نہ کہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن میں اضافہ کر دیا ہے تو میں آیت رجم کو قرآن میں لکھ دیتا، کیونکہ ان کی رائے یہ تھی کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی اس لیے لکھنا چاہتے تھے۔

۳۲۔ بَابُ الْبِكْرَانِ يُجْلَدَانِ وَيُنْفَيَانِ:

باب: غیر شادی شدہ مرد و عورت کو کوڑے مارے جائیں اور ملک بدر کیا جائے

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۲ الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۳ سورة النور آية ۲-۳ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ رَأْفَةٌ فِي إِقَامَةِ الْحَدِّ

اور دونوں کا دیس نکالا کر دیا جائے جیسا کہ سورۃ النور میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد پس تم ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ کے معاملہ میں ذرا شفقت نہ آنے پائے، اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخر کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور چاہیے کہ دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر رہے۔ یاد رکھو زنا کار مرد نکاح بھی کسی سے نہیں کرتا سوائے زنا کار عورت یا مشرکہ عورت کے اور زنا کار عورت کے ساتھ بھی کوئی نکاح نہیں کرتا سوائے زانی یا مشرک مرد کے اور اہل ایمان پر یہ حرام کر دیا گیا ہے۔ اور سفیان بن عیینہ نے «ولا تأخذكم بهما رأفة في دين الله» کی تفسیر میں کہا کہ ان کو حد لگانے میں رحم مت کرو۔



۶۸۳۱: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَأْمُرُ فِيمَنْ زَنَى وَلَمْ يُحْصَنْ، جَلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِيبَ عَامٍ".

ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالعزیز بن سلمہ نے بیان کیا، کہا ہم کو ابن شہاب نے خبر دی، انہیں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے اور ان سے زید بن خالد جہنی نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے بارے میں حکم دے رہے تھے جو غیر شادی شدہ ہوں اور زنا کیا ہو کہ سو کوڑے مارے جائیں اور سال بھر کے لیے جلاوطن کر دیا جائے۔



غیر شادی شدہ زانی کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے، مرد ہو یا عورت زنا کرنے پر دونوں کو یہ سزا دی

جائے گی، جب کہ غیر شادی شدہ ہو[1] بعض کہتے ہیں کہ مرد کو جلاوطن کرنا چاہیے، عورت کو نہیں، ایسے آزاد کو جلاوطن کرنا چاہیے، غلام کو نہیں۔

طحاوی نے عجیب دلیل بنائی ہے اور کہا ہے کہ لونڈی کے لئے جلاوطنی نہیں ہے، لہٰذا حرہ یعنی آزاد عورت کے لئے بھی نہیں ہے، جب کہ آزاد عورت کے لئے جلاوطنی نہیں ہے تو آزاد مرد کے لئے بھی نہیں ہے۔

حافظ نے کہا ہے کہ عجیب قیاس ہے کہ اگر عام کی تخصیص ہو جائے تو باقی کو بھی خراب کر دیا جائے، اگر دلیل سے لونڈی نکل جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حرہ (یعنی آزاد عورت) بھی نکل جائے اور اگر حرہ نکل جائے تو یہ نہیں کہ آزاد مرد کو بھی نکال دیا جائے، لہٰذا طحاوی کی بات لغو ہے۔

بعض احناف یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ کتاب اللہ میں سو کوڑوں کا ذکر ہے، اور اگر حدیث سے تغریب عام کی قید لگائی جائے تو اس سے کتاب اللہ پر زیادتی لازم آئے گی، حافظ نے کہا ہے کہ بہت سے مقامات میں احناف نے حدیث سے کتاب اللہ پر زیادتی کو قبول کیا ہے، اور خبر مشہور سے ان کے نزدیک بھی زیادتی اور اضافہ کرنا جائز ہے، اور تغریب کی

---

1 غیر محصن یعنی غیر شادی شدہ کو جلاوطن کیا جائے گا یا نہیں؟ اس مسئلہ کے بارہ میں علماء کے تین اقوال ہیں۔

1: شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک غیر شادی شدہ زانی مرد ہو یا عورت دونوں کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے، کیونکہ یہ سزا نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے اور آپ کے بعد خلفاء راشدین کا اس پر عمل رہا ہے۔

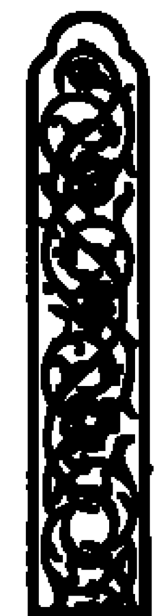
2: حنفیہ کے نزدیک غیر محصن زانی کی سزا سو کوڑے ہیں جلاوطنی نہیں ہے، خواہ مرد ہو یا عورت، ان کے نزدیک قرآن کریم میں سو کوڑوں کی سزا موجود ہے، تغریب عام کا ذکر نہیں ہے۔



اور ان کی دلیل وہ قاعدہ ہے جسے یہ عام استعمال کرتے ہیں اور وہ ہے الزیادة علی النص نسخ یعنی قرآن کی نص جو کہ سو کوڑے سزا پر مشتمل ہے، تغریب عام کی اس پر زیادتی سے نص کا نسخ لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے، حالانکہ ان کا یہ قاعدہ ہی درست نہیں ہے، کیونکہ اس سے نص کا منسوخ ہونا لازم نہیں آتا بلکہ اس سے نص کی تخصیص یا تقیید ہوتی ہے سورۃ نور میں اگرچہ سو کوڑوں کا ذکر ہے لیکن اس نص میں تغریب عام سے منع تو نہیں کیا گیا، بلکہ حدیث نبوی میں ایسی زائد سزا کا ذکر ہے جس سے آیت کریمہ ساکت ہے، لہٰذا یہ نسخ کو مستلزم نہیں ہے۔

3: مالکیہ کے نزدیک زانی مرد کو جلاوطنی کی سزا دی جائے گی، عورت کو نہیں، کیونکہ تغریب عام یعنی ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ثابت ہے تو دوسری طرف بغیر محرم کے عورت کے سفر کرنے کی ممانعت بھی ثابت ہے، تو ان میں تطبیق کی صورت یہی ہے کہ یہ سزا زانی مرد کو دی جائے، زانیہ عورت کو نہیں اس لئے کہ اسے جلاوطن کرنے میں فتنہ کا ڈر ہے، اور اس کے ساتھ اس کے محرم کو جلاوطنی کی سزا نہیں دی جاسکتی، اس کا جواب یہ ہے کہ اسلامی سزائیں دینا اور مجرموں کو حدیں لگانا اسلامی حکومت کا کام ہے لہٰذا جب عورت کو اسلامی حکومت کی نگرانی اور اس کی حفاظت میں جلاوطن یا علاقہ بدر کیا جائیگا تو فتنہ کا ڈر باقی نہیں رہے گا، اور بعض علماء کے نزدیک جلاوطنی کی سزا جیل میں ڈالنا ہے۔

دلیل کے اعتبار سے شوافع اور حنابلہ کا مذہب راجح ہے۔



حدیث بھی خبر مشہور ہے، لہٰذا اس سے ان کے ہاں کتاب اللہ پر اضافے کو مان لینا چاہیے، احناف کے ہاں کتاب اللہ پر حدیث سے زیادتی کو نسخ سمجھا جاتا ہے، ابن القیم نے کہا ہے کہ نسخ تو حکم کے اٹھ جانے سے ہوتا ہے اور یہاں تو حکم برقرار رہتا ہے، کیونکہ قرآن کریم کا سو کوڑے مارنے کا حکم ویسے ہی قائم ہے۔ اگر تغریب عام کا حکم نہ ہوتا تو کنوارے زانی کی سزا سو کوڑے ہی ہوتی، اب حدیث نبوی سے سو کوڑوں پر تغریب عام کا حکم زائد ہے اور اسے اپنانے سے سو کوڑوں کا حکم اٹھ نہیں گیا، لہٰذا یہ نسخ نہیں ہے۔ اگر اسے نسخ سمجھ لیا جائے تو جو حکم بھی نازل ہوگا تو اس سے پہلی شریعت کا منسوخ ہونا لازم آئیگا، کیونکہ اس طرح پہلے حکم پر اکتفاء نہیں ہوگا، اس کی مثال یوں سمجھیں کہ جیسے کوئی شخص دوسرے سے کہے، میں عنقریب تجھے دس روپے دوں گا اور دیتے وقت اسے بارہ روپے دے دے، تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ دس والا حکم منسوخ ہوگیا ہے، بارہ دیتے وقت دس والے حکم پر عمل ہوگیا ہے، تقریباً تین سو مقامات پر علماء نے خبر واحد سے کتاب اللہ کی تخصیص اور تقیید کی ہے، اور خبر مشہور سے تو حنفی بھی تقیید کے قائل ہیں لہٰذا یہ نسخ نہیں کہلائے گا۔

اب یہ مسئلہ ہے کہ کتنی دور تک زانی کو جلاوطن کیا جائیگا، تو یہ امام کی صوابدید پر چھوڑا جائیگا، امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خیبر یا بصرہ تک جلاوطن کیا کرتے تھے۔ اور اگر اس سے ارتداد کا ڈر ہو تو وہیں جیل میں بھی ڈالا جاسکتا ہے۔

٦٨٣٢: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ غَرَّبَ، ثُمَّ لَمْ تَزَلْ تِلْكَ السُّنَّةَ.

ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جلاوطن کیا تھا پھر یہی طریقہ قائم ہوگیا۔



٦٨٣٣: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَضَى فِيمَنْ زَنَى وَلَمْ يُحْصَنْ، بِنَفْيِ عَامٍ، بِإِقَامَةِ الْحَدِّ عَلَيْهِ".

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سعید بن مسیب نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے بارے میں جس نے زنا کیا تھا اور وہ غیر شادی شدہ تھا، حد قائم کرنے کے ساتھ ایک سال تک شہر بدر کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

٣٣-بَابُ نَفْيِ أَهْلِ الْمَعَاصِي وَالْمُخَنَّثِينَ:

باب: بدکاروں اور مخنثوں کا شہر بدر کرنا

٦٨٣٤: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِينَ مِنَ



الرِّجَالِ، وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ، وَقَالَ: أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ، وَأَخْرَجَ فُلَانًا، وَأَخْرَجَ عُمَرُ، فُلَانًا".

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو مخنث بنتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو مرد بنیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں اپنے گھروں سے نکال دو۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں کو گھر سے نکالا تھا اور عمر رضی اللہ عنہ نے فلاں کو نکالا تھا۔

۳۴۔ بَابُ مَنْ أَمَرَ غَيْرَ الإِمَامِ بِإِقَامَةِ الْحَدِّ غَائِبًا عَنْهُ:

باب: جو شخص حاکم اسلام کے پاس نہ ہو (کہیں اور رہو) لیکن اس کو حد لگانے کے لیے حکم دیا جائے

٦٨٣٥ - ٦٨٣٦: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ "أن رجلا من الأعراب جاء إلى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اقْضِ بِكِتَابِ اللهِ، فَقَامَ خَصْمُهُ، فَقَالَ: صَدَقَ اقْضِ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ بِكِتَابِ اللهِ: إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هَذَا فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ، فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ، فَافْتَدَيْتُ بِمِائَةٍ مِنَ الْغَنَمِ، وَوَلِيدَةٍ، ثُمَّ سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ، فَزَعَمُوا أَنَّ مَا عَلَى ابْنِي جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ، فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللهِ، أَمَّا الْغَنَمُ وَالْوَلِيدَةُ، فَرَدٌّ عَلَيْكَ، وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ، وَأَمَّا أَنْتَ يَا أُنَيْسُ فَاغْدُ عَلَى امْرَأَةِ هَذَا، فَارْجُمْهَا". فَغَدَا أُنَيْسٌ فَرَجَمَهَا.



ہم سے عاصم بن علی نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے عبید اللہ نے اور ان سے ابو ہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما نے کہ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کر دیں۔ اس پر دوسرے نے کھڑے ہو کر کہا کہ انہوں نے صحیح کہا یا رسول اللہ! ان کا کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں، میرا لڑکا ان کے یہاں مزدور تھا اور پھر اس نے ان کی بیوی کے ساتھ زنا کر لیا۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ میرے لڑکے کو رجم کیا جائے گا۔ چنانچہ میں نے سو بکریوں اور ایک کنیز کا فدیہ دیا۔ پھر میں نے اہل علم سے پوچھا تو ان کا خیال ہے کہ میرے لڑکے پر سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی لازمی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں



تم دونوں کا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کروں گا۔ بکریاں اور کنیز تمہیں واپس ملیں گی اور تمہارے لڑکے کو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ملے گی اور انیس! صبح اس عورت کے پاس جاؤ (اور اگر وہ اقرار کرے تو) اسے رجم کردو۔ چنانچہ انہوں نے اسے رجم کیا۔ (وہ عورت کہیں اور جگہ تھی) آپ نے اسے رجم کرنے کے لیے انیس کو بھیجا اسی سے باب کا مطلب نکلا۔ قسطلانی نے کہا کہ آپ نے جو انیس کو فریق ثانی کی جورو کے پاس بھیجا وہ زنا کی حد مارنے کے لیے نہیں بھیجا کیونکہ زنا کی حد لگانے کے لیے تجسس کرنا یا ڈھونڈنا بھی درست نہیں ہے اگر کوئی خود آ کر بھی زنا کا اقرار کرے اس کے لیے بھی تفتیش کرنا مستحب ہے یعنی یوں کہنا کہ شاید تو نے بوسہ دیا ہوگا یا مساس کیا ہوگا بلکہ آپ نے انیس کو صرف اس لیے بھیجا کہ اس عورت کو خبر کردیں کہ فلاں شخص نے تجھ پر زنا کی تہمت لگائی ہے۔ اب وہ حد قذف کا مطالبہ کرتی ہے یا معاف کرتی ہے۔ جب انیس اس کے پاس پہنچے تو اس عورت نے صاف طور پر زنا کا اقبال کیا۔ اس اقبال پر انیس رضی اللہ عنہ نے اس کو حد لگائی اور رجم کیا۔

کرمانی نے کہا ہے کہ اس ترکیب میں پیچیدگی ہے، چاہیے تھا لفظ غیر کی جگہ ضمیر لائی جاتی أی: من أمره الإمام بإقامة الحد غائبا عنه اور ابن ابطال نے کہا ہے کتاب الحدود کے آخر میں بایں الفاظ باب آنیوالا ہے "هل يأمر الإمام رجلًا فيضرب الحد غائبًا عنه" اور ان دونوں ابواب کا معنی ایک ہی ہے، لیکن حافظ نے کہا ہے کہ دونوں تراجم میں فرق ہے، یہاں اس ترجمہ باب میں "غائبًا عنه" کا لفظ مامور سے حال بن رہا ہے۔ اور مامور سے مراد حد لگانے والا ہے۔ اور آخر میں آنے والے ترجمہ باب میں غائبا عنہ کا لفظ اس شخص سے حال ہے جس کو حد لگانی ہے۔



٣٥۔ بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ وَاللهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَكُمْ وَاللهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

شرح بخاری





باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان اور تم میں سے جو کوئی طاقت نہ رکھتا ہو کہ آزاد مسلمان عورتوں میں سے نکاح کر سکے تو وہ تمہاری آپس کی مسلمان لونڈیوں میں سے جو تمہاری شرعی ملکیت میں ہوں نکاح کرے اور اللہ تمہارے ایمان سے خوب واقف ہے۔ تم سب آپس میں ایک ہو سو ان لونڈیوں کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کر لیا کرو اور ان کے مہر انہیں دے دیا کرو دستور کے موافق اس طرح کہ وہ قید نکاح میں لائی جائیں نہ کہ مستی نکالنے والیاں ہوں اور نہ چوری چھپے آشنائی



کرنے والیاں ہوں۔ پھر جب وہ لونڈی قید میں آجائیں اور پھر اگر وہ بے حیائی کا کام کریں تو ان کے لیے اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں کے لیے ہے۔ یہ اجازت اس لیے ہے جو تم میں سے بدکاری کا ڈر رکھتا ہو اور اگر تم صبر سے کام لو تو تمہارے حق میں کہیں بہتر ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔ باب قول اللہ تعالیٰ "ومن لم يستطع منكم طولا أن ينكح المحصنات۔۔۔"

اس آیت کریمہ میں لونڈی سے نکاح کا جواز دو شرطوں کے پائے جانے پر موقوف ہے، ایک یہ کہ محصن مومن عورت سے نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو اور دوسری شرط "ذلك لمن خشي العنت منكم" یعنی لونڈی سے نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا میں واقع ہونے کا ڈر ہو تو لونڈی سے نکاح کرنا جائز ہے، شوافع کے نزدیک یہ شرط اور قید معتبر ہے کہ جسے محصنہ اور مومنہ سے نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو وہ لونڈی سے نکاح کرسکتا ہے جب کہ لونڈی سے نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا میں واقع ہونے کا ڈر ہو، اور جس شخص کو آزاد عورت سے نکاح کرنے کی طاقت حاصل ہو وہ باندی سے نکاح نہیں کرسکتا، احناف کے نزدیک یہ معتبر نہیں ہے، آزاد کی طاقت ہو یا نہ ہو لونڈی سے نکاح کرسکتا ہے۔

(نوٹ: اس باب میں حدیث نہیں ہے۔)



۳۵م-بَابُ إِذَا زَنَتِ الأَمَةُ:

باب: جب کوئی کنیز زنا کرائے

۶۸۳۷-۶۸۳۸: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رضي الله عنهما، أن رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصَنْ؟ قَالَ: إِذَا زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ بِيعُوهَا وَلَوْ بِضَفِيرٍ". قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: لَا أَدْرِي بَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عبیداللہ بن عبداللہ نے اور انہیں ابوہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کنیز کے متعلق پوچھا گیا جو غیر شادی شدہ ہو اور زنا کرالیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ زنا کرائے تو اسے کوڑے مارو، اگر پھر زنا کرائے تو پھر کوڑے مارو، اگر پھر زنا کرائے تو پھر کوڑے مارو اور اسے بیچ ڈالو خواہ ایک رسی ہی قیمت میں ملے۔ ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے یقین نہیں کہ تیسری مرتبہ (کوڑے لگانے کے حکم) کے بعد یہ فرمایا یا چوتھی مرتبہ کے بعد۔

۳۶-بَابُ لَا يُثَرَّبُ عَلَى الأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَا تُنْفَى:

باب: لونڈی کو شرعی سزا دینے کے بعد پھر ملامت نہ کرے، نہ لونڈی جلاوطن کی جائے



٦٨٣٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَهُ، يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا زَنَتِ الأَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا، فَلْيَجْلِدْهَا وَلاَ يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا وَلاَ يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ، فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ". تَابَعَهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے سعید مقبری نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کنیز زنا کرائے اور اس کا زنا کھل جائے تو اسے کوڑے مارنے چاہئیں لیکن لعنت ملامت نہ کرنی چاہئے پھر اگر وہ دوبارہ زنا کرے تو پھر چاہئے کہ کوڑے مارے لیکن ملامت نہ کرے پھر اگر تیسری مرتبہ زنا کرائے تو بیچ دے خواہ بالوں کی ایک رسی ہی قیمت پر ہو۔ اس روایت کی متابعت اسماعیل بن امیہ نے سعید سے کی، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔



قولہ لَا يُثَرِّبُ اس حدیث میں زانیہ لونڈی کو جلاوطن کرنے کا ذکر نہیں ہے، صرف یہ ہے کہ اسے زنا کی حد لگاؤ اور ملامت نہ کرو، ویسے بھی لونڈی کی حد نصف ہوتی ہے، اور رجم کی طرح جلاوطنی کا نصف نہیں ہو سکتا، لہٰذا لونڈی پر نہ رجم ہے اور نہ ہی جلاوطنی کی سزا ہے۔

٣٧۔ بَابُ أَحْكَامِ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَإِحْصَانِهِمْ إِذَا زَنَوْا وَرُفِعُوا إِلَى الإِمَامِ:

باب: ذمیوں کے احکام اور اگر شادی کے بعد انہوں نے زنا کیا اور امام کے سامنے پیش ہوئے تو اس کے احکام کا بیان

٦٨٤٠: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى "عَنِ الرَّجْمِ، فَقَالَ: رَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: أَقَبْلَ النُّورِ أَمْ بَعْدَهُ؟ قَالَ: لاَ أَدْرِي؟". تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، وَخَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَالْمُحَارِبِيُّ، وَعَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: الْمَائِدَةِ، وَالأَوَّلُ أَصَحُّ.

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، کہا ہم سے شیبانی نے بیان کیا میں نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے رجم کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا تھا، میں نے پوچھا سورۃ النور سے پہلے یا اس کے بعد، انہوں نے بتلایا کہ مجھے معلوم نہیں۔ اس روایت کی متابعت علی بن مسہر، خالد بن عبداللہ المحاربی اور عبیدہ بن حمید نے شیبانی سے کی ہے

اور بعض نے (سورۃ النور کے بجائے) سورۃ المائدہ کا ذکر کیا ہے لیکن پہلی روایت صحیح ہے۔

اس ترجمہ باب سے مراد یہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کا احصان کیا ہے؟ کیا انہیں زنا کے بعد رجم کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ احناف کے نزدیک اہل کتاب کو رجم نہیں کیا جاسکتا جب کہ وہ زنا کا ارتکاب کریں۔ ہاں وہ مسلمان ہونے کے بعد زنا کریں تو انہیں رجم کی سزا دی جائے گی، لیکن اگر وہ کفر کی حالت میں زنا کریں تو انہیں رجم کی سزا نہیں دی جاسکتی۔

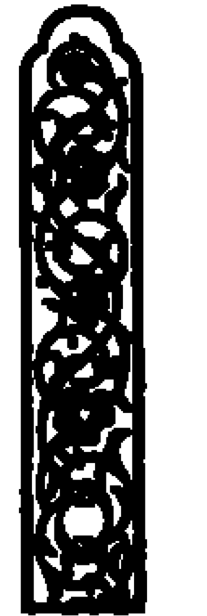
اور جو اس کے بعد آنے والی حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس یہودی مرد اور عورت کو لایا گیا جنہیں آپ نے رجم کرایا تھا تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اگر وہ مسلمان حکمران کو حکم بنالیں تو مسلمان حاکم ان کا فیصلہ شریعت اسلامیہ کے مطابق کرے گا، اور ان کے شادی شدہ زانیوں کو رجم کی سزا دے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اہل کتاب مسلمانوں کے ماتحت رہتے ہوں، تو احناف کے ہاں ہم ان پر اسلام کا قانون نافذ نہیں کریں گے، کیونکہ اسلام کے قوانین مسلمانوں کے لئے ہیں، اسی لیے ہم عیسائی شرابی پر حد نہیں لگاسکتے، اسی طرح انہیں سنگسار بھی نہیں کرسکتے، ہاں انہیں کوڑے لگاسکتے ہیں تاکہ ان کی اصلاح ہوسکے۔ امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ جب وہ اپنا فیصلہ کرانے کے لئے ہمارے پاس آئیں اور ہمیں حکم بنائیں تو ہم مَا أنزلَ الله کے مطابق ان کا فیصلہ کریں گے، جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ ایک یہودی اور یہودن کو آپ کے پاس لایا گیا، جنہوں نے زنا کا ارتکاب کیا تھا تو آپ نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا تھا، حنفی کہتے ہیں کہ آپ نے انہیں ان کی شریعت کے مطابق رجم کیا تھا، اسلامی حکم ان پر جاری نہیں کیا تھا، آپ نے فرمایا تھا، تورات لاؤ، وہ تورات لائے تو اس میں رجم کا حکم موجود تھا تو انہیں رجم کرنے کا حکم دیا، اسلامی حکم سے رجم نہیں کیا تھا۔



امام بخاری کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتی ہے فاذا حکمت فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے ما أنزلَ الله کے مطابق انہیں رجم کیا تھا اور مَا أنزلَ الله سے مراد اسلامی شریعت ہے، یہودیت یا عیسائیت مراد نہیں جو منسوخ ہوچکی ہیں۔

قوله أَقَبلَ النُّورِ أَمْ بَعْدَهُ قَالَ لَا أَدْرِي اس سے مقصود یہ ہے کہ سورۃ نور میں سو کوڑوں کی سزا کا ذکر ہے اور رجم کی سزا اگر سورۃ نور کے نزول سے پہلے دی جاتی تھی تو ہوسکتا ہے کہ رجم کی سزا سورۃ نور سے منسوخ ہوگئی ہو اور اگر رجم کی سزا سورۃ نور کے نزول کے بعد دی گئی ہو تو شادی شدہ زانی کے لئے رجم ہو اور اس کے لئے کوڑوں کی سزا منسوخ نہ ہو۔ تو عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لَا أَدْرِي کہ مجھے علم نہیں، مگر دلیل سے ثابت ہے کہ رجم کی سزا سورۃ نور کے نزول کے بعد بھی دی گئی ہے، کیونکہ سورۃ نور واقعہ افک میں نازل ہوئی ہے جو ۴ھ یا ۵ھ کا واقعہ ہے، اور رجم کرنے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ شامل ہوئے ہیں جو ۷ھ میں اسلام لائے تھے اور خلفاء راشدین کے ادوار خلافت میں رجم پر عمل ہوتا رہا ہے۔



٦٨٤١: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ قَالَ: "إِنَّ الْيَهُودَ جَاءُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، فَذَكَرُوا لَهُ أَنَّ رَجُلًا مِنْهُمْ وَامْرَأَةً زَنَيَا، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ فِي شَأْنِ الرَّجْمِ ؟ فَقَالُوا: نَفْضَحُهُمْ وَيُجْلَدُونَ، قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ: كَذَبْتُمْ، إِنَّ فِيهَا الرَّجْمَ، فَأَتَوْا بِالتَّوْرَاةِ فَنَشَرُوهَا، فَوَضَعَ أَحَدُهُمْ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ، فَقَرَأَ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ: ارْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ يَدَهُ فَإِذَا فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ، قَالُوا: صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ، فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ، فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرُجِمَا". فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ يَحْنِي عَلَى الْمَرْأَةِ يَقِيهَا الْحِجَارَةَ.

ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کاری کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تورات میں رجم کے متعلق کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم انہیں رسوا کرتے ہیں اور کوڑے لگاتے ہیں۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا کہ تم جھوٹے ہو اس میں رجم کا حکم موجود ہے۔ چنانچہ وہ تورات لائے اور کھولا۔ لیکن ان کے ایک شخص نے اپنا ہاتھ آیت رجم پر رکھ دیا اور اس سے پہلے اور بعد کا حصہ پڑھ دیا۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اپنا ہاتھ اٹھاؤ۔ اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے رجم کی آیت موجود تھی۔ پھر انہوں نے کہا: اے محمد! آپ نے سچ فرمایا کہ اس میں رجم کی آیت موجود ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور دونوں رجم کئے گئے۔ میں نے دیکھا کہ مرد عورت کو پتھروں سے بچانے کی کوشش میں اس پر جھکا جا رہا تھا۔



٣٨- بَابُ إِذَا رَمَى امْرَأَتَهُ أَوِ امْرَأَةَ غَيْرِهِ بِالزِّنَا عِنْدَ الْحَاكِمِ وَالنَّاسِ، هَلْ عَلَى الْحَاكِمِ أَنْ يَبْعَثَ إِلَيْهَا فَيَسْأَلَهَا عَمَّا رُمِيَتْ بِهِ:

باب: اگر حاکم کے سامنے کوئی شخص اپنی عورت کو یا کسی دوسرے کی عورت کو زنا کی تہمت لگائے تو کیا حاکم کو یہ لازم ہے کہ کسی شخص کو عورت کے پاس بھیج کر اس سے تہمت کا حال دریافت کرائے

٦٨٤٢ - ٦٨٤٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، أنهما أخبراه "أن رجلين اختصما إلى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا: اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ، وَقَالَ الْآخَرُ: وَهُوَ أَفْقَهُهُمَا، أَجَلْ يَا رَسُولَ اللهِ، فَاقْضِ بَيْنَنَا



بِكِتَابِ اللهِ، وَأْذَنْ لِي أَنْ أَتَكَلَّمَ، قَالَ: تَكَلَّمْ، قَالَ: إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هَذَا، قَالَ مَالِكٌ، وَالْعَسِيفُ: الأَجِيرُ فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ، فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ، فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَبِجَارِيَةٍ لِي، ثُمَّ إِنِّي سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ مَا عَلَى ابْنِي جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ، وَإِنَّمَا الرَّجْمُ عَلَى امْرَأَتِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللهِ، أَمَّا غَنَمُكَ وَجَارِيَتُكَ فَرَدٌّ عَلَيْكَ، وَجَلَدَ ابْنَهُ مِائَةً وَغَرَّبَهُ عَامًا، وَأَمَرَ أُنَيْسًا الأَسْلَمِيَّ أَنْ يَأْتِيَ امْرَأَةَ الآخَرِ، فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا" فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے اور انہیں ابوہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ دو آدمی اپنا مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور ان میں سے ایک نے کہا کہ ہمارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کر دیجیے اور دوسرے نے جو زیادہ سمجھدار تھے کہا کہ جی ہاں یارسول اللہ! ہمارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کر دیجیے اور مجھے عرض کرنے کی اجازت دیجیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہو، انہوں نے کہا کہ میرا بیٹا ان صاحب کے یہاں مزدور تھا۔ مالک نے بیان کیا کہ «عسیف» مزدور کو کہتے ہیں اور اس نے ان کی بیوی کے ساتھ زنا کر لیا۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ میرے بیٹے کی سزا رجم ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے فدیہ میں سو بکریاں اور ایک لونڈی دے دی پھر جب میں نے علم والوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میرے لڑکے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کے لیے ملک بدر کرنا ہے۔ رجم تو صرف اس عورت کو کیا جائے گا اس لیے کہ وہ شادی شدہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تمہارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کروں گا۔ تمہاری بکریاں اور تمہاری لونڈی تمہیں واپس ہیں پھر ان کے بیٹے کو سو کوڑے لگوائے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا اور انیس اسلمی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ اس مذکورہ عورت کے پاس جائیں اگر وہ اقرار کر لے تو اسے رجم کر دیں چنانچہ اس نے اقرار کیا اور وہ رجم کر دی گئی۔



اگر کوئی شخص اقرار کرتا ہوا کہے کہ میں نے فلاں عورت سے زنا کیا ہے تو اسے حد لگ جائے گی جب کہ وہ باکرہ ہو، اور جب عورت سے پوچھا جائے تو وہ اس مقر کے ساتھ زنا کرنے سے انکار کر دے تو اس آدمی کو ایک دوسری حد بھی لگائی جائے گی، جو کہ حد قذف ہے اس لئے یہاں عورت سے پوچھنے کی ضرورت پڑ گئی۔



۳۹۔ بَابُ مَنْ أَدَّبَ أَهْلَهُ أَوْ غَيْرَهُ دُونَ السُّلْطَانِ:

باب: حاکم کی اجازت کے بغیر اگر کوئی شخص اپنے گھر والوں یا کسی اور کو تنبیہ کرے

وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ

يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ وَفَعَلَهُ أَبُو سَعِيدٍ

ورابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور دوسرا اس کے سامنے سے گزرے تو اسے روکنا چاہئے اور اگر وہ نہ مانے تو اس سے لڑے وہ شیطان ہے۔ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ایسے ایک شخص سے لڑ چکے ہیں۔

٦٨٤٤: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "جَاءَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلَى فَخِذِي، فَقَالَ: "حَبَسْتِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ، فَعَاتَبَنِي وَجَعَلَ يَطْعُنُ بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي، وَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَنْزَلَ اللهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ".

ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن القاسم نے بیان کیا، ان سے ان کے والد (قاسم بن محمد) نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا تمہاری وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب لوگوں کو رکنا پڑا جبکہ یہاں پانی بھی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ مجھ پر سخت ناراض ہوئے اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں مکا مارنے لگے مگر میں نے اپنے جسم میں کسی قسم کی حرکت اس لیے نہیں ہونے دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل کی۔



٦٨٤٥: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو: أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ فَلَكَزَنِي لَكْزَةً شَدِيدَةً، وَقَالَ: حَبَسْتِ النَّاسَ فِي قِلَادَةٍ، فَبِي الْمَوْتُ لِمَكَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ أَوْجَعَنِي نَحْوَهُ". لَكَزَ وَوَكَزَ: وَاحِدٌ.

ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن وہب نے بیان کیا، انہیں عمرو نے خبر دی، ان سے عبدالرحمٰن بن قاسم نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور زور سے میرے ایک سخت گھونسا لگایا اور کہا تو نے ایک ہار کے لیے سب لوگوں کو روک دیا۔ میں اس سے مرنے کے قریب ہو گئی اس قدر مجھ کو درد ہوا لیکن کیا کر سکتی تھی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری ران پر تھا۔ «لكز» اور «وكز» کے ایک ہی معنی ہیں۔

٤٠- بَابُ مَنْ رَأَى مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا فَقَتَلَهُ:

باب: اس مرد کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھا اور اسے قتل کر دیا، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟



٦٨٤٦: حَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، قَالَ: قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ: "لَوْ رَأَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفَحٍ، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ، لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ، وَاللهُ أَغْيَرُ مِنِّي".

ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، ان سے ابوعوانہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالملک نے بیان کیا، ان سے مغیرہ کے کاتب وراد نے، ان سے مغیرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھ لوں تو سیدھی تلوار کی دھار سے اسے مار ڈالوں۔ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں سعد کی غیرت پر حیرت ہے۔ میں ان سے بھی بڑھ کر غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر کو زنا کرتے دیکھے تو کیا اسے قتل کرسکتا ہے یا نہیں؟ ابن قیم نے کہا ہے کہ اگر اسے قتل کردے تو یہ عنداللہ مجرم نہیں ہوگا لیکن پتہ چلنے پر کہ اس نے اسے قتل کیا ہے اسے گواہ پیش کرنا ہوں گے جو گواہی دیں کہ واقعی اس نے زانی کو قتل کیا ہے ورنہ اسے اس کے بدلے میں قتل کیا جائیگا۔



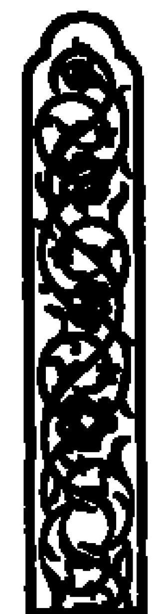
لیکن حافظ ابن حجر کے نزدیک اس کا اسے قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ جب تک کہ چار گواہ نہ ہوں تاکہ ایسا نہ ہو کہ کسی شخص کو ناحق مار کر کہہ دے کہ میری بیوی سے ملوث تھا۔

قولہ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ حافظ کے بقول آپ نے سعد کی مذمت کی ہے کہ کیا آپ سعد کو غیرت مند سمجھتے ہیں؟ میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں، اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بڑھ کر غیرت مند ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے تو یہ کیسے اسے قتل کرسکتا ہے، اگر اسے قتل کرنا غیرت کا تقاضا ہوتا تو شریعت میں اس کا حکم دیا جاتا۔

٤١- بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّعْرِيضِ:

باب: اشارے کنائے کے طور پر کوئی بات کہنا اس کو تعریض کہتے ہیں

٦٨٤٧: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ. فَقَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ، قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: مَا أَلْوَانُهَا؟ قَالَ: حُمْرٌ، قَالَ: هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَنَّى كَانَ ذَلِكَ. قَالَ: أُرَاهُ عِرْقٌ نَزَعَهُ، قَالَ: فَلَعَلَّ ابْنَكَ هَذَا نَزَعَهُ عِرْقٌ".



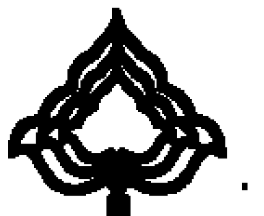
ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سعید بن مسیب نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ! میری بیوی نے کالا لڑکا جنا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، تمہارے

پاس اونٹ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ان کے رنگ کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ سرخ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ان میں کوئی خاکی رنگ کا بھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا پھر یہ کہاں سے آ گیا؟ انہوں نے کہا میرا خیال ہے کہ کسی رگ نے یہ رنگ کھینچ لیا جس کی وجہ سے ایسا اونٹ پیدا ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ایسا بھی ممکن ہے کہ تیرے بیٹے کا رنگ بھی کسی رگ نے کھینچ لیا ہو۔

راغب نے کہا ہے کہ تعریض سے مراد وہ کلام ہے جو ذومعنیین ہو یعنی اس کا ایک ظاہری معنیٰ ہو، اور دوسرا باطنی معنیٰ ہو اس کا قائل باطنی معنیٰ مراد لے لیکن دکھلائے یہ کہ وہ ظاہری معنیٰ مراد لے رہا ہے۔ امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ قذف کی تعریض کا وہ حکم نہیں ہے جو صریح قذف کا حکم ہے اسی لیے تو عدت گزارنے والی عورت سے خطبہ کی تعریض جائز ہے لیکن خطبہ کی تصریح حرام ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ تصریح اور تعریض میں فرق ہے لہٰذا قذف کی تعریض میں حد قذف نہیں آئیگی، کیونکہ تعریض میں یہ بات جاننا مشکل ہے کہ متکلم کا ارادہ کیا تھا۔

٤٢-بَابٌ كَمِ التَّعْزِيرُ وَالأَدَبُ:

باب: تنبیہ اور تعزیر یعنی حد سے کم سزا کتنی ہونی چاہیے



٦٨٤٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "لَا يُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلَدَاتٍ، إِلَّا فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا، ان سے بکیر بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن یسار نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن جابر بن عبداللہ نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حدود اللہ میں کسی مقررہ حد کے سوا کسی اور سزا میں دس کوڑے سے زیادہ بطور تعزیر و سزا نہ مارے جائیں۔

تعزیر میں شریعت نے سزا مقرر کر دی ہے کہ دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں، امام ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی چیز کا ارتکاب کرے جو حرام ہو تو اس میں دس سے زائد بھی کوڑے لگائے جا سکتے ہیں اور حدیث میں إلا فی حَدٍّ من حدودِ اللهِ میں حد سے مراد محرّم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے تِلْكَ حُدُودُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا میں حدود اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے محرّمات ہیں، لہٰذا حرام کو بھی حد کہہ دیتے ہیں، اور حرام کے ارتکاب میں دس سے زیادہ



کوڑے لگائے جاسکتے ہیں۔ ①

٦٨٤٩: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ،

① تعزیر وہ سزا ہے جس کی تحدید وتعیین کا اختیار حاکم اور قاضی کے سپرد ہوتا ہے، تعزیر کا لغوی معنیٰ منع کرنا اور مدد کرنا ہے، یہ سزا بھی جرم کے واقع ہونے سے روکتی ہے، اور کسی شخص کو اس کے جرم سے روک دینا اس کی مدد کرنے کے مترادف ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے اُنصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا اپنے مسلمان بھائی کی مدد کریں خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو، صحابہ کرام نے گزارش کی اے اللہ کے رسول، ظالم کی مدد سے کیا مراد ہے، آپ نے فرمایا، ظالم کی مدد یہ ہے کہ اسے ظلم کرنے سے روک دیا جائے۔

تعزیر کی تحدید اور اس کی مقدار جبکہ قاضی کے سپرد ہے اسی لئے یہ اشخاص اور حالات کے پیش نظر بدلتی رہتی ہے، امام کو اس کی کمی بیشی کا اختیار ہوتا ہے، مصلحت کو دیکھتے ہوئے امام اور قاضی چاہے تو اسے گرا بھی سکتا ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے أَقِيلوا ذوي الهيئات عَثَرَاتِهم اہل خیر کی لغزشوں کو معاف کر دیا کرو، یعنی نیک اور پرہیزگار لوگوں سے کبھی کبھار کوئی لغزش ہو جائے تو ان کی دینی حیثیت کے پیش نظر انہیں معاف کیا جاسکتا ہے۔

تعزیری سزائیں، اسی لئے کہا گیا ہے کہ ہر جرم کی سزا نص کے ساتھ دی جاتی ہے اس میں حدی جرائم کے ساتھ تعزیری جرائم بھی داخل ہیں۔



تعزیری سزا دینے کے لئے بلوغت شرط نہیں ہے، یہ سزا ممیز نابالغ کو بھی دی جاسکتی ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے مُرُوا أولادكم بالصَّلاةِ وهم أبناءُ سَبعٍ، واضربوهم عليها وهم أبناءُ عَشرٍ، و فَرِّقوا بينهم في المضاجِعِ یعنی تمہارے بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو، اور جب دس سال کے ہو جائیں تو انہیں مار کر نماز پڑھاؤ اور اس عمر میں بچوں اور بچیوں کے بستر الگ کر دو اور یہ ان کی سزا تادیب کے لئے ہے، اور تعزیری سزا ایک آدمی کی گواہی سے بلکہ عورتوں کی گواہی سے بھی دی جاسکتی ہے۔

تعزیر ضرب و ھجر کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاللاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلا اور قید بھی کیا جاسکتا ہے ارشاد الٰہی ہے فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِيلا اور نبی اکرم ﷺ نے زکاۃ سے انکار کرنے والے کے متعلق فرمایا تھا ومن منعها فإنا آخِذوها و شطرَ مالِهِ عَزْمَةً مِن عَزَمَاتِ رَبِّنَا بلکہ قاضی کو حق حاصل ہے کہ وہ تعزیز کے لئے نئی سزائیں بھی دے سکتا ہے لیکن ایسی سزا نہیں ہونی چاہیئے جس سے شریعت اسلامیہ میں روکا گیا ہے جیسے میت کا مثلہ کرنا یا اس کی داڑھی مونڈنا یا آگ سے داغنا وغیرہ اثر تطبیق الحدود فی المجتمع

تعزیری جرائم بے شمار ہو سکتے ہیں مثلاً عورتوں کو گھورنا، غیر عورت سے ہنسی مذاق کرنا، راستوں میں موذی چیزیں ڈالنا، مرغ بازی، پتنگ بازی شطرنج کھیلنا، گانا بجانا، ڈرائیوروں کا اونچی آواز سے ڈیک چلانا، وجد میں آنا، جعل سازی، اغلام بازی، خلاف فطرت وطی کرنا، جادو ٹونے کرنا، نماز باجماعت سے پیچھے رہنا، ماہ رمضان میں سر عام کھانا پینا، روزے رکھنے میں وصال کرنا وغیرہ۔

حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جَابِرٍ، عَمَّنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا عُقُوبَةَ فَوْقَ عَشْرِ ضَرَبَاتٍ، إِلَّا فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ".

ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے مسلم بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا مجھ سے عبدالرحمٰن بن جابر نے انہوں نے صحابی سے بیان کیا جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے سوا مجرم کو دس کوڑے سے زیادہ کی سزا نہ دی جائے۔

٦٨٥٠: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ، قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، إِذْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جَابِرٍ، فَحَدَّثَ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ. فَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جَابِرٍ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بُرْدَةَ الْأَنْصَارِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "لَا تَجْلِدُوا فَوْقَ عَشَرَةِ أَسْوَاطٍ، إِلَّا فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ".



ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے ابن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ کو عمرو نے خبر دی، ان سے بکیر نے بیان کیا کہ میں سلیمان بن یسار کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ عبدالرحمٰن بن جابر آئے اور سلیمان بن یسار سے بیان کیا پھر سلیمان بن یسار ہماری طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن جابر نے بیان کیا ہے کہ ان سے ان کے والد نے بیان کیا اور انہوں نے ابو بردہ انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حدود اللہ میں سے کسی حد کے سوا کسی سزا میں دس کوڑے سے زیادہ کی سزا نہ دو۔

٦٨٥١: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ الْوِصَالِ، فَقَالَ لَهُ رِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ: فَإِنَّكَ يَا رَسُولَ اللهِ تُوَاصِلُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّكُمْ مِثْلِي، إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ، فَلَمَّا أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا عَنِ الْوِصَالِ، وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا، ثُمَّ يَوْمًا، ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ. فَقَالَ: لَوْ تَأَخَّرَ لَزِدْتُكُمْ كَالْمُنَكِّلِ بِهِمْ، حِينَ أَبَوْا". تَابَعَهُ شُعَيْبٌ، وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وَيُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.







ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب

نے، ان سے ابو سلمہ نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال (مسلسل افطار کے بغیر کئی دن کے روزے رکھنے) سے منع فرمایا تو بعض صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ خود تو وصال کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کون مجھ جیسا ہے؟ میرا تو حال یہ ہے کہ مجھے میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا ہے لیکن وصال کرنے سے صحابہ نہیں رکے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ایک دن کے بعد دوسرے دن کا وصال کیا پھر اس کے بعد لوگوں نے چاند دیکھ لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر (عید کا) چاند نہ دکھائی دیتا تو میں اور وصال کرتا۔ یہ آپ نے تنبیہاً فرمایا تھا کیونکہ وہ وصال کرنے پر مصر تھے۔ اس روایت کی متابعت شعیب، یحییٰ بن سعید اور یونس نے زہری سے کی ہے اور عبدالرحمٰن بن خالد فہمی نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سعید بن مسیب نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔

٦٨٥٢: حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ "أَنَّهُمْ كَانُوا يُضْرَبُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا اشْتَرَوْا طَعَامًا جِزَافًا. أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِمْ، حَتَّى يُؤْوُوهُ إِلَى رِحَالِهِمْ".



مجھ سے عیاش بن الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے معمر نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے سالم نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس پر مار پڑتی کہ جب غلہ کے ڈھیر یوں ہی خرید یں، بن ناپ اور تولے اس کو اسی جگہ دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالیں ہاں وہ غلہ اٹھا کر اپنے ٹھکانے لے جائیں پھر بیچیں تو کچھ سزا نہ ہوتی۔

٦٨٥٣: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "مَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ يُؤْتَى إِلَيْهِ، حَتَّى يُنْتَهَكَ مِنْ حُرُمَاتِ اللَّهِ، فَيَنْتَقِمَ لِلَّهِ".

ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم کو یونس نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عروہ نے خبر دی اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذاتی معاملہ میں کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا ہاں جب اللہ کی قائم کی ہوئی حد کو توڑا جاتا تو آپ پھر بدلہ لیتے تھے۔



٤٣- بَابُ مَنْ أَظْهَرَ الْفَاحِشَةَ وَاللَّطْخَ وَالتُّهَمَةَ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ:

باب: اگر کسی شخص کی بے حیائی اور بے شرمی اور آلودگی پر گواہ نہ ہوں پھر قرائن سے یہ امر

کھل جائے

٦٨٥٤: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: "شَهِدْتُ الْمُتَلَاعِنَيْنِ وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَرَّقَ بَيْنَهُمَا، فَقَالَ زَوْجُهَا: كَذَبْتُ عَلَيْهَا إِنْ أَمْسَكْتُهَا، قَالَ: فَحَفِظْتُ ذَاكَ مِنَ الزُّهْرِيِّ، إِنْ جَاءَتْ بِهِ كَذَا وَكَذَا فَهُوَ، وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ كَذَا وَكَذَا كَأَنَّهُ وَحَرَةٌ فَهُوَ، وَسَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ: جَاءَتْ بِهِ لِلَّذِي يُكْرَهُ".

ہم سے علی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے دو لعان کرنے والے میاں بیوی کو دیکھا تھا۔ اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے درمیان جدائی کرادی تھی۔ شوہر نے کہا تھا کہ اگر اب بھی میں (اپنی بیوی کو) اپنے ساتھ رکھوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں جھوٹا ہوں۔ سفیان نے بیان کیا کہ میں نے زہری سے یہ روایت محفوظ رکھی ہے کہ اگر اس عورت کے ایسا بچہ پیدا ہوا تو شوہر سچا ہے اور اگر اس کے ایسا ایسا بچہ پیدا ہوا جیسے چھپکلی ہوتی ہے تو شوہر جھوٹا ہے۔ اور میں نے زہری سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ اس عورت نے اس آدمی کے ہم شکل بچہ جنا جو ناپسندیدہ تھا۔



یعنی اگر کسی شخص کی بے حیائی، اور بے شرمی اور گناہ میں آلودگی نمایاں ہوجائے لیکن اس پر گواہ نہ ہوں تو اسے شک وشبہ کے ساتھ سزا نہیں دی جاسکتی۔

شرح بخاری

٦٨٥٥: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: "ذَكَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْمُتَلَاعِنَيْنِ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ: هِيَ الَّتِي قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا امْرَأَةً عَنْ غَيْرِ بَيِّنَةٍ". قَالَ: لَا تِلْكَ امْرَأَةٌ أَعْلَنَتْ.

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے قاسم بن محمد نے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دو لعان کرنے والوں کا ذکر کیا تو عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ وہی تھی جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میں کسی عورت کو بلاگواہی رجم کرسکتا (تو اسے ضرور کرتا) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نہیں یہ وہ عورت تھی جو (فسق و فجور) ظاہر کیا کرتی تھی۔



٦٨٥٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "ذُكِرَ

التَّلَاعُنُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: عَاصِمُ بْنُ عَدِيٍّ فِي ذَلِكَ قَوْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ، وَأَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ يَشْكُو أَنَّهُ وَجَدَ مَعَ أَهْلِهِ رَجُلًا، فَقَالَ عَاصِمٌ: مَا ابْتُلِيتُ بِهَذَا إِلَّا لِقَوْلِي، فَذَهَبَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي وَجَدَ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ، وَكَانَ ذَلِكَ الرَّجُلُ مُصْفَرًّا قَلِيلَ اللَّحْمِ، سَبِطَ الشَّعَرِ، وَكَانَ الَّذِي ادَّعَى عَلَيْهِ أَنَّهُ وَجَدَهُ عِنْدَ أَهْلِهِ آدَمَ، خَدِلًا كَثِيرَ اللَّحْمِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ بَيِّنْ، فَوَضَعَتْ شَبِيهًا بِالرَّجُلِ الَّذِي ذَكَرَ زَوْجُهَا أَنَّهُ وَجَدَهُ عِنْدَهَا، فَلَاعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا، فَقَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْمَجْلِسِ: هِيَ الَّتِي قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ رَجَمْتُ أَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ، رَجَمْتُ هَذِهِ" فَقَالَ: لَا تِلْكَ امْرَأَةٌ كَانَتْ تُظْهِرُ فِي الْإِسْلَامِ السُّوءَ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن قاسم نے بیان کیا، ان سے قاسم بن محمد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں لعان کا ذکر آیا تو عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے اس پر ایک بات کہی پھر وہ واپس آئے۔ اس کے بعد ان کی قوم کے ایک صاحب یہ شکایت لے کر ان کے پاس آئے کہ انہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد کو دیکھا ہے۔ عاصم رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا کہ میں اپنی اس بات کی وجہ سے آزمائش میں ڈالا گیا ہوں۔ پھر آپ ان صاحب کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تشریف لائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی جس حالت میں انہوں نے اپنی بیوی کو پایا۔ وہ صاحب زرد رنگ، کم گوشت، سیدھے بالوں والے تھے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! اس معاملہ کو ظاہر کر دے۔ چنانچہ اس عورت کے یہاں اسی شخص کی شکل کا بچہ پیدا ہوا جس کے متعلق شوہر نے کہا تھا کہ اسے انہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ دیکھا ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے درمیان لعان کرایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مجلس میں ایک صاحب نے کہا کہ یہ وہی تھا جس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میں کسی کو بلا گواہی کے رجم کر سکتا تو اسے رجم کرتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نہیں یہ تو وہ عورت تھی جو اسلام لانے کے بعد برائیاں اعلانیہ کرتی تھی۔



۴۴۔ بَابُ رَمْيِ الْمُحْصَنَاتِ:

باب: پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا گناہ ہے

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ٤ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ



وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○ سورة النور آية ٤-٥ إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ سورة النور آية ٢٣

اور اللہ پاک نے (سورۃ النور میں) فرمایا جو لوگ پاک دامن آزاد لوگوں کو تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ رویت کے نہیں لاتے تو ان کو اسی کوڑے لگاؤ اور آئندہ ان کی گواہی کبھی بھی منظور نہ کرو یہی بد کار لوگ ہیں ہاں جو ان میں سے اس کے بعد توبہ کرلیں اور نیک چلن ہو جائیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس سورت میں مزید فرمایا کہ بیشک جو لوگ پاک دامن آزاد بھولی بھالی ایماندار عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ ملعون ہوں گے اور ان کو ملعون ہونے کے سوا بڑا عذاب بھی ہو گا۔ اس سورت میں فرمایا اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے اپنے سوا ان کے پاس گواہ بھی کوئی نہ ہو۔۔۔۔۔ آخر آیت تک۔

٦٨٥٧ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: "اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ".



ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، ان سے ثور بن زید نے بیان کیا، ان سے ابوالغیث سالم نے بیان کیا، اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات مہلک گناہوں سے بچو۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کیا کیا ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، ناحق کسی کی جان لینا جو اللہ نے حرام کیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا اور پاک دامن غافل مومن عورتوں کو تہمت لگانا۔



٤٥- بَابُ قَذْفِ الْعَبِيدِ:

باب: غلاموں پر ناحق تہمت لگانا بڑا گناہ ہے

٦٨٥٨ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ، عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ، وَهُوَ بَرِيءٌ مِمَّا قَالَ، جُلِدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ كَمَا قَالَ".



ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے فضیل بن غزوان نے، ان سے عبدالرحمٰن بن ابی نعم نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ جس نے اپنے غلام پر تہمت لگائی حالانکہ غلام اس تہمت سے بری تھا تو قیامت کے دن اسے کوڑے لگائے جائیں گے، سوا اس کے کہ اس کی بات صحیح ہو۔

٤٦۔ بَابٌ هَلْ يَأْمُرُ الإِمَامُ رَجُلاً فَيَضْرِبُ الْحَدَّ غَائِبًا عَنْهُ وقد فعله عمر:

باب: اگر امام کسی شخص کو حکم کرے کہ جا فلاں شخص کو حد لگا جو غائب ہو (یعنی امام کے پاس موجود نہ ہو)، عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا ہے

٦٨٥٩-٦٨٦٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَا: "جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَنْشُدُكَ اللهَ إِلَّا قَضَيْتَ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ، فَقَامَ خَصْمُهُ وَكَانَ أَفْقَهَ مِنْهُ، فَقَالَ: صَدَقَ اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ، وَأْذَنْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُلْ، فَقَالَ: إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا فِي أَهْلِ هَذَا، فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَخَادِمٍ، وَإِنِّي سَأَلْتُ رِجَالًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي جَلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِيبَ عَامٍ، وَأَنَّ عَلَى امْرَأَةِ هَذَا الرَّجْمَ، فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللهِ، الْمِائَةُ وَالْخَادِمُ رَدٌّ عَلَيْكَ، وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ، وَيَا أُنَيْسُ: اغْدُ عَلَى امْرَأَةِ هَذَا فَسَلْهَا، فَإِنِ اعْتَرَفَتْ، فَارْجُمْهَا" فَاعْتَرَفَتْ: فَرَجَمَهَا.



ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، ان سے کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے بیان کیا، ان سے ابوہریرہ اور زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کر دیں۔ اس پر فریق مخالف کھڑا ہوا، یہ زیادہ سمجھدار تھا اور کہا کہ انہوں نے سچ کہا۔ ہمارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کیجئے اور یا رسول اللہ! مجھے (گفتگو کی) اجازت دیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہئے۔ انہوں نے کہا کہ میرا لڑکا ان کے یہاں مزدوری کرتا تھا پھر اس نے ان کی بیوی کے ساتھ زنا کر لیا۔ میں نے اس کے فدیہ میں ایک سو بکریاں اور ایک خادم دیا پھر میں نے اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے اور ایک سال جلاوطنی کی سزا



ملنی چاہئے اور اس کی بیوی کو رجم کیا جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تمہارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق ہی کروں گا سو بکریاں اور خادم تمہیں واپس ملیں گے اور تمہارے بیٹے کو سو کوڑے اور ایک سال جلاوطنی کی سزا دی جائے گی اور اے انیس اس عورت کے پاس صبح جانا اور اس سے پوچھنا اگر وہ زنا کا اقرار کرلے تو اسے رجم کرنا، اس عورت نے اقرار کرلیا اور وہ رجم کردی گئی۔









كتاب الديات

کتاب دیتوں کے بیان میں

۱۔بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ﴾:

باب: اللہ تعالیٰ نے (سورۃ نساء میں) فرمایا اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دے اس کی سزا جہنم ہے

۶۸۶۱: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ الذَّنْبِ أَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ: «أَنْ تَدْعُوَ لِلّٰهِ نِدًّا، وَهُوَ خَلَقَكَ». قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ: «ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ. أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ». قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ: «ثُمَّ أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيلَةِ جَارِكَ». فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ تَصْدِيقَهَا: وَالَّذِينَ لاَ يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلاَ يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ وَلاَ يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ الآيَةَ.



ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن عبدالحمید نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابووائل نے، ان سے عمرو بن شرحبیل نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صاحب یعنی خود آپ نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کہ تم اللہ کا کسی کو شریک ٹھہراؤ جبکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ پوچھا: پھر کون سا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر یہ کہ تم اپنے لڑکے کو اس ڈر سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گا۔ پوچھا: پھر کون سا؟ فرمایا پھر یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل کی «والذین لا یدعون مع اللہ إلها آخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ إلا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذلك یلق أثاما یضاعف له العذاب» اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ کسی ایسے انسان کی ناحق جان لیتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی ایسا کرے گا۔ آخر آیت تک۔

یہ دیۃ کی جمع ہے اور دیۃ وَدٰی یدی کا مصدر ہے، جو کہ اصل میں ودی تھا، واؤ واقع ہوئی ایسے مصدر کے فاکلمہ میں جو کہ فعل کے وزن پر ہے اور اس کے فعل میں تعلیل ہو چکی ہے، تو واؤ کا کسرہ، دال کو دیکر اسے حذف کر کے اس کے عوض آخر میں تا لے آئے، تو دیۃ ہو گیا، یہ خون بہا کے معنیٰ میں ہے۔



قتل ناحق کی تین قسمیں ہیں: ۱۔قتل عمد، ۲: قتل شبہ عمد، ۳: قتل خطا۔

قتل عمد سے مراد یہ ہے کہ قاتل کسی کو ایسے آلے یا ایسے ہتھیار سے عمداً اور قصداً قتل کرے جس سے عام طور پر انسان مر جاتا ہے، جیسے تلوار یا پسٹل وغیرہ سے کسی کو قتل کرنا۔

۲: قتل شبہ عمد یہ ہے کہ عمداً اور قصداً کسی کو ایسے آلہ سے مارا جائے جس سے عام طور پر انسان مرتا نہیں لیکن اس سے ضرب ایسی جگہ لگے جس سے مضروب کی موت واقع ہو جائے۔ جیسے قصداً کسی کو لاٹھی یا پتھر مارنا جس سے وہ مر جائے تو یہ قتل شبہ عمد ہے۔

۳: قتل خطاء یہ ہے کہ کسی انسان سے بلا قصد ایسا فعل صادر ہو جائے جس سے دوسرے شخص کی موت واقع ہو جائے جیسا کہ بلا قصد کسی کا ایکسیڈنٹ سے مر جانا۔

امام شافعی نے اقسام قتل کو یوں بیان کیا ہے، کہ قتل عمد میں ضرب اور قتل دونوں میں قصد پایا جاتا ہے، اور قتل خطا میں ضرب اور قتل دونوں میں قصد نہیں پایا جاتا، بلکہ یہ دونوں کام غلطی سے ہوتے ہیں، جب کہ شبہ عمد میں ضرب قصداً ہوتی ہے، لیکن قتل میں خطاء پائی جاتی ہے۔

قتل عمد کی دو سزائیں ذکر ہوئی ہیں، اخروی سزا اور دنیوی سزا۔

اخروی سزا کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا النساء: ۹۳

اسلامی شریعت کا یہ امتیاز ہے کہ دنیا میں جرائم پیشہ لوگ اگر سزا سے بچ جائیں تو اخروی سزا سے نہیں بچ سکیں گے اور مجرم اپنے رب تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہوگا۔



۲: دنیاوی سزا: اور وہ قاتل سے قصاص لینا ہے، اگر مقتول کے وارث رضامند ہوں تو دیت بھی لی جا سکتی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الدیات میں قتل عمد کو بھی ذکر کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اگرچہ قصاص لیا جاتا ہے لیکن جب مقتول کے وارث قصاص معاف کر دیں اور دیت لینے پر راضی ہو جائیں تو دیت دلائی جاتی ہے اور اگر وارث اپنے مورث کو قتل کر دے تو قاتل کو اپنے مقتول کا وارث نہیں بنایا جائیگا۔

قتل شبہ عمد کی سزا بھی دو قسم پر ہے۔ ۱: اخروی، ۲: دنیوی

اخروی سزا تو قتل عمد جیسی ہے، کیونکہ اس میں مجرم کی نیت کو دیکھا جاتا ہے، چونکہ اس کی نیت ناحق قتل کرنے کی ہوتی ہے، اگرچہ آلہ ایسا استعمال کرتا ہے جو شاذ و نادر قتل کرنے والا ہوتا ہے، لہٰذا اس کے قصد کے پیش نظر اس کی سزا وہی ہے جو قتل عمد کی ہے۔

۲: دنیوی سزا دیت اور کفارہ اور وراثت سے محرومی ہے، اور شبہ عمد کی دیت عصبہ پر آئیگی، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ھذیل قبیلہ کی دو عورتیں آپس میں لڑ پڑیں، ایک نے دوسری کو پتھر مارا، جب کہ وہ حاملہ تھی، اس نے پتھر مار کر اسے اور اس کے پیٹ کے بچے کو قتل کر دیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس مقتولہ کی دیت قاتل عورت کے عصبات ادا کریں اور پیٹ کے بچے کو مارنے کی دیت ایک بُردہ ہے۔



شبہ عمد کی دیت کے بارہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قتل شبہ عمد جو کوڑے یا لاٹھی سے ہو اس کی دیت سو اونٹ ہیں جن میں سے چالیس اونٹنیاں ایسی ہونی چاہیں جن کے پیٹ میں ان کے بچے ہوں یعنی حاملہ ہوں (سنن أبي داود، نسائی، ابن ماجہ)

أن رسول الله ﷺ قال: ألا إنّ دِيَةَ الخطأ شِبهِ العَمْدِ ما كان بالسَّوطِ والعصا، مائةٌ من الإبل منها أربعون في بطونها أولادها (أخرجہ أبوداود والنسائی، ابن ماجہ وصححہ ابن حبان) آلہ کو دیکھتے ہوئے قتل شبہ عمد قتل خطا ہی ہے، کیونکہ اس میں ضرب اگرچہ قصداً ہوتی ہے، لیکن قتل کرنا قصداً نہیں ہوتا، اس لئے اس پر قتل خطا کا لفظ بولا گیا ہے، اور اس میں کفارہ مجرم پر آتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ النساء: ۹۲

علماء اس بات پر متفق ہیں کہ قتل عمد کی طرح قتل شبہ عمد میں بھی قاتل، مقتول کا وارث نہیں ہوسکتا اگرچہ اس میں شبہ پائے جانے کی وجہ سے قصاص ساقط ہوجاتا ہے، لیکن وہ وارث بھی نہیں بنے گا۔

رہا قتل خطا تو اس میں دیت اور کفارہ آتا ہے، قصاص نہیں لیا جاتا، ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلا أَنْ يَصَّدَّقُوا فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِنَ اللهِ وَكَانَ اللهُ عَلِيمًا حَكِيمًا النساء: ۹۲

اور کسی مومن کو دوسرے مومن کا قتل کرنا جائز نہیں ہے مگر غلطی سے ہوجائے) تو اور بات ہے (جو شخص کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کر بیٹھے تو اس پر مسلمان گردن کا آزاد کرنا اور مقتول کے اھل کو دیت دینا ہے، مگر یہ کہ وہ معاف کردیں، اور اگر مقتول تمہاری دشمن قوم سے ہو اور ہو وہ مسلمان، تو ایک مومن غلام کا آزاد کرنا ہے، اور اگر مقتول ایسی قوم سے ہو کہ تم میں اور ان میں عہد و پیمان ہو تو خون بہا دینا ہے جو اس کے اہل کو پہنچائی جائے گی اور ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا بھی ضروری ہے، اور جو یہ نہ پائے تو وہ دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے، یہ توبہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ بخوبی جاننے والا، حکمت والا ہے۔

قرآن کریم میں ہے وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ زخموں کا بھی قصاص ہے، اب اس سے پہلے آنے والا حکم کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک ہے، اور کان کے بدلے کان ہے، اور دانت کے بدلے دانت ہے۔

یہ حکم وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ کے موافق ہے، اس لئے یہ حکم ہمارے لئے بھی ہے، جیسا کہ ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے مروی حدیث میں ہے، وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کو خط لکھا اس میں ہے کہ آپ نے فرمایا: أنَّ من اعتبطَ مؤمنًا قتلًا عن بيِّنةٍ فإنَّهُ قَوَدٌ إلا أن يرضي أولياءُ المقتول وأنَّ في النَّفسِ الدِّيةَ مائةً منَ الإبلِ وأنَّ في الأنفِ إذا أوعبَ جدعُهُ الدِّيةَ وفي اللِّسانِ

الدِّيَةَ وفی الشَّفتينِ الدِّيَةَ وفی البيضتينِ الدِّيَةَ وفی العَينَينِ الدية وفی الذَّكرِ الدِّيَةَ وفی الصُّلبِ الدِّيَةَ وفی الرِّجلِ الواحدةِ نصفَ الدِّيةِ وفی المأمومةِ ثلثَ الدِّيَةَ وفی الجائفةَ ثلُثَ الدِّيةِ وفی المنقِّلةِ خَمْسَةَ عَشَرَ منَ الإبلِ وفی كلِّ أُصبعٍ من أصابعَ اليدِ والرِّجلِ عشرٌ منَ الإبلِ وفی السِنِّ خمسٌ منَ الإبلِ وفی الموضحةِ خمسٌ منَ الإبلِ وأَنَّ الرَّجلَ يُقتَلُ بالمرأةِ وعلى أهلِ الذَّهبِ ألفُ دينارٍ۔

یہ حدیث اگر چہ مرسل ہے لیکن اسے امت مسلمہ میں تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے، اور اس لئے یہ حدیث متواتر کے مرتبہ میں ہے۔ علماء نے اس مرسل حدیث کے احکام کو قبول کیا ہے، اور مرسل حدیث تلقی بالقبول کی وجہ سے اور اہل اسلام کے اس پر عمل کرنے کی وجہ سے حجت ہوتی ہے۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کو ظلماً قتل کیا، اور وہ قتل گواہوں کی گواہی سے ثابت ہو جائے تو اس میں قصاص آئیگا، اگر مقتول کے وارث قصاص چھوڑنے پر رضامند ہو جائیں تو قصاص نہیں آئے گا، (بلکہ دیت آئے گی) جس کی تفصیل یہ ہے کہ جان کی دیت میں سو اونٹ آئیں گے، اور اگر کسی کا ناک پورا کاٹ دیا جائے تو اس میں پوری دیت (سو اونٹ) آئے گی، اور دونوں آنکھوں کو پھوڑ کر ان کی بینائی ضائع کرنے پر پوری دیت آئے گی، اور زبان کاٹ کر قوت گویائی ضائع کرنے پر بھی پوری دیت ہے۔

اور کسی کے دونوں ہونٹ کاٹ دینے پر بھی پوری دیت آئے گی، اور کسی کا آلہ تناسل کاٹ دینے پر بھی پوری دیت آئے گی، خصیتین میں بھی پوری دیت ہے، اور کسی کی کمر توڑ دینے میں بھی پوری دیت ہے، اور ایک پاؤں کاٹ دینے میں نصف دیت ہے۔

اور زخموں کی دیت کی تفصیل یہ ہے کہ مامومہ زخم میں ثلث دیت ہے، اور جائفہ میں ثلث دیت ہے، اور منقلہ زخم میں پندرہ اونٹ ہیں، اور ہاتھوں، پاؤں کی انگلیوں میں ہر انگلی میں دس اونٹ دیت ہے، اور ایک دانت توڑنے میں پانچ اونٹ ہیں، اور موضحہ میں بھی پانچ اونٹ ہیں، اور مرد کو عورت کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور سونے والوں پر ہزار دینار دیت آئے گی۔ مراسیل ابی داود: ۲۲۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۰۵۸۔

قولہ الّا أن یرضي یعنی اولیاء مقتول اگر دیت لینے پر یا معاف کرنے پر راضی ہو جائیں تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔

قولہ فی الشَّفتينِ الدِّيَةُ دو ہونٹوں میں پوری اور ایک ہونٹ میں آدھی دیت آئے گی۔

قولہ فی البيضتينِ دونوں خصیوں میں پوری دیت اور ایک خصیہ کو ضائع کرنے پر آدھی دیت آئیگی۔

قولہ فی الرِّجلِ الواحدةِ نصفَ الدِّيةِ اور یہی حکم دونوں ہاتھوں کا ہے، ایک ہاتھ کاٹنے میں آدھی دیت اور دونوں ہاتھ کاٹنے پر پوری دیت آئے گی، یہی حکم دونوں پاؤں کی انگلیوں کا ہے۔ کیونکہ اصل فائدہ انگلیوں سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

قولہ فی المأمومةِ مامومہ اس زخم کو کہتے ہیں جو ام دماغ یعنی دماغ کی جڑ تک پہنچ جائے۔

اس میں ثلث دیت ہے یعنی تینتیس اونٹ اور ایک اونٹ کا ثلث، جو قیمت لگا کر اسے باقی دیت میں شامل کیا جائے، لیکن اگر مامومہ زخم سے زخمی کی موت واقع ہو جائے تو پوری دیت ہوگی۔

قولہ فی الجائفةِ وہ زخم جو پیٹ کے اندر تک جا پہنچے، اس میں ثلث دیت ہے بشرطیکہ اس سے موت واقع نہ ہو اگر موت واقع ہو جائے تو پوری دیت آئے گی۔

قولہ فی المنقِّلةِ منقلہ اس چوٹ کو کہتے ہیں کہ جو ہڈی کو توڑ کر اسے بدن کے باقی حصے میں گھسا دے، اس کی دیت پندرہ اونٹ ہیں۔

قولہ فی السِّنِّ ایک دانت توڑنے کی دیت پانچ اونٹ ہے، اور بتیس دانت توڑنے کی دیت سو نہیں بلکہ ایک سو ساٹھ اونٹ ہوگی۔

قولہ فی الموضِحةِ موضحہ سر یا چہرے کا وہ زخم جس میں ہڈی ظاہر ہو جائے خواہ معمولی ظاہر ہو اس میں پانچ اونٹ دیت ہے۔

قولہ علی أهلِ الذَّهبِ یعنی دینار والوں پر دیت لازم ہو جائے تو ان پر اونٹ خرید کر دینا ضروری نہیں، بلکہ وہ ہزار دینار دیت میں ادا کر دیں گے۔



٦٨٦٢: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِي فُسْحَةٍ مِنْ دِينِهِ، مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا".

ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا، کہا ہم سے اسحاق بن سعید بن عمرو بن سعید بن العاص نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن اس وقت تک اپنے دین کے بارے میں برابر کشادہ رہتا ہے (اسے ہر وقت مغفرت کی امید رہتی ہے) جب تک ناحق خون نہ کرے جہاں ناحق خون کیا تو مغفرت کا دروازہ تنگ ہو جاتا ہے۔

یعنی مسلمان اپنے دین کی وسعت میں ہوتا ہے (اور اپنے رب تعالیٰ کی بخشش کی امید میں ہوتا ہے، جب تک کہ کسی کا خون نہ بہائے)، جب کسی کا ناحق خون کرتا ہے تو اس پر مغفرت کا دروازہ تنگ ہو جاتا ہے۔

٦٨٦٣: حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدٍ، سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: "إِنَّ مِنْ وَرَطَاتِ الْأُمُورِ الَّتِي لَا مَخْرَجَ لِمَنْ أَوْقَعَ نَفْسَهُ فِيهَا، سَفْكَ الدَّمِ الْحَرَامِ بِغَيْرِ حِلِّهِ".



مجھ سے احمد بن یعقوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسحاق نے بیان کیا، انہوں نے کہا میں نے اپنے والد سے سنا، وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے کہ ہلاکت کا بھنور جس میں گرنے کے بعد پھر نکلنے کی امید نہیں ہے وہ ناحق خون کرنا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

یعنی ہلاکت کا بھنور جس میں گرنے کے بعد نکلنے کی امید نہیں ہے وہ ناحق خون بہانا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

٦٨٦٤ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ فِي الدِّمَاءِ".

ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابووائل نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے (قیامت کے دن) لوگوں کے درمیان خون خرابے کے فیصلہ جات کئے جائیں گے۔

مسلم میں یوم القیامة کا لفظ بھی وارد ہوا ہے، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں أولُ ما یحاسَبُ به العبدُ الصَّلاةُ آتا ہے کہ سب سے پہلے حساب بندے کی نماز کا ہوگا، نسائی میں یہ دونوں جملے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع مروی ہیں أولُ ما یحاسبُ به العبدُ الصلاة، وأولُ ما یقضي بین الناسِ فی الدماءِ ان دونوں احادیث میں تطبیق یہ ہے کہ حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور حقوق العباد میں سب سے پہلے خونوں کے بارہ میں حساب ہوگا۔

٦٨٦٥ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ، أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَدِيٍّ، حَدَّثَهُ أَنَّ الْمِقْدَادَ بْنَ عَمْرٍو الْكِنْدِيَّ حَلِيفَ بَنِي زُهْرَةَ حَدَّثَهُ، وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: "يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي لَقِيتُ كَافِرًا فَاقْتَتَلْنَا، فَضَرَبَ يَدِي بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا، ثُمَّ لَاذَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ، وَقَالَ: أَسْلَمْتُ لِلَّهِ، أَأَقْتُلُهُ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقْتُلْهُ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَإِنَّهُ طَرَحَ إِحْدَى يَدَيَّ، ثُمَّ قَالَ: ذَلِكَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا، أَأَقْتُلُهُ؟ قَالَ: لَا تَقْتُلْهُ، فَإِنْ قَتَلْتَهُ، فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ، وَأَنْتَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ".



ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا، کہا ہم کو یونس نے خبر دی، ان سے زہری نے، کہا مجھ سے عطاء بن یزید نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ بن عدی نے بیان کیا، ان سے بنی زہرہ کے حلیف مقداد بن عمرو الکندی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا وہ بدر کی لڑائی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے کہ آپ نے پوچھا: یارسول اللہ! اگر جنگ کے دوران میری کسی کافر سے مڈبھیڑ ہو جائے اور ہم ایک دوسرے کو قتل کرنے کی کوشش کرنے لگیں پھر وہ میرے ہاتھ پر اپنی تلوار مار کر اسے کاٹ دے اور اس کے بعد کسی درخت کی آڑ لے کر کہے کہ میں اللہ پر ایمان لایا تو کیا میں اسے اس کے اس اقرار کے بعد قتل کر سکتا ہوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے قتل نہ کرنا۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے تو میرا ہاتھ بھی کاٹ ڈالا اور یہ اقرار اس وقت کیا جب اسے یقین ہو گیا کہ اب میں اسے قتل ہی



کر دوں گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے قتل نہ کرنا کیونکہ اگر تم نے اسے اسلام لانے کے بعد قتل کر دیا تو وہ تمہارے مرتبہ میں ہو گا جو تمہارا اسے قتل کرنے سے پہلے تھا یعنی مظلوم معصوم الدم اور تم اس کے مرتبہ میں ہو گے جو اس کا اس کلمہ کے اقرار سے پہلے تھا جو اس نے اب کیا ہے (یعنی ظالم مباح الدم)۔

٦٨٦٦: وَقَالَ حَبِيبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمِقْدَادِ: "إِذَا كَانَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ يُخْفِي إِيمَانَهُ، مَعَ قَوْمٍ كُفَّارٍ، فَأَظْهَرَ إِيمَانَهُ، فَقَتَلْتَهُ، فَكَذَلِكَ كُنْتَ أَنْتَ تُخْفِي إِيمَانَكَ بِمَكَّةَ مِنْ قَبْلُ".

اور حبیب بن ابی عمرہ نے بیان کیا، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقداد رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اگر کوئی مسلمان کافروں کے ساتھ رہتا ہو پھر وہ ڈر کے مارے اپنا ایمان چھپاتا ہو، اگر وہ اپنا ایمان ظاہر کر دے اور تو اس کو مار ڈالے یہ کیوں کر درست ہو گا خود تم بھی تو مکہ میں پہلے اپنا ایمان چھپاتے تھے۔

٢- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {وَمَنْ أَحْيَاهَا}:

باب: اللہ تعالیٰ نے (سورۃ المائدہ میں) فرمایا جس نے مرتے کو بچالیا اس نے گویا سب لوگوں کی جان بچالی



قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَنْ حَرَّمَ قَتْلَهَا إِلَّا بِحَقٍّ فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ «من احیاھا» کا معنی یہ ہے کہ جس نے ناحق خون کرنا حرام رکھا گویا اس نے اس عمل سے تمام لوگوں کو زندہ رکھا۔

٦٨٦٧: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْهَا".

ہم سے قبیصہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے عبداللہ بن مرہ نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جان ناحق قتل کی جائے اس کے (گناہ کا) ایک حصہ آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے (قابیل پر) پڑتا ہے۔



٦٨٦٨: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ وَاقِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَنِي، عَنْ أَبِيهِ، سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ".

ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہیں واقد بن عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھ کو میرے والد نے اور انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم میں سے بعض بعض کی گردن مارنے لگ جاؤ۔

اس سے مراد اسلام سے پہلے والی خانہ جنگی کی حالت سے روکنا ہے، یا مراد یہ ہے کہ مسلح ہو کر ایک دوسرے کے خلاف لڑنے سے روکنا ہے، اور کافروں سے تشبیہ دی ہے، کیونکہ کافر ہی مسلمانوں کو مارا کرتے ہیں۔

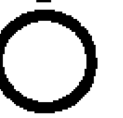
٦٨٦٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ بْنَ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: "اسْتَنْصِتِ النَّاسَ، لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ". رَوَاهُ أَبُو بَكْرَةَ، وَابْنُ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے علی بن مدرک نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوزرعہ بن عمرو بن جریر سے سنا، ان سے جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے دن فرمایا لوگوں کو خاموش کرا دو۔ (پھر فرمایا) تم میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم میں سے بعض بعض کی گردن مارنے لگے۔ اس حدیث کی روایت ابو بکرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے۔



٦٨٧٠: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْكَبَائِرُ: الْإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، أَوْ قَالَ: الْيَمِينُ الْغَمُوسُ" شَكَّ شُعْبَةُ، وَقَالَ مُعَاذٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: "الْكَبَائِرُ: الْإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، أَوْ قَالَ: وَقَتْلُ النَّفْسِ".

مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے فراس نے، ان سے شعبی نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبیرہ گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا یا فرمایا کہ ناحق دوسرے کا مال لینے کے لیے جھوٹی قسم کھانا ہیں۔ شک شعبہ کو تھا اور معاذ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کبیرہ گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، کسی کا مال ناحق لینے کے لیے جھوٹی قسم کھانا اور والدین کی نافرمانی کرنا یا کہا کہ کسی کی جان لینا۔







٦٨٧١: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا

عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ. سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْكَبَائِرُ" ح وحَدَّثَنَا عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ مَرْزُوقٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "أَكْبَرُ الْكَبَائِرِ: الْإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَوْلُ الزُّورِ أَوْ قَالَ: وَشَهَادَةُ الزُّورِ".

ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالصمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبیداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ کبیرہ اور ہم سے عمرو نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابو بکر نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑے گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، کسی کی ناحق جان لینا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹ بولنا ہیں یا فرمایا کہ جھوٹی گواہی دینا۔



٦٨٧٢: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ، حَدَّثَنَا أَبُو ظَبْيَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْحُرَقَةِ مِنْ جُهَيْنَةَ، قَالَ: فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ، قَالَ: وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِنْهُمْ، قَالَ: فَلَمَّا غَشِينَاهُ، قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، قَالَ: فَكَفَّ عَنْهُ الْأَنْصَارِيُّ، فَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي حَتَّى قَتَلْتُهُ، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمْنَا، بَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَقَالَ لِي: يَا أُسَامَةُ، أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ ؟ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذًا، قَالَ: أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ ؟" قَالَ: فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ، حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذَلِكَ الْيَوْمِ.

ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشیم نے بیان کیا، کہا ہم سے حصین نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوظبیان نے بیان کیا، کہا کہ میں نے اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ کی طرف (مہم پر) بھیجا۔ بیان کیا کہ پھر ہم نے ان لوگوں کو صبح کے وقت جالیا اور انہیں شکست دے دی۔ راوی نے بیان کیا کہ میں اور قبیلہ انصار کے ایک صاحب قبیلہ جہینہ کے ایک شخص تک پہنچے اور جب ہم نے اسے گھیر لیا تو اس نے کہا «لا إله إلا الله» انصاری صحابی نے تو (یہ سنتے ہی) ہاتھ روک لیا لیکن میں نے اپنے نیزے سے اسے قتل کر دیا۔ راوی نے بیان کیا کہ جب ہم واپس آئے تو اس واقعہ کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی۔ بیان کیا کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اسامہ! کیا تم نے کلمہ «لا إله إلا الله»



کا اقرار کرنے کے بعد اسے قتل کر ڈالا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے صرف جان بچانے کے لیے اس کا اقرار کیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا تم نے اسے «لا إله إلا الله» کا اقرار کرنے کے بعد قتل کر ڈالا۔ بیان کیا کہ نبی کریم اس جملہ کو اتنی دفعہ دہراتے رہے کہ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہو گئی کہ کاش میں اس سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔

٦٨٧٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنِ الصُّنَابِحِيِّ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "إِنِّي مِنَ النُّقَبَاءِ الَّذِينَ بَايَعُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَايَعْنَاهُ عَلَى: أَنْ لَا نُشْرِكَ بِاللهِ شَيْئًا، وَلَا نَسْرِقَ، وَلَا نَزْنِيَ، وَلَا نَقْتُلَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ، وَلَا نَنْتَهِبَ، وَلَا نَعْصِيَ بِالْجَنَّةِ، إِنْ فَعَلْنَا ذَلِكَ، فَإِنْ غَشِينَا مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا، كَانَ قَضَاءُ ذَلِكَ إِلَى اللهِ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید نے بیان کیا، ان سے ابوالخیر نے، ان سے صنابحی نے اور ان سے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں ان نقیبوں میں سے تھا جنہوں نے (منیٰ میں لیلۃ العقبہ کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ ہم نے اس کی بیعت (عہد) کی تھی کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، ہم چوری نہیں کریں گے، زنا نہیں کریں گے، کسی کی ناحق جان نہیں لیں گے جو اللہ نے حرام کی ہے، ہم لوٹ مار نہیں کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہیں کریں گے اور یہ کہ اگر ہم نے اس پر عمل کیا تو ہمیں جنت ملے گی اور اگر ہم نے ان میں سے کسی طرح کا گناہ کیا تو اس کا فیصلہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں ہو گا۔



شرح بخاری

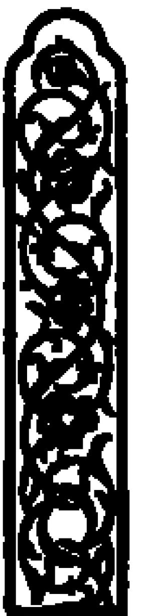
٦٨٧٤: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ، فَلَيْسَ مِنَّا". رَوَاهُ أَبُو مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے جویریہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے۔





٦٨٧٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، وَيُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: ذَهَبْتُ لِأَنْصُرَ هَذَا الرَّجُلَ، فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرَةَ، فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قُلْتُ: أَنْصُرُ هَذَا الرَّجُلَ، قَالَ: ارْجِعْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا، فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ، قَالَ:



إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ".

ہم سے عبدالرحمٰن بن المبارک نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے، کہا ہم سے ایوب اور یونس نے، ان سے امام حسن بصری نے، ان سے احنف بن قیس نے کہ میں ان صاحب (علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کی جنگ جمل میں مدد کے لیے تیار تھا کہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا، کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا کہ ان صاحب کی مدد کے لیے جانا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ واپس چلے جاؤ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب دو مسلمان تلوار کھینچ کر ایک دوسرے سے بھڑ جائیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں جاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک تو قاتل تھا لیکن مقتول کو سزا کیوں ملے گی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بھی اپنے قاتل کے قتل پر آمادہ تھا۔

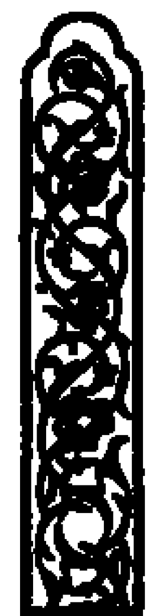
۳- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالأُنْثَى بِالأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾:



باب: اللہ تعالیٰ نے (سورۃ البقرہ میں) فرمایا اے ایمان والو! تم میں جو لوگ قتل کئے جائیں ان کا قصاص فرض کیا گیا ہے، آزاد کے بدلہ میں آزاد اور غلام کے بدلہ میں غلام اور عورت کے بدلہ میں عورت، ہاں جس کسی کو اس کے فریق کے مقابل کی طرف سے قصاص کا کوئی حصہ معاف کر دیا جائے سو مطالبہ معقول اور نرم طریق پر کرنا چاہئے اور دیت کو اس فریق کے پاس خوبی سے پہنچا دینا چاہئے، یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے رعایت اور مہربانی ہے سو جو کوئی اس کے بعد بھی زیادتی کرے اس کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

قاتل نے جیسے مقتول کو ناحق مارا ہو ویسے ہی اسے قتل کیا جائیگا، لیکن اگر اس نے ناجائز طریقہ استعمال کیا ہو تب اس سے بچا جائیگا، مثلاً اس نے شراب پلا کر مارا ہو تو اسے شراب پلا کر نہیں مارا جائیگا، اسی طرح اس نے اگر لواطت کر کے مارا ہے تو اس سے لواطت نہیں کی جائے گی۔

(اس باب میں حدیث نہیں ہے۔)



۴۔بَابُ سُؤَالِ الْقَاتِلِ حَتَّى يُقِرَّ وَالإِقْرَارِ فِي الْحُدُودِ:

باب: حاکم کا قاتل سے پوچھ گچھ کرنا یہاں تک کہ وہ اقرار کرلے اور حدود میں اقرار (اثبات جرم کیلئے) کافی ہے

٦٨٧٦: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ. حَدَّثَنَا هَمَّامٌ. عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ يَهُودِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ، فَقِيلَ لَهَا: مَنْ فَعَلَ بِكِ هَذَا ؟ أَفُلَانٌ أَوْ فُلَانٌ ؟ حَتَّى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ، فَأُتِيَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَلَمْ يَزَلْ بِهِ حَتَّى أَقَرَّ بِهِ، فَرُضَّ رَأْسُهُ بِالْحِجَارَةِ".

ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا پھر اس لڑکی سے پوچھا گیا کہ یہ کس نے کیا ہے؟ فلاں نے، فلاں نے؟ آخر جب اس یہودی کا نام لیا گیا (تو لڑکی نے سر کے اشارہ سے ہاں کہا) پھر یہودی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں لایا گیا اور اس سے پوچھ گچھ کی جاتی رہی یہاں تک کہ اس نے جرم کا اقرار کرلیا چنانچہ اس کا سر بھی پتھروں سے کچلا گیا۔

ملزم کو اپنا جرم منوانے کے لئے سزا دی جاسکتی ہے، جب کہ ایسی علامات پائی جائیں جن سے معلوم ہو کہ اس نے جرم کیا ہے، جیسا کہ اس یہودی نے لڑکی کے زیور اتار لیے تھے، اور لڑکی نے بھی کچلے ہوئے سر کے ساتھ اشارہ کیا تھا اور اس کی تصدیق کی تھی، اس کے بعد اس نے اقرار کرلیا اور اس کو قتل کیا گیا اور اس کا سر بھی دو پتھروں سے کچلا گیا۔

شرح بخاری

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کے بدلے مرد کو قتل کیا جائیگا اور قاتل نے جیسے قتل کیا ہو، ویسے ہی اس سے قصاص لیا جائیگا۔

۵۔بَابُ إِذَا قَتَلَ بِحَجَرٍ أَوْ بِعَصًا:

باب: جب کسی نے پتھر یا ڈنڈے سے کسی کو قتل کیا

٦٨٧٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ. عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسٍ. عَنْ جَدِّهِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: خَرَجَتْ جَارِيَةٌ عَلَيْهَا أَوْضَاحٌ بِالْمَدِينَةِ، قَالَ: فَرَمَاهَا يَهُودِيٌّ بِحَجَرٍ. قَالَ: فَجِيءَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَبِهَا رَمَقٌ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فُلَانٌ قَتَلَكِ ؟ فَرَفَعَتْ رَأْسَهَا. فَأَعَادَ عَلَيْهَا، قَالَ: فُلَانٌ قَتَلَكِ ؟ فَرَفَعَتْ رَأْسَهَا. فَقَالَ لَهَا فِي الثَّالِثَةِ: فُلَانٌ قَتَلَكِ ؟ فَخَفَضَتْ رَأْسَهَا. فَدَعَا بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَتَلَهُ بَيْنَ الْحَجَرَيْنِ".

ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن ادریس نے خبر دی، انہیں شعبہ نے، انہیں ہشام بن زید بن انس نے، ان سے ان کے دادا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مدینہ منورہ میں ایک لڑکی چاندی کے زیور پہنے باہر نکلی۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر اسے ایک یہودی نے پتھر سے ماردیا۔ جب اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو ابھی اس میں جان باقی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمہیں فلاں نے مارا ہے؟ اس پر لڑکی نے اپنا سر (انکار کے لیے) اٹھایا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمہیں فلاں نے مارا ہے؟ لڑکی نے اس پر بھی سر اٹھایا۔ تیسری مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، فلاں نے تمہیں مارا ہے؟ اس پر لڑکی نے اپنا سر نیچے کی طرف جھکالیا (اقرار کرتے ہوئے جھکالیا) چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلایا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پتھروں سے کچل کر اسے قتل کرایا۔

احناف کے ہاں تیز دھار آلہ سے مارا جائے تب قصاص آتا ہے، جیسے تلوار، خنجر یا چاقو سے مارنا۔

شوافع کے نزدیک اگر بہت بڑا پتھر مارے اور وہ سر پر لگنے سے مر جائے تو یہ بھی عمد ہوگا اور اس میں قصاص آئے گا، اس طرح اگر کسی کو پکڑ کر بار بار لاٹھی سے مارا جائے تو یہ بھی قتل عمد ہوگا، ایک، آدھ لاٹھی مارنے سے مر جائے تو شبہ عمد ہوگا، حنفی کہتے ہیں کہ اگر ابوقبیس پہاڑ بھی مارے تو عمد نہیں ہوگا۔

٦-بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالأَنْفَ بِالأَنْفِ وَالأُذُنَ بِالأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ}



باب: اللہ تعالیٰ نے (سورۃ المائدہ میں) فرمایا کہ جان کا بدلہ جان ہے اور آنکھ کا بدلہ آنکھ اور ناک کا بدلہ ناک اور کان کا بدلہ کان اور دانت کا بدلہ دانت اور زخموں میں قصاص ہے، سو کوئی اسے معاف کردے تو وہ اس کی طرف سے کفارہ ہو جائے گا اور جو کوئی اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے موافق فیصلہ نہ کرے تو وہ ظالم ہیں



٦٨٧٨: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: النَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالْمَارِقُ مِنَ الدِّينِ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ".



ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا، کہا ہم سے میرے والد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن مرہ نے بیان کیا، ان سے مسروق نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان

کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کا خون جو کلمہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ماننے والا ہو حلال نہیں ہے البتہ تین صورتوں میں جائز ہے۔ جان کے بدلہ جان لینے والا، شادی شدہ ہو کر زنا کرنے والا اور اسلام سے نکل جانے والا (مرتد) جماعت کو چھوڑ دینے والا۔

٧۔ بَابُ مَنْ أَقَادَ بِالْحَجَرِ:

باب: پتھروں سے قصاص لینے کا بیان

٦٨٧٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ يَهُودِيًّا قَتَلَ جَارِيَةً عَلَى أَوْضَاحٍ لَهَا، فَقَتَلَهَا بِحَجَرٍ، فَجِيءَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِهَا رَمَقٌ، فَقَالَ: "أَقَتَلَكِ فُلَانٌ ؟ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ لَا. ثُمَّ قَالَ: الثَّانِيَةَ. فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ لَا. ثُمَّ سَأَلَهَا الثَّالِثَةَ، فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ نَعَمْ. فَقَتَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَجَرَيْنِ".

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن زید اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کو اس کے چاندی کے زیور کے لالچ میں مار ڈالا تھا۔ اس نے لڑکی کو پتھر سے مارا پھر لڑکی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی گئی تو اس کے جسم میں جان باقی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہیں فلاں نے مارا ہے؟ اس نے سر کے اشارہ سے انکار کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پوچھا، کیا تمہیں فلاں نے مارا ہے؟ اس مرتبہ بھی اس نے سر کے اشارے سے انکار کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تیسری مرتبہ پوچھا تو اس نے سر کے اشارہ سے اقرار کیا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کو دو پتھروں میں کچل کر قتل کر دیا۔



احناف کے نزدیک قصاص تلوار سے ہی لیا جاسکتا ہے وہ لا قودَ إلا بالسیفِ روایت پیش کرتے ہیں، لیکن حافظ نے کہا ہے کہ اس روایت کی تمام اسانید ضعیف ہیں، جبکہ قرآن کریم میں قصاص کا ذکر ہے، اور قصاص سے مراد یہ ہے کہ قاتل نے جیسے مقتول کو مارا ہو ویسے ہی اسے مارا جائے، اور حنفی مذہب میں صحیح، ثابت خبر واحد سے قرآن کی تخصیص جائز نہیں ہے، تو ضعیف روایت سے قرآن کریم کی تخصیص کیونکر جائز ہے، بلکہ حنفی مذہب میں پتھر یا لاٹھیاں مارنے سے مر جائے تو قصاص آتا ہی نہیں ہے۔



٨۔ بَابُ مَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ:



باب: جس کا کوئی قتل کر دیا گیا ہو اسے دو چیزوں میں ایک کا اختیار ہے



٦٨٨٠: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ خُزَاعَةَ قَتَلُوا رَجُلًا. وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا حَرْبٌ، عَنْ يَحْيَى، حَدَّثَنَا أَبُو

سَلَمَةَ. حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ قَتَلَتْ خُزَاعَةُ رَجُلًا مِنْ بَنِي لَيْثٍ بِقَتِيلٍ لَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "إِنَّ اللهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهِمْ رَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ أَلَا وَإِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي أَلَا وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ أَلَا وَإِنَّهَا سَاعَتِي هَذِهِ حَرَامٌ لَا يُخْتَلَى شَوْكُهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يَلْتَقِطُ سَاقِطَتَهَا إِلَّا مُنْشِدٌ وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِمَّا يُودَى وَإِمَّا يُقَادُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ: أَبُو شَاهٍ، فَقَالَ: اكْتُبْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّمَا نَجْعَلُهُ فِي بُيُوتِنَا وَقُبُورِنَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ" وَتَابَعَهُ عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ شَيْبَانَ فِي الْفِيلِ، قَالَ بَعْضُهُمْ، عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ: الْقَتْلَ، وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ: إِمَّا أَنْ يُقَادَ أَهْلُ الْقَتِيلِ.

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شیبان نحوی نے، ان سے یحییٰ نے، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ قبیلہ خزاعہ کے لوگوں نے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا۔ اور عبداللہ بن رجاء نے کہا، ان سے حرب بن شداد نے، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ فتح مکہ کے موقع پر قبیلہ خزاعہ نے " لیث کے ایک شخص (ابن اثوع) کو اپنے جاہلیت کے مقتول کے بدلہ میں قتل کر دیا تھا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ سے ہاتھیوں کے (شاہ یمن ابرہہ کے) لشکر کو روک دیا تھا لیکن اس نے اپنے رسول اور مومنوں کو اس پر غلبہ دیا۔ ہاں یہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا اور میرے لیے بھی دن کو صرف ایک ساعت کے لیے۔ اب اس وقت سے اس کی حرمت پھر قائم ہوگئی۔ (سن لو) اس کا کانٹا نہ اکھاڑا جائے، اس کا درخت نہ تراشا جائے اور سوا اس کے جو اعلان کرنے کا ارادہ رکھتا ہے کوئی بھی یہاں کی گری ہوئی چیز نہ اٹھائے اور دیکھو جس کا کوئی عزیز قتل کر دیا جائے تو اسے دو باتوں میں اختیار ہے یا اسے اس کا خون بہا دیا جائے یا قصاص دیا جائے۔ یہ وعظ سن کر اس پر ایک یمنی صاحب ابوشاہ نامی کھڑے ہوئے اور کہا: یارسول اللہ! اس وعظ کو میرے لیے لکھوا دیجیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وعظ ابوشاہ کے لیے لکھ دو۔ اس کے بعد قریش کے ایک صاحب عباس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: یارسول اللہ اذخر گھاس کی اجازت فرما دیجیے کیونکہ ہم اسے اپنے گھروں میں اور اپنی قبروں میں بچھاتے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذخر گھاس اکھاڑنے کی اجازت دے دی۔ اور اس روایت کی متابعت عبیداللہ نے شیبان کے واسطہ سے ہاتھیوں کے واقعہ کے ذکر کے سلسلہ میں کی۔





بعض نے ابونعیم کے حوالہ سے «القتل.» کا لفظ روایت کا ہے اور عبید اللہ نے بیان کیا کہ یا مقتول کے گھر والوں کو قصاص دیا جائے۔

قتل عمد میں مقتول کے اولیاء کو دو چیزوں میں سے کسی ایک کا اختیار ہوتا ہے، وہ قصاص میں قاتل کو قتل بھی کر سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو قصاص چھوڑ کر دیت بھی لے سکتے ہیں، حنفی کہتے ہیں کہ اختیار نہیں ہے وہ قصاص میں قاتل کو قتل کر سکتے ہیں، دیت تب لے سکتے ہیں، جبکہ قاتل دینے پر راضی ہو، ورنہ وہ صرف قصاص ہی لے سکتے ہیں، حالانکہ ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کی جان بچ جائے تو قاتل دیت دینے پر رضامند ہو جاتا ہے۔ احناف کے علاوہ دیگر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ کے تحت اولیاء مقتول کو اختیار حاصل ہے کہ وہ قصاص لیں یا دیت لینے کو اختیار کر لیں، یہ ان کا حق ہے، اگرچہ قاتل راضی نہ ہو مثلاً وہ سمجھتا ہے کہ میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں اور مرنے کے قریب ہوں، لہٰذا قصاص ہی دوں گا، قاتل کو اختیار نہیں بلکہ مقتول کے وارثوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ قتل کریں یا مقتول کے بچوں کی کفالت کے لئے دیت لینا قبول کر لیں۔

٦٨٨١ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ. حَدَّثَنَا سُفْيَانُ. عَنْ عَمْرٍو. عَنْ مُجَاهِدٍ. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. قَالَ: كَانَتْ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ قِصَاصٌ وَلَمْ تَكُنْ فِيهِمُ الدِّيَةُ. فَقَالَ اللهُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى إِلَى هَذِهِ الْآيَةِ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ سورة البقرة آية ١٧٨. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ. فَالْعَفْوُ أَنْ يَقْبَلَ الدِّيَةَ فِي الْعَمْدِ. قَالَ: فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ أَنْ يَطْلُبَ بِمَعْرُوفٍ وَيُؤَدِّيَ بِإِحْسَانٍ".



ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، ان سے مجاہد بن جبیر نے بیان کیا، اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ بنی اسرائیل میں صرف قصاص کا رواج تھا، دیت کی صورت نہیں تھی۔ پھر اس امت کے لیے یہ حکم نازل ہوا «کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ» الخ۔ ابن عباس نے کہا «فمن عفی له من أخيه شيء» سے یہی مراد ہے کہ مقتول کے وارث قتل عمد میں دیت پر راضی ہو جائیں اور «فاتباع بالمعروف» سے یہ مراد ہے کہ مقتول کے وارث دستور کے موافق قاتل سے دیت کا تقاضا کریں «وأداء اليه باحسان» سے یہ مراد ہے کہ قاتل اچھی طرح خوش دلی سے دیت ادا کرے۔



٩۔بَابُ مَنْ طَلَبَ دَمَ امْرِئٍ بِغَيْرِ حَقٍّ:

باب: جو کوئی ناحق کسی کا خون کرنے کی فکر میں ہو اس کا گناہ

٦٨٨٢ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ. أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ. عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ. حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَبْغَضُ النَّاسِ إِلَى



اللهِ ثَلَاثَةٌ: مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ، وَمُبْتَغٍ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِئٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيُهَرِيقَ دَمَهُ".

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن ابی حسین نے، ان سے نافع بن جبیر نے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں (مسلمانوں) میں سب سے زیادہ مبغوض تین طرح کے لوگ ہیں۔ حرم میں زیادتی کرنے والا، دوسرا جو اسلام میں جاہلیت کی رسموں پر چلنے کا خواہشمند ہو، تیسرے وہ شخص جو کسی آدمی کا ناحق خون کرنے کے لیے اس کے پیچھے لگے۔

١٠- بَابُ الْعَفْوِ فِي الْخَطَإِ بَعْدَ الْمَوْتِ:

باب: قتل خطا میں مقتول کی موت کے بعد اس کے وارث کا معاف کرنا



٦٨٨٣: حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، هُزِمَ الْمُشْرِكُونَ يَوْمَ أُحُدٍ. ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي زَكَرِيَّاءَ يَعْنِي الْوَاسِطِيَّ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "صَرَخَ إِبْلِيسُ يَوْمَ أُحُدٍ فِي النَّاسِ: يَا عِبَادَ اللهِ، أُخْرَاكُمْ، فَرَجَعَتْ أُولَاهُمْ عَلَى أُخْرَاهُمْ حَتَّى قَتَلُوا الْيَمَانِ" فَقَالَ حُذَيْفَةُ: أَبِي أَبِي، فَقَتَلُوهُ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: غَفَرَ اللهُ لَكُمْ، قَالَ: وَقَدْ كَانَ انْهَزَمَ مِنْهُمْ قَوْمٌ حَتَّى لَحِقُوا بِالطَّائِفِ.

ہم سے فروہ بن ابی المغراء نے بیان کیا، کہا ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ مشرکین نے احد کی لڑائی میں پہلے شکست کھائی تھی (دوسری سند) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا مجھ سے محمد بن حرب نے بیان کیا، ان سے ابو مروان یحییٰ ابن ابی زکریا نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ابلیس احد کی لڑائی میں لوگوں میں چیخا۔ اے اللہ کے بندو! اپنے پیچھے والوں سے، مگر یہ سنتے ہی آگے کے مسلمان پیچھے کی طرف پلٹ پڑے یہاں تک کہ مسلمانوں نے (غلطی میں) حذیفہ کے والد یمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا۔ اس پر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرے والد ہیں، میرے والد! لیکن انہیں قتل ہی کر ڈالا۔ پھر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تمہاری مغفرت کرے۔ بیان کیا کہ مشرکین کی ایک جماعت میدان سے بھاگ کر طائف تک پہنچ گئی تھی۔

١١- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ



إِلاَّ أَنْ يَصَّدَّقُوا فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِنَ اللهِ وَكَانَ اللهُ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾:

باب: اللہ تعالیٰ نے (سورۃ نساء میں) فرمایا اور یہ کسی مومن کیلئے مناسب نہیں کہ وہ کسی مومن کو ناحق قتل کر دے، بجز اس کے کہ غلطی سے ایسا ہو جائے اور جو کوئی کسی مومن کو غلطی سے قتل کر ڈالے تو ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا اس پر واجب ہے اور دیت بھی جو اس کے عزیزوں کے حوالہ کی جائے سوا اس کے کہ وہ لوگ خود ہی اسے معاف کر دیں تو اگر وہ ایسی قوم میں ہو جو تمہاری دشمن ہے در آں حالیکہ وہ بذات خود مومن ہے تو ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا واجب ہے اور اگر ایسی قوم میں سے ہو کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے تو دیت واجب ہے جو اس کے عزیزوں کے حوالہ کی جائے اور ایک مسلم غلام کا آزاد کرنا بھی، پھر جس کو یہ نہ میسر ہو اس پر دو مہینے کے لگا تار روزے رکھنا واجب ہے، یہ توبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ بڑا علم والا ہے، بڑا ہی حکمت والا ہے



۱۲۔بَابُ إِذَا أَقَرَّ بِالْقَتْلِ مَرَّةً قُتِلَ بِهِ:

باب: جب قاتل ایک مرتبہ قتل کا اقرار کر لے تو اسے قتل کر دیا جائے گا

٦٨٨٤ : حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا حَبَّانُ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ "أَنَّ يَهُودِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ، فَقِيلَ لَهَا: مَنْ فَعَلَ بِكِ هَذَا أَفُلَانٌ أَفُلَانٌ؟، حَتَّى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ، فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا، فَجِيءَ بِالْيَهُودِيِّ، فَاعْتَرَفَ، فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرُضَّ رَأْسُهُ بِالْحِجَارَةِ". وَقَدْ قَالَ هَمَّامٌ: بِحَجَرَيْنِ.

مجھ سے اسحاق نے بیان کیا، کہا ہم کو حبان بن ہلال نے خبر دی، کہا ہم سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان میں لے کر کچل دیا تھا۔ اس لڑکی سے پوچھا گیا کہ یہ تمہارے ساتھ کس نے کیا؟ کیا فلاں نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے کیا ہے؟ آخر جب اس یہودی کا نام لیا گیا تو اس نے اپنے سر کے اشارے سے (ہاں) کہا پھر یہودی لایا گیا اور اس نے اقرار کر لیا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کا بھی سر پتھر سے کچل دیا گیا۔ ہمام نے دو پتھروں کا ذکر کیا ہے۔



۱۳۔بَابُ قَتْلِ الرَّجُلِ بِالْمَرْأَةِ:

باب: عورت کے بدلہ میں مرد کا قتل کرنا جو عورت کا قاتل ہو

٦٨٨٥: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتَلَ يَهُودِيًّا بِجَارِيَةٍ قَتَلَهَا عَلَى أَوْضَاحٍ لَهَا".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، کہا ہم نے سعید نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کو ایک لڑکی کے بدلہ میں قتل کرا دیا تھا، یہودی نے اس لڑکی کو چاندی کے زیورات کے لالچ میں قتل کر دیا تھا۔

١٤- بَابُ الْقِصَاصِ بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِي الْجِرَاحَاتِ:

باب: مردوں اور عورتوں کے درمیان زخموں میں بھی قصاص لیا جائے گا

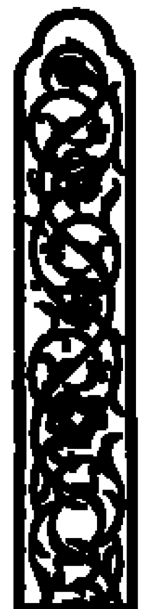
وَقَالَ أَهْلُ الْعِلْمِ: يُقْتَلُ الرَّجُلُ بِالْمَرْأَةِ، وَيُذْكَرُ عَنْ عُمَرَ: تُقَادُ الْمَرْأَةُ مِنَ الرَّجُلِ فِي كُلِّ عَمْدٍ يَبْلُغُ نَفْسَهُ فَمَا دُونَهَا مِنَ الْجِرَاحِ، وَبِهِ قَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، وَإِبْرَاهِيمُ وَأَبُو الزِّنَادِ، عَنْ أَصْحَابِهِ، وَجَرَحَتْ أُخْتُ الرُّبَيِّعِ إِنْسَانًا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْقِصَاصُ.



اہل علم نے کہا ہے کہ مرد کو عورت کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عورت سے مرد کے قتل مثل عمد یا اس سے کم دوسرے زخموں کا قصاص لیا جائے۔ یہی قول عمر بن عبدالعزیز، ابراہیم، ابوالزناد کا اپنے اساتذہ سے منقول ہے۔ اور ربیع کی بہن نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص کو زخمی کر دیا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا فیصلہ فرمایا تھا۔

٦٨٨٦: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيِّ بْنِ بَحْرٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "لَدَدْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ، فَقَالَ: لَا تُلِدُّونِي، فَقُلْنَا: كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ، فَلَمَّا أَفَاقَ، قَالَ: لَا يَبْقَى أَحَدٌ مِنْكُمْ إِلَّا لُدَّ غَيْرَ الْعَبَّاسِ فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ".

ہم سے عمر بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن ابی عائشہ نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ میں (مرض الوفات کے موقع پر) آپ کی مرضی کے خلاف ہم نے دوا ڈالی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے حلق میں دوا نہ ڈالو لیکن ہم نے سمجھا کہ مریض ہونے کی وجہ سے دوا پینے سے نفرت کر رہے ہیں لیکن جب آپ کو ہوش ہوا تو فرمایا کہ تم جتنے لوگ



گھر میں ہو سب کے حلق میں زبردستی دوا ڈالی جائے سوا عباس رضی اللہ عنہ کے کہ وہ اس وقت موجود نہیں تھے۔

اس حدیث میں لَا يَبْقَى أَحَدٌ مِنْكُمْ إِلَّا لُدَّ سے ترجمہ باب ثابت ہوتا ہے کیونکہ گھر میں آپ کا لدود کرنے والے مردوں کے ساتھ عورتیں بھی تھیں، جن کا قصاص میں لدود کیا گیا، اور بعض احادیث میں اس بات کی صراحت آتی ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا بھی لدود کیا گیا حالانکہ وہ روزے دار تھیں، کیونکہ آپ کا لدود کرنے کا حکم عام تھا۔

۱۵۔بَابُ مَنْ أَخَذَ حَقَّهُ أَوِ اقْتَصَّ دُونَ السُّلْطَانِ:

باب: جس نے اپنا حق یا قصاص سلطان کی اجازت کے بغیر لے لیا

٦٨٨٧: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، أَنَّ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: إِنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ".

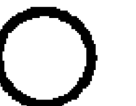
ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، کہا ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے بیان کیا، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم آخری امت ہیں لیکن (قیامت کے دن) سب سے آگے رہنے والے ہیں۔



مقروض سے اپنا حق لینے کے لئے یا قصاص لینے کے لئے اپنے معاملہ کو حاکم کے پاس پہنچانا چاہیے یا بغیر حاکم کے بھی قصاص لے سکتا ہے؟ ابن بطال نے کہا ہے کہ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حاکم کے بغیر اپنا حق یا قصاص لینا جائز نہیں ہے، لیکن مالک کا اپنے غلام پر حد زنا لگانا اس سے مستثنیٰ ہے اگرچہ اس میں بھی اختلاف ہے اور ترجمہ باب کے تحت ذکر ہونے والی حدیث کو انہوں نے زجر و توبیخ پر محمول کیا ہے، تاکہ کوئی شخص لوگوں کے مستورات کو نہ جھانکے۔ (شرح بخاری)

٦٨٨٨: وَبِإِسْنَادِهِ "لَوِ اطَّلَعَ فِي بَيْتِكَ أَحَدٌ وَلَمْ تَأْذَنْ لَهُ، خَذَفْتَهُ بِحَصَاةٍ، فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ، مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جُنَاحٍ".

اور اسی اسناد کے ساتھ (روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اگر کوئی شخص تیرے گھر میں (کسی سوراخ یا جنگلے وغیرہ سے) تم سے اجازت لیے بغیر جھانک رہا ہو اور تم اسے کنکری مارو جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تم پر کوئی سزا نہیں ہے نہ گناہ ہوگا نہ دنیا کی کوئی سزا لاگو ہوگی۔





٦٨٨٩: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ حُمَيْدٍ، "أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ فِي بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَدَّدَ إِلَيْهِ مِشْقَصًا". فَقُلْتُ: مَنْ حَدَّثَكَ، قَالَ: أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ.



ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے حمید نے کہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جھانک رہے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف تیر کا پھل بڑھایا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ حدیث تم سے کس نے بیان کی ہے؟ تو انہوں نے بیان کیا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے۔

١٦۔بَابُ إِذَا مَاتَ فِي الزِّحَامِ أَوْ قُتِلَ:

باب: جب کوئی ہجوم میں مر جائے یا مارا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

٦٨٩٠ : حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ. أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ. قَالَ: هِشَامٌ أَخْبَرَنَا. عَنْ أَبِيهِ. عَنْ عَائِشَةَ. قَالَتْ: "لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ. هُزِمَ الْمُشْرِكُونَ. فَصَاحَ إِبْلِيسُ: أَيْ عِبَادَ اللهِ أُخْرَاكُمْ. فَرَجَعَتْ أُولَاهُمْ. فَاجْتَلَدَتْ هِيَ وَأُخْرَاهُمْ". فَنَظَرَ حُذَيْفَةُ فَإِذَا هُوَ بِأَبِيهِ الْيَمَانِ، فَقَالَ: أَيْ عِبَادَ اللهِ: أَبِي أَبِي. قَالَتْ: فَوَاللهِ مَا احْتَجَزُوا حَتَّى قَتَلُوهُ. قَالَ حُذَيْفَةُ: غَفَرَ اللهُ لَكُمْ. قَالَ عُرْوَةُ: فَمَا زَالَتْ فِي حُذَيْفَةَ مِنْهُ بَقِيَّةُ خَيْرٍ حَتَّى لَحِقَ بِاللهِ.

مجھ سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہم کو ابو اسامہ نے خبر دی، انہیں ہشام نے خبر دی، کہا ہم کو ہمارے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ احد کی لڑائی میں مشرکین کو پہلے شکست ہو گئی تھی لیکن ابلیس نے چلا کر کہا اے اللہ کے بندو! پیچھے کی طرف والوں سے بچو! چنانچہ آگے کے لوگ پلٹ پڑے اور آگے والے پیچھے والوں سے (جو مسلمان ہی تھے) بھڑ گئے۔ اچانک حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو ان کے والد یمان رضی اللہ عنہ تھے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے بندو! یہ تو میرے والد ہیں، میرے والد۔ بیان کیا کہ اللہ کی قسم مسلمان انہیں قتل کر کے ہی ہٹے۔ اس پر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تمہاری مغفرت کرے۔ عروہ نے بیان کیا کہ اس واقعہ کا صدمہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کو آخر وقت تک رہا۔

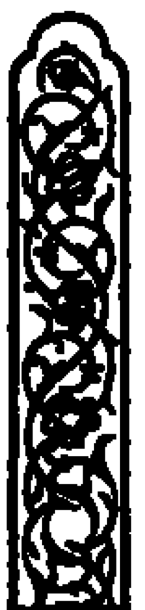


یعنی جو شخص ہجوم میں فوت ہو جائے یا اسے غلطی سے قتل کر دیا جائے تو اس کی دیت بیت المال سے دیدی جائے، یا اس جماعت پر ڈال دی جائے جو اس وقت وہاں جمع ہو، امام بخاری نے اس کا حکم بیان نہیں کیا، کیونکہ اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

١٧۔بَابُ إِذَا قَتَلَ نَفْسَهُ خَطَأً فَلَا دِيَةَ لَهُ:

باب: اگر کسی نے غلطی سے اپنے آپ ہی کو مار ڈالا تو اس کی کوئی دیت نہیں ہے

٦٨٩١ : حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ. حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ. عَنْ سَلَمَةَ. قَالَ: "خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى خَيْبَرَ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: أَسْمِعْنَا يَا عَامِرُ مِنْ هُنَيْهَاتِكَ. فَحَدَا بِهِمْ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ السَّائِقُ؟. قَالُوا: عَامِرٌ. فَقَالَ: رَحِمَهُ اللهُ.



فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلَّا أَمْتَعْتَنَا بِهِ، فَأُصِيبَ صَبِيحَةَ لَيْلَتِهِ، فَقَالَ الْقَوْمُ: حَبِطَ عَمَلُهُ قَتَلَ نَفْسَهُ، فَلَمَّا رَجَعْتُ وَهُمْ يَتَحَدَّثُونَ أَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ، فَجِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ فَدَاكَ أَبِي وَأُمِّي، زَعَمُوا أَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ، فَقَالَ كَذَبَ مَنْ قَالَهَا، إِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ اثْنَيْنِ، إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ، وَأَيُّ قَتْلٍ يَزِيدُهُ عَلَيْهِ".

ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ابی عبید نے، اور ان سے سلمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف نکلے۔ جماعت کے ایک صاحب نے کہا عامر! ہمیں اپنی حدی سنایئے۔ انہوں نے حدی خوانی شروع کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کون صاحب گا گا کر اونٹوں کو ہانک رہے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ عامر ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ ان پر رحم کرے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے ہمیں عامر سے فائدہ کیوں نہیں اٹھانے دیا۔ چنانچہ عامر رضی اللہ عنہ اسی رات کو اپنی ہی تلوار سے شہید ہو گئے۔ لوگوں نے کہا کہ ان کے اعمال برباد ہو گئے، انہوں نے خود کشی کرلی (کیونکہ ایک یہودی پر حملہ کرتے وقت خود اپنی تلوار سے زخمی ہو گئے تھے) جب میں واپس آیا اور میں نے دیکھا کہ لوگ آپس میں کہہ رہے ہیں کہ عامر کے اعمال برباد ہو گئے تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں، یہ لوگ کہتے ہیں کہ عامر کے سارے اعمال برباد ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہ کہتا ہے غلط کہتا ہے۔ عامر کو دوہرا اجر ملے گا وہ (اللہ کے راستہ میں) مشقت اٹھانے والے اور جہاد کرنے والے تھے اور کس قتل کا اجر اس سے بڑھ کر ہوگا؟

١٨- بَابُ إِذَا عَضَّ رَجُلاً فَوَقَعَتْ ثَنَايَاهُ:

باب: جب کسی نے کسی کو دانت سے کاٹا اور کاٹنے والے کا دانت ٹوٹ گیا تو اس کی کوئی دیت نہیں ہے

٦٨٩٢: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ زُرَارَةَ بْنَ أَوْفَى، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ رَجُلًا عَضَّ يَدَ رَجُلٍ، فَنَزَعَ يَدَهُ مِنْ فَمِهِ، فَوَقَعَتْ ثَنِيَّتَاهُ، فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "يَعَضُّ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ كَمَا يَعَضُّ الْفَحْلُ لَا دِيَةَ لَكَ".

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا کہ میں نے زرارہ بن ابی اوفی سے سنا، ان سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نے ایک شخص کے ہاتھ میں دانت سے کاٹا تو اس نے اپنا ہاتھ کاٹنے والے کے منہ میں سے کھینچ لیا جس سے اس کے آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے پھر دونوں اپنا جھگڑا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے

ہی بھائی کو اس طرح دانت سے کاٹتے ہو جیسے اونٹ کاٹتا ہے تمہیں دیت نہیں ملے گی۔

٦٨٩٣: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: خَرَجْتُ فِي غَزْوَةٍ، "فَعَضَّ رَجُلٌ، فَانْتَزَعَ ثَنِيَّتَهُ، فَأَبْطَلَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے، ان سے عطاء نے، ان سے صفوان بن یعلیٰ نے اور ان سے ان کے والد نے کہ میں ایک غزوہ میں باہر تھا اور ایک شخص نے دانت سے کاٹ لیا تھا جس کی وجہ سے اس کے آگے کے دانت ٹوٹ گئے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقدمہ کو باطل قرار دے کر اس کی دیت نہیں دلائی۔

١٩-بَابُ السِّنِّ بِالسِّنِّ:

باب: دانت کے بدلے دانت

٦٨٩٤: حَدَّثَنَا الأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ "أَنَّ ابْنَةَ النَّضْرِ لَطَمَتْ جَارِيَةً، فَكَسَرَتْ ثَنِيَّتَهَا، فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِالْقِصَاصِ".



ہم سے محمد بن عبد اللہ انصاری نے بیان کیا، کہا ہم سے حمید طویل نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نضر کی بیٹی نے ایک لڑکی کو طمانچہ مارا تھا اور اس کے دانت ٹوٹ گئے تھے۔ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ لائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا۔

٢٠-بَابُ دِيَةِ الأَصَابِعِ:

باب: انگلیوں کی دیت کا بیان

٦٨٩٥: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «هَذِهِ وَهَذِهِ سَوَاءٌ»، يَعْنِي الْخِنْصَرَ وَالإِبْهَامَ.

ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اور یہ برابر یعنی چھنگلیا اور انگوٹھا دیت میں برابر ہیں۔



٦٨٩٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن ابی عدی نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے ان سے قتادہ نے،

ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا۔

٢١۔بَابٌ إِذَا أَصَابَ قَوْمٌ مِنْ رَجُلٍ هَلْ يُعَاقِبُ أَوْ يَقْتَصُّ مِنْهُمْ كُلِّهِمْ:

باب: اگر کئی آدمی ایک شخص کو قتل کر دیں تو کیا قصاص میں سب کو قتل کیا جائے گا یا قصاص لیا جائے گا؟

وَقَالَ مُطَرِّفٌ: عَنِ الشَّعْبِيِّ، فِي: رَجُلَيْنِ شَهِدَا عَلَى رَجُلٍ أَنَّهُ سَرَقَ، فَقَطَعَهُ عَلِيٌّ، ثُمَّ جَاءَا بِآخَرَ، وَقَالَا: أَخْطَأْنَا، فَأَبْطَلَ شَهَادَتَهُمَا، وَأُخِذَا بِدِيَةِ الأَوَّلِ، وَقَالَ: لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكُمَا تَعَمَّدْتُمَا لَقَطَعْتُكُمَا.

اور مطرف نے شعبی سے بیان کیا کہ دو آدمیوں نے ایک شخص کے متعلق گواہی دی کہ اس نے چوری کی ہے تو علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ اس کے بعد وہی دونوں ایک دوسرے شخص کو لائے اور کہا کہ ہم سے غلطی ہوگئی تھی (اصل میں چور یہ تھا) تو علی رضی اللہ عنہ نے ان کی شہادت کو باطل قرار دیا اور ان سے پہلے کا (جس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا) خون بہالیا اور کہا کہ اگر مجھے یقین ہوتا کہ تم لوگوں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو میں تم دونوں کا ہاتھ کاٹ دیتا۔



اگر متعدد آدمی مل کر ایک آدمی کو قتل کر دیں تو سب کو سزا دی جائے گی یا سب سے قصاص لیا جائیگا؟

قولہ وَقَالَ مُطَرِّفٌ مطرف نے عامر شعبی سے بیان کیا ہے کہ دو آدمیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی کے متعلق گواہی دی کہ اس نے چوری کی ہے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی گواہی کا اعتبار کرتے ہوئے اس کا ہاتھ کاٹ دیا، اس کے بعد وہی دو آدمی ایک دوسرے آدمی کو لائے، اور کہا کہ ہم سے غلطی ہوگئی تھی اصل چوری اس نے کی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی شہادت کو باطل قرار دے دیا، اور جس کا پہلے ہاتھ ان کی گواہی پر کاٹا تھا اس کی ان سے دیت لی، اور فرمایا کہ اگر مجھے یقین ہو جائے کہ تم نے جان بوجھ کر اس کا ہاتھ کٹوایا ہے تو تم دونوں کے ہاتھ کاٹ دیتا۔ [1] جس سے معلوم ہوا کہ اگر دو آدمی مل کر کسی کا ہاتھ ناحق کاٹ دیں تو اس کے بدلے دونوں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے۔

قولہ أَنَّ غُلَامًا قُتِلَ غِيلَةً اصیل نامی لڑکے کو دھوکے سے قتل کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر سارے صنعاء والے اس کے قتل میں شریک ہوتے تو ایک کے بدلے ان سب کو قتل کرا دیتا۔

قولہ إِنَّ أَرْبَعَةً قَتَلُوا صَبِيًّا دراصل ایک بد چال چلن عورت کا خاوند کہیں سفر پر چلا گیا، وہ عورت اپنے آشنا اور دوست کو گھر میں لے آئی اس خاوند کا پہلی بیوی سے ایک لڑکا تھا، اس عورت نے کہا، اس لڑکے نے ہمیں دیکھ لیا ہے، خاوند کے آنے پر ہمیں ذلیل کر دے گا، چنانچہ عورت اور اس کے آشنا اور اس کے خادم اور ایک اور آدمی نے مل کر اس لڑکے



[1] اور ان کی شہادت باطل قرار دینے کے بعد ان کی گواہی پر دوسرے کا ہاتھ نہیں کاٹا۔

کو قتل کر دیا، اور اس کی لاش کسی کنویں میں پھینک دی، خاوند واپس آیا اور مقتول لڑکے کی تفتیش کی تو اس کی لاش مل گئی اور قاتلوں نے بھی قتل کا اعتراف کر لیا تو حضرت یعلیٰ جو اس وقت امیر تھے تو انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جو امیر المؤمنین تھے تو حضرت عمر فاروق نے ان چاروں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

قولہ وَأَقَادَ عُمَرُ مِنْ ضَرْبَةٍ بِالدِّرَّةِ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں مکہ کے راستے میں تھا جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیشاب کی حاجت کے لیے الگ ہوئے، تو ایک آدمی نے انہیں اسی حالت میں آواز دی، حالانکہ پیشاب کی حالت میں انہیں بلانا مناسب نہیں تھا، جس پر انہوں نے آکر اسے درّہ مارا، وہ آدمی کہنے لگا آپ نے مجھے ناحق مارا ہے، تب آپ نے درّہ اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا اور کہا مجھ سے بدلہ لے لیں، اس آدمی نے انکار کیا، آپ نے پھر بدلہ لینے کا کہا تو اس آدمی نے معاف کر دیا۔

قولہ وَأَقَادَ عَلِيٌّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَسْوَاطٍ عبداللہ بن مغفل کہتے ہیں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، اور اس نے چپکے سے آپ سے کوئی بات کی، آپ نے اپنے غلام قنبر کو بلا کر اسے کوڑے لگانے کا حکم دیا، وہ شخص کوڑے کھا کر آیا تو کہا کہ اس نے مجھے تین کوڑے زیادہ لگائے ہیں تب آپ نے اسے قنبر کو تین کوڑے لگانے کا حکم دیا۔

قولہ وَاقْتَصَّ شُرَيْحٌ مِنْ سَوْطٍ ایک آدمی قاضی شریح کے پاس آیا اور کہا مجھے اس چپڑاسی سے بدلہ دلوایئے، آپ نے چپڑاسی سے پوچھا معاملہ کیا ہے، اس نے کہا کہ لوگ آپ پر ہجوم کیے ہوئے تھے تو میں نے اسے ہٹانے کے لئے ایک کوڑا لگا دیا، تو قاضی شریح نے اسے اس سے قصاص دلایا۔



٦٨٩٦: وَقَالَ لِي ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ غُلَامًا قُتِلَ غِيلَةً، فَقَالَ عُمَرُ: لَوِ اشْتَرَكَ فِيهَا أَهْلُ صَنْعَاءَ لَقَتَلْتُهُمْ، وَقَالَ مُغِيرَةُ بْنُ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، إِنَّ أَرْبَعَةً قَتَلُوا صَبِيًّا، فَقَالَ عُمَرُ مِثْلَهُ، وَأَقَادَ أَبُو بَكْرٍ، وَابْنُ الزُّبَيْرِ، وَعَلِيٌّ، وَسُوَيْدُ بْنُ مُقَرِّنٍ مِنْ لَطْمَةٍ، وَأَقَادَ عُمَرُ مِنْ ضَرْبَةٍ بِالدِّرَّةِ، وَأَقَادَ عَلِيٌّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَسْوَاطٍ، وَاقْتَصَّ شُرَيْحٌ مِنْ سَوْطٍ وَخُمُوشٍ.

اور مجھ سے ابن بشار نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے، ان سے عبیداللہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ایک لڑکے اصیل نامی کو دھوکے سے قتل کر دیا گیا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سارے اہل صنعاء (یمن کے لوگ) اس کے قتل میں شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کرا دیتا۔ اور مغیرہ بن حکیم نے اپنے والد سے بیان کیا کہ چار آدمیوں نے ایک بچے کو قتل کر دیا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات فرمائی تھی۔ ابو بکر، ابن زبیر، علی اور سوید بن مقرن رضی اللہ عنہما نے چانٹے کا بدلہ دلوایا تھا اور عمر رضی اللہ عنہ نے درے کی جو مار ایک شخص کو ہوئی تھی اس کا بدلہ لینے کے لیے فرمایا اور علی رضی اللہ عنہ نے تین کوڑوں کا قصاص لینے کا حکم دیا اور شریح نے کوڑے اور خراش لگانے کی سزا دی تھی۔

٦٨٩٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ، عَنْ



عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ "لَدَدْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ وَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا لَا تَلُدُّونِي، قَالَ: فَقُلْنَا: كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ بِالدَّوَاءِ، فَلَمَّا أَفَاقَ، قَالَ: أَلَمْ أَنْهَكُمْ أَنْ تَلُدُّونِي، قَالَ: قُلْنَا: كَرَاهِيَةٌ لِلدَّوَاءِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَبْقَى مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا لُدَّ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَّا الْعَبَّاسَ فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، ہم سے یحییٰ نے، ان سے سفیان نے، ان سے موسیٰ بن ابی عائشہ نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن عبداللہ نے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں آپ کے منہ میں زبردستی دوا ڈالی۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے رہے کہ دوا نہ ڈالی جائے لیکن ہم نے سمجھا کہ مریض کو دوا سے جو نفرت ہوتی ہے (اس کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں) پھر جب آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا۔ میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ دوا نہ ڈالو۔ بیان کیا کہ ہم نے عرض کیا کہ آپ نے دوا سے ناگواری کی وجہ سے ایسا کیا ہوگا؟ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کے منہ میں دوا ڈالی جائے اور میں دیکھتا رہوں گا سوائے عباس کے کیونکہ وہ اس وقت وہاں موجود ہی نہ تھے۔



اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی آدمی کے جرم میں جتنے افراد بھی شریک ہوں، تو ایک کے بدلے ان سب افراد کو سزا دی جاسکتی ہے۔

۲۲۔بَابُ الْقَسَامَةِ:

باب: قسامت کا بیان

وَقَالَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِينُهُ، وَقَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: لَمْ يُقِدْ بِهَا مُعَاوِيَةُ، وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى عَدِيِّ بْنِ أَرْطَاةَ، وَكَانَ أَمَّرَهُ عَلَى الْبَصْرَةِ، فِي قَتِيلٍ وُجِدَ عِنْدَ بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ السَّمَّانِينَ، إِنْ وَجَدَ أَصْحَابُهُ بَيِّنَةً، وَإِلَّا فَلَا تَظْلِمِ النَّاسَ، فَإِنَّ هَذَا لَا يُقْضَى فِيهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

اور اشعث بن قیس نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے دو گواہ لاؤ ورنہ اس (مدعیٰ علیہ) کی قسم (پر فیصلہ ہوگا) ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا قسامت میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے قصاص نہیں لیا (صرف دیت دلائی) اور عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن ارطاۃ کو جنہیں انہوں نے بصرہ کا امیر بنایا تھا ایک مقتول کے بارے میں جو تیل بیچنے والوں کے محلہ کے ایک گھر کے پاس پایا گیا تھا لکھا کہ اگر مقتول کے اولیاء کے پاس کوئی گواہی ہو (تو فیصلہ کیا جاسکتا ہے) ورنہ خلق اللہ پر ظلم نہ کرو کیونکہ ایسے معاملہ کا جس پر گواہ نہ ہوں قیامت تک فیصلہ نہیں ہوسکتا۔



قولہ شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِينُهُ قسامت کے بارہ میں امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ مدّعی کو گواہ پیش کرنے چاہییں، ورنہ مدعٰی علیہ پر قسم آئے گی، لیکن مدّعی قسم اٹھاکر قصاص نہیں لے سکتا، جیسا کہ مالکی اور شافعی کہتے ہیں، امام بخاری کہتے ہیں کہ مدّعی کے پاس دو گواہ ہونے چاہییں، ورنہ مدعی علیہ سے قسم لیں گے جیسا کہ احناف کی بھی یہی رائے ہے۔

قولہ وَ كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عمر بن عبد العزیز جب حجاز میں تھے، توان کی یہی رائے تھی کہ قصاص لیا جائے گا، لیکن جب شام میں جاکر لوگوں سے مکالمہ کیا تو وہاں ان کی رائے بدل گئی، وہاں انہوں نے یہ لکھا، إن وجد أصحابه بينة وإلا فلا تظلم الناس اگر مقتول کے اولیاء کے پاس گواہ ہیں توان کے مطابق فیصلہ کریں، ورنہ لوگوں پر ظلم نہ کرنا، کیونکہ جس معاملہ پر گواہ نہ ہوں اس کا فیصلہ قیامت تک نہیں ہوسکتا۔

٦٨٩٨: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ. حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ. عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ. زَعَمَ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ: سَهْلُ بْنُ أَبِي حَثْمَةَ أَخْبَرَهُ: "أَنَّ نَفَرًا مِنْ قَوْمِهِ انْطَلَقُوا إِلَى خَيْبَرَ. فَتَفَرَّقُوا فِيهَا، وَوَجَدُوا أَحَدَهُمْ قَتِيلًا. وَقَالُوا لِلَّذِي وُجِدَ فِيهِمْ: قَدْ قَتَلْتُمْ صَاحِبَنَا. قَالُوا: مَا قَتَلْنَا وَلَا عَلِمْنَا قَاتِلًا. فَانْطَلَقُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ انْطَلَقْنَا إِلَى خَيْبَرَ، فَوَجَدْنَا أَحَدَنَا قَتِيلًا. فَقَالَ: "الْكُبْرَ الْكُبْرَ. فَقَالَ: لَهُمْ تَأْتُونَ بِالْبَيِّنَةِ عَلَى مَنْ قَتَلَهُ. قَالُوا: مَا لَنَا بَيِّنَةٌ. قَالَ: فَيَحْلِفُونَ. قَالُوا: لَا نَرْضَى بِأَيْمَانِ الْيَهُودِ. فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبْطِلَ دَمَهُ فَوَدَاهُ مِائَةً مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ".



ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے سعید بن عبید نے بیان کیا، ان سے بشیر بن یسار نے، وہ کہتے تھے کہ قبیلہ انصار کے ایک صاحب سہل بن ابی حثمہ نے انہیں خبر دی کہ ان کی قوم کے کچھ لوگ خیبر گئے اور (اپنے اپنے کاموں کے لیے) مختلف جگہوں میں الگ الگ ہو گئے پھر اپنے میں کے ایک شخص کو مقتول پایا۔ جنہیں وہ مقتول ملے تھے، ان سے ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے ساتھی کو تم نے قتل کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہ ہم نے قتل کیا اور نہ ہمیں قاتل کا پتہ معلوم ہے؟ پھر یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا: یا رسول اللہ! ہم خیبر گئے اور پھر ہم نے وہاں اپنے ایک ساتھی کو مقتول پایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں جو بڑا ہے وہ بات کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاتل کے خلاف گواہی لاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس کوئی گواہی نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر یہ (یہودی) قسم کھائیں گے (اور ان کی قسم پر فیصلہ ہوگا) انہوں نے کہا کہ یہودیوں کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند نہیں فرمایا کہ مقتول کا خون رائیگاں جائے چنانچہ آپ نے صدقہ کے اونٹوں میں سے سو اونٹ (خود ہی) دیت میں دیئے۔







قولہ فَقَالَ لَهُمْ تَأْتُونَ بِالْبَيِّنَةِ یہاں بینہ کا ذکر ہے، دوسری حدیث میں قسموں کا ذکر ہے، امام بخاری نے بینہ والی حدیث کو ترجیح دی ہے، حافظ نے کہا ہے کہ پہلے آپ نے ان سے بینہ کا مطالبہ کیا تھا، ان کے پاس بینہ نہیں تھی۔ پھر

آپ نے ان پر مدعی علیہم کے قسمیں اٹھانے کو پیش کیا، انہوں نے اس سے بھی انکار کیا، کیونکہ یہودی تھے جن کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے، تو آپ نے صدقہ کے اونٹوں سے اس مقتول کی دیت دیدی تاکہ اس کا خون رائیگاں نہ جائے۔

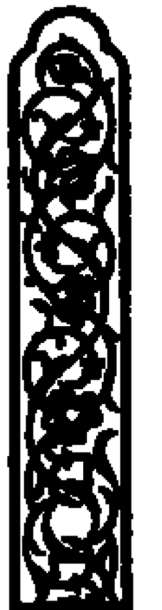
٦٨٩٩: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْأَسَدِيُّ، حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ أَبِي عُثْمَانَ، حَدَّثَنِي أَبُو رَجَاءٍ مِنْ آلِ أَبِي قِلَابَةَ، حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَبْرَزَ سَرِيرَهُ يَوْمًا لِلنَّاسِ، ثُمَّ أَذِنَ لَهُمْ، فَدَخَلُوا، فَقَالَ: مَا تَقُولُونَ فِي الْقَسَامَةِ؟، قَالَ: نَقُولُ: الْقَسَامَةُ الْقَوَدُ بِهَا حَقٌّ، وَقَدْ أَقَادَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ. قَالَ لِي: مَا تَقُولُ يَا أَبَا قِلَابَةَ؟، وَنَصَبَنِي لِلنَّاسِ. فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ: عِنْدَكَ رُءُوسُ الْأَجْنَادِ وَأَشْرَافُ الْعَرَبِ، أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ خَمْسِينَ مِنْهُمْ شَهِدُوا عَلَى رَجُلٍ مُحْصَنٍ بِدِمَشْقَ أَنَّهُ قَدْ زَنَى لَمْ يَرَوْهُ، أَكُنْتَ تَرْجُمُهُ؟، قَالَ: لَا، قُلْتُ: أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ خَمْسِينَ مِنْهُمْ شَهِدُوا عَلَى رَجُلٍ بِحِمْصَ أَنَّهُ سَرَقَ، أَكُنْتَ تَقْطَعُهُ وَلَمْ يَرَوْهُ؟، قَالَ: لَا. قُلْتُ: فَوَاللَّهِ "مَا قَتَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدًا قَطُّ إِلَّا فِي إِحْدَى ثَلَاثِ خِصَالٍ: رَجُلٌ قَتَلَ بِجَرِيرَةِ نَفْسِهِ فَقُتِلَ، أَوْ رَجُلٌ زَنَى بَعْدَ إِحْصَانٍ، أَوْ رَجُلٌ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَارْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ". فَقَالَ الْقَوْمُ: أَوَلَيْسَ قَدْ حَدَّثَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَطَعَ فِي السَّرَقِ، وَسَمَرَ الْأَعْيُنَ، ثُمَّ نَبَذَهُمْ فِي الشَّمْسِ، فَقُلْتُ: أَنَا أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثَ أَنَسٍ، حَدَّثَنِي أَنَسٌ: أَنَّ نَفَرًا مِنْ عُكْلٍ ثَمَانِيَةً قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَايَعُوهُ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَاسْتَوْخَمُوا الْأَرْضَ، فَسَقِمَتْ أَجْسَامُهُمْ، فَشَكَوْا ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَفَلَا تَخْرُجُونَ مَعَ رَاعِينَا فِي إِبِلِهِ فَتُصِيبُونَ مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا. قَالُوا: بَلَى. فَخَرَجُوا، فَشَرِبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا، فَصَحُّوا، فَقَتَلُوا رَاعِيَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَطْرَدُوا النَّعَمَ. فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَرْسَلَ فِي آثَارِهِمْ، فَأُدْرِكُوا، فَجِيءَ بِهِمْ، فَأَمَرَ بِهِمْ، فَقُطِّعَتْ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ، وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ، ثُمَّ نَبَذَهُمْ فِي الشَّمْسِ حَتَّى مَاتُوا، قُلْتُ: وَأَيُّ شَيْءٍ أَشَدُّ مِمَّا صَنَعَ هَؤُلَاءِ، ارْتَدُّوا عَنِ الْإِسْلَامِ، وَقَتَلُوا، وَسَرَقُوا، فَقَالَ عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ: وَاللَّهِ إِنْ سَمِعْتُ كَالْيَوْمِ قَطُّ، فَقُلْتُ: أَتَرُدُّ عَلَيَّ حَدِيثِي يَا عَنْبَسَةُ، قَالَ: لَا. وَلَكِنْ جِئْتَ بِالْحَدِيثِ عَلَى وَجْهِهِ، وَاللَّهِ لَا يَزَالُ هَذَا الْجُنْدُ بِخَيْرٍ مَا عَاشَ هَذَا الشَّيْخُ بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ، قُلْتُ: وَقَدْ كَانَ فِي هَذَا سُنَّةٌ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، دَخَلَ عَلَيْهِ نَفَرٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَتَحَدَّثُوا عِنْدَهُ، فَخَرَجَ رَجُلٌ مِنْهُمْ






بَيْنَ أَيْدِيهِمْ، فَقُتِلَ، فَخَرَجُوا بَعْدَهُ فَإِذَا هُمْ بِصَاحِبِهِمْ يَتَشَحَّطُ فِي الدَّمِ، فَرَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، صَاحِبُنَا كَانَ تَحَدَّثَ مَعَنَا، فَخَرَجَ بَيْنَ أَيْدِينَا فَإِذَا نَحْنُ بِهِ يَتَشَحَّطُ فِي الدَّمِ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: بِمَنْ تَظُنُّونَ أَوْ مَنْ تَرَوْنَ قَتَلَهُ ؟ قَالُوا: نَرَى أَنَّ الْيَهُودَ قَتَلَتْهُ، فَأَرْسَلَ إِلَى الْيَهُودِ فَدَعَاهُمْ، فَقَالَ: أَنْتُمْ قَتَلْتُمْ هَذَا ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: أَتَرْضَوْنَ نَفَلَ خَمْسِينَ مِنَ الْيَهُودِ مَا قَتَلُوهُ ؟. فَقَالُوا: مَا يُبَالُونَ أَنْ يَقْتُلُونَا أَجْمَعِينَ ثُمَّ يَنْتَفِلُونَ، قَالَ: أَفَتَسْتَحِقُّونَ الدِّيَةَ بِأَيْمَانِ خَمْسِينَ مِنْكُمْ ؟". قَالُوا: مَا كُنَّا لِنَحْلِفَ، فَوَدَاهُ مِنْ عِنْدِهِ، قُلْتُ: وَقَدْ كَانَتْ هُذَيْلٌ خَلَعُوا خَلِيعًا لَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَطَرَقَ أَهْلَ بَيْتٍ مِنَ الْيَمَنِ بِالْبَطْحَاءِ، فَانْتَبَهَ لَهُ رَجُلٌ مِنْهُمْ، فَحَذَفَهُ بِالسَّيْفِ، فَقَتَلَهُ، فَجَاءَتْ هُذَيْلٌ، فَأَخَذُوا الْيَمَانِيَّ، فَرَفَعُوهُ إِلَى عُمَرَ بِالْمَوْسِمِ، وَقَالُوا: قَتَلَ صَاحِبَنَا، فَقَالَ: إِنَّهُمْ قَدْ خَلَعُوهُ، فَقَالَ: يُقْسِمُ خَمْسُونَ مِنْ هُذَيْلٍ مَا خَلَعُوهُ، قَالَ: فَأَقْسَمَ مِنْهُمْ تِسْعَةٌ وَأَرْبَعُونَ رَجُلًا، وَقَدِمَ رَجُلٌ مِنْهُمْ مِنَ الشَّأْمِ فَسَأَلُوهُ أَنْ يُقْسِمَ، فَافْتَدَى يَمِينَهُ مِنْهُمْ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ، فَأَدْخَلُوا مَكَانَهُ رَجُلًا آخَرَ، فَدَفَعَهُ إِلَى أَخِي الْمَقْتُولِ، فَقُرِنَتْ يَدُهُ بِيَدِهِ، قَالُوا: فَانْطَلَقَا وَالْخَمْسُونَ الَّذِينَ أَقْسَمُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا بِنَخْلَةَ أَخَذَتْهُمُ السَّمَاءُ، فَدَخَلُوا فِي غَارٍ فِي الْجَبَلِ، فَانْهَجَمَ الْغَارُ عَلَى الْخَمْسِينَ الَّذِينَ أَقْسَمُوا، فَمَاتُوا جَمِيعًا، وَأَفْلَتَ الْقَرِينَانِ وَاتَّبَعَهُمَا حَجَرٌ، فَكَسَرَ رِجْلَ أَخِي الْمَقْتُولِ، فَعَاشَ حَوْلًا ثُمَّ مَاتَ، قُلْتُ: وَقَدْ كَانَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ أَقَادَ رَجُلًا بِالْقَسَامَةِ، ثُمَّ نَدِمَ بَعْدَ مَا صَنَعَ، فَأَمَرَ بِالْخَمْسِينَ الَّذِينَ أَقْسَمُوا، فَمُحُوا مِنَ الدِّيوَانِ وَسَيَّرَهُمْ إِلَى الشَّأْمِ.



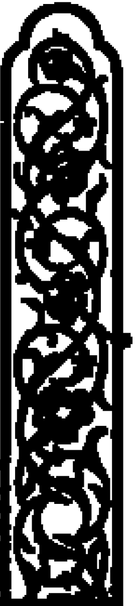


ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو بشر اسماعیل بن ابراہیم الاسدی نے بیان کیا، کہا ہم سے حجاج بن ابی عثمان نے بیان کیا، ان سے آل ابو قلابہ کے غلام ابو رجاء نے بیان کیا اس نے کہا کہ مجھ سے ابو قلابہ نے بیان کیا کہ عمر بن عبد العزیز نے ایک دن دربار عام کیا اور سب کو اجازت دی۔ لوگ داخل ہوئے تو انہوں نے پوچھا: قسامہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کسی نے کہا کہ قسامہ کے ذریعہ قصاص لینا حق ہے اور خلفاء نے اس کے ذریعہ قصاص لیا ہے۔ اس پر انہوں نے مجھ سے پوچھا: ابو قلابہ! تمہاری کیا رائے ہے؟ اور مجھے عوام کے ساتھ لا کھڑا کر دیا۔ میں نے عرض کیا: یا امیر المؤمنین! آپ کے پاس عرب کے سردار اور شریف لوگ رہتے ہیں آپ کی کیا رائے ہوگی اگر ان میں سے پچاس آدمی کسی دمشق کے شادی شدہ شخص کے بارے میں زنا کی گواہی دیں جبکہ ان لوگوں نے اس شخص کو دیکھا بھی نہ ہو کیا آپ ان کی گواہی

پر اس شخص کو رجم کر دیں گے۔ امیر المؤمنین نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ آپ کا کیا خیال ہے اگر انہیں (اشراف عرب) میں سے پچاس افراد حمص کے کسی شخص کے متعلق چوری کی گواہی دے دیں اس کو بغیر دیکھے تو کیا آپ اس کا ہاتھ کاٹ دیں گے؟ فرمایا کہ نہیں۔ پھر میں نے کہا، پس اللہ کی قسم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو تین حالتوں کے سوا قتل نہیں کرایا۔ ایک وہ شخص جس نے کسی کو ظلماً قتل کیا ہو اور اس کے بدلے میں قتل کیا گیا ہو۔ دوسرا وہ شخص جس نے شادی کے بعد زنا کیا ہو۔ تیسرا وہ شخص جس نے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی ہو اور اسلام سے پھر گیا ہو۔ لوگوں نے اس پر کہا، کیا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث نہیں بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چوری کے معاملہ میں ہاتھ پیر کاٹ دیئے تھے اور آنکھوں میں سلائی پھروائی تھی اور پھر انہیں دھوپ میں ڈلوا دیا تھا۔ میں نے کہا کہ میں آپ لوگوں کو انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث سناتا ہوں۔ مجھ سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قبیلہ عکل کے آٹھ افراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے اسلام پر بیعت کی، پھر مدینہ منورہ کی آب وہوا انہیں ناموافق ہوئی اور وہ بیمار پڑ گئے تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ پھر کیوں نہیں تم ہمارے چرواہے کے ساتھ اس کے اونٹوں میں چلے جاتے اور اونٹوں کا دودھ اور ان کا پیشاب پیتے۔ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ چنانچہ وہ نکل گئے اور اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیا اور صحت مند ہو گئے۔ پھر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ ہنکا لے گئے۔ اس کی اطلاع جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ان کی تلاش میں آدمی بھیجے، پھر وہ پکڑے گئے اور لائے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور ان کے بھی ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی پھر انہیں دھوپ میں ڈلوا دیا اور آخر وہ مر گئے۔ میں نے کہا کہ ان کے عمل سے بڑھ کر اور کیا جرم ہو سکتا ہے اسلام سے پھر گئے اور قتل کیا اور چوری کی عنبسہ بن سعید نے کہا میں نے آج جیسی بات کبھی نہیں سنی تھی۔ میں نے کہا: عنبسہ! کیا تم میری حدیث رد کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں آپ نے یہ حدیث واقعہ کے مطابق بیان کر دی ہے۔ واللہ! اہل شام کے ساتھ اس وقت تک خیر و بھلائی رہے گی جب تک یہ شیخ (ابو قلابہ) ان میں موجود رہیں گے۔ میں نے کہا کہ اس قسامہ کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت ہے۔ انصار کے کچھ لوگ آپ کے پاس آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی پھر ان میں سے ایک صاحب ان کے سامنے ہی نکلے (خیبر کے ارادہ سے) اور وہاں قتل کر دیئے گئے۔ اس کے بعد دوسرے صحابہ بھی گئے اور دیکھا کہ ان کے ساتھ خون میں تڑپ رہے ہیں۔ ان لوگوں نے واپس آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی اور کہا: یا رسول اللہ! ہمارے ساتھ گفتگو کر رہے تھے اور اچانک وہ ہمیں (خیبر میں) خون میں تڑپتے ملے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور پوچھا کہ تمہارا کس پر شبہ ہے کہ انہوں نے ان کو قتل کیا ہے۔ صحابہ نے کہا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ

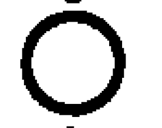

شرح بخاری

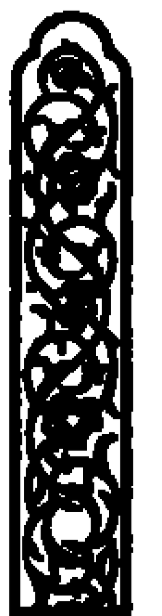




یہودیوں نے ہی قتل کیا ہے پھر آپ نے یہودیوں کو بلا بھیجا اور ان سے پوچھا کیا تم نے انہیں قتل کیا ہے؟ انہوں نے انکار کر دیا تو آپ نے فرمایا، کیا تم مان جاؤ گے اگر پچاس یہودی اس کی قسم لیں کہ انہوں نے مقتول کو قتل نہیں کیا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یہ لوگ ذرا بھی پرواہ نہیں کریں گے کہ ہم سب کو قتل کرنے کے بعد پھر قسم کھا لیں (کہ قتل انہوں نے نہیں کیا ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر تم میں سے پچاس آدمی قسم کھا لیں اور خون بہا کے مستحق ہو جائیں۔ صحابہ نے عرض کیا: ہم بھی قسم کھانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے پاس سے خون بہا دیا (ابو قلابہ نے کہا کہ) میں نے کہا کہ زمانہ جاہلیت میں قبیلہ ہذیل کے لوگوں نے اپنے ایک آدمی کو اپنے میں سے نکال دیا تھا پھر وہ شخص بطحاء میں یمن کے ایک شخص کے گھر رات کو آیا۔ اتنے میں ان میں سے کوئی شخص بیدار ہو گیا اور اس نے اس پر تلوار سے حملہ کر کے قتل کر دیا۔ اس کے بعد ہذیل کے لوگ آئے اور انہوں نے یمنی کو (جس نے قتل کیا تھا) پکڑا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے حج کے زمانہ میں اور کہا کہ اس نے ہمارے آدمی کو قتل کر دیا ہے۔ یمنی نے کہا کہ انہوں نے اسے اپنی برادری سے نکال دیا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب ہذیل کے پچاس آدمی اس کی قسم کھائیں کہ انہوں نے اسے نکالا نہیں تھا۔ بیان کیا کہ پھر ان میں سے انچاس آدمیوں نے قسم کھائی پھر انہیں کے قبیلہ کا ایک شخص شام سے آیا تو انہوں نے اس سے بھی مطالبہ کیا کہ وہ قسم کھائے لیکن اس نے اپنی قسم کے بدلہ میں ایک ہزار درہم دے کر اپنا پیچھا قسم سے چھڑا لیا۔ ہذلیوں نے اس کی جگہ ایک دوسرے آدمی کو تیار کر لیا پھر وہ مقتول کے بھائی کے پاس گیا اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے ملایا۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر ہم پچاس جنہوں نے قسم کھائی تھی روانہ ہوئے۔ جب مقام نخلہ پر پہنچے تو بارش نے انہیں آیا۔ سب لوگ پہاڑ کے ایک غار میں گھس گئے اور غار ان پچاسوں کے اوپر گر پڑا۔ جنہوں نے قسم کھائی تھی اور سب کے سب مر گئے۔ البتہ دونوں ہاتھ ملانے والے بچ گئے۔ لیکن ان کے پیچھے سے ایک پتھر لڑھک کر گرا اور اس سے مقتول کے بھائی کی ٹانگ ٹوٹ گئی اس کے بعد وہ ایک سال اور زندہ رہا پھر مر گیا۔ میں نے کہا کہ عبدالملک بن مروان نے قسامہ پر ایک شخص سے قصاص لی تھی پھر اسے اپنے کئے ہوئے پر ندامت ہوئی اور اس نے ان پچاسوں کے متعلق جنہوں نے قسم کھائی تھی حکم دیا اور ان کے نام رجسٹر سے کاٹ دیئے گئے پھر انہوں نے شام بھیج دیا۔







٢٣-بَابُ مَنِ اطَّلَعَ فِي بَيْتِ قَوْمٍ فَفَقَئُوا عَيْنَهُ فَلاَ دِيَةَ لَهُ:

باب: جس نے کسی کے گھر میں جھانکا اور انہوں نے جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دی تو اس پر دیت واجب نہیں ہو گی۔

٦٩٠٠: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ،

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ "أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ مِنْ حُجْرٍ فِي بَعْضِ حُجَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ إِلَيْهِ بِمِشْقَصٍ، أَوْ بِمَشَاقِصَ، وَجَعَلَ يَخْتِلُهُ لِيَطْعُنَهُ".

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ بن ابی بکر بن انس نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حجرہ میں جھانکنے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیر کا پھل لے کر اٹھے اور چاہتے تھے کہ غفلت میں اس کو مار دیں۔

٦٩٠١: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ أَخْبَرَهُ "أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ فِي جُحْرٍ فِي بَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِدْرًى يَحُكُّ بِهِ رَأْسَهُ، فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَوْ أَعْلَمُ أَنَّكَ تَنْتَظِرُنِي، لَطَعَنْتُ بِهِ فِي عَيْنَيْكَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا جُعِلَ الْإِذْنُ مِنْ قِبَلِ الْبَصَرِ".

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا اور انہیں سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ کے ایک سوراخ سے اندر جھانکنے لگا۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوہے کا کنگھا تھا جس سے آپ سر جھاڑ رہے تھے۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم میرا انتظار کر رہے ہو تو میں اسے تمہاری آنکھ میں چبھو دیتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (گھر کے اندر آنے کا) اذن لینے کا حکم دیا گیا ہے وہ اسی لیے تو ہے کہ نظر نہ پڑے۔



٦٩٠٢: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَوْ أَنَّ امْرَأً اطَّلَعَ عَلَيْكَ بِغَيْرِ إِذْنٍ، فَخَذَفْتَهُ بِحَصَاةٍ، فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ، لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ جُنَاحٌ".

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ابوالزناد نے، ان سے اعرج نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص تمہاری اجازت کے بغیر تمہیں (جب کہ تم گھر کے اندر ہو) جھانک کر دیکھے اور تم اسے کنکری مار دو جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔





٢٤- بَابُ الْعَاقِلَةِ:

باب: عاقلہ کا بیان



٦٩٠٣: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ، قَالَ: سَمِعْتُ

الشَّعْبِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ، قَالَ: "سَأَلْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مَا لَيْسَ فِي الْقُرْآنِ؟ وَقَالَ مَرَّةً: مَا لَيْسَ عِنْدَ النَّاسِ؟، فَقَالَ "وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ، وَبَرَأَ النَّسَمَةَ مَا عِنْدَنَا إِلَّا مَا فِي الْقُرْآنِ إِلَّا فَهْمًا يُعْطَى رَجُلٌ فِي كِتَابِهِ وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ، قُلْتُ: وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ؟ قَالَ: الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْأَسِيرِ. وَأَنْ لَا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ".

ہم سے صدقہ بن الفضل نے بیان کیا، کہا ہم کو ابن عیینہ نے خبر دی، ان سے مطرف نے بیان کیا، کہا کہ میں نے شعبی سے سنا، کہا کہ میں نے ابو جحیفہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا آپ کے پاس کوئی ایسی چیز بھی ہے جو قرآن مجید میں نہیں ہے اور ایک مرتبہ انہوں نے اس طرح بیان کیا کہ جو لوگوں کے پاس نہیں ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے دانے سے کونپل کو پھاڑ کر نکالا ہے اور مخلوق کو پیدا کیا۔ ہمارے پاس قرآن مجید کے سوا اور کچھ نہیں ہے سوا اس سمجھ کے جو کسی شخص کو اس کی کتاب میں دی جائے اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے۔ میں نے پوچھا صحیفہ میں کیا ہے؟ فرمایا خون بہا (دیت) سے متعلق احکام اور قیدی کے چھڑانے کا حکم اور یہ کہ کوئی مسلمان کسی کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔



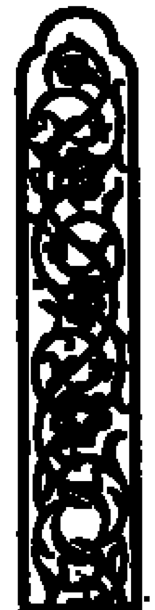
عاقلہ عقل سے ہے، دیت کے معنیٰ میں، چونکہ عصبات دیت ادا کرتے ہیں اس لئے ان کا نام عاقلۃ پڑ گیا اور جاہلیت سے یہ رواج چلا آرہا تھا، اور عاقلہ سے مراد دودھیال ہیں۔

۲۵-بَابُ جَنِينِ الْمَرْأَةِ:

باب: عورت کے پیٹ کا بچہ جو ابھی پیدا نہ ہوا ہو

٦٩٠٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ "أَنَّ امْرَأَتَيْنِ مِنْ هُذَيْلٍ رَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى، فَطَرَحَتْ جَنِينَهَا، فَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی۔ (دوسری سند) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ اور ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ قبیلہ ہذیل کی دو عورتوں نے ایک دوسری کو (پتھر سے) مارا جس سے ایک کے پیٹ کا بچہ (جنین) گر گیا پھر اس (سلسلہ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک غلام یا کنیز دینے کا فیصلہ کیا۔



٦٩٠٥: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ

الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ اسْتَشَارَهُمْ فِي إِمْلَاصِ الْمَرْأَةِ، فَقَالَ الْمُغِيرَةُ: "قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْغُرَّةِ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ، فقال: ائْتِ مَنْ يَشْهَدُ مَعَكَ.

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے ایک عورت کے حمل گرادینے کے خون بہا کے سلسلہ میں مشورہ کیا تو مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام یا کنیز کا اس سلسلے میں فیصلہ کیا تھا۔

٦٩٠٦: فَشَهِدَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "قَضَى بِهِ".

پھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بھی گواہی دی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ کیا تھا تو وہ موجود تھے۔

٦٩٠٧: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عُمَرَ نَشَدَ النَّاسَ مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "قَضَى فِي السِّقْطِ. فَقَالَ الْمُغِيرَةُ: أَنَا سَمِعْتُهُ "قَضَى فِيهِ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ،

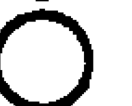


ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے ان کے والد نے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے قسم دے کر پوچھا کہ کس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حمل گرنے کے سلسلے میں فیصلہ سنا ہے؟ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ نے اس میں ایک غلام یا کنیز دینے کا فیصلہ کیا تھا۔

شرح بخاری

٦٩٠٨: قَالَ: ائْتِ مَنْ يَشْهَدُ مَعَكَ عَلَى هَذَا، فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ: أَنَا أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ هَذَا".

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس پر اپنا کوئی گواہ لاؤ۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا تھا۔



٦٩٠٨: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ عُمَرَ، أَنَّهُ اسْتَشَارَهُمْ فِي إِمْلَاصِ الْمَرْأَةِ مِثْلَهُ.





مجھ سے محمد بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن سابق نے بیان کیا، کہا ہم سے زائدہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، انہوں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے کہا امیر المؤمنین نے ان سے عورت کے حمل گرادینے کے (خون بہا

کے سلسلے میں) ان سے اسی طرح مشورہ کیا تھا آخر تک۔

٢٦-بَابُ جَنِينِ الْمَرْأَةِ وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلَى الْوَالِدِ وَعَصَبَةِ الْوَالِدِ لاَ عَلَى الْوَلَدِ:

باب: پیٹ کے بچے کا بیان اور اگر کوئی عورت خون کرے تو اس کی دیت ددھیال والوں پر ہوگی نہ کہ اس کی اولاد پر

٦٩٠٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "قَضَى فِي جَنِينِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي لَحْيَانَ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ، ثُمَّ إِنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ، فَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ مِيرَاثَهَا لِبَنِيهَا وَزَوْجِهَا وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلَى عَصَبَتِهَا".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سعید بن مسیب نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی ایک عورت کے جنین (کے گرنے) پر ایک غلام یا کنیز کا فیصلہ کیا تھا۔ پھر وہ عورت جس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت دینے کا فیصلہ کیا تھا اس کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ اس کی میراث اس کے لڑکوں اور اس کے شوہر کو ملے گی اور دیت اس کے ددھیال والوں کو دینی ہو گی۔



قولہ وأن العقل علی الوالد وعصبه الوالد لا علی الولد پیٹ کے بچے کا بیان، اور اگر کوئی عورت خون کرے تو اس کی دیت ددھیال والوں پر ہوگی، اس کی اولاد پر نہیں ہوگی، جبکہ والد کسی دوسرے قبیلے کا ہو، ماں کا قبیلہ اور ہو، باپ کا قبیلہ اور ہو، ماں نے مارا ہو تو اس کے قبیلے پر دیت آئے گی، اولاد بری ہو جائے گی، اور اگر ماں بھی اسی قبیلے سے ہو تو پھر تو اولاد پر بھی آجائے گی۔

٦٩١٠: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أن أبا هريرة رضي الله عنه، قَالَ: "اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ، فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الأُخْرَى بِحَجَرٍ، فَقَتَلَتْهَا وَمَا فِي بَطْنِهَا، فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَضَى أَنَّ دِيَةَ جَنِينِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ وَلِيدَةٌ وَقَضَى أَنَّ دِيَةَ الْمَرْأَةِ عَلَى عَاقِلَتِهَا".



ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن وہب نے بیان کیا، کہا ہم سے یونس نے بیان کیا، ان سے

ابن شہاب نے، ان سے ابن المسیب اور ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بنی ہذیل کی دو عورتیں آپس میں لڑیں اور ایک نے دوسری عورت پر پتھر پھینک مارا جس سے وہ عورت اپنے پیٹ کے بچے (جنین) سمیت مرگئی۔ پھر (مقتولہ کے رشتہ دار) مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں لے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ پیٹ کے بچے کا خون بہا ایک غلام یا کنیز دینی ہوگی اور عورت کے خون بہا کو قاتل عورت کے عاقلہ (عورت کے باپ کی طرف سے رشتہ دار عصبہ) کے ذمہ واجب قرار دیا۔

٢٧-بَابُ مَنِ اسْتَعَانَ عَبْدًا أَوْ صَبِيًّا:

باب: جس نے کسی غلام یا بچہ کو کام کیلئے عاریتاً مانگ لیا

وَيُذْكَرُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ بَعَثَتْ إِلَى مُعَلِّمِ الْكُتَّابِ ابْعَثْ إِلَيَّ غِلْمَانًا يَنْفُشُونَ صُوفًا وَلَا تَبْعَثْ إِلَيَّ حُرًّا.

جیسا کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے مدرسہ کے معلم کو لکھ کر بھیجا تھا کہ میرے پاس اون صاف کرنے کے لیے کچھ غلام بچے بھیج دو اور کسی آزاد کو نہ بھیجنا۔



٦٩١١: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: "لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ أَخَذَ أَبُو طَلْحَةَ بِيَدِي، فَانْطَلَقَ بِي إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَنَسًا غُلَامٌ كَيِّسٌ، فَلْيَخْدُمْكَ، قَالَ: فَخَدَمْتُهُ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ، فَوَاللهِ مَا قَالَ لِي لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَ هَذَا هَكَذَا، وَلَا لِشَيْءٍ لَمْ أَصْنَعْهُ لِمَ لَمْ تَصْنَعْ هَذَا هَكَذَا".

مجھ سے عمر بن زرارہ نے بیان کیا، کہا ہم کو اسماعیل بن ابراہیم نے خبر دی، انہیں عبد العزیز نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو طلحہ رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور کہا: یا رسول اللہ! انس سمجھ دار لڑکا ہے اور یہ آپ کی خدمت کرے گا۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سفر میں بھی کی اور گھر پر بھی۔ واللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مجھ سے کسی چیز کے متعلق جو میں نے کر دیا ہو یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام تم نے اس طرح کیوں کیا اور نہ کسی ایسی چیز کے متعلق جسے میں نے نہ کیا ہو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام تم نے اس طرح کیوں نہیں کیا۔





٢٨-بَابُ الْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ:

باب: کان میں دب کر اور کنویں میں گر کر مرنے والے کی دیت نہیں ہے

٦٩١٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسیب اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چوپائے اگر کسی کو زخمی کر دیں تو ان کا خون بہا نہیں، کنویں میں گرنے کا کوئی خون بہا نہیں، کان میں دبنے کا کوئی خون بہا نہیں اور دفینہ میں پانچواں حصہ ہے۔

٢٩- بَابُ الْعَجْمَاءُ جُبَارٌ:

باب: چوپایوں کے نقصان کرنے کا کچھ تاوان نہیں



وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: كَانُوا لَا يُضَمِّنُونَ مِنَ النَّفْحَةِ، وَيُضَمِّنُونَ مِنْ رَدِّ الْعِنَانِ، وَقَالَ حَمَّادٌ: لَا تُضْمَنُ النَّفْحَةُ إِلَّا أَنْ يَنْخُسَ إِنْسَانٌ الدَّابَّةَ، وَقَالَ شُرَيْحٌ: لَا تُضْمَنُ مَا عَاقَبَتْ أَنْ يَضْرِبَهَا فَتَضْرِبَ بِرِجْلِهَا، وَقَالَ الْحَكَمُ، وَحَمَّادٌ: إِذَا سَاقَ الْمُكَارِي حِمَارًا عَلَيْهِ امْرَأَةٌ فَتَخِرُّ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ، وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: إِذَا سَاقَ دَابَّةً فَأَتْعَبَهَا فَهُوَ ضَامِنٌ لِمَا أَصَابَتْ، وَإِنْ كَانَ خَلْفَهَا مُتَرَسِّلًا لَمْ يَضْمَنْ.

اور ابن سیرین نے بیان کیا کہ علماء، جانور کے لات مار دینے پر تاوان نہیں دلاتے تھے لیکن اگر کوئی لگام موڑتے وقت جانور کو زخمی کر دیتا تو سوار سے تاوان دلاتے تھے اور حماد نے کہا کہ لات مارنے پر تاوان نہیں ہوتا لیکن اگر کوئی شخص کسی جانور کو اکسائے (اور اس کی وجہ سے جانور کسی دوسرے کو لات مارے) تو اکسانے والے پر تاوان ہوگا۔ شریح نے کہا کہ اس صورت میں تاوان نہیں ہوگا جبکہ بدلہ لیا ہو کہ پہلے اس نے جانور کو مارا اور پھر جانور نے اسے لات سے مارا۔ حکم نے کہا اگر کوئی مزدور کسی گدھے کو ہانک رہا ہو جس پر عورت سوار ہو پھر وہ عورت گر جائے تو مزدور پر کوئی تاوان نہیں اور شعبی نے کہا کہ جب کوئی جانور ہانک رہا ہو اور پھر اسے تھکا دے تو اس کی وجہ سے اگر جانور کو کوئی نقصان پہنچا تو ہانکنے والا ضامن ہوگا اور اگر جانور کے پیچھے رہ کر اس کو (معمولی طور سے) آہستگی سے ہانک رہا ہو تو ہانکنے والا ضامن نہ ہوگا۔

٦٩١٣: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْعَجْمَاءُ عَقْلُهَا جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ،



وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ".

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، انہوں نے محمد بن زیاد سے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے زبان جانور کسی کو زخمی کرے تو اس کی دیت کچھ نہیں ہے، اسی طرح کان میں کام کرنے سے کوئی نقصان پہنچے، اسی طرح کنویں میں کام کرنے سے اور جو کافروں کا مال دفن کیا ہوا ملے اس میں پانچواں حصہ سرکار میں لیا جائے گا۔

قولہ کَانُوا لَا يُضَمِّنُونَ مِنَ النَّفْحَةِ یعنی جانور کے لات مارنے پر سواری والے یا جانور والے پر ضمان نہیں آئے گا، لیکن اگر وہ اس کی باگ ڈور موڑتے ہوئے کسی پر چڑھا دے تو ضمان یا تاوان آئے گا۔

٣٠- بَابُ إِثْمِ مَنْ قَتَلَ ذِمِّيًّا بِغَيْرِ جُرْمٍ:

باب: جو بے گناہ ذمی کافر کو مار ڈالے اس کے گناہ کا بیان

٦٩١٤: حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا".

ہم سے قیس بن حفص نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے، کہا ہم سے حسن بن عمرو فقیمی نے، کہا ہم سے مجاہد نے، انہوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایسی جان کو مار ڈالے جس سے عہد کر چکا ہو (اس کی امان دے چکا ہو) جیسے ذمی، کافر کو تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا (چہ جائے کہ اس میں داخل ہو) حالانکہ بہشت کی خوشبو چالیس برس کی راہ سے معلوم ہوتی ہے۔



٣١- بَابُ لَا يُقْتَلُ الْمُسْلِمُ بِالْكَافِرِ:

باب: مسلمان کو (ذمی) کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا

٦٩١٥: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ، أَنَّ عَامِرًا حَدَّثَهُمْ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، قَالَ: قُلْتُ: لِعَلِيٍّ ح حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ، سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ، يُحَدِّثُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مِمَّا لَيْسَ فِي الْقُرْآنِ ؟، وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَرَّةً: مَا لَيْسَ عِنْدَ النَّاسِ، فَقَالَ: "وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ، وَبَرَأَ النَّسَمَةَ، مَا عِنْدَنَا إِلَّا مَا فِي الْقُرْآنِ إِلَّا فَهْمًا يُعْطَى رَجُلٌ فِي كِتَابِهِ وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ، قُلْتُ: وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ ؟، قَالَ: الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْأَسِيرِ وَأَنْ لَا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ".



ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیر بن معاویہ نے، کہا ہم سے مطرف بن طریف نے، ان

سے عامر شعبی نے بیان کیا۔ ابو جحیفہ سے روایت کر کے، کہا میں نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا۔ (دوسری سند) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا اور ہم سے صدقہ بن فضل نے، کہا ہم کو سفیان بن عیینہ نے خبر دی، کہا ہم سے مطرف بن طریف نے بیان کیا، کہا میں نے عامر شعبی سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے ابو جحیفہ سے سنا، انہوں نے کہا میں نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ کے پاس اور بھی کچھ آیتیں یا سورتیں ہیں جو اس قرآن میں نہیں ہیں (یعنی مشہور مصحف میں) اور کبھی سفیان بن عیینہ نے یوں کہا کہ جو عام لوگوں کے پاس نہیں ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا قسم اس اللہ کی جس نے دانہ چیر کر اگایا اور جان کو پیدا کیا ہمارے پاس اس قرآن کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ البتہ ایک سمجھ ہے، جو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی جس کو چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے اور وہ جو اس ورق پہ لکھا ہوا ہے۔ ابو جحیفہ نے کہا اس ورق پہ کیا لکھا ہے؟ انہوں نے کہا دیت اور قیدی چھڑانے کے احکام اور یہ مسئلہ کہ مسلمان کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔

٣٢- بَابُ إِذَا لَطَمَ الْمُسْلِمُ يَهُودِيًّا عِنْدَ الْغَضَبِ:

باب: جب مسلمان غصہ میں یہودی کو تھپڑ مار ڈالے

رَوَاهُ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

٦٩١٦: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تُخَيِّرُوا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ".



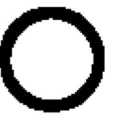
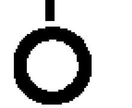
ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے، انہوں نے عمرو بن یحییٰ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو اور پیغمبروں سے مجھ کو فضیلت مت دو۔

٦٩١٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: "جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ لُطِمَ وَجْهُهُ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِكَ مِنَ الْأَنْصَارِ قَدْ لَطَمَ وَجْهِي، قَالَ: أُدْعُوهُ فَدَعَوْهُ قَالَ: لِمَ لَطَمْتَ وَجْهَهُ؟، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي مَرَرْتُ بِالْيَهُودِ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْبَشَرِ، قَالَ: قُلْتُ: وَعَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَأَخَذَتْنِي غَضْبَةٌ، فَلَطَمْتُهُ، قَالَ: لَا تُخَيِّرُونِي مِنْ بَيْنِ الْأَنْبِيَاءِ، فَإِنَّ النَّاسَ يُصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَفَاقَ قَبْلِي أَمْ جُوزِيَ بِصَعْقَةِ الطُّورِ".



ہم سے محمد بن یوسف بیکندی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے، انہوں نے عمرو بن یحییٰ مازنی سے انہوں نے اپنے والد (یحییٰ بن عمارہ) سے، انہوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا یہود میں سے ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس کو کسی نے طمانچہ لگایا تھا۔ کہنے لگا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے اصحاب میں سے ایک انصاری شخص نے مجھ کو طمانچہ مارا۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا اس کو بلاؤ تو انہوں نے بلایا (وہ حاضر ہوا) آپ نے پوچھا تو نے اس کے منہ پر طمانچہ کیوں مارا۔ وہ کہنے لگا: یارسول اللہ! ایسا ہوا کہ میں یہودیوں کے پاس سے گزرا، میں نے سنا یہ یہودی یوں قسم کھا رہا تھا قسم اس پروردگار کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو سارے آدمیوں میں سے چن لیا۔ میں نے کہا کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی وہ افضل ہیں؟ اور اس وقت مجھے غصہ آ گیا۔ میں نے ایک طمانچہ لگا دیا (غصے میں یہ خطا مجھ سے ہو گئی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (دیکھو خیال رکھو) اور پیغمبروں پر مجھ کو فضیلت نہ دو قیامت کے دن ایسا ہو گا سب لوگ (ہیبت خداوندی سے) بیہوش ہو جائیں گے پھر میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا۔ کیا دیکھوں گا موسیٰ علیہ السلام (مجھ سے بھی پہلے) عرش کا ایک کونہ تھامے کھڑے ہیں۔ اب یہ میں نہیں جانتا کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آ جائیں گے یا کوہ طور پر جو (دنیا میں) بیہوش ہو چکے تھے اس کے بدل وہ آخرت میں بیہوش ہی نہ ہوں گے۔




کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم

کتاب باغیوں اور مرتدوں سے توبہ کرانے کا بیان

۱-بَابُ إِثْمِ مَنْ أَشْرَكَ بِاللهِ وَعُقُوبَتِهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ:

باب: اللہ تعالیٰ نے (سورۂ لقمان میں) فرمایا «إثم من أشرك بالله وعقوبته في الدنيا والآخرة»

قَالَ اللهُ تَعَالَى: إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ. لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ.

«إن الشرك لظلم عظيم» شرک بڑا گناہ ہے (اور سورۃ الزمر میں فرمایا) «لئن أشركت ليحبطن عملك ولتكونن من الخاسرين» اے پیغمبر! اگر تو بھی شرک کرے تو تیرے سارے نیک اعمال اکارت ہو جائیں گے اور تو خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔



معاہدین بھی ایک نسخہ ہے، جس سے مراد یہ ہے معاہد اگر اپنے عہد سے پھر جائے تو اس سے توبہ کرانی چاہیے۔ مرتد اور معاہد میں فرق یہ ہے کہ مرتد وہ ہوتا ہے جو دین اسلام قبول کرنے کے بعد پھر گذشتہ کفر یہ مذہب کی طرف لوٹ جائے، مثلاً پہلے یہودی یا عیسائی تھا پھر اسلام قبول کر لے اس کے بعد پھر یہودی یا عیسائی بن جائے، یا اس کے علاوہ کوئی کفر یہ مذہب اختیار کر لے، اسلام چھوڑ کر کفر یہ مذہب اختیار کرنے والا مرتد کہلاتا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے توبہ کرائی جائے اور اس کے شکوک وشبہات دور کئے جائیں، اگر اسلام قبول کر لے تو ٹھیک، ورنہ اسے قتل کر دیا جائیگا، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَن بدّلَ دِينَہ فاقتلوہ جو شخص اسلام سے پھر کر اپنا دین بدل لے تو اسے قتل کر دو۔

اور معاند وہ ہوتا ہے جو دین اسلام کے کسی متواتر مسئلہ کا انکار کر دے، بشرطیکہ اسے متواتر پہنچ جائے، اگر اسے متواتر نہ پہنچا ہو تو پہنچا دیا جائے، اگر پھر بھی اس کے خلاف اڑ جائے تو اس سے توبہ لینی چاہیے، اور ایسا شخص بھی مرتد کے حکم میں ہوتا ہے۔

حافظ رحمہ اللہ نے جو تفصیل بیان کی ہے وہ بھی بڑی اہم ہے، وہ کہتے ہیں کہ اُصول اسلام کے منکر کو مرتد سمجھا جائیگا، جیسا کہ توحید و رسالت، بعثت اور قیامت کا انکار کرنے والا بھی مرتد ہوگا، کیونکہ اصول دین کو تسلیم کئے بغیر دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوتا، اصول دین کا عمداً انکار کرے یا جہالت سے دونوں صورتوں میں کافر ہوگا، اگر احکام میں سے کسی حکم کا انکار کرے تو اس کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ احکام جو تواتر سے ثابت ہوں، جیسے مسئلہ ختم نبوت وغیرہ ایسے مسائل اگر اسے پہنچ جائیں تو اس پر حجت قائم ہو جاتی ہے۔ اور اگر نہ پہنچے ہوں تو پہنچانا چاہیے ورنہ وہ معذور ہوگا، اور متواترات میں کوئی



تاویل نہیں سنی جاتی۔

اور جو یہ حکم ہے کہ مؤول کو کافر نہیں کہا جائے گا، اس کا تعلق اختلافی مسائل سے ہے۔ اور جس چیز کا مفہوم اتفاقی ہو تو اس میں تاویل کا اعتبار نہیں کیا جاتا التاویل فی ضروریات الدین لایسمع لہٰذا متواترات کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے، مرزائی متواترات کا انکار کرتے ہیں اور شیعہ بھی صحابہ کرام کے اسلام کا اور ان کے فضائل و مناقب کا انکار کرتے ہیں حالانکہ صحابہ کرام کا اسلام اور ان کے مناقب تواتر سے ثابت ہیں، اور خارجی بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسلام کا انکار کرتے اور ان پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلام اور ان کے مناقب تواتر سے ثابت ہیں۔

شیعہ کے بارہ میں بعض علماء کا یہ قول ہے کہ یہ اخروی حکم کے اعتبار سے کافر ہیں، اخروی حکم میں کافر ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مخلد فی النار ہیں، بعض کہتے ہیں کہ دنیوی حکم کے اعتبار سے کافر ہیں، اور دنیاوی حکم میں کافر ہونے سے مراد یہ ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ نکاح کا معاملہ نہیں ہو سکتا اور نہ ان کے جنازوں میں شرکت کرنی چاہیے، ان کے بارہ میں قول علماء کے دو قول ہیں۔

خوارج کے متعلق بھی جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ مخلد فی النار ہیں۔ اور دنیاوی احکام میں مسلمان ہیں، بعض کا قول یہ ہے کہ دنیاوی احکام میں بھی کافر ہیں، دراصل خارجیوں کی مختلف قسمیں ہیں، ان میں سے جو خارجی متواترات کا انکار کرتے ہیں ان کا حکم یہی ہے کہ وہ مخلد فی النار ہیں، لیکن جو متواترات کا انکار نہیں کرتے، صرف مرتکب کبیرہ کو کافر کہتے ہیں، اس سے ان کا خلود فی النار لازم نہیں آتا، جیسا کہ مسلمانوں میں معتزلہ ہیں وہ بھی مرتکب کبیرہ کو مخلد فی النار کہتے ہیں۔ ان میں اور خارجیوں میں مرتکب کبیرہ کے بارہ میں کوئی زیادہ اختلاف نہیں ہے، خارجیوں کا ایک فرقہ ایسا ہے جو ان چیزوں کو تو مانتے ہیں ان کا اختلاف صرف تکفیر میں ہے، قاضی عیاض وغیرہ نے کہا ہے کہ انہیں کافر نہیں کہا جا سکتا، معاندین بھی متواترات کے منکر ہوتے ہیں، اور مرتدین وہ لوگ جو اسلام چھوڑ کر کوئی کفریہ مذہب اختیار کر لیں۔



رہے مشرک لوگ تو دنیا میں ان کا حکم یہ ہے کہ انہیں مرتد سمجھا جائے گا اور آخرت میں ان کی سزا خلود فی النار ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔

شرح بخاری

٦٩١٨: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ سورة الأنعام آية ٨٢، شَقَّ ذَلِكَ عَلَى أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالُوا: "أَيُّنَا لَمْ يَلْبِسْ إِيمَانَهُ بِظُلْمٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ لَيْسَ بِذَاكَ، أَلَا تَسْمَعُونَ إِلَى قَوْلِ لُقْمَانَ: إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ سورة لقمان آية ١٣".

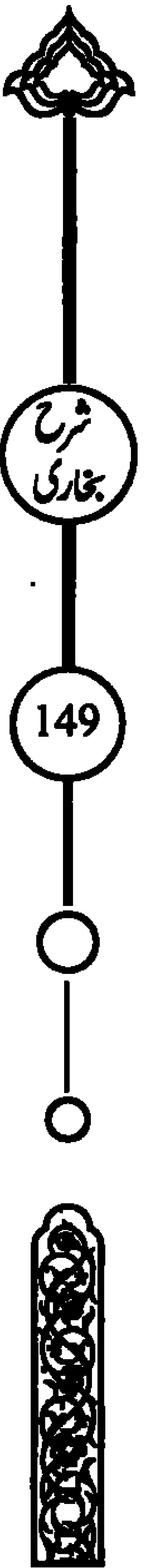


ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو جریر بن عبدالحمید نے بیان کیا، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے ابراہیم نخعی سے، انہوں نے علقمہ سے، انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے، انہوں

نے کہا کہ جب (سورۃ الانعام کی) یہ آیت «الذین آمنوا ولم یلبسوا إیمانهم بظلم» اتری جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ایمان کو گناہ سے آلود نہیں کیا (یعنی ظلم سے) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بہت گراں گزری وہ کہنے لگے بھلا ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے ایمان کے ساتھ کوئی ظلم (یعنی گناہ) نہ کیا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آیت میں ظلم سے گناہ مراد نہیں ہے (بلکہ شرک مراد ہے) کیا تم نے لقمان علیہ السلام کا قول نہیں سنا «إن الشرك لظلم عظيم» شرک بڑا ظلم ہے۔

اس آیت سے معتزلہ نے استدلال کیا ہے کہ مرتکب کبیرہ کے لئے امن نہیں ہے، کیونکہ اس آیت میں ظلم کا لفظ نکرہ ہے، جو لَمۡ یَلۡبِسُوا نفی کے تحت واقع ہوا ہے، اور نکرہ نفی کے تحت آئے تو وہ عام ہوتا ہے یعنی جس نے کسی قسم کا ظلم نہیں کیا ہو گا اسے ہی عذاب سے امن حاصل ہو گا۔ دیگر ظلم اور گناہ کے مرتکب لوگوں کو عذاب سے امن نصیب نہیں ہو گا۔

صحابہ کرام نے اس آیت کریمہ کے نزول کے وقت نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول کون ہے جس سے کوئی ظلم صادر نہ ہو؟ انہوں نے بھی اس آیت میں آنے والے ظلم کے لفظ کو عام سمجھ کر سوال کیا تھا، لیکن نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہاں لفظ ظلم سے عموم مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد یہاں شرک کرنا ہے۔ قرآن کریم کا سیاق وسباق بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ ظلم سے مراد شرک ہے، کیونکہ اس لفظ سے پہلے شرک کا ذکر ہوا ہے، لہٰذا جو شرک کرتے ہوئے مرے گا اس کے لئے عذاب سے امن حاصل نہیں ہو گا۔



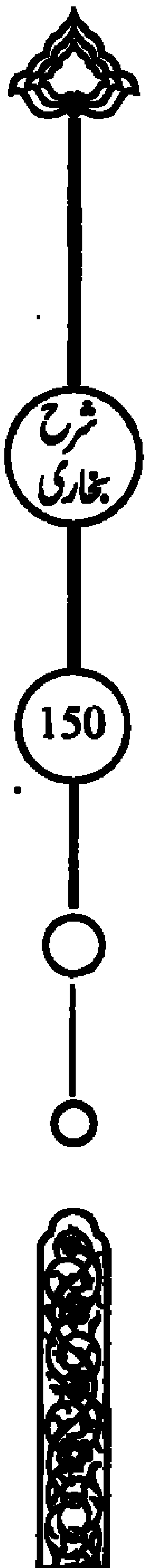
٦٩١٩: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ. ح حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَكْبَرُ الْكَبَائِرِ الْإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ، ثَلَاثًا، أَوْ قَوْلُ الزُّورِ"، فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا، حَتَّى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ.

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے بشر بن مفضل نے، کہا ہم سے سعید بن ایاس جریری نے، (دوسری سند) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا اور مجھ سے قیس بن حفص نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے، کہا ہم کو سعید جریری نے خبر دی، کہا ہم سے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد (ابوبکرہ صحابی) سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے اور ماں باپ کو ستانا (ان کی نافرمانی کرنا) اور جھوٹی گواہی دینا، جھوٹی گواہی دینا، تین بار یہی فرمایا یا یوں فرمایا اور جھوٹ بولنا برابر بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے آرزو کی کہ کاش آپ خاموش ہو جاتے۔

٦٩٢٠: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا شَيْبَانُ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "جَاءَ

أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الْكَبَائِرُ ؟، قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللهِ، قَالَ: ثُمَّ مَاذَا ؟، قَالَ: ثُمَّ عُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، قَالَ: ثُمَّ مَاذَا ؟، قَالَ: الْيَمِينُ الْغَمُوسُ، قُلْتُ: وَمَا الْيَمِينُ الْغَمُوسُ ؟، قَالَ: الَّذِي يَقْتَطِعُ مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ هُوَ فِيهَا كَاذِبٌ".

ہم سے محمد بن حسین بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ کوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شیبان نحوی نے خبر دی، انہوں نے فراس بن یحییٰ سے، انہوں نے عامر شعبی سے، انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے کہا کہ ایک گنوار (نام نامعلوم) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کہنے لگا: یارسول اللہ! بڑے بڑے گناہ کون سے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ اس نے پوچھا پھر کون سا گناہ؟ آپ نے فرمایا ماں باپ کو ستانا۔ پوچھا: پھر کون سا گناہ؟ آپ نے فرمایا «غموس".» قسم کھانا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! «غموس".» قسم کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جان بوجھ کر کسی مسلمان کا مال مار لینے کے لیے جھوٹی قسم کھانا۔



٦٩٢١: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، وَالْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنُؤَاخَذُ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ ؟، قَالَ: مَنْ أَحْسَنَ فِي الْإِسْلَامِ لَمْ يُؤَاخَذْ بِمَا عَمِلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَمَنْ أَسَاءَ فِي الْإِسْلَامِ أُخِذَ بِالْأَوَّلِ وَالْآخِرِ".

ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے، انہوں نے منصور اور اعمش سے، انہوں نے ابووائل سے، انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا ایک شخص (نام نامعلوم) نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے جو گناہ (اسلام لانے سے پہلے) جاہلیت کے زمانہ میں کیے ہیں کیا ان کا مواخذہ ہم سے ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اسلام کی حالت میں نیک اعمال کرتا رہا اس سے جاہلیت کے گناہوں کا مواخذہ نہ ہوگا (اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا) اور جو شخص مسلمان ہو کر بھی برے کام کرتا رہا اس سے دونوں زمانوں کے گناہوں کا مواخذہ ہوگا۔

قولہ مَنْ أَحْسَنَ فِي الْإِسْلَامِ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس شخص کا اسلام، گذشتہ گناہوں کا کفارہ بنتا ہے جس میں حسن پایا جائے، امام نووی نے حُسن کا معنیٰ یہ کیا ہے کہ مسلمان ہونے والا اخلاص سے اسلام قبول کرے، منافقانہ اسلام میں داخل نہ ہو، اور بعض علماء نے حُسن کا معنیٰ کیا ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اس کی حالت پہلی حالت سے بدل جائے، پہلے جو جرائم کرتا تھا اسلام قبول کرنے کے بعد انہیں چھوڑ دے اور اسلامی فرائض وارکان کی پابندی شروع کر دے، اور اس کی حالت پہلے سے بہتر ہو جائے، ورنہ سابقہ گناہ بھی معاف نہیں ہوں گے۔

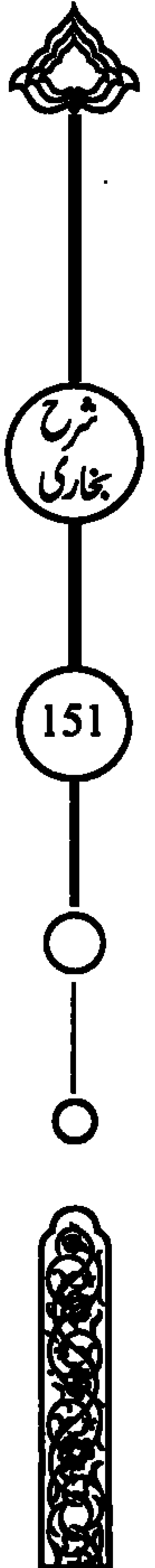
بعض علماء کے نزدیک حسنِ اسلام سے مراد یہ ہے کہ أن تعبد اللہ کأنك تراہ کا مقام اسے حاصل ہو جائے، حافظ ابن حجر اسی کے قائل ہیں، مگر یہ معنیٰ کرنا مشکل ہے، یہ مرتبہ تو بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے تو یہ معنیٰ مراد لینے کا مطلب یہ ہو گا کہ بہت کم اسلام قبول کرنے والوں کے سابقہ گناہ معاف ہوں گے، اکثر اسلام قبول کرنے والوں کے گذشتہ گناہ معاف نہیں ہوں گے۔

٢-بَابُ حُكْمِ الْمُرْتَدِّ وَالْمُرْتَدَّةِ:

باب: مرتد مرد اور مرتد عورت کا حکم

،وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ، وَالزُّهْرِيُّ، وَإِبْرَاهِيمُ: تُقْتَلُ الْمُرْتَدَّةُ، وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاللَّهُ لا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ٨٦ أُولَئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللَّهِ وَالْمَلائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ٨٧ خَالِدِينَ فِيهَا لا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلا هُمْ يُنْظَرُونَ ٨٨ إِلا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ٨٩ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ٩٠ سورة آل عمران آية ٨٦-٩٠، وَقَالَ: يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ سورة آل عمران آية ١٠٠، وَقَالَ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلا سورة النساء آية ١٣٧، وَقَالَ مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ سورة المائدة آية ٥٤، وَقَالَ وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ١٠٦ ذَلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الآخِرَةِ وَأَنَّ اللَّهَ لا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ١٠٧ أُولَئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ١٠٨ لا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الآخِرَةِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ١٠٩ سورة النحل آية ١٠٦-١٠٩ إِلَى لَغَفُورٌ رَحِيمٌ سورة النحل آية ١١٠ وَلا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ سورة البقرة آية ٢١٧.

اور عبد اللہ بن عمر اور زہری اور ابراہیم نخعی نے کہا مرتد عورت قتل کی جائے۔ اس باب میں یہ بھی بیان ہے کہ



مرتدوں سے توبہ لی جائے اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ آل عمران) میں فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت دے لگا جو ایمان لاکر پھر کافر بن گئے۔ حالانکہ (پہلے) یہ گواہی دے چکے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے پیغمبر ہیں اور ان کی پیغمبری کی کھلی کھلی دلیلیں ان کے پاس آچکیں اور اللہ تعالیٰ ایسے ہٹ دھرم لوگوں کو راہ پر نہیں لاتا۔ ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی پھٹکار پڑے گی۔ اسی پھٹکار کی وجہ سے عذاب میں ہمیشہ پڑے رہیں گے کبھی ان کا عذاب ہلکا نہ ہوگا نہ ان کو مہلت ملے گی البتہ جن لوگوں نے ایسا کرنے کے بعد توبہ کی اپنی حالت درست کر لی تو اللہ ان کا قصور بخشنے والا مہربان ہے۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور پھر کافر ہو گئے پھر ان کا کفر بڑھتا گیا ان کی تو توبہ بھی قبول نہ ہوگی اور یہی لوگ تو (پرے سرے کے) گمراہ ہیں اور فرمایا مسلمانو! اگر تم اہل کتاب کے کسی گروہ کا کہا مانو گے تو وہ ایمان لانے کے بعد تم کو کافر بنا کر چھوڑیں گے اور سورۃ نساء کے بیسویں رکوع میں فرمایا جو لوگ اسلام لائے پھر کافر بن بیٹھے پھر اسلام لائے پھر کافر بن بیٹھے پھر کفر بڑھاتے چلے گئے ان کو تو اللہ تعالیٰ نہ بخشے گا نہ کبھی ان کو راہ راست پر لائے گا اور سورۃ المائدہ کے آٹھویں رکوع میں فرمایا جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ کو کچھ پرواہ نہیں وہ ایسے لوگوں کو حاضر کر دے گا جن کو وہ چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں۔



مسلمانوں پر نرم دل کافروں پر کڑے اخیر آیت تک اور سورۃ النحل چودھویں رکوع میں فرمایا لیکن جو لوگ ایمان لائے اور دل کھول کر یعنی خوشی اور رغبت سے کفر اختیار کریں ان پر تو اللہ کا غضب اترے گا اور ان کو بڑا عذاب ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں نے دنیا کی زندگی کے مزوں کو آخرت سے زیادہ پسند کیا اور یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راہ پر نہیں لاتا۔ یہی لوگ تو وہ ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے وہ اللہ سے بالکل غافل ہو گئے ہیں تو آخرت میں چارو ناچار یہ لوگ خسارہ اٹھائیں گے۔ اخیر آیت «إن ربك من بعدها لغفور رحيم» تک۔ اور سورۃ البقرہ ستائیسویں رکوع میں فرمایا یہ کافر تو سدا تم سے لڑتے رہیں گے جب تک ان کا بس چلے تو وہ اپنے دین سے تم کو پھیر دیں (مرتد بنادیں) اور تم میں جو لوگ اپنے دین (اسلام) سے پھر جائیں اور مرتے وقت کافر مریں ان کے سارے نیک اعمال دنیا اور آخرت میں گئے گزرے۔ وہ دوزخی ہیں ہمیشہ دوزخ میں ہی رہیں گے۔ (امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں ان سب آیات کو جمع کر دیا جو مرتدوں کے بارے میں قرآن مجید میں آئی تھیں)۔



٦٩٢٢: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: أُتِيَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِزَنَادِقَةٍ، فَأَحْرَقَهُمْ. فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحْرِقْهُمْ، لِنَهْيِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللهِ، وَلَقَتَلْتُهُمْ، لِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ".



ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل سدوسی نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے، انہوں نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے کہا علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ بے دین لوگ لائے گئے۔ آپ نے ان کو جلوا دیا۔ یہ خبر ابن عباس رضی اللہ عنہما کو پہنچی تو انہوں نے کہا اگر میں حاکم ہوتا تو ان کو کبھی نہ جلواتا (دوسری طرح سے سزا دیتا) کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آگ میں جلانے سے منع فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ اللہ کا عذاب ہے تم اللہ کے عذاب سے کسی کو مت عذاب دو میں ان کو قتل کروا ڈالتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اسلام سے پھر جائے اس کو قتل کر ڈالو۔

زنادقہ جمع ہے زندیق کی، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قائل نہیں ہیں، نیچری اور دہری قسم کے لوگ زندیق ہیں، یا جو لوگ شریعت اور دین کو لغو سمجھتے ہیں، یہ بھی زندیق کہلاتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سبائی فرقہ کے لوگ لائے گئے تھے، جو ابن سبا یہودی کے پیروکار تھے، انہیں انہوں نے آگ میں جلا دیا تھا، جس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انکار کیا کہ آگ میں جلانا اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے، یہ عذاب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور نہیں کر سکتا، انہیں قتل کر دینا چاہیئے تھا، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من بدّل دِينَه فاقتلوهُ۔



٦٩٢٣: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ، حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: "أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِي رَجُلَانِ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ، أَحَدُهُمَا عَنْ يَمِينِي وَالْآخَرُ عَنْ يَسَارِي، وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ، فَكِلَاهُمَا سَأَلَ الْعَمَلَ. فَقَالَ: يَا أَبَا مُوسَى، أَوْ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ، قَالَ: قُلْتُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَطْلَعَانِي عَلَى مَا فِي أَنْفُسِهِمَا، وَمَا شَعَرْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى سِوَاكِهِ تَحْتَ شَفَتِهِ قَلَصَتْ، فَقَالَ: "لَنْ أَوْ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ، وَلَكِنِ اذْهَبْ أَنْتَ يَا أَبَا مُوسَى، أَوْ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ إِلَى الْيَمَنِ، ثُمَّ اتَّبَعَهُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، فَلَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِ أَلْقَى لَهُ وِسَادَةً، قَالَ: انْزِلْ، وَإِذَا رَجُلٌ عِنْدَهُ مُوثَقٌ، قَالَ: مَا هَذَا؟، قَالَ: كَانَ يَهُودِيًّا فَأَسْلَمَ، ثُمَّ تَهَوَّدَ، قَالَ: اجْلِسْ، قَالَ: لَا أَجْلِسُ حَتَّى يُقْتَلَ قَضَاءُ اللهِ وَرَسُولِهِ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَأَمَرَ بِهِ، فَقُتِلَ، ثُمَّ تَذَاكَرَا قِيَامَ اللَّيْلِ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا: أَمَّا أَنَا فَأَقُومُ وَأَنَامُ وَأَرْجُو فِي نَوْمَتِي مَا أَرْجُو فِي قَوْمَتِي".

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے، انہوں نے قرۃ بن خالد سے، کہا مجھ سے حمید بن ہلال نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے ابوموسیٰ اشعری سے، انہوں نے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا میرے ساتھ اشعر قبیلے کے دو شخص تھے (نام



نامعلوم) ایک میرے داہنے طرف تھا، دوسرا بائیں طرف۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے۔ دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عہدہ کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابوموسیٰ یا عبداللہ بن قیس! (راوی کو شک ہے) میں نے اسی وقت عرض کیا: یارسول اللہ! اس پروردگار کی قسم جس نے آپ کو سچا پیغمبر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اپنے دل کی بات مجھ سے نہیں کہی تھی اور مجھ کو معلوم نہیں تھا کہ یہ دونوں شخص عہدہ چاہتے ہیں۔ ابوموسیٰ کہتے ہیں جیسے میں اس وقت آپ کی مسواک کو دیکھ رہا ہوں وہ آپ کے ہونٹ کے نیچے اٹھی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ہم سے عہدہ کی درخواست کرتا ہے ہم اس کو عہدہ نہیں دیتے۔ لیکن ابوموسیٰ یا عبداللہ بن قیس! تو یمن کی حکومت پر جا (خیر ابوموسیٰ روانہ ہوئے) اس کے بعد آپ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے پیچھے روانہ کیا۔ جب معاذ رضی اللہ عنہ یمن میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے بیٹھنے کے لیے گدا بچھوایا اور کہنے لگے سواری سے اترو گدے پر بیٹھو۔ اس وقت ان کے پاس ایک شخص تھا (نام نامعلوم) جس کی مشکیں کسی ہوئی تھیں۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ انہوں نے کہا یہ یہودی تھا پھر مسلمان ہوا اب پھر یہودی ہو گیا ہے اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا اجی تم سواری پر سے اتر کر بیٹھو۔ انہوں نے کہا میں نہیں بیٹھتا جب تک اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے موافق یہ قتل نہ کیا جائے گا تین بار یہی کہا۔ آخر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا وہ قتل کیا گیا۔ پھر معاذ رضی اللہ عنہ بیٹھے۔ اب دونوں نے رات کی عبادت (تہجد گزاری) کا ذکر چھیڑا۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو رات کو عبادت بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور مجھے امید ہے کہ سونے میں بھی مجھ کو وہی ثواب ملے گا جو نماز پڑھنے اور عبادت کرنے میں۔



۳- بَابُ قَتْلِ مَنْ أَبَى قَبُولَ الْفَرَائِضِ وَمَا نُسِبُوا إِلَى الرِّدَّةِ:

باب: جو شخص اسلام کے فرض ادا کرنے سے انکار کرے اور جو شخص مرتد ہو جائے اس کا قتل کرنا

٦٩٢٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: "لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ، قَالَ عُمَرُ: يَا أَبَا بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، فَمَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ.



ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے، انہوں نے عقیل سے، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے کہا مجھ کو عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور عرب کے کچھ لوگ کافر بن گئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تم ان لوگوں سے کیسے لڑو گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے مجھ کو لوگوں سے لڑنے کا اس وقت تک حکم ہوا جب تک وہ لاالٰہ الا اللہ نہ کہیں پھر جس نے لاالٰہ الا اللہ کہہ لیا اس نے اپنے مال اور اپنی جان کو مجھ سے بچالیا البتہ کسی حق کے بدلہ اس کی جان یا مال کو نقصان پہنچایا جائے تو یہ اور بات ہے۔ اب اس کے دل میں کیا ہے اس کا حساب لینے والا اللہ ہے۔

جو لوگ اسلامی فرائض قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں وہ بھی مرتد ہی شمار ہوتے ہیں، مثلاً زکاۃ دینے سے انکار کرنے والے سے جبراً زکاۃ لی جائے گی، اور اگر وہ لڑائی کرے تو اسلامی حکومت کو اس سے لڑنا چاہیے، اسی طرح نماز کے منکروں سے بھی لڑائی کی جائے گی۔

قولہ وَمَا نُسِبُوا إِلَي الرِّدَّةِ یہ تین قسم کے لوگ تھے ایک وہ لوگ جو مرتد ہو گئے اور پرانے مذہب کی طرف لوٹ گئے اور بت پرست ہو گئے تھے یہ بعض اعراب تھے جو دین سے پھر گئے تھے۔ یہ لوگ واقعی مرتد تھے، دوسرے وہ لوگ جو جھوٹے نبوت کے دعویداروں سے مل گئے تھے، اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نبی مانتے ہوں، ان کو مرتد ہی کہا جاتا ہے۔

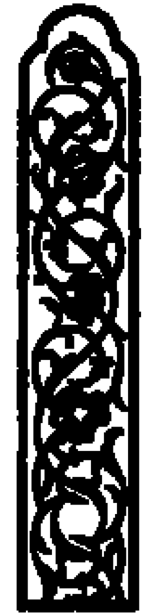


تیسرے گروہ کا تعلق زکاۃ کی ادائیگی نہ کرنے والوں سے تھا، زکاۃ کا انکار کرنے والوں کے ارتداد میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن بعض لوگ وہ تھے جو زکاۃ کا انکار نہیں کرتے تھے، بلکہ خلیفہ وقت کو دینے سے انکار کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ ہم خود زکاۃ دیں گے، ان کے بارہ میں اختلاف واقع ہوا تھا، اور ان کی طرف ارتداد کی نسبت تغلیبا کی گئی ہے، زکاۃ کا انکار کرنے والے مرتد ہیں، لیکن جو انکار نہ کریں بلکہ خلیفہ کو نہ دیں تو ان سے جبراً زکاۃ لی جائے گی، اور ان سے لڑائی بھی ہوسکتی ہے۔

شرح بخاری

٦٩٢٥: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَاللهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا، قَالَ عُمَرُ: فَوَاللهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ أَنْ قَدْ شَرَحَ اللهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ".

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو اللہ کی قسم اس شخص سے لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے، اس لیے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے (جیسے نماز جسم کا حق ہے) اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ مجھ کو ایک بکری کا بچہ نہ دیں گے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اس کے نہ دینے پر ان سے لڑوں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا قسم اللہ کی اس کے بعد میں سمجھ گیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دل میں جو لڑائی کا ارادہ ہوا ہے یہ اللہ نے ان کے دل میں ڈالا ہے اور میں پہچان گیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے حق ہے۔



۴-بَابٌ إِذَا عَرَّضَ الذِّمِّيُّ وَغَيْرُهُ بِسَبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُصَرِّحْ نَحْوَ قَوْلِهِ السَّامُ عَلَيْكَ:

باب: اگر ذمی کافر یا کوئی اور اشارے کنائے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہے جیسے یہود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں (السلام علیکم کے بدلے) السام علیک کہا کرتے تھے

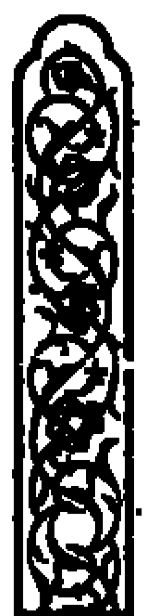
٦٩٢٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: "مَرَّ يَهُودِيٌّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: السَّامُ عَلَيْكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَعَلَيْكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَدْرُونَ مَا يَقُولُ؟ قَالَ: السَّامُ عَلَيْكَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَلَا نَقْتُلُهُ؟، قَالَ: لَا، إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ، فَقُولُوا وَعَلَيْكُمْ".



ہم سے محمد بن مقاتل ابوالحسن مروزی نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا ہم کو شعبہ بن حجاج نے، انہوں نے ہشام بن زید بن انس سے، وہ کہتے تھے میں نے اپنے دادا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ ایک یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا کہنے لگا «السام عليك.» یعنی تم مرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں صرف «وعليك.» کہا (تو بھی مرے گا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم کو معلوم ہوا، اس نے کیا کہا؟ اس نے «السام عليك.» کہا صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! (حکم ہو تو) اس کو مار ڈالیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں۔ جب کتاب والے یہود اور نصاریٰ تم کو سلام کیا کریں تو تم بھی یہی کہا کرو «وعليكم»۔

اگر ذمی کافر یا معاہد اشارے، کنائے میں نبی اکرم ﷺ کو برا بھلا کہے، صراحت نہ کرے تو کیا اسے قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ احناف کے نزدیک قتل نہیں کریں گے اگرچہ تصریح بھی کرے، کیونکہ اسے پناہ دی ہے حالانکہ وہ کافر ہے اور کافر نبی اکرم ﷺ کی تکذیب کرتا ہے جب اسے آپ کو کاذب کہنے سے قتل نہیں کیا جاتا تو برا بھلا کہنے سے یا گالی دینے سے بھی قتل نہیں کرنا چاہیے۔

دیگر علماء کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کو گالی دینے والا یا آپ کی توہین کرنے والا واجب القتل ہوتا ہے، کافر کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دے یا آپ کی شان میں گستاخی کرے ایسے حد سے بڑھنے والے کی سزا قتل ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے اس موضوع پر ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام الصارم المسلول علی شاتم الرسول رکھا ہے۔



جس سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو گالی دینے والے کا علاج تلوار سے کیا جائے گا، یہ حکم تصریح کا ہے اور تعریض کا حکم اس کے علاوہ ہے، جیسا کہ بخاری نے کہا ہے۔

قولہ السَّامُ عَلَيْكَ یہ یہودی ملعون کی صراحت ہے، تعریض تو نہیں ہے، لیکن چونکہ یہ لفظ سلام سے ملتا جلتا ہے، اس معنیٰ کے اعتبار سے اسے تعریض میں لائے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر تصریح بھی ہے تو اس سے انتقام لینا رسول اکرم ﷺ کا حق تھا، آپ نے اپنا حق اسے معاف کر دیا، لیکن آپ کا حق ہمیں معاف کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

٦٩٢٧: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "اسْتَأْذَنَ رَهْطٌ مِنَ الْيَهُودِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: السَّامُ عَلَيْكَ، فَقُلْتُ: بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ، فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، إِنَّ اللهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ، قُلْتُ: أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا؟، قَالَ: قُلْتُ: وَعَلَيْكُمْ".

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، انہوں نے سفیان بن عیینہ سے، انہوں نے زہری سے، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا کہ یہود میں سے چند لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت چاہی جب آئے تو کہنے لگے «السام عليك.» میں نے جواب میں یوں کہا «عليكم السام واللعنة.»۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نرمی کرتا ہے اور ہر کام میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ نے ان کا کہنا نہیں سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے بھی تو جواب دے دیا «وعليكم»۔

٦٩٢٧: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "اسْتَأْذَنَ رَهْطٌ مِنَ الْيَهُودِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: السَّامُ عَلَيْكَ، فَقُلْتُ: بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ، فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، إِنَّ اللهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ، قُلْتُ: أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا؟، قَالَ: قُلْتُ: وَعَلَيْكُمْ".

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، انہوں نے سفیان بن عیینہ سے، انہوں نے زہری سے، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا کہ یہود میں سے چند لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت چاہی جب آئے تو کہنے لگے «السام عليك.» میں نے جواب میں یوں کہا «عليكم السام واللعنة.»۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نرمی کرتا ہے اور ہر کام میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ نے ان کا کہنا نہیں سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے بھی تو جواب دے دیا «وعليكم»۔

٦٩٢٨: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: قَالَ

رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الْیَہُودَ إِذَا سَلَّمُوا عَلَی أَحَدِکُمْ إِنَّمَا یَقُولُونَ: سَامٌ عَلَیْکَ، فَقُلْ عَلَیْکَ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے، انہوں نے سفیان بن عیینہ، اور امام مالک سے، ان دونوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا، کہا میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہودی لوگ جب تم مسلمانوں میں سے کسی کو سلام کرتے ہیں تو «سام علیك.» کہتے ہیں تم بھی جواب میں «علیك» کہا کرو۔

٥-بَابٌ:

باب:۔۔۔

٦٩٢٩: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ حَدَّثَنِي شَقِیقٌ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ: کَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَی النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، "یَحْکِي نَبِیًّا مِنَ الْأَنْبِیَاءِ، ضَرَبَہُ قَوْمُہُ، فَأَدْمَوْہُ فَہُوَ یَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْہِہِ، وَیَقُولُ: رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّہُمْ لَا یَعْلَمُونَ".



ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمارے والد نے، کہا ہم سے اعمش نے، کہا مجھ سے شقیق ابن سلمہ نے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا جیسے میں (اس وقت) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں آپ ایک پیغمبر (نوح علیہ السلام) کی حکایت بیان کر رہے تھے ان کی قوم والوں نے ان کو اتنا مارا کہ لہولہان کر دیا وہ اپنے منہ سے خون پونچھتے تھے اور یوں دعا کرتے جاتے «رب اغفر لقومي. فإنهم لا يعلمون.» پروردگار میری قوم والوں کو بخش دے وہ نادان ہیں۔

اس سے مراد ایک قول کے مطابق نبی اکرم ﷺ ہی ہیں، کیونکہ جنگ احد میں دشمن نے آپ کا چہرہ اور سر مبارک زخمی کر دیا اور آپ کا ایک دانت بھی شہید کر دیا تھا۔

امام بخاری کا اس حدیث کے لانے سے مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے زخمی کرنے والوں کے خلاف بد دعاء نہیں کی بلکہ ان کی ہدایت کی دعا کی ہے، تو اشارے اور کنائے سے آپ کو برا بھلا کہنے والے کو قتل بھی نہیں کیا جائیگا۔



٦-بَابُ قَتْلِ الْخَوَارِجِ وَالْمُلْحِدِینَ بَعْدَ إِقَامَةِ الْحُجَّةِ عَلَیْہِمْ:

باب: خارجیوں اور بے دینوں سے ان پر دلیل قائم کر کے لڑنا

وَقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالَی وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ ہَدَاہُمْ حَتَّی یُبَیِّنَ لَہُمْ مَا یَتَّقُونَ سورة التوبة آیة ١١٥ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَرَاہُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰہِ، وَقَالَ إِنَّہُمُ انْطَلَقُوا إِلَی آیَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْکُفَّارِ فَجَعَلُوہَا عَلَی الْمُؤْمِنِینَ.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا «وما کان اللہ لیضل قوما بعد إذ هداهم حتى يبين لهم ما يتقون» اللہ تعالیٰ

ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت کرنے کے بعد (یعنی ایمان کی توفیق دینے کے بعد) ان سے مواخذہ کرے جب تک ان سے بیان نہ کرے کہ فلاں فلاں کاموں سے بچے رہو۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (اس کو طبری نے وصل کیا) خارجی لوگوں کو بدترین خلق اللہ سمجھتے تھے، کہتے تھے انہوں نے کیا کیا جو آیتیں کافروں کے باب میں اتری تھیں ان کو مسلمانوں پر چسپاں کر دیا۔

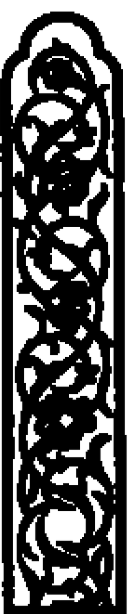
خوارج، جمع ہے خارجہ کی، یہ وہ جماعت ہے جو دین سے نکل جانے والی ہے، یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت میں ہی تھے، پھر ان کے زمانے میں ہی نکلے تھے، یہ بڑے عابد، زاہد اور حافظ قرآن اور قاری قرآن تھے، لیکن ان کے دل نور قرآن سے خالی تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو عبادت کے اونچے مقام پر پہنچا لیا تھا، اور اپنی نیکی کو معیار سمجھ لیا تھا۔ اور کہتے تھے کہ اس مرتبے والا مسلمان ہوتا ہے، دوسرا کوئی شخص مسلمان نہیں ہوتا۔

شاہ ولی اللہ نے کہا ہے، خارجی وہ ہوتا ہے جو دین سے ہٹ کر اپنی نیکی کو معیار قرار دے لے اور اس سے مختلف لوگوں کو کافر کہنا شروع کر دے، جیسا کہ شیعہ وہ ہوتا ہے جو ایک شخصیت کے ساتھ اپنی عقیدت کو وابستہ کر کے باقی شخصیات کو ملامت کرنا اور انہیں برا بھلا کہنے کو وطیرہ بنالے۔ ایسے ہی کسی پیر اور بزرگ سے عقیدت ہو جائے اور وہ باقی لوگوں کو برا کہنا شروع کر دے۔



خوارج کے کفر و ایمان سے متعلق علماء کا اختلاف ہے، حافظ ابن حجر کی رائے یہ ہے کہ خوارج کافر ہیں، لیکن بہت سے علماء ان کو کافر نہیں کہتے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں کافر نہیں کہا ان سے خوارج کے بارہ میں دریافت کیا گیا تھا کیا وہ کافر ہیں؟ تو انہوں نے کہا من الکفر فروا وہ کفر سے بھاگ کر مجھے کافر کہتے ہیں، مطلب یہ تھا کہ وہ کفر سے بچنے کے لئے مجھے کفر میں ملوث کرتے ہیں، لہٰذا وہ کافر نہیں ہیں، لیکن اس وقت ان میں وہ مفاسد ظاہر نہیں ہوئے تھے جو بعد میں ہوئے۔ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں نظر انداز کر دیا تھا۔ اور وہ خوارج جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اخیر میں تھے ان درندوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تھا کہ آپ کی جگہ یہ لوگ امامت کراتے ہیں کیا ان کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں، کہا نماز افضل ہے اسے ان کے پیچھے بھی پڑھ لیا کریں۔ ان کے خیال میں بھی ابھی تک ان پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب ظاہر نہیں ہوتے تھے اور انہیں یہ تواتر سے نہیں پہنچے تھے، اس لیے ان کے بارہ میں نرم رویہ اختیار کیا۔

حافظ ابن حجر کی رائے یہی ہے کہ خوارج واجب القتل ہیں، کیونکہ حدیث میں مروی ہے یَخرجونَ مِنَ الدِّینِ وہ دین سے نکل جائیں گے، ایک روایت میں یَخرجونَ مِنَ الاسلام بھی آتا ہے، بعض کے نزدیک دین سے نکلنے سے مراد یہ ہے کہ خلیفہ کی اطاعت سے نکل جائیں گے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ اسلام کا لفظ روایت بالمعنی کی صورت میں آیا ہے، لیکن بعض خوارج کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔ ملحد معاند کو کہتے ہیں جو حق بات واضح ہونے کے باوجود اس کا انکار کرے۔



قولہ وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْهَدَاهُمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ اس آیت کا ذکر کرنے سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ حاکم اسلام کو چاہیے کہ خارجیوں اور رافضیوں سے لڑائی کرنے سے پہلے ان کے شبہات کو دور کرے۔

٦٩٣٠: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا خَيْثَمَةُ، حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ غَفَلَةَ، قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا، فَوَاللهِ لَأَنْ أَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكْذِبَ عَلَيْهِ، وَإِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ، فَإِنَّ الْحَرْبَ خِدْعَةٌ، وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُولُونَ: مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، لَا يُجَاوِزُ إِيمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ".

ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمارے والد نے، کہا ہم سے اعمش نے، کہا ہم سے خیثمہ بن عبدالرحمٰن نے، کہا ہم سے سوید بن غفلہ نے کہ علی رضی اللہ عنہ نے کہا جب میں تم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کروں تو قسم اللہ کی اگر میں آسمان سے نیچے گر پڑوں یہ مجھ کو اس سے اچھا لگتا ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھوں ہاں جب مجھ میں تم میں آپس میں گفتگو ہو تو اس میں بنا کر بات کہنے میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے) لڑائی تدبیر اور مکر کا نام ہے۔ دیکھو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اخیر زمانہ قریب ہے جب ایسے لوگ مسلمانوں میں نکلیں گے جو نوعمر بیوقوف ہوں گے (ان کی عقل میں فتور ہوگا) ظاہر میں تو ساری خلق کے کلاموں میں جو بہتر ہے (یعنی حدیث شریف) وہ پڑھیں گے مگر در حقیقت ایمان کا نور ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے اس طرح باہر ہو جائیں گے جیسے تیر شکار کے جانور سے پار نکل جاتا ہے۔ (اس میں کچھ لگا نہیں رہتا) تم ان لوگوں کو جہاں پانا بے تامل قتل کرنا، ان کو جہاں پاؤ قتل کرنے میں قیامت کے دن ثواب ملے گا۔



قولہ سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ اس سے خلافت راشدہ کے زمانے کا آخر مراد ہے، خلافت راشدہ کا دور تیس سال رہا، اور آخری زمانہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا جس میں خوارج وغیرہ کا خروج ہوا، جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ جب امت میں دو گروہ ہوں گے اور ان میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہوں گے ان میں ان کا خروج ہوگا۔



قولہ فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ان کے قتل کا فتویٰ ان کے ضرر کی بنا پر دیا گیا ہے، کفر کی وجہ سے نہیں۔ ان کا نظریہ مسلمانوں کو قتل کرنے کا تھا، اس لئے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ سانپ کو مارنے کا حکم ہے تاکہ اس کے

ضرر سے بچا جاسکے۔ ایسے ہی کہا جاتا ہے کہ جس شخص کی نظر ایسی ہو جسے دیکھنے والا تڑپ پڑے تو ایسی نظر والے کو جیل میں ڈال دینا چاہیے، یہ جیل میں ڈالنا سزا کے لئے نہیں ہے، بلکہ اس کے ضرر سے لوگوں کی حفاظت کے لئے ہے۔

٦٩٣١ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، وَعَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أنهما أتيا أبا سعيد الخدري، فسألاه عَنِ الْحَرُورِيَّةِ ؟ أَسَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا أَدْرِي مَا الْحَرُورِيَّةُ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "يَخْرُجُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ، وَلَمْ يَقُلْ مِنْهَا، قَوْمٌ تَحْقِرُونَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوقَهُمْ، أَوْ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَيَنْظُرُ الرَّامِي إِلَى سَهْمِهِ، إِلَى نَصْلِهِ، إِلَى رِصَافِهِ، فَيَتَمَارَى فِي الْفُوقَةِ هَلْ عَلِقَ بِهَا مِنَ الدَّمِ شَيْءٌ".

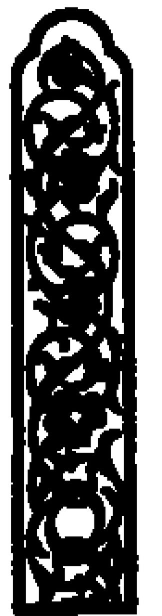
ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا میں نے یحییٰ بن سعید انصاری سے سنا، کہا مجھ کو محمد بن ابراہیم تیمی نے خبر دی، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور عطاء بن یسار سے، وہ دونوں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کیا تم نے حروریہ کے بارے میں کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ انہوں نے کہا حروریہ (دروریہ) تو میں جانتا نہیں مگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اس امت میں اور یوں نہیں فرمایا اس امت میں سے کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے کہ تم اپنی نماز کو ان کی نماز کے سامنے حقیر جانو گے اور قرآن کی تلاوت بھی کریں گے مگر قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر جانور میں سے پار نکل جاتا ہے اور پھر تیر پھینکنے والا اپنے تیر کو دیکھتا ہے اس کے بعد جڑ میں (جو کمان سے لگی رہتی ہے) اس کو شک ہوتا ہے شاید اس میں خون لگا ہو مگر وہ بھی صاف۔



قولہ عَنِ الْحَرُورِيَّةِ حروراء کوفہ کے قریب ایک بستی تھی، خارجیوں کا پہلا اجتماع اس بستی میں ہوا تھا، اس لئے ان کا نام حروریہ پڑ گیا۔ جیسا کہ چکڑالہ ایک بستی تھی جس کے رہنے والے مولوی عبداللہ نے حدیث نبوی کا انکار کیا تھا، اب تمام منکرین حدیث کو چکڑالوی کہا جاتا ہے۔

٦٩٣٢ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، وَذَكَرَ الْحَرُورِيَّةَ، فقال: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ".

ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا مجھ سے ابن وہب نے، کہا کہ مجھ سے عمر بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر نے، کہا ان سے ان کے والد نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اور انہوں نے حروریہ کا



ذکر کیا اور کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ اسلام سے اس طرح باہر ہو جائیں گے جس طرح تیر کمان سے باہر ہو جاتا ہے۔

٧-بَابُ مَنْ تَرَكَ قِتَالَ الْخَوَارِجِ لِلتَّأَلُّفِ، وَأَنْ لاَ يَنْفِرَ النَّاسُ عَنْهُ:

باب: دل ملانے کے لیے کسی مصلحت سے کہ لوگوں میں نفرت نہ پیدا ہو خارجیوں کو نہ قتل کرنا

٦٩٣٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ، جَاءَ عَبْدُ اللهِ بْنُ ذِي الْخُوَيْصِرَةِ التَّمِيمِيُّ، فَقَالَ: "اعْدِلْ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ: وَيْلَكَ وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ، قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَهُ، قَالَ: دَعْهُ فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلاَتَهُ مَعَ صَلاَتِهِ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يُنْظَرُ فِي قُذَذِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ فِي نَصْلِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ فِي رِصَافِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ فِي نَضِيِّهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ، آيَتُهُمْ رَجُلٌ إِحْدَى يَدَيْهِ، أَوْ قَالَ ثَدْيَيْهِ، مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ، أَوْ قَالَ مِثْلُ الْبَضْعَةِ، تَدَرْدَرُ، يَخْرُجُونَ عَلَى حِينِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ". قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: أَشْهَدُ سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَشْهَدُ أَنَّ عَلِيًّا قَتَلَهُمْ وَأَنَا مَعَهُ، جِيءَ بِالرَّجُلِ عَلَى النَّعْتِ الَّذِي نَعَتَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَنَزَلَتْ فِيهِ: وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ سورة التوبة آية ٥٨.



ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے اور ان سے ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم فرمار ہے تھے کہ عبداللہ بن ذی الخویصرہ تمیمی آیا اور کہا: یا رسول اللہ! انصاف کیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افسوس اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا۔ اس پر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن ماردوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں اس کے کچھ ایسے ساتھی ہوں گے کہ ان کی نماز اور روزے کے سامنے تم اپنی نماز اور روزے کو حقیر سمجھو گے لیکن وہ دین سے اس طرح باہر ہو جائیں گے جس طرح تیر جانور میں سے باہر نکل جاتا ہے۔ تیر کے پر کو دیکھا جائے لیکن اس پر کوئی نشان نہیں پھر اس پیکان کو دیکھا جائے اور وہاں بھی کوئی نشان نہیں پھر اس کے باڑ کو دیکھا جائے اور یہاں بھی کوئی نشان نہیں پھر اس کی لکڑی کو دیکھا جائے اور وہاں





بھی کوئی نشان نہیں کیونکہ وہ (جانور کے جسم سے تیر چلایا گیا تھا) لید گوبر اور خون سب سے آگے (بے داغ) نکل گیا (اسی طرح وہ لوگ اسلام سے صاف نکل جائیں گے) ان کی نشانی ایک مرد ہوگا جس کا ایک ہاتھ عورت کی چھاتی کی طرح یا یوں فرمایا کہ گوشت کے تھل تھل کرتے لوتھڑے کی طرح ہوگا۔ یہ لوگ مسلمانوں میں پھوٹ کے زمانہ میں پیدا ہوں گے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ علی رضی اللہ عنہ نے نہروان میں ان سے جنگ کی تھی اور میں اس جنگ میں ان کے ساتھ تھا اور ان کے پاس ان لوگوں کے ایک شخص کو قیدی بناکر لایا گیا تو اس میں وہی تمام چیزیں تھیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھیں۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی «ومنهم من يلمزك في الصدقات» کہ ان میں سے بعض وہ ہیں جو آپ کے صدقات کی تقسیم میں عیب پکڑتے ہیں۔

یعنی خارجیوں سے کسی مصلحت کے پیش نظر لڑائی نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے مثلاً امام اس لئے ان سے قتل چھوڑ دیتا ہے کہ قتل کرنے سے لوگ متنفر ہوں گے تو یہ جائز ہے، اس حدیث میں اگرچہ ترک قتل کے سبب کا ذکر نہیں ہے، لیکن اس کے بعض طرق میں اس کا ذکر ہے۔ جیسا کہ مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھوڑا سا مال آیا، آپ نے وہ تقسیم کردیا ایک آدمی نے آپ کی تقسیم پر اعتراض کیا تو صحابہ کرام نے کہا، اس کی گردن اڑادینی چاہیے، تو آپ نے فرمایا، میں نہیں چاہتا کہ مشرک لوگ یہ کہیں کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرادیتا ہوں، مسلم میں ہے معاذ الله ان يتحدث الناس أني أقتل أصحابي۔



شرح بخاری

قولہ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ اس سے حافظ کا استدلال ہے کہ خوارج اسلام سے خارج ہیں جبکہ دیگر علماء تاویل کرتے ہیں کہ دین سے نکلنے سے مراد خلیفہ کی اطاعت سے نکل جانا ہے۔

قولہ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ عورت کی چھاتی کی مثل اس کا ہاتھ ہوگا۔

قولہ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ گوشت کے تھل تھل کرتے ٹکڑے کی طرح اس کا ایک ہاتھ ہوگا۔

٦٩٣٤: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، حَدَّثَنَا يُسَيْرُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ، قُلْتُ لِسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ: هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ فِي الْخَوَارِجِ شَيْئًا؟، قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ وَأَهْوَى بِيَدِهِ قِبَلَ الْعِرَاقِ: "يَخْرُجُ مِنْهُ قَوْمٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ".



ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد بن زیادہ نے، کہا ہم سے سلمان شیبانی نے، کہا ہم سے یسیر بن عمرو نے بیان کیا کہ میں نے سہل بن حنیف (بدری صحابی) رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوارج کے سلسلے میں کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے اور آپ نے عراق کی طرف ہاتھ سے اشارہ فرمایا تھا کہ ادھر سے ایک جماعت نکلے گی یہ لوگ قرآن مجید پڑھیں گے لیکن قرآن مجید ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ اسلام سے اس طرح باہر ہو جائیں گے جیسے تیر شکار کے جانور سے باہر نکل جاتا ہے۔

٨۔ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَقْتَتِلَ فِئَتَانِ دَعْوَتُهُمَا وَاحِدَةٌ»:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک دو ایسی جماعتیں آپس میں جنگ نہ کرلیں جن کا دعویٰ ایک ہی ہوگا

٦٩٣٥: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ".

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک دو ایسے گروہ آپس میں جنگ نہ کریں جن کا دعویٰ ایک ہی ہو۔



٩۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُتَأَوِّلِينَ:

باب: تاویل کرنے والوں کے بارے میں بیان

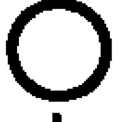
٦٩٣٦: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ، وَقَالَ اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَبْدٍ الْقَارِيَّ، أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِهِ، فَإِذَا هُوَ يَقْرَؤُهَا عَلَى حُرُوفٍ كَثِيرَةٍ لَمْ يُقْرِئْنِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَلِكَ، فَكِدْتُ أُسَاوِرُهُ فِي الصَّلَاةِ، فَانْتَظَرْتُهُ حَتَّى سَلَّمَ، ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ أَوْ بِرِدَائِي، فَقُلْتُ: مَنْ أَقْرَأَكَ هَذِهِ السُّورَةَ، قَالَ: أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ لَهُ: كَذَبْتَ فَوَاللّٰهِ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَأَنِي هَذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ تَقْرَؤُهَا، فَانْطَلَقْتُ أَقُودُهُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ: إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ بِسُورَةِ الْفُرْقَانِ عَلَى حُرُوفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيهَا وَأَنْتَ أَقْرَأْتَنِي سُورَةَ الْفُرْقَانِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْسِلْهُ يَا عُمَرُ، اقْرَأْ



يَا هِشَامُ. فَقَرَأَ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَؤُهَا، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰكَذَا أُنْزِلَتْ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَأْ يَا عُمَرُ، فَقَرَأْتُ، فَقَالَ: هٰكَذَا أُنْزِلَتْ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ.

اور ابو عبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے لیث بن سعد نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ کو عروہ بن زبیر نے خبر دی، انہیں مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن عبدالقاری نے خبر دی، ان دونوں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ہشام بن حکیم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سورۃ الفرقان پڑھتے سنا جب غور سے سنا تو وہ بہت سی ایسی قراتوں کے ساتھ پڑھ رہے تھے جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں پڑھایا تھا۔ قریب تھا کہ نماز ہی میں، میں ان پر حملہ کر دیتا لیکن میں نے انتظار کیا اور جب انہوں نے سلام پھیرا تو ان کی چادر سے یا (انہوں نے یہ کہا کہ) اپنی چادر سے میں نے ان کی گردن میں پھندا ڈال دیا اور ان سے پوچھا کہ اس طرح تمہیں کس نے پڑھایا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ جھوٹ بولتے ہو، واللہ یہ سورت مجھے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی ہے جو میں نے تمہیں ابھی پڑھتے سنا ہے۔ چنانچہ میں انہیں کھینچتا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اسے سورۃ الفرقان اور طرح پر پڑھتے سنا ہے جس طرح آپ نے مجھے نہیں پڑھائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھی سورۃ الفرقان پڑھائی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر! انہیں چھوڑ دو۔ ہشام سورت پڑھو۔ انہوں نے اسی طرح پڑھ کر سنایا جس طرح میں نے انہیں پڑھتے سنا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی تھی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر! اب تم پڑھو۔ میں نے پڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی تھی پھر فرمایا یہ قرآن سات قراتوں میں نازل ہوا ہے پس تمہیں جس طرح آسانی ہو پڑھو۔





ان احادیث کا بیان جو تاویل کرنے والوں کے بارہ میں آئی ہیں، تاویل سے مراد یہ ہے کہ کسی شبہ کی بنا پر کسی شخص پر کفر کا فتویٰ لگا دیتا ہے تو اس سے وہ خود کافر نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے اسے تاویل کی بنا پر کافر کہا ہے۔ بلاوجہ کافر نہیں کہا۔ [1]



[1] تاویل سے مراد توجیہ ہے، یعنی کسی کام پر وجہ شرعی قائم کر کے اسے کرنا اگر کوئی شخص دوسرے کو بلا تاویل یعنی بلاوجہ کافر کہے حالانکہ دوسرا شخص کافر نہ ہو، تو اس صورت میں دوسرے کو کافر کہنے والا کافر ہو جائیگا، کیونکہ اس نے بلا تاویل اور بلاوجہ کافر کہا ہے، اور اگر اس نے دوسرے کو تاویل اور کسی توجیہ کو ذہن میں رکھ کر کافر کہا ہو تو دیکھیں گے کہ اس کی تاویل صحیح ہے یا نہیں۔ اگر تاویل صحیح ہو تو وہ قابل مذمت نہیں ہوگا۔ اور اگر اس کی تاویل غلط ہو جس کی بنا پر دوسرے کو کافر کہا ہے تو کہنے والا گناہ

حدیث مذکور کی ترجمہ باب سے مناسبت یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ہشام بن حکیم کو چادر سے کھینچتے ہوئے لائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کوئی مواخذہ نہیں کیا، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ایک تاویل کی بنا پر کیا تھا وہ یہی سمجھتے تھے کہ ان کی قراءت جائز نہیں ہے۔

٦٩٣٧: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ. ح وحَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ سورة الأنعام آية ٨٢، شَقَّ ذَلِكَ عَلَى أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالُوا: أَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ كَمَا تَظُنُّونَ، إِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ: يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ سورة لقمان آية ١٣".

ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم کو وکیع نے خبر دی (دوسری سند) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا، ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے وکیع نے بیان کیا، کہا ہم سے اعمش نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے علقمہ نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی «الذين آمنوا ولم يلبسوا إيمانهم بظلم» وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو نہیں ملایا تو صحابہ کو یہ معاملہ بہت مشکل نظر آیا اور انہوں نے کہا ہم میں کون ہوگا جو ظلم نہ کرتا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا مطلب وہ نہیں ہے جو تم سمجھتے ہو بلکہ اس کا مطلب لقمان علیہ السلام کے اس ارشاد میں ہے جو انہوں نے اپنے لڑکے سے کہا تھا «يا بنى لا تشرك بالله إن الشرك لظلم عظيم» کہ اے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، بلاشبہ شرک کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔



شرح بخاری

اس حدیث کی مطابقت یہ ہے کہ صحابہ کرام نے ظلم کی تاویل مطلق گناہ سے کی اور آپ نے اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں کیا بلکہ انہیں صحیح معنیٰ بتادیا کہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے۔

٦٩٣٨: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ، قَالَ: سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: غَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ رَجُلٌ: أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُنِ. فَقَالَ رَجُلٌ: "مِنَّا ذَلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا تَقُولُوهُ يَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللهِ، قَالَ: بَلَى، قَالَ: فَإِنَّهُ لَا يُوَافِي عَبْدٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِهِ







گار اور قابل مذمت ہوگا، لیکن کافر نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے ایک تاویل اور توجیہ کی وجہ سے اسے کافر کہا ہے، بلاوجہ نہیں کہا اگرچہ اس کی توجیہ غلط نکلی ہے، لیکن جو لوگ نصوص شرعیہ کے خلاف تاویلیں کریں وہ کافر و زندیق ہوں گے، جیسے قرامطہ اور باطنیہ وغیرہ ہیں۔ (فتح الباری)

إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ".

ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں محمود بن الربیع نے خبر دی، کہا کہ میں نے عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ صبح کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے پھر ایک صاحب نے پوچھا کہ مالک بن الدخشن کہاں ہیں؟ ہمارے قبیلہ کے ایک شخص نے جواب دیا کہ وہ منافق ہے، اللہ اور اس کے رسول سے اسے محبت نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ کیا تم ایسا نہیں سمجھتے کہ وہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہے اور اس کا مقصد اس سے اللہ کی رضا ہے۔ اس صحابی نے کہا کہ ہاں یہ تو ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر جو بندہ بھی قیامت کے دن اس کلمہ کو لے کر آئے گا، اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو حرام کر دے گا۔

اس حدیث کی ترجمہ باب سے مناسبت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں پر مؤاخذہ نہیں کیا جنہوں نے مالک بن دخشن کو منافق کہہ دیا تھا، اس لئے کہ انہوں نے اسے تاویل کی بنا پر منافق کہا تھا، انہوں نے مالک کے حالات کے پیش نظر اسے منافق کہا تھا اگرچہ ان کی تاویل غلط نکلی ہے۔



٦٩٣٩: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ فُلَانٍ، قَالَ: تَنَازَعَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَحِبَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ، فَقَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ، لِحِبَّانَ: لَقَدْ عَلِمْتُ مَا الَّذِي جَرَّأَ صَاحِبَكَ عَلَى الدِّمَاءِ، يَعْنِي عَلِيًّا، قَالَ: مَا هُوَ لَا أَبَا لَكَ، قَالَ: شَيْءٌ سَمِعْتُهُ يَقُولُهُ، قَالَ: مَا هُوَ؟، قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالزُّبَيْرَ، وَأَبَا مَرْثَدٍ، وَكُلُّنَا فَارِسٌ، قَالَ: "انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ حَاجٍ، قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: هَكَذَا قَالَ أَبُو عَوَانَةَ، حَاجٍ: فَإِنَّ فِيهَا امْرَأَةً مَعَهَا صَحِيفَةٌ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ فَأْتُونِي بِهَا، فَانْطَلَقْنَا عَلَى أَفْرَاسِنَا حَتَّى أَدْرَكْنَاهَا حَيْثُ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسِيرُ عَلَى بَعِيرٍ لَهَا، وَقَدْ كَانَ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ بِمَسِيرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ، فَقُلْنَا: أَيْنَ الْكِتَابُ الَّذِي مَعَكِ؟، قَالَتْ: مَا مَعِي كِتَابٌ، فَأَنَخْنَا بِهَا بَعِيرَهَا، فَابْتَغَيْنَا فِي رَحْلِهَا، فَمَا وَجَدْنَا شَيْئًا، فَقَالَ صَاحِبَايَ: مَا نَرَى مَعَهَا كِتَابًا، قَالَ: فَقُلْتُ: لَقَدْ عَلِمْنَا مَا كَذَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ حَلَفَ عَلِيٌّ: وَالَّذِي يُحْلَفُ بِهِ لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ، أَوْ لَأُجَرِّدَنَّكِ، فَأَهْوَتْ إِلَى حُجْزَتِهَا وَهِيَ مُحْتَجِزَةٌ بِكِسَاءٍ، فَأَخْرَجَتِ الصَّحِيفَةَ، فَأَتَوْا بِهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَدْ خَانَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ، دَعْنِي فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ



وَسَلَّمَ: يَا حَاطِبُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ ؟، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا لِي أَنْ لَا أَكُونَ مُؤْمِنًا بِاللهِ وَرَسُولِهِ، وَلَكِنِّي أَرَدْتُ أَنْ يَكُونَ لِي عِنْدَ الْقَوْمِ يَدٌ يُدْفَعُ بِهَا عَنْ أَهْلِي وَمَالِي، وَلَيْسَ مِنْ أَصْحَابِكَ أَحَدٌ إِلَّا لَهُ هُنَالِكَ مِنْ قَوْمِهِ مَنْ يَدْفَعُ اللهُ بِهِ عَنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ، قَالَ: صَدَقَ، لَا تَقُولُوا لَهُ إِلَّا خَيْرًا، قَالَ: فَعَادَ عُمَرُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، قَدْ خَانَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ، دَعْنِي فَلِأَضْرِبْ عُنُقَهُ، قَالَ: أَوَلَيْسَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ، وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللهَ اطَّلَعَ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ، فَقَدْ أَوْجَبْتُ لَكُمُ الْجَنَّةَ، فَاغْرَوْرَقَتْ عَيْنَاهُ". فَقَالَ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: خَاخٍ أَصَحُّ، وَلَكِنْ كَذَا، قَالَ أَبُو عَوَانَةَ: حَاجٍ وَحَاجٍ تَصْحِيفٌ، وَهُوَ مَوْضِعٌ، وَهُشَيْمٌ يَقُولُ خَاخٍ

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ وضاح یشکری نے بیان کیا، ان سے حصین بن عبدالرحمٰن سلمی نے، ان سے فلاں شخص (سعید بن عبیدہ) نے کہ ابوعبدالرحمٰن اور حبان بن عطیہ کا آپس میں اختلاف ہوا۔ ابوعبدالرحمٰن نے حبان سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے ساتھی خون بہانے میں کس قدر جری ہو گئے ہیں۔ ان کا اشارہ علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھا اس پر حبان نے کہا انہوں نے کیا کیا ہے، تیرا باپ نہیں۔ ابوعبدالرحمٰن نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ مجھے، زبیر اور ابو مرثد رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا اور ہم سب گھوڑوں پر سوار تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اور جب روضہ خاخ پر پہنچو (جو مدینہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے) ابوسلمہ نے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے خاخ کے بدلے حاج کہا ہے۔ تو وہاں تمہیں ایک عورت (سارہ نامی) ملے گی اور اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک خط ہے جو مشرکین مکہ کو لکھا گیا ہے تم وہ خط میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ ہم اپنے گھوڑوں پر دوڑے اور ہم نے اسے وہیں پکڑا جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ وہ عورت اپنے اونٹ پر سوار جا رہی تھی حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ کو آنے کی خبر دی تھی۔ ہم نے اس عورت سے کہا کہ تمہارے پاس وہ خط کہاں ہے اس نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے ہم نے اس کا اونٹ بٹھا دیا اور اس کے کجاوہ کی تلاشی لی لیکن اس میں کوئی خط نہیں ملا۔ میرے ساتھی نے کہا کہ اس کے پاس کوئی خط نہیں معلوم ہوتا۔ راوی نے بیان کیا کہ ہمیں یقین ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط بات نہیں فرمائی پھر علی رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ اس ذات کی قسم جس کی قسم کھائی جاتی ہے خط نکال دے ورنہ میں تجھے ننگی کروں گا اب وہ عورت اپنے نیفے کی طرف جھکی اس نے ایک چادر کمر پر باندھ رکھی تھی اور خط نکالا۔ اس کے بعد یہ لوگ خط نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی ہے، مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن مار دوں۔



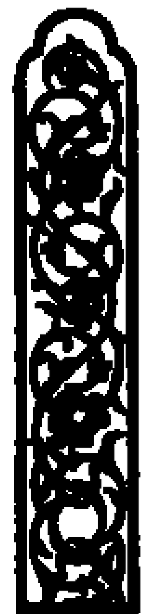


لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حاطب! تم نے ایسا کیوں کیا؟ حاطب رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! بھلا کیا مجھ سے یہ ممکن ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ رکھوں میرا مطلب اس خط کے لکھنے سے صرف یہ تھا کہ میرا ایک احسان مکہ والوں پر ہو جائے جس کی وجہ سے میں اپنی جائیداد اور بال بچوں کو (ان کے ہاتھ سے) بچالوں۔ بات یہ ہے کہ آپ کے اصحاب میں کوئی ایسا نہیں جس کے مکہ میں ان کی قوم میں سے ایسے لوگ نہ ہوں جس کی وجہ سے اللہ ان کے بچوں اور جائیداد پر کوئی آفت نہیں آنے دیتا۔ مگر میرا وہاں کوئی نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حاطب نے سچ کہا ہے۔ بھلائی کے سوا ان کے بارے میں اور کچھ نہ کہو۔ بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے ساتھ خیانت کی ہے۔ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن ماردوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ جنگ بدر میں شریک ہونے والوں میں سے نہیں ہیں؟ تمہیں کیا معلوم اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے واقف تھا اور پھر فرمایا کہ جو چاہو کرو میں نے جنت تمہارے لیے لکھ دی ہے اس پر عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں (خوشی سے) آنسو بھر آئے اور عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو حقیقت کا زیادہ علم ہے۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ «خاخ» زیادہ صحیح ہے لیکن ابو عوانہ نے «حاج» ہی بیان کیا ہے اور لفظ «حاج» بدلا ہوا ہے یہ ایک جگہ کا نام ہے اور ہشیم نے «خاخ» بیان کیا ہے۔



شرح بخاری

اس حدیث کی ترجمہ باب سے مناسبت یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو خائن کہا اور ایک روایت کے مطابق انہیں منافق کہا، حالانکہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ بدری صحابی تھے، معاذ اللہ منافق نہیں تھے، کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں بلا تاویل منافق نہیں کہا تھا، بلکہ ایک تاویل اور توجیہ کی بنا پر ایسا کہا تھا اور وہ توجیہ ان کے خط کا پکڑا جانا ہے جو مسلمانوں کی جاسوسی سے متعلق تھا۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں کیا۔



کتاب الإکراہ

کتاب زبردستی کام کرانے کے بیان میں

۱۔بَابٌ وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى: ﴿إِلاَّ مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالإِيمَانِ وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾:

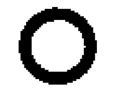
باب: اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس پر زبردستی کی جائے درآنحالیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو لیکن جس کا دل کفر ہی کے لیے کھل جائے تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہو گا اور ان کے لیے عذاب دردناک ہو گا

وَقَالَ: ﴿إِلاَّ أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً﴾ وَهِيَ تَقِيَّةٌ وَقَالَ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلاَئِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الأَرْضِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿عَفُوًّا غَفُورًا﴾ وَقَالَ: ﴿وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا﴾ فَعَذَرَ اللهُ الْمُسْتَضْعَفِينَ الَّذِينَ لاَ يَمْتَنِعُونَ مِنْ تَرْكِ مَا أَمَرَ اللهُ بِهِ، وَالْمُكْرَهُ لاَ يَكُونُ إِلاَّ مُسْتَضْعَفًا غَيْرَ مُمْتَنِعٍ مِنْ فِعْلِ مَا أُمِرَ بِهِ. وَقَالَ الْحَسَنُ التَّقِيَّةُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيمَنْ يُكْرِهُهُ اللُّصُوصُ فَيُطَلِّقُ لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَبِهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَالشَّعْبِيُّ وَالْحَسَنُ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ».



اور سورۂ آل عمران میں فرمایا یعنی یہاں یہ ہو سکتا ہے کہ تم کافروں سے اپنے کو بچانے کے لیے کچھ بچاؤ کر لو۔ ظاہر میں ان کے دوست بن جاؤ یعنی تقیہ کرو۔ اور سورۂ نساء میں فرمایا بیشک ان لوگوں کی جان جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کر رکھا ہے جب فرشتے قبض کرتے ہیں تو ان سے کہیں گے کہ تم کس کام میں تھے وہ بولیں گے کہ ہم اس ملک میں بے بس تھے اور ہمارے لیے اپنی قدرت سے کوئی حمایتی کھڑا کر دے۔ آخر آیت تک۔





امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کمزور لوگوں کو اللہ کے احکام نہ بجالانے سے معذور رکھا اور جس کے ساتھ زبردستی کی جائے وہ بھی کمزور ہی ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس کام سے منع کیا ہے وہ اس کے کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اور امام حسن بصری نے کہا کہ تقیہ کا جواز قیامت تک کے لیے ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جس کے ساتھ چوروں نے زبردستی کی ہو (کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق



دیدے) اور پھر اس نے طلاق دے دی تو وہ طلاق واقع نہیں ہو گی یہی قول ابن زبیر، شعبی اور حسن کا بھی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال نیت پر موقوف ہیں۔

اِکراہ کا معنیٰ مجبور کرنا اور کسی کو ناپسندیدہ کام پر اکسانا ہے، اور اصطلاح میں اِکراہ سے مراد ہے اِلزام الغیر بمالا یدیرہ جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے، یعنی کسی سے ایسی بات کہلوانا جو وہ کہنا نہیں چاہتا، یا اس سے ایسا کام کرانا جو وہ کرنا نہیں چاہتا۔

اِکراہ کبھی قتل کرنے کی وعید سے ہوتا ہے، جیسے کوئی کافر کسی مسلمان سے کہے، زبان سے کلمہ کفر کہیں، ورنہ تجھے ابھی قتل کر دوں گا۔

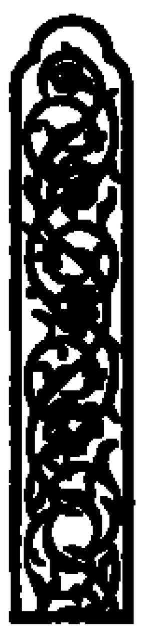
اور کبھی اِکراہ تلف عضو کی صورت میں ہوتا ہے، جیسے کہا جائے، کلمہ کفر زبان سے ادا کر ورنہ تیرا ہاتھ کاٹ دوں گا۔ کبھی اِکراہ میں ضرب شدید کی وعید اور دھمکی دی جاتی ہے کہ اگر تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر نہیں کرے گا تو تجھے ابھی سخت مار ماری جائے گی اور سخت پٹائی ہو گی۔

اور کبھی اکراہ حبس طویل کی صورت میں ہوتا ہے، جیسے کہا جائے کہ اگر تو کلمہ کفر نہیں کہے گا یا اپنی بیوی کو طلاق نہیں دے گا تو تجھے لمبے عرصہ تک جیل میں ڈال دیا جائے گا، اگر ایک آدھ دن کی قید ہو تو اِکراہ نہیں ہو گا، یا ضرب اور مار تھوڑی ہو تب بھی اِکراہ نہیں پایا جائے گا، ایسے ہی اگر مکرِہ گالی گلوچ کرے لیکن کوئی وعید نہ سنائے تو بھی اِکراہ ثابت نہیں ہو گا۔



بعض علماء اِلجاء اور اکراہ میں فرق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اِلجاء میں انسان کی رضا اور اختیار دونوں اٹھ جاتے ہیں اور اِکراہ میں اختیار ہوتا ہے، رضا اٹھ جاتی ہے، گویا رضا دونوں میں نہیں ہوتی۔ اِلجاء کی مثال جیسے ایک آدمی لیٹا ہوا یا سویا ہوا ہو، اور دو آدمی کھڑے ہوں ان میں سے ایک دوسرے کو دھکا دے کر لیٹے ہوئے پر گرا دے اور وہ مر جائے یا اس کا کوئی عضو ٹوٹ جائے تو یہ اِلجاء ہے جس میں گرنے والے کی رضا نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کا اختیار ہوتا ہے، لہٰذا وہ بریٔ الذمہ ہے اور یہ مکلف نہیں ہوتا۔

اِکراہ قول میں بھی ہو سکتا ہے، جیسے کفار کسی مسلمان کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کر دیں، اور فعل میں بھی ہو سکتا ہے جیسے کسی کو شراب پینے پر مجبور کر دیا جائے اور مکرہ قابل مؤاخذہ نہیں ہوتا، لیکن فعل کی ایک صورت ایسی ہے، جس کا کرنا مکرہ کے لیے جائز نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی کو لاچار کیا جائے کہ تو نے فلاں کو قتل کرنا ہے، اگر تو اسے قتل نہیں کرے گا تو میں تجھے قتل کر دوں گا، تو مکرہ کے لیے اس کے کہنے پر فلاں کو قتل کرنا جائز نہیں ہو گا اگر یہ اسے قتل کرے گا تو مجرم ٹھہرے گا۔



حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اکراہ کی چار شرطیں ذکر کی ہیں، جن کے پائے سے اکراہ متحقق ہوتا ہے اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو اِکراہ ثابت نہیں ہو گا۔

ایک شرط یہ ہے کہ اُمر قادر ہو اور مأمور عاجز ہو، جس سے مراد یہ ہے کہ فاعل اپنی وعید اور تھدید کو واقع کرنے پر قادر

ہو اور مأمور اسے رد کرنے سے عاجز ہو، رد کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ مأمور بھاگ بھی نہ سکتا ہو، اگر وہ بھاگ کر جان بچا سکتا ہو تو اسے بھاگ جانا چاہیے، کیونکہ اگر بھاگ سکتا ہے تو اِکراہ نہیں ہوگا۔ ایسے ہی اگر فاعل قادر نہ ہو تو اِکراہ نہیں ہوگا، جیسے کہ اگر کوئی بچہ یا کمزور سا آدمی کسی نوجوان کو کہے کہ فلاں کام کرو ورنہ تجھے قتل کر دوں گا تو یہ اکراہ نہیں ہوگا، کیونکہ اس صورت میں فاعل یا آمر اپنی تہدید کو واقع کرنے پر قادر نہیں ہے، کیونکہ بچہ اور کمزور آدمی نوجوان کا کوئی نقصان کرنے پر قادر نہیں ہیں۔

۲: دوسری شرط یہ ہے کہ مأمور کو ظن غالب ہو کہ اگر میں نے مکرہ (مجبور کرنے والے) کی بات نہ مانی تو یہ واقعی اپنی وعید اور تہدید کو واقع کر دے گا، اور اس پر ضرور عمل کر گزرے گا اور مجھے قتل کر دے گا یا تلفِ عضو کرے گا یا ضرب شدید یا حبسِ طویل کرے گا تو یہ واقعی مجبور ہوگا اور اس کے اس کی بات ماننے میں عنداللہ کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ لیکن اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ دھمکیاں دینا اس کی پرانی عادت ہے اور اس نے کرنا کچھ بھی نہیں ہے تو اس کی بات نہیں ماننی چاہیے اور یہ اِکراہ نہیں ہوگا۔

۳: اِکراہ کی تیسری شرط یہ ہے کہ فوری کاروائی کی دھمکی دی جائے، مثلاً کہا جائے کہ ہمارے بنائے ہوئے شریکوں کی تعریف اور مدح کرو ورنہ ابھی تجھے قتل کر دیں گے اور وہ مجبور ہو کر ایسا کرے تو اس پر مؤاخذہ نہیں ہوگا، لیکن اگر مجبور کنندہ یوں کہے کہ کلمہ کفر زبان سے ادا کر، یا ہمارے بنائے ہوئے شریکوں کی تعریف اور سچائی بیان کرو ورنہ تجھے ایک سال بعد یا کل قتل کر دیں گے تو یہ اِکراہ نہیں ہوگا۔ وہ ان کی بات نہ مانے، کیونکہ سال ہوگا تو دیکھا جائے گا، فوری کاروائی کی وعید نہ ہو تو اِکراہ نہیں پایا جائے گا۔

۴: اِکراہ کے پائے جانے کی چوتھی شرط یہ ہے کہ مأمور سے آمر کی بات مانتے ہوئے ایسی چیز صادر نہ ہو جو مجبور کے اختیار پر دلالت کرے، جیسا کہ جس شخص کو زنا کرنے پر مجبور کیا جائے تو اسے چاہیے کہ معمولی دخول کر کے الگ ہو جائے، یہ نہیں کہ وہ مطمئن ہو کر یہ کام شروع کر دے، ایسے ہی اگر کسی کو اپنی بیوی کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے تو وہ ایک مرتبہ طلاق دینے پر اکتفاء کرے، یہ نہیں کہ وہ تینوں طلاقیں ہی دے کر چھوڑے۔

امام بخاری نے یہاں اِکراہ کے موضوع میں چند مسائل ذکر کیے ہیں جو احناف کے خلاف ہیں، ان میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ احناف کے نزدیک اِکراہ کی صورت میں طلاق، عتاق اور نکاح واقع ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں سے وہ شیئ ایک شخص کے ملک سے نکل کر دوسرے کے ملک میں داخل ہو جاتی ہے، اگرچہ انہیں واقع کرنے والا مکرہ ہی ہو، کیونکہ ان چیزوں کے واقع ہونے میں رضا ضروری نہیں ہے اور حدیث میں آتا ہے ثلاثٌ جِدُّھن جدٌّ ھزلُھن جِدّ تین چیزیں واقع ہو جاتی ہیں، سنجیدگی میں کہی جائیں یا مذاق میں، وہ نکاح اور طلاق اور غلام یا لونڈی کی آزادی ہے۔

امام بخاری کے نزدیک یہ تین چیزیں اکراہ کی صورت میں واقع نہیں ہوتیں، کیونکہ حدیث نبوی ہے إنّما الأعمالُ بالنِّیاتِ وإنَّما لکلِّ امرئٍ مانوی یعنی اعمال کا انحصار نیت پر ہوتا ہے اور اِکراہ کی صورت میں نکاح کرنے والے یا طلاق دینے والے یا غلام آزاد کرنے والے کی ان چیزوں کی نیت نہیں ہوتی بلکہ وہ جان بچانے کے لئے زبان سے یہ



الفاظ ادا کرتا ہے۔ان چیزوں کو واقع کرنے کی نیت اور ارادہ نہیں کرتا، لہٰذا مکرہ کا کیا ہوا نکاح یا اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

باقی رہی وہ حدیث جو احناف کی طرف سے پیش کی گئی ہے ثلاثٌ جِدُّھن جدٌّ وھزلُھن جِدٌّ تو یہ تعزیر پر محمول ہے، گویا شرعی اصطلاحات کو مذاق بنانے والے کو سزا دینے کے لئے ھزل کی صورت میں ان تین چیزوں کو واقع کیا گیا ہے، تاکہ لوگ شریعت کو مذاق نہ بنائیں۔اکراہ کو اس پر قیاس نہیں کرسکتے، کیونکہ اکراہ میں ان چیزوں کو واقع کرنے کی نیت نہیں ہوتی، لہٰذا مکرہ کی طلاق یا اس کا عتاق اور نکاح واقع نہیں ہوں گے۔

دوسرا اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ احناف کے نزدیک اکراہ میں اگر یہ کہا جائے کہ شراب پی ورنہ تجھے قتل کردیں گے تو یہ مکرہ ہے، شراب پینا اس کے لئے حلال ہوگا، اور اگر کہا جائے کہ شراب پی ورنہ تیرے مسلمان بھائی کو قتل کردیں گے تو یہ مکرہ نہیں ہوگا اور اس کے لئے شراب پینا حلال نہیں ہوگا۔

لیکن امام بخاری کے نزدیک دونوں صورتوں میں اکراہ ثابت ہوجاتا ہے اور اس کے لئے شراب پینا حلال ہوجاتا ہے، کیونکہ جس طرح اپنی جان بچانا ضروری ہے اس طرح اپنے مسلمان بھائی کی اور اپنے باپ یا بیٹے کی جان بچانا بھی ضروری ہے۔



تیسرا اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ بیع اور ہبہ کے بارہ میں احناف کا بھی وہی مذہب ہے جو امام بخاری کا ہے، اگر کسی شخص سے اکراہ کی صورت میں یہ کہا جائے لتبیعن ھذا العبد أو تھبہ لفلان أو لأقتلنك اپنا غلام بیچ یا فلاں کو ہبہ کر ورنہ تجھے قتل کردوں گا، تو بیع نہیں ہوگی اور نہ ہبہ ہوگا اگرچہ وہ مجبور ہوکر بیع یا ہبہ کردے لیکن یہ بیع واقع نہیں ہوگی، کیونکہ بیع وغیرہ میں رضاء شرط ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے إلا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ النساء:۲۹ اور اکراہ میں بیع یا ہبہ کرنے والے کی رضا نہیں ہوتی اور مکرہ کی رضا نہ ہونے کی بنا پر اس کی بیع یا ہبہ نہیں ہوں گے، اور مکرہ کا نکاح یا اس کی طلاق واقع ہوجائے گی کیونکہ اس میں رضا شرط نہیں ہے۔

شرح بخاری

173 امام بخاری کے نزدیک اکراہ کی صورت میں جس طرح مکرہ کی بیع اور اس کا ہبہ نہیں ہوتا، اسی طرح اس کی طلاق یا اس کا نکاح بھی واقع نہیں ہوتا، کیونکہ مکرہ کی ان سب چیزوں میں نیت نہیں ہوتی، اور اعمال میں نیت کا اعتبار ہوتا ہے۔

انور شاہ نے کہا ہے کہ امام بخاری نے حنفیوں کی فقہ کو اچھی نہیں پڑھا، اس لئے وہ احناف کا رد کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جن چیزوں کو بخاری اکراہ سمجھ کر اعتراض کرتے ہیں ہم ان چیزوں کو اکراہ ہی نہیں سمجھتے، مثلاً ایک آدمی دوسرے کو کہتا ہے کہ لتشربن الخمر أو لأقتلن أخاك تو ہمارے نزدیک یہ اکراہ ہی نہیں ہے۔



حالانکہ امام بخاری نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ بھی اکراہ ہے اور اس میں بھی شراب پی کر اپنے بھائی کی جان بچانا ضروری ہے، دراصل امام بخاری نے احناف کا جو مذہب نقل کیا ہے وہ بالکل درست ہے، خود احناف نے اپنی کتابوں کو اچھی طرح نہیں پڑھا اور نہ سمجھا ہے۔

قولہ إلا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالإِيمَانِ　مگر اس پر گناہ نہیں جس پر زبردستی کی جائے جبکہ اس کا دل ایمان پر

مطمئن ہو، لیکن جس کا دل کفر کے لئے کھل جائے تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرلے اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، لیکن جو شخص کلمہ کفر کہنے پر مجبور کردیا جائے اور جو دشمن سے بچنے کے لئے زبان سے نازیبا لفظ بول دے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے، اور کفر کا تعلق قول سے بھی ہوتا اور فعل سے بھی، اور کفر اگر دل کے عقیدے سے اختیار کیا جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور اس پر مؤاخذہ ہوگا اور اگر دل کے اعتقاد کے بغیر مجبوری میں ہو تو یہ اِکراہ ہے اور مستثنیٰ ہے۔

بعض لوگوں نے اس آیت سے غلط استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ مجبوری میں شرک بھی کیا جاسکتا ہے، اور اس کی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو جادو کیا گیا ہو اور جادو کا علاج اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک ایسے کلمات نہ کہے جائیں جن میں جنوں اور شیطانوں کو پکارا جاتا اور ان سے استمداد کیا جاتا ہے، کہتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور ان کا یہ استدلال غلط فہمی پر مبنی ہے، غیر اللہ سے مدد مانگنا کیسے درست قرار دیا جاسکتا ہے، جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ فرمان ہے "لا بأس بِالرقٰی مالم یکن شِرکًا" (المعجم الکبیر للطبرانی ۸۸) اور غیر اللہ سے استغاثہ تب ہی ہوتا ہے جبکہ وہ دل سے کیا جائے، لہٰذا جادو کا علاج جادو سے کرنا اِکراہ میں داخل نہیں ہے، اس لیے یہ جائز نہیں ہے۔

قولہ إلا أن تتقوا منهم تقاةً: اس آیت میں "تقاةً" سے مراد تقیہ ہے۔

اس آیت کریمہ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کی شر اور ان کی اذیتوں سے بچنے کے لئے تقیہ کیا جاسکتا ہے اور اسی کے متعلق حسن بصری کا قول ہے التقیة إلی یوم القیامة تقیہ قیامت تک جائز ہے، لیکن جن لوگوں نے مسلمانوں کو فریب دینے کے لئے تقیہ کو اپنے مذہب کا شعار بنایا ہوا ہے اس کا اس آیت کریمہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

قولہ والْمُسْتَضْعَفِينَ اس سے امام بخاری کا استدلال یوں ہے کہ یہ کمزور مسلمان مکہ میں کافروں کے ہاں گرفتار تھے، اور کافروں کی زبردستی کی وجہ سے ان کے کفریہ اور شرکیہ کاموں میں مجبوراً شریک بھی ہوتے ہوں گے، مگر رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی دعا میں مِنَ الْمُؤْمِنِينَ کہہ کر مومن فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اکراہ کی وجہ سے کفریہ کام کرنے یا کفریہ بات کہنے والا مومن ہی ہوتا ہے کافر نہیں ہوجاتا۔

قولہ فیمن یکرهُهُ اللصوص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ جس شخص سے چور اور ڈاکو زبردستی طلاق لیں اور وہ شخص مجبور ہوکر اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

قولہ الأعمالُ بالنیّةِ امام بخاری نے اِکراہ کی صورت میں دی ہوئی طلاق وغیرہ کے واقع نہ ہونے پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اعمال کا اعتبار نیت سے ہوتا ہے اور اِکراہ کی صورت میں طلاق دہندہ کی طلاق دینے کی نیت نہیں ہوتی، وہ زبردستی کرنے والے کی وجہ سے زبان سے طلاق کا لفظ نکالتا ہے اور اس کی نیت طلاق نہ دینے کی ہوتی ہے، لہٰذا مکرہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

احناف کے ہاں اِکراہ میں دی ہوئی طلاق واقع ہوجاتی ہے، ان کے نزدیک طلاق احکام وضعیہ کی طرح ہے، جو واقع ہوکر

رہتے ہیں، جیسا کہ کسی کے ہاتھ میں پتھر پکڑا ہوا ہو اور وہ پتھر نیچے پڑے ہوئے شیشے پر گر جائے، اس کا ارادہ ہو یا نہ ہو بہر حال شیشہ ٹوٹ جائیگا، ایسے ہی طلاق بھی احکام وضعیہ کی طرح ہے، یہ واقع ہو جاتی ہے اور اس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، خواہ طلاق دینے کی نیت ہو یا نہ ہو۔ لہٰذا مکرہ کی نیت اگر چہ نہیں ہوتی، لیکن طلاق ہو جائے گی۔ اور ان کی یہ بات حدیث کے خلاف ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: إن الله وضع عن أمتي الخطأ والنسيان، وما استكرهوا عليه اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطا اور بھول چوک کو نیز جس چیز پر کسی سے سختی کی جائے اٹھا دیا اور اسے معاف کر دیا ہے۔ (ابن ماجہ ۲۰۴۵)

٦٩٤٠: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ أُسَامَةَ، أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَهُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو فِي الصَّلَاةِ: اللهُمَّ أَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ، وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، وَالْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ، اللهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، اللهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ، وَابْعَثْ عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ".

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے خالد بن یزید نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی ہلال بن اسامہ نے، انہیں ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے خبر دی اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دعا کرتے تھے کہ اے اللہ عیاش بن ابی ربیعہ، سلمہ بن ہشام اور ولید بن الولید (رضی اللہ عنہم) کو نجات دے۔ اے اللہ بے بس مسلمانوں کو نجات دے۔ اے اللہ قبیلہ مضر کے لوگوں کو سختی کے ساتھ پیس ڈال اور ان پر ایسی قحط سالی بھیج جیسی یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں آئی تھی۔

۱م-بَابُ مَنِ اخْتَارَ الضَّرْبَ وَالْقَتْلَ وَالْهَوَانَ عَلَى الْكُفْرِ:

باب: جس نے کفر پر مار کھانے، قتل کئے جانے اور ذلت کو اختیار کیا

امام بخاری اب یہ مسئلہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو کلمہ کفر پر مجبور کیا جائے تو اگر چہ اکراہ کی وجہ سے کلمہ کفر کہہ کر جان بچانے کی رخصت اور اجازت ہے لیکن کلمہ کفر نہ کہنا اور جان قربان کرنا یا مار کھالینا، عزیمت ہے، یعنی کلمہ کفر نہ کہنا بہتر اور اولیٰ ہے۔

لیکن شراب پینے اور حرام کھانے کے مسئلہ میں عزیمت ان کے کھانے اور پینے میں ہے کہ اکراہ کی صورت میں شراب پی کر جان بچانا بہتر اور افضل ہے، اگر چہ نہ پینا بھی جائز ہے۔

ابو الحسن علی بن خلف قرطبی نے کہا ہے جو ابن بطال کے نام سے مشہور ہیں، علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص کفر و شرک پر مجبور کیا جائے لیکن وہ کفر و شرک نہ کرے اور جان دیدے اس کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں اس شخص سے کہیں

بڑھ کر ہے جو رخصت پر عمل کرتا ہے، اور کفر کے علاوہ اگر خنزیر کھانے اور شراب پینے پر مجبور کیا جائے تو یہ حرام کھا کر یا پی کر جان بچانا اولیٰ اور بہتر ہے۔ [1]

٦٩٤١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَوْشَبٍ الطَّائِفِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ".

ہم سے محمد بن عبداللہ بن حوشب الطائفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ایوب نے بیان کیا، ان سے ابو قلابہ نے بیان کیا، اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین خصوصیتیں ایسی ہیں کہ جس میں پائی جائیں گی وہ ایمان کی شیرینی پالے گا اول یہ کہ اللہ اور اس کے رسول اسے سب سے زیادہ عزیز ہوں۔ دوسرے یہ کہ وہ کسی شخص سے محبت صرف اللہ ہی کے لیے کرے تیسرے یہ کہ اسے کفر کی طرف لوٹ کر جانا اتنا ناگوار ہو جیسے آگ میں پھینک دیا جانا۔

قولہ کما یَکْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ جو مومن کفر کا کلمہ کہنا آگ میں ڈالے جانے کے برابر سمجھے گا تو کفر کی بات کہنے سے قتل اور ضرب کو بالا ولیٰ آسان سمجھے گا۔ لہٰذا وہ قتل اور ضرب کو اختیار کر لے گا، لیکن کلمہ کفر کہنا گوارا نہیں کرے گا۔



٦٩٤٢: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا عَبَّادٌ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، سَمِعْتُ قَيْسًا، سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ، يَقُولُ: "لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنَّ عُمَرَ مُوثِقِي عَلَى الْإِسْلَامِ، وَلَوِ انْقَضَّ أُحُدٌ مِمَّا فَعَلْتُمْ بِعُثْمَانَ، كَانَ مَحْقُوقًا أَنْ يَنْقَضَّ".



ہم سے سعید بن سلیمان نے بیان کیا، کہا ہم سے عباد نے، ان سے اسماعیل نے، انہوں نے قیس سے سنا، انہوں نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنے آپ کو اس حال میں پایا کہ اسلام لانے کی وجہ سے (مکہ معظمہ میں) عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے باندھ دیا تھا اور اب جو کچھ تم نے عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا ہے اس پر اگر احد پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے تو اسے ایسا ہی ہونا چاہیے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب کے بہنوئی تھے ان کی بیوی حضرت فاطمہ بنت خطاب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں، امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ حضرت سعید بن زید اور ان کی بیوی نے حضرت عمر کی مار پیٹ اور ذلت کو گوارا کر لیا، لیکن ان کے کہنے پر کفر اختیار نہیں کیا، انہوں نے عزیمت پر عمل کیا ہے۔

[1] فتح الباری: ۳۱۷/۱۲

قولہ وَلَوْ انقَضَّ أُحُدٌ اور جو کچھ تم باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ سلوک کیا ہے اس پر اگر احد پہاڑ ٹکڑے ہو جائے تو اسے ایسا ہونا چاہیے۔

امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باغیوں کی خلاف شریعت بات کو نہیں مانا اور قتل ہونا گوارا کر لیا، اور ان پر کفر کی بات پیش کی جاتی، تو وہ کلمہ کفر کہنے پر قتل ہونے کو بالاَولی اختیار کر لیتے۔

٦٩٤٣: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا قَيْسٌ، عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ، قَالَ: شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَهُ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ، فَقُلْنَا: "أَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا، أَلَا تَدْعُو لَنَا؟. فَقَالَ: قَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ يُؤْخَذُ الرَّجُلُ فَيُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ، فَيُجْعَلُ فِيهَا، فَيُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ، فَيُجْعَلُ نِصْفَيْنِ، وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ لَحْمِهِ وَعَظْمِهِ، فَمَا يَصُدُّهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَاللهِ لَيَتِمَّنَّ هَذَا الْأَمْرُ حَتَّى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلَى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللهَ، وَالذِّئْبَ عَلَى غَنَمِهِ، وَلَكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُونَ".



ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے اسماعیل نے، کہا ہم سے قیس نے بیان کیا، ان سے خباب بن الارت رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا حال زار بیان کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے بہت سے نبیوں اور ان پر ایمان لانے والوں کا حال یہ ہوا کہ ان میں سے کسی ایک کو پکڑ لیا جاتا اور گڑھا کھود کر اس میں انہیں ڈال دیا جاتا پھر آرا لایا جاتا اور ان کے سر پر رکھ کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور لوہے کے کنگھے ان کے گوشت اور ہڈیوں میں دھنسا دیئے جاتے لیکن یہ آزمائشیں بھی انہیں اپنے دین سے نہیں روک سکتی تھیں۔ اللہ کی قسم! اس اسلام کا کام مکمل ہو گا اور ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک اکیلا سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا اور کسی کا خوف نہیں ہو گا اور بکریوں پر سوا بھیڑیئے کے خوف کے (اور کسی لوٹ وغیرہ کا کوئی ڈر نہ ہو گا) لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔

اس حدیث سے استدلال یوں ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کافروں کی سختیوں کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اگرچہ شکایت کی ہے، لیکن انہوں نے کفار کی اذیتوں اور تکلیفوں کو اختیار کیا، کلمہ کفر کہنے کو یا ان کے کہنے پر کفر میں لوٹنے کو گوارا نہیں کیا۔ اسی طرح پہلی امتوں کے بعض ایمان والوں کو کفر اختیار نہ کرنے کی وجہ سے آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا گیا۔ اور انہوں نے رخصت کی بجائے عزیمت پر عمل کرتے ہوئے قتل ہونے کو اختیار کر لیا لیکن کفر میں لوٹنے یا کلمہ کفر کہنے کو گوارا نہیں کیا۔



٢- بَابٌ فِي بَيْعِ الْمُكْرَهِ وَنَحْوِهِ فِي الْحَقِّ وَغَيْرِهِ:

باب: جس کے ساتھ زبردستی کی جائے یا اسی طرح کسی شخص کا بیچنا حق وغیرہ کو مجبوری سے کوئی بیچ کھوچ کا یا اور معاملہ کرے

ترجمہ باب میں وَنَحْوِهِ، سے مراد مضطر ہے، مکرہ اور مضطر میں فرق یہ ہے کہ مکرہ وہ ہوتا ہے جو کسی کام پر مجبور کر دیا جائے، وہ چاہے یا نہ چاہے اسے وہ کام کرنا پڑے۔ اور مضطر وہ ہے جسے ایک کام کے کرنے یا نہ کرنے میں اختیار دیا جائے اگرچہ وہ اپنے مفاد کے لئے اس کے کرنے کو اختیار کرلے۔ جیسا کہ اس حدیث میں یہود کو کہا گیا کہ اپنے مال اور باغات بیچ لو۔ کیونکہ عنقریب تمہیں جلاوطن کر دیا جائے گا۔ یہود اگر اپنے مال نہ بھی بیچتے، ویسے ہی جلاوطن ہو جاتے تو ان پر بیچنا لازم نہیں تھا، لیکن انہوں نے اپنے مالوں کے بیچنے کو اختیار کیا، یہود نے اپنی جائیداد ضبط ہونے کے ڈر سے بیچی تھی ان پر اسوقت کوئی جبر نہیں تھا، لہٰذا یہ مضطر ہوئے ورنہ اِکراہ میں تو ایک کام کا کرنا لازم کر دیا جاتا ہے مکرہ کو اس کا کرنا ضروری ہوتا ہے ورنہ قتل یا ضرب جیسی وعید کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

قولہ فِي الحَقِّ وَغَيْرِهِ حق سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص پر لوگوں کا قرضہ ہے، اور قاضی اس کے قرضے ادا کرنے کے لئے اس کا مال بیچ دیتا ہے، اور قرض خواہوں کے قرضے ادا کر دیتا ہے، اور وَغَيْرِهِ سے مراد بغیر حق کے جبراً بیچ دینا۔

٦٩٤٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ، إِذْ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "انْطَلِقُوا إِلَى يَهُودَ. فَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتَّى جِئْنَا بَيْتَ الْمِدْرَاسِ. فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَادَاهُمْ: يَا مَعْشَرَ يَهُودَ أَسْلِمُوا تَسْلَمُوا، فَقَالُوا: قَدْ بَلَّغْتَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ، فَقَالَ: ذَلِكَ أُرِيدُ، ثُمَّ قَالَهَا الثَّانِيَةَ، فَقَالُوا: قَدْ بَلَّغْتَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ، ثُمَّ قَالَ: الثَّالِثَةَ، فَقَالَ: اعْلَمُوا أَنَّ الأَرْضَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ، وَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُجْلِيَكُمْ، فَمَنْ وَجَدَ مِنْكُمْ بِمَالِهِ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ، وَإِلَّا فَاعْلَمُوا أَنَّمَا الأَرْضُ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ".



ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے سعید مقبری نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم مسجد میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ یہودیوں کے پاس چلو۔ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے اور جب ہم بیت المدراس کے پاس پہنچے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آواز دی اے قوم یہود! اسلام لاؤ تم محفوظ ہو جاؤ گے۔ یہودیوں نے کہا: ابوالقاسم! آپ نے پہنچا دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا ابھی یہی مقصد ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ یہی فرمایا اور یہودیوں نے کہا کہ ابوالقاسم آپ نے پہنچا دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ



یہی فرمایا۔ اور پھر فرمایا تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے اور میں تمہیں جلاوطن کرتا ہوں۔ پس تم میں سے جس کے پاس مال ہو اسے چاہئے کہ جلاوطن ہونے سے پہلے اسے بیچ دے ورنہ جان لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔

اس حدیث کا تعلق ترجمہ باب میں ذکر ہونے والے نَحْوِہ سے ہے جس سے مراد مضطر ہے۔ اور مضطر کی بیع نافذ ہو جاتی ہے اگرچہ مکرہ کی بیع نافذ نہیں ہوتی، اکراہ کی حالت میں بیع یا ہبہ کے نافذ نہ ہونے کے بارہ میں احناف کا بھی اتفاق ہے۔

قولہ فَلْيَبِعْهُ یہود کو اپنے مال و متاع بیچنے کی اجازت دیدی اور خبردار کر دیا کہ تمہیں عنقریب جلاوطن کر دیا جائیگا، اس لئے آپ نے فرمایا کہ اپنے مال بیچ کر فائدہ اٹھالو، انہوں نے اپنے مفاد میں اپنے مال بیچنے کو ترجیح دی۔ [1]

قولہ بَيْتَ الْمِدْرَاسِ یہ وہ مقام تھا جہاں وہ تورات کی تعلیم دیا کرتے تھے، اور مدراس یہودیوں کے بڑے آدمی کو کہتے ہیں، اور لفظ بَيْت کی اس کی طرف اضافت کی گئی ہے، کیونکہ اس مقام میں ان کا بڑا انہیں تورات پڑھانے کا کام کیا کرتا تھا۔

٣-بَابُ لَا يَجُوزُ نِكَاحُ الْمُكْرَهِ:

باب: جس کے ساتھ زبردستی کی جائے اس کا نکاح جائز نہیں



وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ اللهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ سورة النور آية ٣٣.

(اور اللہ نے سورۃ النور میں فرمایا) تم اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو جو پاک دامن رہنا چاہتی ہیں تا کہ تم اس کے ذریعہ دنیا کی زندگی کا سامان جمع کرو اور جو کوئی ان پر جبر کرے گا تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قولہ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ امام بخاری کے نزدیک اِکراہ کی صورت میں مکرہ کی بیع و شراء کی طرح اس کا نکاح بھی معتبر نہیں ہو، اگر زبردستی میں کسی سے نکاح کارشتہ لیا جائے یا جبرا کسی کا نکاح کیا جائے تو وہ نکاح نہیں ہوگا، بلکہ کالعدم قرار دیا جائے گا، جبر کے حنفی بھی قائل نہیں ہیں، لیکن وہ اس بات کے قائل ہیں کہ اگر جبرا نکاح کیا جائے تو وہ جاری ہو جائے گا اور اسے نافذ کیا جائے گا، اور منکوحہ عورت حلال ہو جائے گی، جبکہ امام بخاری جبر و اکراہ میں نکاح کے نہ جواز کے قائل ہیں اور نہ ہی اس کے نفاذ کے قائل ہیں، اور انہوں نے اپنے موقف پر قرآن کریم کی آیت کریمہ اور احادیث نبویہ سے استدلال کیا ہے۔

آیت مذکورہ سورۃ نور سے متعلق ہے، یہ آیت معاذہ اور مسیکہ ابن اُبَی منافق کی دو لونڈیوں کے بارہ میں نازل ہوئی جن



[1] یہود سے نبی اکرم ﷺ کے اس وطیرہ کو اِکراہ نہیں کہا جائیگا، کیونکہ اِکراہ کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی ہے أن یکون ماھددہ بہ فوریا کہ فوری کاروائی کی وعید ہو، لیکن ان یہود کو فوری طور پر جلاوطن نہیں کیا جا رہا تھا، بلکہ اپنے مال و متاع بیچنے کے لئے مہلت دی گئی تھی اس لئے یہ اِکراہ نہیں، بلکہ اضطرار کی صورت تھی۔

کو وہ زنا کرانے پر مجبور کیا کرتا تھا، تا کہ وہ زنا کی کمائی اس منافق کو دیا کریں۔ جیسا کہ اہل جاہلیت اپنی لونڈیوں سے زنا کا پیشہ کراتے تھے جب اسلام نے اسے حرام قرار دیا تو ان لونڈیوں نے اسے چھوڑ دیا، اور انہیں اس حرام پر مجبور کرنے والوں کی ممانعت کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

قولہ إن أَرَدْنَ تَحَصُّنًا یہاں إِنْ بمعنیٰ إذا ہو تو معنیٰ واضح ہے کہ جب لونڈیاں زنا سے بچنا چاہتی ہیں تو تمہیں بالاَولیٰ اس سے بچنا چاہیے، اور یہ قید اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کے تحصن اور زنا سے احتراز کی صورت میں اِکراہ پایا جاتا ہے لیکن اگر اس کا بچنے کا ارادہ نہ ہو بلکہ وہ زانی کی اس جرم میں موافقت کرنے والی ہو تو اِکراہ نہیں پایا جائے گا۔

قولہ غَفُورٌ رَحِيمٌ اس سے معلوم ہوا کہ جس عورت سے زبردستی زنا کیا جائے تو مکرہ عورت پر کوئی گناہ یا سزا نہیں ہے اسے اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے، سارا گناہ اور مواخذہ جبر کرنے والے زانی پر ہے اسی کو حد لگائی جائے گی، اسی طرح لونڈی سے زنا کرانے والے مالک کو عذاب کا سامنا کرنا ہو گا، لونڈی پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہو گا، کیونکہ جس پر جبر اور زبردستی کی جائے اسے اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔

امام بخاری کا اس آیت کریمہ سے استدلال دو طرح ہو سکتا ہے۔

ایک یہ کہ اگر لونڈی کو اس کا مالک زنا کرانے پر مجبور کرے تو لونڈی پر کوئی گناہ نہیں۔ اور نہ ہی اس پر حد آئے گی۔

اسی طرح کسی شخص کا جبراً نکاح کیا جائے حالانکہ وہ اس پر رضامند نہ ہو تو اس کا نکاح بھی نافذ نہیں ہو گا۔ اگرچہ زنا حرام اور نکاح حلال اور مباح ہے، لیکن دونوں میں قدر مشترک جماع ہے، چونکہ دونوں میں مقصود جماع ہی ہوتا ہے، اس لئے جبر کی صورت میں دونوں کا حکم ایک ہے۔

دوسرا یہ کہ جب لونڈی کی مرضی کے خلاف کام کرنا منع ہے تو آزاد شخص کی مرضی کے خلاف زبردستی اس کو نکاح پر مجبور کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

شرح بخاری

٦٩٤٥: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ. حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَمُجَمِّعٍ ابني يزيد بن جارية الأنصاري، عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِدَامٍ الْأَنْصَارِيَّةِ، "أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ، فَكَرِهَتْ ذَلِكَ، فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ نِكَاحَهَا".

ہم سے یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن القاسم نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے یزید بن جاریہ انصاری کے دو صاحبزادوں عبدالرحمٰن اور مجمع نے اور ان سے خنساء بنت خدام انصاریہ نے کہ ان کے والد نے ان کی شادی کر دی ان کی ایک شادی اس سے پہلے ہو چکی تھی (اور اب بیوہ تھیں) اس نکاح کو انہوں نے ناپسند کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر (اپنی ناپسندیدگی ظاہر کر دی) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح کو فسخ کر دیا۔

امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت خنساء کی مرضی کے بغیر کیا ہوا نکاح رد کر دیا ہے۔ جس سے

معلوم ہوا کہ اِکراہ کی صورت میں جبراً کیا ہوا نکاح مردود ہوگا، کیونکہ یہ نکاح بھی مکرہ کی مرضی کے خلاف کیا جاتا ہے۔

٦٩٤٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو هُوَ ذَكْوَانُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: "يَا رَسُولَ اللهِ، يُسْتَأْمَرُ النِّسَاءُ فِي أَبْضَاعِهِنَّ؟، قَالَ: نَعَمْ، قُلْتُ: فَإِنَّ الْبِكْرَ تُسْتَأْمَرُ، فَتَسْتَحْيِي، فَتَسْكُتُ، قَالَ: سُكَاتُهَا إِذْنُهَا".

ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے، ان سے ابن ابی ملیکہ نے، ان سے ابو عمرو نے جن کا نام ذکوان ہے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا عورتوں سے ان کے نکاح کے سلسلہ میں اجازت لی جائے گی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں۔ میں نے عرض کیا لیکن کنواری لڑکی سے اجازت لی جائے گی تو وہ شرم کی وجہ سے چپ سادھ لے گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی خاموشی ہی اجازت ہے۔

امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ جب عورتوں کے نکاح کرنے میں ان سے مشاورت اور ان کی اجازت ضروری ہے تو ان کی اجازت کے بغیر کیا ہوا نکاح نافذ نہیں کیا جائے گا، حتیٰ کہ وہ اس کی اجازت دیکر اسے جاری کریں، اور اکراہ میں بھی مکرہ کی اجازت اور رضا کے بغیر نکاح کیا جاتا ہے، لہٰذا اکراہ کی صورت میں کیا ہوا نکاح بھی نافذ نہیں ہوگا، بلکہ اسے رد کر دیا جائے گا۔



۴۔بَابُ إِذَا أُكْرِهَ حَتَّى وَهَبَ عَبْدًا أَوْ بَاعَهُ لَمْ يَجُزْ:

باب: اگر کسی کو مجبور کیا گیا اور آخر اس نے غلام ہبہ کیا یا بیچا تو نہ ہبہ صحیح ہوگا نہ بیع صحیح ہوگی

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ فَإِنْ نَذَرَ الْمُشْتَرِي فِيهِ نَذْرًا فَهُوَ جَائِزٌ بِزَعْمِهِ وَكَذَلِكَ إِنْ دَبَّرَهُ.

اور بعض لوگوں نے کہا اگر مکرہ سے کوئی چیز خریدے اور خریدنے والا اس میں کوئی نذر کردے تو یہ مدبر کرنا درست ہوگا۔

اگر کسی شخص کو مجبور کیا گیا حتیٰ کہ اس نے مجبور ہو کر اپنا غلام ہبہ کر دیا، تو جبر کی صورت میں یہ ہبہ اور بیع صحیح نہیں ہوں گے، یعنی مجبور ہو کر بیچنے والے اور ہبہ کرنے والے کی ملکیت سے نکل کر وہ غلام مشتری کی ملکیت میں نہیں جائیگا۔ بلکہ بائع اور واہب کی ملکیت میں ہی رہے گا۔ اور احناف بھی اس کے قائل ہیں کہ مکرہ کی بیع یا اس کا ہبہ نافذ نہیں ہوتا، لیکن احناف اس مسئلہ میں تناقض کے مرتکب بھی ہیں، امام بخاری اس کی وضاحت قَالَ بَعْضُ النَّاسِ سے کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک مکرہ اور مجبور کی بیع اور ہبہ درست نہیں اور زبردستی میں کوئی چیز بیچنے والے اور ہبہ کرنے والے



کی ملکیت میں ہی رہتی ہے۔ اس کی ملکیت سے نکل کر وہ چیز مشتری کی ملکیت میں نہیں جاتی۔ اور دوسری طرف وہ ایسی بیع میں اس بات کے بھی قائل ہیں کہ اگر زبردستی غلام یا کوئی چیز خریدنے والا اس میں کوئی نذر مان لے، یا اس غلام کو مدبر کر دے تو اس کی نذر اور مدبر بنانا صحیح ہوگا۔ اور یہ صریح تناقض ہے کہ زبردستی کی بیع میں جب وہ چیز یا غلام بائع کی ملکیت سے نہیں نکلتا اور مشتری کے ملک میں نہیں جاتا تو مشتری کا اس میں نذر ماننا یا اسے مدبر کرنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ جب کہ اکراہ کی وجہ سے غلام خریدار کی ملکیت میں ہی نہیں آتا تو وہ اس میں نذر یا تدبیر کا تصرف کیسے کرسکتا ہے؟ اب احناف کے ہاں مکرہ کی بیع اور ہبہ کا نافذ نہ ہونا اور اس میں مشتری کی نذر اور تدبیر کا درست ماننا صریح تناقض ہے۔ اور خریدار کے ملک کے بغیر اس کی نذر یا تدبیر کیسے درست ہوسکتی ہے۔

رہا ان کا یہ کہنا کہ تدبیر اور نذر اچھی چیز ہیں اس لئے انہیں نافذ کر دیا گیا ہے حالانکہ یہ ان کی لغو بات ہے، کیونکہ جب خریدار کا اس پر ملک ہی ثابت نہیں ہوتا تو یہ اچھی چیزیں کیسے درست ہوسکتی ہیں۔

٦٩٤٧: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ "أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ دَبَّرَ مَمْلُوكًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ، فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي؟". فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ النَّحَّامِ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ، قَالَ: فَسَمِعْتُ جَابِرًا، يَقُولُ: عَبْدًا قِبْطِيًّا مَاتَ عَامَ أَوَّلَ.

ہم سے ابو نعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ ایک انصاری صحابی نے کسی غلام کو مدبر بنایا اور ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی مال نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ملی تو دریافت فرمایا۔ اسے مجھ سے کون خریدے گا چنانچہ نعیم بن النحام رضی اللہ عنہ نے آٹھ سو درہم میں خرید لیا۔ بیان کیا کہ پھر میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ وہ ایک قبطی غلام تھا اور پہلے ہی سال مر گیا۔

قولہ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ اسے ابو مذکور کہا جاتا تھا، اور مدبر غلام کا نام یعقوب تھا۔

قولہ مَاتَ عَامَ أَوَّلَ یہ مصر سے قبطی غلام تھا اور حضرت عبداللہ بن زبیر کی امارت کے پہلے سال یہ غلام فوت ہوا، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے مَاتَ عَامَ أَوَّلَ فی إمارة ابن الزبیر [1]

اس حدیث کی ترجمہ باب سے مناسبت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ابو مذکور کے مدبر بنائے ہوئے غلام کی تدبیر کو لغو کر دیا۔ حالانکہ ابو مذکور اس کا مالک تھا، لیکن اس کے پاس اس غلام کے علاوہ کوئی مال نہیں تھا جس کی وجہ سے اس کے وارث اور اہل وعیال ناراض تھے تو وہ ہبہ اور بیع کیونکر درست ہوسکتی ہے جس میں اکراہ کی وجہ سے مالک کی رضا نہیں ہوتی۔ [2]

---

1. صحیح مسلم میں (٥٩) ٩٩٧
2. علامہ قسطلانی لکھتے ہیں وجہ إدخال الحدیث فی الترجمة من جهة أن الذی دبره لما لم یکن له

٥۔بَابُ مِنَ الإِكْرَاهِ:
باب: اکراہ کی برائی کا بیان

كَرْهٌ وَكُرْهٌ وَاحِدٌ.

«کرھا» اور «کرھا» کے معنی ایک ہی ہیں۔

٦٩٤٨: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ سُلَيْمَانُ بْنُ فَيْرُوزٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ الشَّيْبَانِيُّ: وَحَدَّثَنِي عَطَاءٌ أَبُو الحَسَنِ السُّوَائِيُّ، وَلَا أَظُنُّهُ إِلَّا ذَكَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا سورة النساء آية ١٩ الْآيَةَ، قَالَ: "كَانُوا إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ كَانَ أَوْلِيَاؤُهُ أَحَقَّ بِامْرَأَتِهِ، إِنْ شَاءَ بَعْضُهُمْ تَزَوَّجَهَا، وَإِنْ شَاءُوا زَوَّجُوهَا، وَإِنْ شَاءُوا لَمْ يُزَوِّجُوهَا، فَهُمْ أَحَقُّ بِهَا مِنْ أَهْلِهَا، فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي ذَلِكَ".

ہم سے حسین بن منصور نے بیان کیا، کہا ہم سے اسباط بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے شیبانی سلیمان بن فیروز نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے، شیبانی نے کہا کہ مجھ سے عطاء ابوالحسن السوائی نے بیان کیا اور میرا یہی خیال ہے کہ انہوں نے یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کی سورۃ المائدہ کی آیت «یا أیها الذین آمنوا لا یحل لکم أن ترثوا النساء کرھا» بیان کیا کہ جب کوئی شخص (زمانہ جاہلیت میں) مر جاتا تو اس کے وارث اس کی عورت کے حقدار بنتے اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو اس سے شادی کر لیتا اور چاہتا تو شادی نہ کرتا اس طرح مرنے والے کے وارث اس عورت پر عورت کے وارثوں سے زیادہ حق رکھتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (بیوہ عورت عدت گزارنے کے بعد مختار ہے وہ جس سے چاہے شادی کرے اس پر زبردستی کرنا ہرگز جائز نہیں ہے)۔

شرح بخاری

183

امام بخاری اور اکثر علماء کے نزدیک کَرْهًا کاف کے فتحہ کے ساتھ، اور کُرْهًا کاف کے ضمہ کے ساتھ دونوں ہم معنیٰ ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں ہے، لیکن بعض علماء فرق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کَرْهًا بفتح الکاف سے مراد یہ ہے کہ کوئی دوسرا شخص زبردستی کرے، اور کُرْهًا بضم الکاف سے مراد ہے، خود کسی کام کو ناپسند کرتے ہوئے اسے کرے۔ اس مال غیرہ و کان تدبیرہ سفها من فعله ردہ ﷺ وإن کان ملکه للعبد صحیحا فمن لم یصح له ملکه إذا دبرہ أولی أن یرد فعله اس حدیث کو اس ترجمہ باب میں لانے کی وجہ یہ ہے کہ غلام کو مدبر بنانے والے کے پاس اس غلام کے علاوہ کوئی مال نہیں تھا اور اس کا غلام کو مدبر بنانا اس کی فعلی نادانی تھی، لیکن نبی اکرم ﷺ نے اس کی تدبیر کو رد کر دیا، حالانکہ اس کی غلام پر ملکیت صحیح تھی، جب کہ اکراہ میں تو دوسرے کی ملکیت ہی ثابت نہیں ہوتی تو اس کی تدبیر تو بالاولیٰ رد ہونی چاہیے۔ (ارشاد الساری: ج ١٠ ص ٩٩)

ترجمہ باب سے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ حدیث میں ذکر ہونے والی آیت کریمہ میں جو صورت ذکر ہوئی ہے وہ بھی اِکراہ میں داخل ہے، جو کہ حرام ہے۔

قولہ کَانُوا إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ جاہلیت اور شروع اسلام میں جب کسی عورت کا خاوند مر جاتا تو مرنے والے کے وارث اس کی بیوہ عورت کے بھی وارث بن جاتے تھے، اگر وہ حسین وجمیل ہوتی تو اس سے نکاح کر لیتے اور اگر چاہتے تو کسی اور سے نکاح کر دیتے اور چاہتے تو اسے بٹھائے رکھتے تاکہ اس کے مرنے کے بعد اس کے مال پر قابض ہو سکیں۔ یہ عورت پر جبر و اِکراہ کی صورت تھی جس سے اسلام نے روک دیا، اور بیوہ عورتوں سے اس ظلم کا خاتمہ کر دیا، اور عورت کو خود مختار بنایا کہ نکاح کرنے یا کرنے میں عورت کی مرضی کا اعتبار کیا جائے گا، خاوند کے مرنے کے بعد کوئی بھی اس کی مرضی کے بغیر اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔

٦-بَابُ إِذَا اسْتُكْرِهَتِ الْمَرْأَةُ عَلَى الزِّنَا، فَلاَ حَدَّ عَلَيْهَا:

باب: جب عورت سے زبردستی زنا کیا گیا ہو تو اس پر حد نہیں ہے

امام بخاری کا اس پر استدلال آیت کریمہ اور احادیث سے ہے۔ قرآن کریم میں ہے وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس عورت سے زبردستی زنا کیا گیا ہو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ اسے بخشنے والا ہے، جب اس پر گناہ نہیں ہے تو اس پر حد بھی نہیں ہے۔ کیونکہ حد گناہ کی تلافی کے لئے لگائی جاتی ہے، اور مکرہ پر گناہ نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا ہے۔

قولہ قَالَ الزُّهْرِيُّ امام زہری نے اس کنواری لونڈی کے بارہ میں کہا جس سے کسی آزاد مرد نے زبردستی زنا کیا ہو اور اس کی بکارت زائل کر دی ہو تو حاکم وقت کو چاہیے کہ زانی نے زنا کر کے جو اس کی قیمت کم کر دی ہے وہ زانی سے وصول کرے اور اسے زنا کی حد بھی لگائے، مثال کے طور پر باکرہ لونڈی کی قیمت پانچ ہزار تھی اور زنا کی وجہ سے اس کی بکارت ٹوٹ جانے سے اب اس کی قیمت ایک ہزار رہ گئی ہے تو چار ہزار روپیہ زانی سے ڈنڈ لیا جائیگا، اور اسے حد بھی لگائی جائے گی۔ اور اگر مزنیہ لونڈی ثیبہ ہو اور اس سے زبردستی زنا کیا گیا ہو تو اس زانی پر تاوان نہیں آئے گا، لیکن اسے حد لگائی جائے گی۔

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ.

اللہ تعالیٰ نے (سورۃ النور میں) فرمایا "ومن یکرھھن فإن اللہ من بعد إکراھھن غفور رحیم" اور جو کوئی اس کے ساتھ زبردستی کرے تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اس زبردستی کے بعد معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

٦٩٤٩: وَقَالَ اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ أَبِي عُبَيْدٍ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ عَبْدًا مِنْ رَقِيقِ الْإِمَارَةِ وَقَعَ عَلَى وَلِيدَةٍ مِنَ الْخُمُسِ، فَاسْتَكْرَهَهَا حَتَّى اقْتَضَّهَا، فَجَلَدَهُ

عُمَرُ الْحَدَّ. وَنَفَاهُ، وَلَمْ يَجْلِدِ الْوَلِيدَةَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ اسْتَكْرَهَهَا. قَالَ الزُّهْرِيُّ: فِي الْأَمَةِ الْبِكْرِ يَفْتَرِعُهَا الْحُرُّ، يُقِيمُ ذَلِكَ الْحَكَمُ مِنَ الْأَمَةِ الْعَذْرَاءِ بِقَدْرِ قِيمَتِهَا، وَيُجْلَدُ، وَلَيْسَ فِي الْأَمَةِ الثَّيِّبِ فِي قَضَاءِ الْأَئِمَّةِ غُرْمٌ، وَلَكِنْ عَلَيْهِ الْحَدُّ.

اور لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا، انہیں صفیہ بنت ابی عبید نے خبر دی کہ حکومت کے غلاموں میں سے ایک نے حصہ خمس کی ایک باندی سے صحبت کر لی اور اس کے ساتھ زبردستی کر کے اس کی بکارت توڑ دی تو عمر رضی اللہ عنہ نے غلام پر حد جاری کرائی اور اسے شہر بدر بھی کر دیا لیکن باندی پر حد نہیں جاری کی۔ کیونکہ غلام نے اس کے ساتھ زبردستی کی تھی۔ زہری نے ایسی کنواری باندی کے متعلق کہا جس کے ساتھ کسی آزاد نے ہمبستری کر لی ہو کہ حاکم کنواری باندی میں اس کی وجہ سے اس شخص سے اتنے دام بھر لے جتنے بکارت جاتے رہنے کی وجہ سے اس کے دام کم ہو گئے ہیں اور اس کو کوڑے بھی لگائے اگر آزاد مرد ثیبہ لونڈی سے زنا کرے تو اماموں نے یہ حکم نہیں دیا ہے کہ اس کو کچھ مالی تاوان دینا پڑے گا بلکہ صرف حد لگائی جائے گی۔



٦٩٥٠: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ بِسَارَةَ، دَخَلَ بِهَا قَرْيَةً فِيهَا مَلِكٌ مِنَ الْمُلُوكِ، أَوْ جَبَّارٌ مِنَ الْجَبَابِرَةِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ أَنْ أَرْسِلْ إِلَيَّ بِهَا، فَأَرْسَلَ بِهَا، فَقَامَ إِلَيْهَا، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي، فَقَالَتْ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ، فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ، فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ".

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم سے شعیب نے بیان کیا، ان سے ابوالزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے سارہ علیہا السلام کو ساتھ لے کر ہجرت کی تو ایک ایسی بستی میں پہنچے جس میں بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ یا ظالموں میں سے ایک ظالم رہتا تھا اس ظالم نے ابراہیم علیہ السلام کے پاس یہ حکم بھیجا کہ سارہ علیہا السلام کو اس کے پاس بھیجیں آپ نے سارہ کو بھیج دیا وہ ظالم ان کے پاس آیا تو وہ (سارہ علیہا السلام) وضو کر کے نماز پڑھ رہی تھیں انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان رکھتی ہوں تو تو مجھ پر کافر کو نہ مسلط کر پھر ایسا ہوا کہ وہ کم بخت بادشاہ اچانک خراٹے لینے اور گر کر پاؤں ہلانے لگا۔

ترجمہ باب سے اس حدیث کی مناسبت کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ حضرت سارہ پاک دامن خاتون تھیں، وہ مجبوراً اس کافر سرکش کے پاس گئیں جو حضرت سارہ کے بارہ میں بدنیت تھا، اللہ تعالیٰ نے اس سرکش پر عذاب نازل کر کے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عصمت و عزت کو اس سے بچالیا، لیکن اگر اس ظالم، سرکش پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نہ آتا اور وہ اپنے شیطانی فعل میں کامیاب ہو جاتا تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا پر کوئی ملامت اور مؤاخذہ نہ ہوتا۔ اور نہ ان پر کسی قسم کی حد



آتی، کیونکہ وہ مکرہ اور مجبور تھیں جنہیں زبردستی سرکش کے پاس لے جایا گیا تھا۔

دوسری صورت یہ کہ حضرت سارہ نے مجبوراً اس ظالم سرکش کے ساتھ خلوت اختیار کی۔ جب کہ عام حالات میں غیر محرم اور اجنبی کے ساتھ عورت کا خلوت اختیار کرنا جائز نہیں ہے، حضرت سارہ چونکہ مجبور تھیں لہٰذا وہ قابل ملامت نہیں تھیں، جب جبر و زبردستی کی خلوت قابل ملامت نہیں ہے تو جس عورت سے زبردستی زنا کیا جائے اس پر بھی ملامت اور حد نہیں ہے۔[1]

٧-بَابُ يَمِينِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهِ إِنَّهُ أَخُوهُ إِذَا خَافَ عَلَيْهِ الْقَتْلَ أَوْ نَحْوَهُ:

باب: اگر کوئی شخص دوسرے مسلمان کو اپنا بھائی کہے

وَكَذَلِكَ كُلُّ مُكْرَهٍ يَخَافُ، فَإِنَّهُ يَذُبُّ عَنْهُ الْمَظَالِمَ وَيُقَاتِلُ دُونَهُ، وَلَا يَخْذُلُهُ فَإِنْ قَاتَلَ دُونَ الْمَظْلُومِ فَلَا قَوَدَ عَلَيْهِ، وَلَا قِصَاصَ وَإِنْ قِيلَ لَهُ لَتَشْرَبَنَّ الْخَمْرَ أَوْ لَتَأْكُلَنَّ الْمَيْتَةَ أَوْ لَتَبِيعَنَّ عَبْدَكَ أَوْ تُقِرُّ بِدَيْنٍ، أَوْ تَهَبُ هِبَةً وَتَحُلُّ عُقْدَةً أَوْ لَنَقْتُلَنَّ أَبَاكَ أَوْ أَخَاكَ فِي الْإِسْلَامِ، وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ وَسِعَهُ ذَلِكَ، لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: لَوْ قِيلَ لَهُ لَتَشْرَبَنَّ الْخَمْرَ أَوْ لَتَأْكُلَنَّ الْمَيْتَةَ، أَوْ لَنَقْتُلَنَّ ابْنَكَ أَوْ أَبَاكَ أَوْ ذَا رَحِمٍ مُحَرَّمٍ لَمْ يَسَعْهُ لِأَنَّ هَذَا لَيْسَ بِمُضْطَرٍّ، ثُمَّ نَاقَضَ، فَقَالَ: إِنْ قِيلَ لَهُ لَنَقْتُلَنَّ أَبَاكَ أَوِ ابْنَكَ أَوْ لَتَبِيعَنَّ هَذَا الْعَبْدَ أَوْ تُقِرُّ بِدَيْنٍ أَوْ تَهَبُ يَلْزَمُهُ فِي الْقِيَاسِ، وَلَكِنَّا نَسْتَحْسِنُ وَنَقُولُ الْبَيْعُ وَالْهِبَةُ وَكُلُّ عُقْدَةٍ فِي ذَلِكَ بَاطِلٌ فَرَّقُوا بَيْنَ كُلِّ ذِي رَحِمٍ مُحَرَّمٍ، وَغَيْرِهِ بِغَيْرِ كِتَابٍ وَلَا سُنَّةٍ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِامْرَأَتِهِ هَذِهِ أُخْتِي وَذَلِكَ فِي اللهِ، وَقَالَ النَّخَعِيُّ إِذَا كَانَ الْمُسْتَحْلِفُ ظَالِمًا فَنِيَّةُ الْحَالِفِ وَإِنْ كَانَ مَظْلُومًا فَنِيَّةُ الْمُسْتَحْلِفِ.

اور اس پر قسم کھائی اس ڈر سے کہ اگر قسم نہ کھائے گا تو کوئی ظالم اس کو مار ڈالے گا یا کوئی اور سزا دے گا اسی

[1] علامہ قسطلانی لکھتے ہیں وجه دخوله هنا مع أن سارة عليها السلام كانت معصومة من كل سوء أنه لا ملامة عليها في الخلوة مكرهة فكذا المستكرهة على الزنا لا حد عليها اس حدیث کو یہاں لانے کی وجہ یہ ہے کہ باوجودیکہ حضرت سارہ ہر برائی سے محفوظ تھیں اور ان کی مجبوری کی خلوت قابل ملامت نہیں ہے ایسے ہی زبردستی کے زنا میں مجبور پر حد نہیں ہے۔ (١٠/١٠٠) ایسے ہی اگر مرد کو زنا کرنے پر مجبور کر دیا گیا ہو تو مجبور مرد پر بھی کوئی ملامت یا حد نہیں آئے گی۔

طرح ہرشخص جس پر زبردستی کی جائے اور وہ ڈرتا ہو تو ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس کی مدد کرے ظالم کا ظلم اس پر سے دفع کرے اس کے بچانے کے لیے جنگ کرے اس کو دشمن کے ہاتھ میں نہ چھوڑ دے پھر اگر اس نے مظلوم کی حمایت میں جنگ کی اور اس کے بچانے کی غرض سے ظالم کو مار ہی ڈالا تو اس پر قصاص لازم نہ ہو گا (نہ دیت لازم ہوگی) اور اگر کسی شخص سے یوں کہا جائے تو شراب پی لے یا مردار کھالے یا اپنا غلام بیچ ڈال یا اتنے قرض کا اقرار کرے (یا اس کی دستاویز لکھ دے) یا فلاں چیز ہبہ کر دے یا کوئی عقد توڑ ڈال نہیں تو ہم تیرے دینی باپ یا بھائی کو مار ڈالیں گے تو اس کو یہ کام کرنے درست ہو جائیں گے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر اس سے یوں کہا جائے تو شراب پی لے یا مردار کھالے نہیں تو ہم تیرے بیٹے یا باپ یا محرم رشتہ دار، بھائی، چچا، ماموں وغیرہ کو مار ڈالیں گے تو اس کو یہ کام کرنے درست نہ ہوں گے نہ وہ مضطر کہلائے گا پھر ان بعض لوگوں نے اپنے قول کا دوسرے مسئلہ میں خلاف کیا۔ کہتے ہیں کہ کسی شخص سے یوں کہا جائے ہم تیرے باپ یا بیٹے کو مار ڈالتے ہیں نہیں تو تو اپنا یہ غلام بیچ ڈال یا اتنے قرض کا اقرار کر لے یا فلاں چیز ہبہ کر دے تو قیاس یہ ہے کہ یہ سب معاملے صحیح اور نافذ ہوں گے مگر ہم اس مسئلہ میں استحسان پر عمل کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ایسی حالت میں بیع اور ہبہ اور ہر ایک عقد اقرار وغیرہ باطل ہو گا ان بعض لوگوں نے ناطہ دار اور غیر ناطہ دار میں بھی فرق کیا ہے۔ جس پر قرآن و حدیث سے کوئی دلیل نہیں ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سارہ کو فرمایا یہ میری بہن ہے اللہ کی راہ میں دین کی رو سے اور ابراہیم نخعی نے کہا اگر قسم لینے والا ظالم ہو تو قسم کھانے والے کی نیت معتبر ہوگی اور اگر قسم لینے والا مظلوم ہو تو اس کی نیت معتبر ہوگی۔



شرح بخاری

لیکن بعض لوگ (حنفیہ) کہتے ہیں، اگر مجبور شخص سے کہا جائے کہ تو شراب پی یا مردار کھا ورنہ ہم تیرے بیٹے یا باپ یا کسی محرم رشتے دار کو قتل کر دیں گے، تو اس کے لئے یہ کام کرنا جائز نہیں ہونگے، کیونکہ یہ شخص مجبور نہیں ہوتا۔

پھر بعض الناس نے خود ہی اپنے قول کے خلاف کہا ہے کہ اگر کسی شخص سے یہ کہا جائے کہ ہم تیرے باپ یا بیٹے کو قتل کر دیں گے ورنہ اپنا غلام (میرے ہاتھ اتنے میں) بیچ، یا (میرے لئے اتنے) قرضے کا اقرار کر، یا اپنی فلاں چیز ہبہ کر، تو قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ سارے کام اس پر لازم ہو جائیں گے، لیکن یہاں ہم استحسان پر عمل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایسی حالت میں بیع اور ہبہ اور ہر عقد باطل ہو گا۔ ان بعض الناس نے رشتے دار اور غیر رشتے دار میں فرق کر دیا ہے، حالانکہ اس فرق پر قرآن و سنت سے کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی حضرت سارہ کے متعلق کہا تھا کہ یہ میری بہن ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی خاطر دینی اعتبار سے کہا تھا۔



اور حضرت ابراہیم نخعی نے کہا ہے اگر کسی دوسرے سے قسم لینے والا ظالم ہو تو قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہو گا۔ اور اگر قسم لینے والا مظلوم ہو تو قسم لینے والے کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا۔

قولہ یَمِینِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِہِ ایک دفعہ صحابہ کرام دشمن کے علاقہ سے گزر رہے تھے، ایک صحابی کو جب دشمن نے

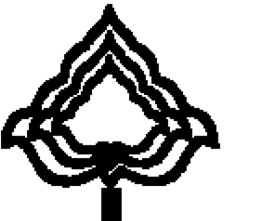
دیکھا تو کہا کہ یہ آدمی ہمارے مخالف قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔ اسے گرفتار کرلینا چاہیے، کیونکہ اب یہ ہمارے ہتھے چڑھ گیا ہے، صحابہ میں سے ایک دوسرے آدمی نے اس کی جان بچانے کے لئے کہا کہ تمہیں غلط فہمی ہوگئی ہے یہ تمہارے مخالف قبیلے سے تعلق نہیں رکھتا، یہ تو میرا بھائی ہے اور ہمارے قبیلے کا آدمی ہے اور اس پر اس نے قسم بھی اٹھالی کہ اللہ کی قسم یہ میرا بھائی ہے اور اسے دشمن سے بچالیا، اور دوسرے صحابہ اس پر خاموش رہے، جب واپس لوٹ کر مدینہ منورہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے اس کی تائید کرتے ہوئے فرمایا، تو نے یہ درست کام کیا ہے۔

قولہ أو نحوہ اس سے مراد ہے ہاتھ وغیرہ کا کاٹنا یا اس کے کسی عضو کو تلف کردینا۔

قولہ وَيُقَاتِلُ دُونَهُ أي يقاتل عنه وكذا قوله فان قاتل دون المظلوم أي عن المظلوم۔

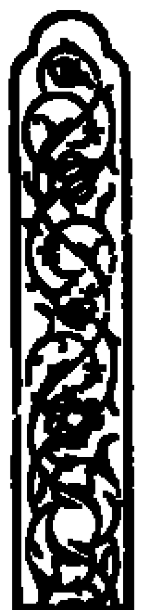
قولہ وَلَا يَخْذُلُهُ یعنی اس کی مدد کرنا نہ چھوڑے۔

زیر بحث مسئلہ میں امام بخاری اس نظریہ کے حامل ہیں کہ اکراہ ہر حال میں مؤثر ہوتا ہے خواہ اپنی جان جانے کا ڈر ہو، یا تلفِ عضو کا خطرہ ہو یا اپنے کسی قریبی رشتہ دار کی جان یا عضو ضائع ہونے کا ڈر ہو حتیٰ کہ کسی اجنبی مسلمان کی جان یا کسی عضو کے نقصان سے بچانے کے لئے بھی مکرہ اور مجبور کرنے والے کی بات کو مانا جاسکتا ہے، اگر مجبور کرنے والا کہے کہ شراب پی یا خنزیر کھا، یا اپنا پلاٹ میرے ہاتھ بیچ یا اپنا مکان ہبہ کر ورنہ میں تجھے یا تیرے بھائی کو یا فلاں مسلمان کو قتل کردوں گا، تو مکرہ اور مجبور کے لئے یہ سارے کام کرنا جائز ہیں۔ شراب پینے یا خنزیر کھانے سے وہ گناہ گار نہیں ہوگا، اور گر جان بچانے کے لئے وہ پلاٹ بیچ دے یا مکان ہبہ کردے تو یہ بیع اور ہبہ نافذ نہیں ہوگا، بلکہ مجبور شخص ہی ان کا مالک رہے گا۔ امام بخاری کے نزدیک اجنبی مسلمان کی جان بچانا بھی ویسے ہی ضروری ہے جیسے اپنی جان بچانا ضروری ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه یعنی مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے اور نہ ہی اسے ظالم کے سپرد کرے۔ اس حدیث میں مسلمان کا کلمہ عام ہے جو ہر مسلمان کو شامل ہے خواہ قریبی رشتہ دار ہو یا اجنبی مسلمان ہو۔



لیکن حنفیہ کے نزدیک مجبور انسان اپنی جان بچانے کے لیے حرام کاموں کا ارتکاب کرسکتا ہے، لیکن قریبی رشتہ دار یا اجنبی مسلمان کی جان بچانے کے لیے حرام کاموں کا ارتکاب نہیں کرسکتا، کیونکہ ان کے ہاں انسان کی اپنی جان کے بارہ میں اکراہ معتبر ہوتا ہے، اس کے غیر کے بارہ میں اکراہ معتبر نہیں ہوتا، لہٰذا وہ غیر سے دفاع کرنے کے لیے نافرمانی کا کام نہیں کرسکتا، اسے چاہیے کہ غیر کو اپنے حال پر چھوڑ دے، اللہ تعالیٰ اس پر ظلم کرنے والے سے حساب لیگا۔

پھر حنفیہ کی کلام میں تناقض پایا جاتا ہے، یہ اس بات کے قائل ہیں کہ قیاس تو یہی چاہتا ہے کہ اپنی جان بچانے کے بارہ میں اکراہ کا اعتبار کیا جائے لیکن غیر کی جان بچانے کے بارہ میں اکراہ معتبر نہ ہو، خواہ وہ غیر قریبی رشتہ دار ہو یا اجنبی مسلمان ہو۔



لیکن ہم (حنفیہ) استحسان پر عمل کرتے ہیں اور استحسان کے پیش نظر قریبی رشتہ دار اور اجنبی میں فرق کرتے ہوئے

کہتے ہیں کہ قریبی رشتہ دار کی جان بچانے کے لیے اِکراہ معتبر ہوگا، لیکن اجنبی مسلمان کی جان بچانے کے لیے اِکراہ کا اعتبار نہیں کیا جائیگا۔

اب استحسان [1] پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے قریبی رشتہ دار اور اجنبی مسلمان میں بلا دلیل تفریق کر دی ہے، حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے انصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا اپنے بھائی کی مدد کریں خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو، یعنی ظالم ہو تو اسے ظلم کرنے سے روکیں اور مظلوم ہو تو اسے ظالم کے ظلم سے بچائیں۔

اس حدیث میں بھی بھائی کا لفظ عام ہے، نسبی بھائی اور اجنبی مسلمان سب بھائیوں کو شامل ہے۔

قولہ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِامْرَأَتِهِ امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ جب ظالم سرکش نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے

[1] احناف نے استحسان کی اصطلاح بنائی ہے جو قیاس خفی کا نام ہے، جس مسئلہ میں اپنے اصول کے خلاف کوئی کام کرنا ہو تو کہتے ہیں کہ قیاس تو یہی چاہتا ہے کہ ان اصول کے مطابق حکم دیا جائے، لیکن استحسان کی وجہ سے ہم نے دوسرا حکم دیا ہے، مثال کے طور پر قیاس یہی چاہتا ہے کہ اکراہ کی صورت میں قریبی رشتے دار اور اجنبی میں فرق نہ کیا جائے اور دونوں میں مجبور کی کہی ہوئی بات کو لازم کر دیا جائے لیکن استحسان کی وجہ سے ہم قریبی رشتہ دار کو مستثنیٰ کر لیتے ہیں، اور اکراہ میں اس کے بیع وغیرہ کے اقرار کو نافذ نہیں کرتے۔



حالانکہ استحسان کے حجت شرعیہ ہونے کی کتاب وسنت میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور عینی وغیرہ نے استحسان کے حجت ہونے پر جو آیت کریمہ اور حدیث پیش کی ہے اس سے استدلال درست نہیں ہے، انہوں نے اس پر سورۃ زمر کی اس آیت سے استدلال کیا ہے الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ جو لوگ توجہ سے بات سنتے ہیں، پھر اس میں سب سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔

جب کہ اس آیت کریمہ سے مراد استحسان نہیں ہے بلکہ اس سے قرآن کریم مراد ہے جو کہ بہترین کلام ہے جیسا کہ اسی سورۃ الزمر میں ہے اللهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھی کلام نازل فرمائی ہے، اور حدیث نبوی میں بھی سب سے اچھی کلام قرآن کریم کو کہا گیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا أحسنُ الْكَلامِ كلامُ اللهِ وأحسنُ الْهدى هدىُ محمّدٍ (سنن نسائی: ۱۳۱۱) ہر کلام سے اچھا اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور سب سے بہترین طریقہ حضرت محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ سے مراد استحسان نہیں ہے بلکہ احسن الکلام سے قرآن کریم ہے، دوسری انہوں نے یہ روایت پیش کی ہے، جو کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے موقوف مروی ہے کہ انہوں نے کہا ما راہ المومنون حسنا فھو عند اللہ حسن وما راہ المومنون قبیحا فھو عند اللہ قبیح (جامع بیان العلم فضلہ) اس روایت سے استحسان کے حجت ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے حالانکہ یہ موقوف ہے مرفوع ثابت نہیں ہے، لہٰذا یہ استحسان کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتی۔







اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کا یہ قول تو ان لوگوں کی دلیل بھی بنتا ہے جو استحسان کو حجت شرعیہ نہیں مانتے، کیونکہ اس کے دوسرے جزء کا مفہوم یہ ہے کہ جس چیز کو مسلمان برا سمجھیں وہ چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بری ہوتی ہے اور بہت سے علماء استحسان کو اچھا نہیں سمجھتے۔

حضرت سارہ کو طلب کیا تو آپ نے مجبوراً کہا ھذہ أختی یہ میری بہن ہے، حالانکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی تھیں۔اس پر امام بخاری نے کہا و ذالك فی اللہ اور اس سے مراد ہے و ذالك فی دین اللہ یعنی یہ دین کے اعتبار سے بہن تھیں، نسب کے اعتبار سے نہیں، جب بیوی کو دینی بہن کہہ کر اس کی عزت وعصمت کی حفاظت ضروری ہے تو اِکراہ کی صورت میں اپنے اسلامی بھائی کی قتل وغیرہ سے بھی جان بچانا ضروری ہے خواہ وہ اجنبی کیوں نہ ہو، اور اس بارہ میں بیع وغیرہ کا اقرار کیا جائے تو وہ بیع لازم نہیں ہوگی۔

قولہ و ان کان مظلوما یعنی حلف اٹھانے میں مظلوم توریہ کرسکتا ہے اور مظلوم کی نیت کا اعتبار کیا جائیگا، اسی طرح اِکراہ میں بھی مکرہ اور مجبور مظلوم ہوتا ہے۔لہٰذا اس کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا، اگر وہ مجبور ہو کر کسی چیز کی بیع یا ہبہ کا اقرار کرلے تو وہ بیع نافذ نہیں ہوگی کیونکہ مجبور کی بیع کی نیت نہیں ہوتی وہ تو جان بچانے کے لئے بیع کا زبان سے اقرار کرتا ہے۔

٦٩٥١: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمًا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لاَ يَظْلِمُهُ، وَلاَ يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ، كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ».



ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، انہیں سالم نے خبر دی اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے (کسی ظالم کے) سپرد کرے اور جو شخص اپنے کسی بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت اور حاجت پوری کرے گا۔

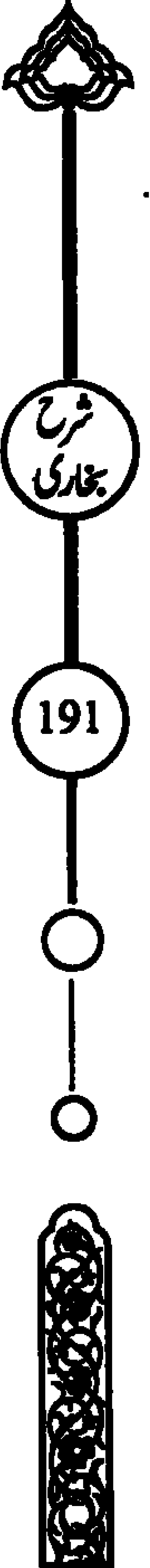
شرح بخاری

٦٩٥٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنْصُرُهُ إِذَا كَانَ مَظْلُومًا، أَفَرَأَيْتَ إِذَا كَانَ ظَالِمًا كَيْفَ أَنْصُرُهُ ؟، قَالَ: تَحْجُزُهُ أَوْ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ، فَإِنَّ ذَلِكَ نَصْرُهُ".

ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سعید بن سلیمان واسطی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشیم نے بیان کیا، کہا ہم کو عبیداللہ بن ابی بکر بن انس نے خبر دی اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! جب وہ مظلوم ہو تو میں اس کی مدد کروں گا لیکن آپ کا کیا خیال ہے جب وہ ظالم ہوگا پھر میں اس کی مدد کیسے کروں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تم اسے ظلم سے روکو کیونکہ



یہی اس کی مدد ہے۔



(۹۱) كِتَابُ الحِيَلِ

حیلوں کا بیان

حیل، حیلۃ کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہوشیاری اور چالاکی ہے اور اصطلاح میں حافظ ابن حجر نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے "هي ما يتوصل به إلى مقصود بطريق خفي" یعنی مخفی طریقہ سے اپنے مقصود کو حاصل کرنا حیلہ کہلاتا ہے، حیلہ کی متعدد اقسام ہیں، اثباتِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے حیلہ کرنا واجب ہے اور اثباتِ باطل یا ابطالِ حق کے لیے حیلہ کرنا حرام ہے اگر کسی آفت اور مصیبت سے بچنے کے لیے حیلہ کیا جائے تو مباح ہوگا اور ترکِ مستحب کے لیے حیلہ کرنا مکروہ ہے گویا حیلہ کے باعث کو دیکھا جائے گا کہ حیلہ کرنے والا کس لیے حیلہ کرتا ہے۔

اگر حق کو ثابت کرنے اور باطل کو رد کرنے کے لیے حیلہ کرتا ہے تو درست ہے کیونکہ حیلہ سے اس کا مقصد حق کو ثابت کرنا یا باطل کو رد کرنا ہے اور اگر باطل چیز کو ثابت کرنے کے لیے حیلہ کرتا ہے یا حق کو ٹھکرانے کے لیے حیلہ کرتا ہے تو حیلہ حرام ہو گا۔

حنفی اور شافعی مقلدین حیلوں کے جواز کے قائل ہیں لیکن مالکی اور حنبلی حضرات حیلوں کو باطل قرار دیتے ہیں دراصل حیلوں کو جائز کہنے والے الفاظ کا اعتبار کرتے ہیں اور حیلوں کو باطل قرار دینے والے إِنَّما الأَعمالُ بالنِّيّاتِ حدیث کے پیش نظر معانی کا اعتبار کرتے ہیں۔

وہ حیلہ جو اثبات باطل اور ابطالِ حق کے لیے ہو اس میں اختلاف ہے کہ یہ صحیح ہو گا یا غیر صحیح نافذ ہو گا یا نہیں اس کا مرتکب گناہ گار ہو گا یا نہیں۔

جو لوگ اسے صحیح اور جائز کہتے ہیں ان کے دلائل حسب ذیل ہیں۔



۱. حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی سے ایسی بات ہو گئی تھی جو کفرانِ نعمت پر دلالت کرتی تھی تو ایوب علیہ السلام نے اس ناشکری پر سو درے مارنے کی قسم اٹھائی تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ[1] سو تنکوں والا جھاڑو لے کر ایک دفعہ ماردیں، آپ اپنی قسم میں حانث نہیں ہوں گے اس سے وہ دلیل لیتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام نے سو کوڑوں کی بجائے سو تنکوں والا جھاڑو مار کر اپنی قسم کو پورا کر لیا جو کہ حیلوں کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔

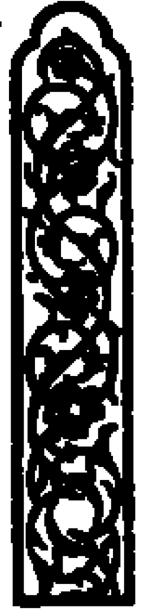
۲. سعد بن عبادہ سے مروی ہے کہ ہمارے گھروں میں ایک اپاہج کمزور سا آدمی رہتا تھا وہ ہماری ایک لونڈی سے زنا کرتا ہوا پایا گیا ہم نے اس کی شکایت نبی اکرم ﷺ کو پہنچائی تو آپ نے فرمایا اسے سو کوڑے لگاؤ آپ سے گزارش کی گئی اے اللہ کے نبی! وہ انتہائی کمزور ہے سو کوڑے لگانے سے اس کے مرنے کا ڈر ہے تو آپ نے فرمایا کھجور کی ایک ٹہنی لے کر اسے مار دو جس کی سو شاخیں ہوں لہٰذا اسے ایسی ٹہنی ماردی گئی[2]، یہ حدیث بھی حیلہ کے جواز کی دلیل ہے۔



لیکن حافظ ابن قیمؒ نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ ایسے کام میں اصل مقصد کو دیکھا جائے گا اگر مقصد تادیب ہو جان سے مارنا مقصود نہ ہو اور سو کوڑے مارنے سے اس کے مرنے کا ڈر ہو تو وہاں ایسا حیلہ اختیار کرنا جائز ہے اور اس کا جواز شریعت سے ثابت ہے۔



۳. ان کی تیسری دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ردی کھجوروں کا عمدہ کھجوروں کے ساتھ تبادلہ کمی بیشی کے ساتھ جائز نہیں ہے بلکہ ردی کھجوریں روپے پیسے کے بدلے بیچ دے اور ان کے بدلے عمدہ کھجوریں خرید لے۔[3]



① سورۃ ص ۴۴

② حم ۲۱۹۳۵ سنن ابن ماجہ ۲۵۷۴ السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۷۰۰۹

③ صحیح بخاری ۲۳۰۲

اگر چہ اسی آدمی سے ہی خرید لے جس کے پاس ردی کھجوریں بیچی ہیں مثال کے طور پر ایک آدمی دوسرے سے کہتا ہے کہ مجھ سے دوسیر ردی کھجوریں لے کر ایک سیر عمدہ دے دے وہ کہتا ہے کہ یہ تو منع ہے پھر وہ کہتا ہے کہ ردی کھجوریں دو روپے میں مجھ سے خرید کر ان دو روپے کی عمدہ کھجوریں دے دے وہ ایسا کرے تو جائز ہے، حالانکہ نہ روپے دیئے اور نہ لیے اور یہ حیلہ ہی ہے جس سے ردی اور عمدہ کھجوروں کی بیع جائز کر لی گئی ہے یہ حیلوں کو جائز کہنے والوں کے دلائل ہیں۔

اور جو علماء حیلوں کو حرام کہتے ہیں ان کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار کرنے سے منع کیا تھا اور یہ ایک تعزیری حکم تھا اور اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ باقی دنوں کی بنسبت ہفتہ کے دن مچھلیاں زیادہ آتی تھیں اور سطح سمندر پر تیرتی پھرتی تھیں بنی اسرائیل انہیں دیکھ کر رہ نہ سکے اس کے لیے انہوں نے یہ حیلہ نکالا کہ ہفتہ کے دن وہ سمندر کے ساتھ گڑھے کھود دیتے اور پانی ان گڑھوں میں چھوڑ دیتے اور پانی مچھلیوں سمیت ان کھودے ہوئے گڑھوں میں آجاتا اور پیچھے سے بند کر دیتے اور اگلے دن ان مچھلیوں کو پکڑ لیتے اور کہتے کہ ہم ہفتہ کے دن شکار نہیں کرتے بلکہ دوسرے دن انہیں پکڑتے ہیں، حالانکہ ہفتہ کے دن انہیں گڑھوں میں بند کرنا بھی انہیں شکار کرنا ہی تھا جس سے وہ روکے گئے تھے ان کے اس حیلہ سازی پر اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی اور انہیں ذلیل بندر بنا دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "ولقد علمتم الَّذِينَ اعْتَدَوا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ"①



اور یقیناً تم ان لوگوں کو جانتے ہو جو ہفتے کے دن حد سے بڑھ گئے تو ہم نے ان سے کہا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کے ان کی اس حیلہ سازی پر سزا دینے سے معلوم ہوا کہ حق کو گرانے اور باطل کو اپنانے کے لیے حیلے کرنا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر چربی حرام کر دی اور یہ بھی ایک تعزیری حکم تھا لیکن انہوں نے اسے کھانے کی بجائے اسے بیچ کر اس کی قیمت کھانے پینے میں استعمال کرنا شروع کر دی حالانکہ حرام کردہ چیز کو بیچ کر اس کی قیمت لینا بھی کھانے کے زمرے میں ہی آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ان کے اس حیلے پر مذمت کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِبَغْيِهِمْ"② اور جو لوگ یہودی بن گئے ہم نے تمام ناخن والے جانوروں کو ان پر حرام کر دیا تھا اور گائے اور بکری میں سے ہم نے ان پر ان دونوں کی چربی بھی حرام کر دی تھی، علاوہ اس کے جو ان کی پیٹھوں یا انتڑیوں نے اٹھائی ہو یا جو کسی ہڈی سے لگی رہ جائے اور یہ ان کی بغاوت کی سزا دی تھی۔







① البقرہ ۶۵
② الانعام ۱۴۶

اور حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق کو یہ خبر پہنچی کہ فلاں آدمی نے شراب کا کاروبار کیا اور اسے بیچا ہے تو انہوں نے فرمایا "قَاتَلَ اللّٰهُ فُلَانًا! أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُودَ، حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ، فَجَمَلُوهَا فَبَاعُوهَا؟[1] " اللہ تعالیٰ فلاں کو ہلاک کرے کیا اسے علم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے ان پر چربی حرام کی گئی تو انہوں نے اسے پگھلا کر اس کی خرید و فروخت شروع کر دی تھی حیلوں کے بطلان پر یہ قوی دلیل ہے۔

ان علماء کی تیسری دلیل نجش کی ممانعت ہے حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے "نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ النَّجْشِ[2] " یعنی نبی اکرم ﷺ نے نجش سے منع کیا، نجش سے مراد ہے جھوٹ بول کر کسی چیز کی قیمت بڑھانا اور گاہکوں کو دھوکہ دینا حالانکہ قیمت بڑھانے والے کا وہ چیز خریدنے کا ارادہ نہ ہو بلاوجہ چیز کی قیمت بڑھانا اپنی چیز مہنگی بیچنے کا حیلہ ہے۔اس لیے نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔

حنفی مقلد کہتے ہیں کہ امام بخاری نے ہمارا مذہب اچھی طرح نہیں پڑھا کیونکہ ہم حیلوں کے جواز کے قائل نہیں ہیں بلکہ ان کے نفاذ کے قائل ہیں اور امام بخاری ہم پر ایسے اعتراض کرتے ہیں جیسا کہ ہم جائز سمجھتے ہوں ہم میں سے زیادہ سے زیادہ ابو یوسف حیلوں کا قائل ہے وہ بھی مطلقاً جائز نہیں سمجھتا بلکہ اس نے یہ شرط لگائی ہے کہ جو حیلہ حرام سے بچنے کے لیے کیا جائے وہ جائز ہے انور شاہ نے کہا ہے کہ اس نے کتاب الفرائض میں لکھا ہے کہ حدیث میں ہے "لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکاۃ سے بچنے کے لیے حیلہ کرنا منع ہے لہٰذا ابو یوسف حیلوں کو جائز نہیں سمجھتے۔

لیکن حنفیوں کی یہ بات درست نہیں ہے انہوں نے خود اپنی کتابوں کو اچھی طرح نہیں پڑھا اور نہ ہی سمجھا ہے ان کی کتابوں میں حیلے کو بلا کراہت جائز کہا گیا ہے، حنفی مذہب کی کتاب " کنز الدقائق " میں ہے "لا يكره الحيلة لإسقاط الشفعة والزكاة[3] " زکاۃ سے بچنے کے لیے اور حق شفعہ گرانے کے لیے حیلہ کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

ابو یوسف کے نزدیک حیلہ کرنا جائز ہے امام محمد کے نزدیک جائز نہیں ہے ،امام ابو حنیفہ کے دو قول ہیں۔ایک قول ان کا ابو یوسف کی طرح جواز کا ہے اور دوسرا قول عدم جواز کا ہے، غزالی نے کہا ہے کہ کسی نے امام ابو حنیفہ سے کہا آپ کا شاگرد ابو یوسف زکاۃ سے بچنے کے لیے حیلہ کرنا جائز سمجھتا ہے امام ابو حنیفہ نے جواب دیتے ہوئے کہا "ذلك من فقهه" وہ فقیہ آدمی ہے اور فقہ پر عمل کرتا ہے، امام غزالی اس جواب پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں ہیں "ذلك من فقهه للدنيا لا للآخرة" اس نے فقہ دنیا کمانے کے لیے پڑھی ہے آخرت کی نجات کے لیے نہیں۔

ابو یوسف کے بارہ میں لکھا گیا ہے کہ ان کے پاس مال ہوتا جو نصابِ زکاۃ کو پہنچتا تو وہ سال پورا ہونے کو آتا تو وہ سال

1 صحیح بخاری ۲۲۲۳

2 صحیح بخاری ۶۹۶۳

3 کنز الدقائق للنسفی صفحہ ۳۵۳

پورا ہونے سے ایک دو دن پہلے اپنا مال اپنی بیوی کو ہبہ کر دیتے کیونکہ زکاۃ واجب ہونے کے لیے حولانِ حول شرط ہے وہ حولانِ حول ہونے نہیں دیتے تھے اور جب سال گزر جاتا تو بیوی سے ہبہ واپس لے لیتے کیونکہ ان کے نزدیک ہبہ میں رجوع جائز ہے اس طرح وہ زکاۃ سے بچ جاتے تھے۔

ابو یوسف نے جو حدیث پیش کی ہے "لا یُجْمَعُ بیْنَ مُتَفَرِّقٍ، ولا یُفَرَّقُ بیْنَ مُجْتَمِعٍ" اور کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکاۃ کو گرانے کے لیے حیلہ کرنا منع ہے، دراصل اس کی حنفیوں کو سمجھ نہیں آئی انہوں نے کتاب الفرائض میں لکھا ہے کہ یہ تب ہے جب کہ زکاۃ صاحبِ مال پر فرض ہو چکی ہو اور سال گزر چکا ہو پھر اسے گرانے کے لیے حیلہ کرنا منع ہے لیکن فرض ہونے سے اور سال پورا ہونے سے پہلے اس سے بچنے کے لیے وہ حیلہ کرنا جائز سمجھتے تھے جیسا کہ وہ حولانِ حول سے پہلے مال اپنی بیوی کو ہبہ کر دیتے تھے اور بعد میں واپس لے لیتے تھے اور زکاۃ ادا کرنے سے بال بال بچ جاتے تھے، حنفی کہتے ہیں کہ وہ حرام سے بچنے کے لیے حیلہ کرتے تھے کہ اگر زکاۃ مجھ پر فرض ہوگئی اور دے نہ سکا تو حرام کا ارتکاب ہوگا لہٰذا پہلے ہی راستہ صاف کر لو اور فرض ہونے ہی نہ دو اور سال پورا ہونے سے پہلے بیوی کو ہبہ دے دو، پھر اس سے واپس لے لو ابو یوسف کے قول کا یہ مفہوم ہے جسے حنفیوں نے خود نہیں سمجھا اور امام بخاری پر الزام لگا دیا کہ انہوں نے ہمارا مذہب نہیں سمجھا۔

(۱) بَابٌ: فِي تَرْكِ الحِيَلِ

باب: حیلے چھوڑنے کا بیان

وَأَنَّ لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى فِي الأَيْمَانِ وَغَيْرِهَا

حیلے چھوڑنے کا بیان اور ہر شخص کو وہی ملے گا جو اس کی قسموں وغیرہ میں نیت ہوگی۔



٦٩٥٣. حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَخْطُبُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ هَاجَرَ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ.



ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید انصاری نے، ان سے محمد بن ابراہیم تیمی نے، ان سے علقمہ بن وقاص لیثی نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے خطبہ میں سنا انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا اے لوگو! اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے گا پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو اسے ہجرت (کا ثواب ملے گا) اور جس کی ہجرت کا مقصد دنیا ہو گی کہ جسے وہ حاصل کر لے یا کوئی



عورت ہوگی جس سے وہ شادی کرلے تو اس کی ہجرت اسی کے لیے ہوگی جس کے لیے اس نے ہجرت کی ہے۔

یہ حدیث عام ہے عبادات اور معاملات میں حیلہ سازی کے چھوڑنے پر دلالت کرتی ہے، ابن منیر نے کہا ہے، امام بخاری تَرْكُ الْحِيَلِ کا باب اس لیے لائے ہیں تاکہ اس سے قبل آنے والے ترجمہ باب سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ حیلہ کرنا جائز ہے، حالانکہ ابطال حق اور اثبات باطل کے لیے حیلہ کرنا حرام ہے، امام بخاری نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے حیلوں کے چھوڑنے پر استدلال کیا ہے، کیونکہ حق کو باطل قرار دینے والے کی نیت فاسد ہوتی ہے اس لیے حیلے کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲) بَابٌ: فِي الصَّلاَةِ

نماز ختم کرنے میں ایک حیلے کا بیان

٦٩٥٤- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقْبَلُ اللهُ صَلَاةَ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتَّى يَتَوَضَّأَ.



مجھ سے اسحاق نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، ان سے معمر نے، ان سے ہمام نے، ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی ایسے شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جسے وضو کی ضرورت ہو یہاں تک کہ وہ وضو کرلے۔

شرح بخاری

قولہ "تَرْكُ الْحِيلَةِ فِي الصَّلَاةِ" یعنی نماز میں حیلہ چھوڑ دینے کا بیان، احناف کے ہاں نماز میں بھی حیلہ پایا جاتا ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر کوئی شخص نماز کے آخری التحیات میں ہو اور بلا قصد اس کی ہوا خارج ہو جائے تو اس کی نماز باطل ہوگی، لیکن اگر وہ سلام کی جگہ قصدا اور عمدا پاد مار دے تو اس کی نماز مکمل ہو جاتی ہے [1] مثلاً اگر نمازی سمجھے

[1] صاحب منیہ نے لکھا ہے: الخروج من الصلاة بفعل المصلی فرض عند أبی حنیفة خلافا لهما حتی أن المصلی إذا أحدث عمدا بعد ما قعد قدر التشهد أو تکلم عملا ینافی الصلاة تمت صلاته بالاتفاق وإن سبقه الحدث فی هذه الحالة فکذلك عندهما و قال أبو حنیفة یتوضأ و یقعد و یخرج عن الصلاة. (منیة المصلی لابی عبد الله محمد بن محمد الکاشغری الحنفی ص ٦٣)



یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک نمازی کا نماز سے اپنے خلاف نماز فعل کے ساتھ نکلنا فرض ہے یہاں تک کہ نمازی نماز کے آخر میں بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد قصدا اور عمدا اپنی ہوا خارج کردے یا نماز کے منافی کوئی دیگر کام اپنے عمل میں لے آئے تو بالاتفاق اس کی نماز پوری ہو جائے گی، لیکن اگر آخری تشہد میں بیٹھے ہوئے بلا قصد ہوا خارج ہو جائے تو صاحبین کے نزدیک نماز ہو جائے گی لیکن امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ بلا قصد ہوا نکل جائے تو وضوء کر کے آئے اور قعدہ میں بیٹھ کر پھر نماز سے خارج ہو۔

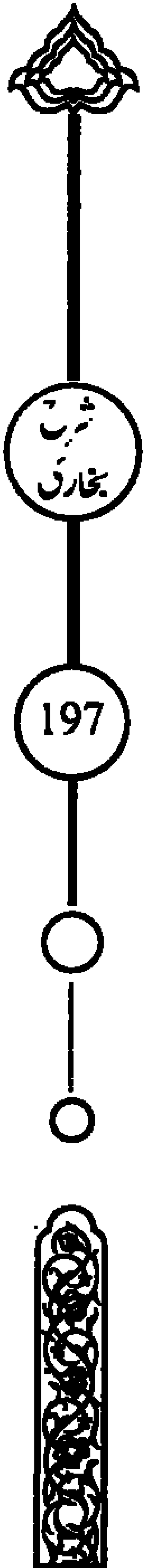
کہ میرا وضو ٹوٹنے کو ہے اور وہ پادنے کو سلام پھیرنے کے قائم مقام بنا لے اور قصداً سلام کی جگہ ہوا خارج کر دے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔

حدیث مذکور سے اس حیلے کی تردید ہوتی ہے کیونکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بے وضو کی نماز نہیں ہوتی خواہ عمداً ہوا خارج کرے یا بلا عمد، ایسا ہو جائے ہر حال میں اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

ابن منیر نے کہا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں، جو قعدہ اخیرہ میں عمداً بے وضو ہونے والوں کی نماز کو صحیح کہتے ہیں اور وہ ہوا خارج کرنے کو سلام پھیرنے کے قائم مقام سمجھتے ہیں۔

حالانکہ نماز پڑھتے ہوئے جو افعال حرام ہوتے ہیں وہ سلام پھیرنے سے حلال ہوتے ہیں کوئی دیگر چیز سلام کے قائم مقام نہیں ہو سکتی، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تحریمُها التکبیرُ وتحلیلُها التسلیمُ [1] یعنی نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر کہنے سے جو کام حرام ہو جاتے ہیں وہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے ساتھ سلام پھیرنے سے حلال ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث کی بنیاد پر تکبیر سے نماز میں داخل ہونا اور سلام پھیر کر نماز سے نکلنا ضروری ہے اور تکبیر تحریمہ اور سلام پھیرنا دونوں نماز کے رکن ہیں اور ان دونوں کا باوضو ادا کرنا ضروری ہے اور نماز سے نکلنا بھی نماز کا رکن ہے جو سلام پھیرنے سے ہی پورا ہوتا ہے کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: إن السلام من جنس العبادات لأنه ذكر الله تعالىٰ ودعاء لعباده فلا يقوم الحدث الفاحش مقام الذكر الحسن [2] نماز سے سلام پھیرنا بھی عبادت کی ایک قسم ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کے بندوں کے لیے دعا ہے لہٰذا قبیح حدث ایسے خوبصورت ذکر کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔



(۳) بَابٌ: فِي الزَّكَاةِ

زکوٰۃ میں حیلہ کرنے کا بیان

وَأَنْ لاَ يُفَرَّقَ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ، وَلاَ يُجْمَعَ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ، خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ.

قولہ "فِي الزَّكَاةِ" أي ترك الحيل في إسقاط الزكاة یعنی فریضہ زکاۃ کو گرانے کے لیے حیلے چھوڑ دینے کا بیان

۶۹۵۵ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ فَرِيضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ.

ہم سے محمد بن عبد اللہ الانصاری نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا، کہا ہم سے ثمامہ بن عبد اللہ بن انس نے بیان کیا، اور ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے

---

[1] سنن ابی داود: ۶۱ (حسن صحیح)

[2] فتح الباری: ۳۲۹/۱۲

انہیں (زکوٰۃ) کا حکم نامہ لکھ کر بھیجا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض قرار دیا تھا کہ متفرق صدقہ کو ایک جگہ جمع نہ کیا جائے اور نہ مجتمع صدقہ کو متفرق کیا جائے زکوٰۃ کے خوف سے۔

قولہ "وَأَنْ لَا يُفَرَّقَ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ" یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکاۃ کو گرانے کے لیے حیلہ کرنے سے منع کیا ہے اور زکاۃ سے بچنے کی نیت سے جمع شدہ مال کو جدا کرنے سے روکا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ دو آدمیوں کے پاس بیس بیس بکریاں ہیں اور انہوں نے اپنی بکریوں کو چراتے ہوئے جمع کیا ہوا ہے اور سارا سال انہیں اکٹھا چراتے ہیں اور کھلانے پلانے میں دونوں نے چالیس بکریوں کا ایک ریوڑ بنایا ہوا ہے اب ان پر سال پورا ہونے پر ایک بکری زکاۃ آئے گی لیکن وہ عامل کے آنے سے پہلے اپنی اپنی بکریاں جدا کر لیتے ہیں اور ان میں ہر ایک اپنی بیس بکریاں دوسرے سے الگ کر لیتا ہے اور ان کی نیت اس میں زکاۃ سے بچنا ہے تو یہ منع ہے، اور زکاۃ سے بچنے کے لیے ایسے حیلے سے روکا گیا ہے۔

قولہ "وَلَا يُجْمَعَ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ" اس کی مثال یہ ہے کہ دو آدمیوں میں سے ہر ایک کے پاس چالیس چالیس بکریاں ہیں اور ان دونوں کے ریوڑ الگ الگ ہیں سارا سال وہ اپنی اپنی بکریاں الگ الگ ہی چراتے رہے ہیں اب اگر وہ حسب معمول اپنی بکریوں کو جدا رکھیں تو دونوں سے دو بکریاں زکاۃ میں لی جائیں گی اور وہ زکاۃ سے بچنے کے لیے عامل کے آنے سے پہلے ان بکریوں کو جمع کر کے اسی بکریوں کا ایک ریوڑ بنا لیتے ہیں تو اسی بکریوں میں ایک بکری زکاۃ میں جائے گی اور ایک بکری جو بچے گی اسے آپس میں تقسیم کر لیں تو یہ حرام ہے اور زکاۃ سے بچنے کی نیت سے ایسا حیلہ کرنا منع ہے۔



٦٩٥٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَائِرَ الرَّأْسِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَخْبِرْنِي مَاذَا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فَقَالَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا فَقَالَ أَخْبِرْنِي بِمَا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ مِنَ الصِّيَامِ قَالَ شَهْرَ رَمَضَانَ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا قَالَ أَخْبِرْنِي بِمَا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ مِنَ الزَّكَاةِ قَالَ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرَائِعَ الْإِسْلَامِ قَالَ وَالَّذِي أَكْرَمَكَ لَا أَتَطَوَّعُ شَيْئًا وَلَا أَنْقُصُ مِمَّا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ شَيْئًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ صَدَقَ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ فِي عِشْرِينَ وَمِائَةِ بَعِيرٍ حِقَّتَانِ فَإِنْ أَهْلَكَهَا مُتَعَمِّدًا أَوْ وَهَبَهَا أَوِ احْتَالَ فِيهَا فِرَارًا مِنَ الزَّكَاةِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ.



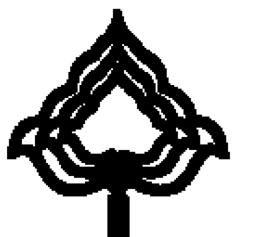


ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے ابو سہیل نافع نے، ان سے ان کے والد مالک بن ابی عامر نے، اور ان سے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک دیہاتی (ضمام بن ثعلبہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوا کہ اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ



پانچ وقت کی نمازیں سوا ان نمازوں کے جو تم نفلی پڑھو۔ اس نے کہا مجھے بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے کتنے روزے فرض کیے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کے مہینے کے روزے سوا ان کے جو تم نفلی رکھو۔ اس نے پوچھا مجھے بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کتنی فرض کی ہے؟ بیان کیا کہ اس پر آنحضرت ﷺ نے زکوٰۃ کے مسائل بیان کیے۔ پھر اس دیہاتی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو یہ عزت بخشی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فرض کیا ہے اس میں نہ میں کسی قسم کی زیادتی کروں گا اور نہ کمی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس نے صحیح کہا ہے تو جنت میں جائے گا اور بعض لوگوں نے کہا کہ ایک سو بیس اونٹوں میں دو حقے تین تین برس کی دو اونٹنیاں جو چوتھے برس میں لگی ہوں زکوٰۃ میں لازم آتی ہیں اگر کسی نے ان اونٹوں کو عمداً تلف کر ڈالا (مثلاً ذبح کر دیا) اور کوئی حیلہ کیا تو اس کے اوپر سے زکوٰۃ ساقط ہوگی۔

قولہ "وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ" بعض الناس سے مراد حنفیہ ہیں جیسا کہ قسطلانی نے کہا ہے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ایک سو بیس اونٹوں میں دو حقے زکاۃ آتی ہے لیکن اگر کوئی شخص اونٹوں کو ہلاک کر دے یعنی ذبح کر دے یا کسی کو ہبہ دے دے یا زکاۃ سے بچنے کے لیے کوئی اور حیلہ اختیار کرے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود یہ ہے کہ حدیث مذکور کی روشنی میں قیامت کے دن کی نجات کا دارومدار ارکان اسلام نماز، روزہ اور زکاۃ وغیرہ کے پورا پورا ادا کرنے پر ہے، لہٰذا انسان کو ارکان اسلام کے ادا کرنے میں حیلہ سازی سے کام نہیں لینا چاہیے اور زکاۃ کو گرانے کے لیے نصاب کو کم کرنے کا کوئی حیلہ نہیں کرنا چاہیے لیکن اس کے برعکس بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر صاحب مال سال پورا ہونے سے پہلے زکاۃ کو گرانے کا حیلہ کرے اور حولان حول سے ایک دو دن پہلے اپنے بعض اونٹ ذبح کر لے یا اپنے تمام اونٹ کسی اپنے عزیز کو ہبہ کر دے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا نہ اس پر زکاۃ آئے گی اور نہ ہی وہ گناہ کا مرتکب ہوگا کیونکہ اسے اپنے مال میں کسی قسم کا تصرف کرنے کا حق حاصل ہے جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ زکاۃ سے فرار کے لیے اسے ایسا حیلہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔



قولہ "فَإِنْ أَهْلَكَهَا" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اہلاک کا لفظ ذکر کرنے پر یہ اشکال ہے کہ اونٹوں کو ہلاک کرنا حیلہ نہیں ہے کیونکہ حیلہ تو نفع حاصل کرنے یا نقصان سے بچنے کے لیے کیا جاتا ہے اور اونٹوں کو ہلاک کرنا تو اضاعت مال یعنی مال ضائع کرنے کے قبیل سے ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ میرے خیال میں اہلاک سے یہاں مراد زکاۃ میں آنے والی دو حقہ اونٹنیوں کو ذبح کر دینا ہے تاکہ ان کے گوشت سے فائدہ اٹھایا جائے اور زکاۃ دو حقوں سے کم ہو جائے، زکاۃ کو کم کرنے کے لیے ایسی حیلہ سازی ممنوع ہے۔

٦٩٥٧- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ كَنْزُ أَحَدِكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ يَفِرُّ مِنْهُ صَاحِبُهُ فَيَطْلُبُهُ وَيَقُولُ أَنَا كَنْزُكَ قَالَ وَاللهِ لَنْ يَزَالَ يَطْلُبُهُ حَتَّى يَبْسُطَ يَدَهُ فَيُلْقِمَهَا فَاهُ.



مجھ سے اسحاق نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم سے معمر نے بیان کیا، ان سے ہمام نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تم میں سے کسی کا خزانہ زہریلا اژدھا بن کر آئے گا اس کا مالک اس سے بھاگے گا لیکن وہ اسے تلاش کر رہا ہو گا اور کہے گا کہ میں تمہارا خزانہ ہوں۔ فرمایا واللہ وہ مسلسل تلاش کرتا رہے گا یہاں تک کہ وہ شخص اپنا ہاتھ پھیلا دے گا اور اژدھا اسے لقمہ بنائے گا۔

٦٩٥٨ وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَا رَبُّ النَّعَمِ لَمْ يُعْطِ حَقَّهَا تُسَلَّطُ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَتَخْبِطُ وَجْهَهُ بِأَخْفَافِهَا وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ فِي رَجُلٍ لَهُ إِبِلٌ فَخَافَ أَنْ تَجِبَ عَلَيْهِ الصَّدَقَةُ فَبَاعَهَا بِإِبِلٍ مِثْلِهَا أَوْ بِغَنَمٍ أَوْ بِبَقَرٍ أَوْ بِدَرَاهِمَ فِرَارًا مِنَ الصَّدَقَةِ بِيَوْمٍ احْتِيَالًا فَلَا بَأْسَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ إِنْ زَكَّى إِبِلَهُ قَبْلَ أَنْ يَحُولَ الْحَوْلُ بِيَوْمٍ أَوْ بِسِتَّةٍ جَازَتْ عَنْهُ.

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جانوروں کے مالک جنہوں نے ان کا شرعی حق ادا نہیں کیا ہو گا قیامت کے دن ان پر وہ جانور غالب کر دیئے جائیں گے اور وہ اپنی کھروں سے اس کے چہرے کو نوچیں گے اور بعض لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ اگر ایک شخص کے پاس اونٹ ہیں اور اسے خطرہ ہے کہ زکوٰۃ اس پر واجب ہو جائے گی اور اس لیے وہ کسی دن زکوٰۃ سے بچنے کے لیے حیلہ کے طور پر اسی جیسے اونٹ یا بکری یا گائے یا دراہم کے بدلے میں بیچ دے تو اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں اور پھر اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر وہ اپنے اونٹ کی زکوٰۃ سال پورے ہونے سے ایک دن یا چھ مہینے پہلے دے دے تو زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔



قولہ "وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ فِي رَجُلٍ" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد بعض لوگوں کا تناقض بیان کرنا ہے کہ یہ لوگ سال پورا ہونے سے پہلے زکاۃ دینا جائز سمجھتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکاۃ کا وجوب سال پورا ہونے سے پہلے ہو جاتا ہے اگرچہ وجوبِ ادا سال پورا ہونے پر ہو گا، جب مال پر سال پورا ہونے سے پہلے وجوب ثابت ہو چکا ہے تو اب اس مال کو دیگر مال سے بدلنے سے وجوبِ زکاۃ ساقط نہیں ہو گا جو شخص زکاۃ کو گرانے کے لیے ایسا حیلہ کرے گا اور اونٹوں کو ان جیسے اونٹوں سے یا گایوں اور بکریوں سے یا درہم و دینار سے بدلے گا وہ اس سزا کا مستحق ہو گا جو حدیث میں ذکر ہوئی ہے۔





٦٩٥٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ اسْتَفْتَى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَذْرٍ كَانَ عَلَى أُمِّهِ تُوُفِّيَتْ قَبْلَ أَنْ تَقْضِيَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْضِهِ عَنْهَا وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِذَا بَلَغَتِ الْإِبِلُ عِشْرِينَ فَفِيهَا أَرْبَعُ شِيَاهٍ فَإِنْ وَهَبَهَا قَبْلَ الْحَوْلِ أَوْ بَاعَهَا فِرَارًا



وَاحْتِيَالًا لِإِسْقَاطِ الزَّكَاةِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَكَذٰلِكَ إِنْ أَتْلَفَهَا فَمَاتَ فَلَا شَيْءَ فِي مَالِهِ.

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبید اللہ بن عتبہ نے، اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک نذر کے بارے میں سوال کیا جو ان کی والدہ پر تھی اور ان کی وفات نذر پوری کرنے سے پہلے ہی ہو گئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو ان کی طرف سے پوری کر۔ اس کے باوجود بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب اونٹ کی تعداد بیس ہو جائے تو اس میں چار بکریاں لازم ہیں۔ پس اگر سال پورا ہونے سے پہلے اونٹ کو ہبہ کر دے یا اسے بیچ دے۔ زکوٰۃ سے بچنے کے لیے یا حیلہ کے طور پر تا کہ زکوٰۃ اس پر ختم ہو جائے تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہو گی۔ یہی حال اس صورت میں ہے اگر اس نے ضائع کر دیا اور پھر مر گیا تو اس کے مال پر کچھ واجب نہیں ہو گا۔

قولہ "وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِذَا بَلَغَتْ الْإِبِلُ" بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب کسی کے پاس بیس اونٹ ہوں تو ان میں چار بکریاں زکاۃ آتی ہے لیکن صاحب مال زکاۃ سے بچنے کا حیلہ کرتے ہوئے سال پورا ہونے سے پہلے وہ اونٹ کسی کو ہبہ کر دے یا انہیں بیچ دے یا زکاۃ کو گرانے کے لیے کوئی اور حیلہ کرے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہو گا اسی طرح اگر وہ ان اونٹوں کو ضائع کر دے اور پھر مر جائے تو اس پر کوئی زکاۃ نہیں آئے گی۔



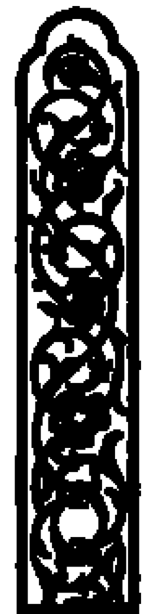
امام بخاری اس کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مال زکاۃ کو ہبہ کرنے یا بیچ دینے سے زکاۃ ساقط نہیں ہو گی، اور زکاۃ سے فرار کے لیے ایسے حیلے کرنا حرام ہے اور صاحب مال کے مرنے سے بھی زکاۃ ساقط نہیں ہو گی جیسا کہ نذر ماننے والے کے فوت ہونے سے نذر ساقط نہیں ہوتی، بلکہ میت کے ولی پر اس کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے ویسے ہی زکاۃ صاحب مال کے مرنے سے یا اس کے حیلہ کرنے سے ساقط نہیں ہو گی بلکہ اس کے وارثوں پر زکاۃ کا ادا کرنا واجب ہو گا، حنفیہ کا یہ حیلہ حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے خلاف ہے کیونکہ ان کی والدہ فوت ہو گئی تھیں جب کہ انہوں نے نذر مانی ہوئی تھی تو ان کی وفات کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کو اس نذر کے ادا کرنے کا حکم دیا تھا، یہی حکم مرنے والے کی زکاۃ کا ہے۔

شرح بخاری

(۴) بَابُ الْحِيلَةِ فِي النِّكَاحِ

نکاح میں حیلہ کرنے کا بیان

۶۹۶۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ الشِّغَارِ قُلْتُ لِنَافِعٍ مَا الشِّغَارُ قَالَ يَنْكِحُ ابْنَةَ الرَّجُلِ وَيُنْكِحُهُ ابْنَتَهُ بِغَيْرِ



صَدَاقٍ وَيُنْكِحُ أُخْتَ الرَّجُلِ وَيُنْكِحُهُ أُخْتَهُ بِغَيْرِ صَدَاقٍ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنِ احْتَالَ حَتَّى تَزَوَّجَ عَلَى الشِّغَارِ فَهُوَ جَائِزٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ وَقَالَ فِي الْمُتْعَةِ النِّكَاحُ فَاسِدٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ وَقَالَ بَعْضُهُم الْمُتْعَةُ وَالشِّغَارُ جَائِزٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ.

ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا، اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "شغار" سے منع فرمایا۔ میں نے نافع سے پوچھا شغار کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ کہ کوئی شخص بغیر مہر کسی کی لڑکی سے نکاح کرتا ہے یا اس سے بغیر مہر کے اپنی لڑکی کا نکاح کرتا ہے پس اس کے سوا کوئی مہر مقرر نہ ہو اور بعض لوگوں نے کہا اگر کسی نے حیلہ کر کے نکاح شغار کر لیا تو نکاح کا عقد درست ہو گا اور شرط لغو ہو گی (اور ہر ایک کو مہر مثل عورت کا ادا کرنا ہو گا) اور بعض لوگوں نے متعہ میں کہا ہے کہ وہاں نکاح بھی فاسد ہے اور شرط بھی باطل ہے اور بعضے حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ متعہ اور شغار دونوں جائز ہوں گے۔ اور شرط باطل ہو گی۔



نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً نکاح شغار سے یعنی وٹے کے نکاح سے منع کیا ہے خواہ حق مہر مقرر کیا گیا ہو یا بغیر مہر کے وٹے کا نکاح کیا گیا ہو، دونوں صورتوں میں نکاح شغار حرام ہے اور شغار یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ تو اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دے اور میں اپنی بیٹی کا نکاح تجھ سے کر دیتا ہوں یا یہ کہے کہ تو اپنی بہن کا نکاح مجھ سے کر دے اور میں اپنی بہن کا نکاح تجھ سے کر دیتا ہوں ایسا نکاح کرنا اسلام میں جائز نہیں ہے۔ ①

شرح بخاری

قولہ "وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ" یعنی بعض لوگوں نے کہا ہے اگر کوئی شخص حیلہ کرتے ہوئے نکاح شغار کر لے تو یہ نکاح صحیح ہو گا اور شرط باطل ہو گی۔ ②

---

① راجح بات یہ ہے کہ نکاحِ شغار باطل ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاحِ شغار سے منع کیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے "أنَ النَّبِيَّ ﷺ نَهى عنِ الشِّغارِ" اور آپ کی نکاحِ شغار سے متعلق نہی، منہی عنہ (یعنی شغار) کے فاسد ہونے کو مستلزم ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا شِغارَ في الإسلام" ۱۴۱۵ یعنی اسلام میں وٹے کا نکاح جائز نہیں ہے جس سے معلوم ہوا کہ نکاحِ شغار بنیادی طور پر ہی باطل ہے اسی کے امام مالک، امام شافعی اور امام احمد قائل ہیں لہٰذا اسے مہر مثل کے ساتھ صحیح نہیں بنایا جا سکتا۔

② علامہ عینی حنفی نے اس شرط کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے: "و هذا غير وارد عليهم لأنهم قالوا بصحة العقدين فيه و بوجوب مهر المثل لوجود ركن النكاح من أهله فى محله و النهي فى الحديث لإخلاء العقد عن المهر" (عمدة القاري: ج ٢٤، ص ١٦٩) یعنی امام بخاری کا اعتراض حنفیوں پر وارد نہیں ہوتا، کیونکہ وہ ان دونوں عقدوں کی صحت کے قائل ہیں اور اس میں مہر مثل کو واجب قرار دیتے ہیں، آپ کی نہی تب وارد ہوتی ہے جب کہ یہ عقد مہر سے خالی ہو حالانکہ جب نکاح شغار سے آپ نے منع کر دیا ہے اور اس کے بارے میں آپ کی



قولہ "وَقَالَ فِي الْمُتْعَةِ النِّكَاحُ فَاسِدٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس عبارت سے مقصود احناف کے تناقض کو بیان کرنا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی جیسا کہ نکاح شغار کے بارے میں وارد ہے، نکاح متعہ کے بارہ میں بھی وارد ہے تو باطل ہونے کے اعتبار سے دونوں کا حکم بھی ایک ہونا چاہیے، لیکن ان لوگوں کا نکاح شغار کو درست کہنا اور متعہ کو حرام قرار دینا تناقض ہے۔

"وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْمُتْعَةُ وَالشِّغَارُ جَائِزٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ" اس سے احناف کے باہمی اختلاف کو بیان کرنا مقصود ہے کہ ان میں سے اکثر کے نزدیک حیلے سے نکاح شغار جائز اور متعۃ النساء حرام ہے، لیکن بعض احناف کے ہاں نکاح شغار اور متعہ دونوں مباح ہیں اور شرط باطل ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس بعض سے مراد زفر ہے لیکن ان لوگوں نے متعہ کا لفظ استعمال نہیں کیا، بلکہ نکاح موقت کہا ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور نکاح موقت بھی متعہ کے معنیٰ میں ہی ہے۔

(۵) بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الِاحْتِيَالِ فِي الْبُيُوعِ

خرید وفروخت میں حیلہ کے ممنوع ہونے کا بیان

٦٩٦٢- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ فَضْلُ الْكَلَإِ.

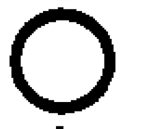
ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہ ہم سے امام مالک نے، ان سے ابوالزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچا ہوا بے ضرورت پانی اس لیے نہ روکا جائے کہ اس کی وجہ سے بچی ہوئی گھاس بھی بچی رہے (اس میں بھی حیلہ سازی سے روکا گیا ہے۔)



نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، تمام لوگ گھاس، پانی اور آگ کے استعمال کرنے میں شریک ہیں، لہٰذا کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ گھاس یا پانی کو اپنے لئے خاص کرلے اور دوسروں کے جانوروں کو اس قدرتی اگنے والی گھاس یا پانی پلانے سے روکے، کیونکہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ تمام جانوروں کے لیے پیدا کرتا ہے۔ ہاں وہ گھاس یا چارہ جسے آدمی نے خاص اپنے لئے کاشت کیا ہو اس سے دوسروں کو روکا جاسکتا ہے۔

نہی وارد ہے اور نہی منہی عنہ کے فساد کو مستلزم ہے، اور جو نکاح بنیادی اعتبار سے ہی صحیح نہیں ہے اسے مہر مثل کے ساتھ کیسے درست بنایا جاسکتا ہے اور سنن ابی داود کی حدیث مہر مقرر کرنے کے باوجود نکاح شغار کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ (۲۰۷۵) جو اس سے قبل کتاب النکاح میں ذکر ہو چکی ہے۔

نکاح شغار کے حرام ہونے کی علت مہر کا نہ ہونا نہیں ہے بلکہ اس کی علت ایک عورت کے بضعہ کا دوسری عورت کے بضعہ سے تبادلہ کرنا ہے جو کہ عورت کی توہین پر دلالت کرتا ہے، اس لیے نکاح شغار سے روکا گیا ہے اور مہر مثل مقرر کرکے بھی اسے حلال نہیں بنایا جاسکتا۔



اب ایک شخص جو حوض یا کنویں کا مالک ہو اور حوض کے ارد گرد خود رو گھاس ہو جسے ہر کوئی چرا سکتا ہے، لیکن حوض کا مالک چرواہوں کو پانی پلانے سے روک دے یا پانی مول دینے لگے تا کہ جانوروں کے مالک اپنے جانور چرانے کے لیے نہ لائیں کیونکہ جب انہیں پانی نہیں ملے گا یا مول خریدنا پڑے گا تو وہ گھاس چرانے کے لیے اپنے جانوروں کو ادھر نہیں لائیں گے اور گھاس حوض کے مالک کے لیے بچ جائے گی لہٰذا گھاس بچانے کے لیے زائد پانی سے روکنے یا بیچنے سے منع کیا گیا ہے اور ایسا حیلہ کرنے کو حرام قرار دیا گیا ہے، ہاں اگر پانی صاحب حوض کی ضرورت سے زائد نہ ہو تو اس سے دوسروں کو روک سکتا ہے، جس پر حدیث کے الفاظ "لا يمنع فضل الماء" دلالت کرتے ہیں یعنی زائد از ضرورت پانی سے نہ روکا جائے۔

(٦) بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّنَاجُشِ

نجش کی کراہت (یعنی کسی چیز کا خریدنا منظور نہ ہو مگر دوسرے خریداروں کو بہکانے کے لیے اس کی قیمت بڑھانا)

٦٩٦٤ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ النَّجْشِ.



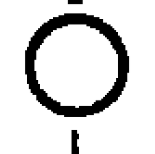
ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع نجش سے منع فرمایا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے نجش کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے" و هو في اللغة تنفير الصيد و استثارته من مكانه ليصاد" شکار کو بھگانا اور اسے شکار کرنے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھانا۔

شرح بخاری

اور اس کی شرعی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے:" و في الشرع الزيادة فى ثمن السلعة ممن لا يريد شراءها ليقع غيره فيها"

اس شخص کا سامان کی قیمت بڑھانا جو اسے خریدنا نہیں چاہتا تا کہ فریب دے کر دوسروں کو اسے خریدنے پر آمادہ کیا جا سکے۔ [1]

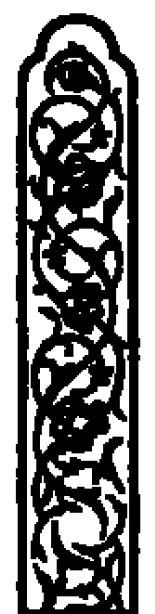


نجش حرام ہے کیونکہ یہ بیچے جانے والے سامان کی قیمت بڑھانے کا ایک حیلہ ہے۔

(٧) بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الخِدَاعِ فِي البُيُوعِ

خرید و فروخت میں دھوکا اور فریب دینے سے منع کرنے کا بیان

وَقَالَ أَيُّوبُ: «يُخَادِعُونَ اللهَ كَأَنَّمَا يُخَادِعُونَ آدَمِيًّا، لَوْ أَتَوُا الْأَمْرَ عِيَانًا كَانَ أَهْوَنَ عَلَيَّ».



---

[1] فتح الباری: ج ۴، ص ۳۵۵

حضرت ایوب سختیانی نے کہا: وہ کم بخت اللہ تعالیٰ کو اس طرح دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں جس طرح کسی آدمی کو (خرید وفروخت میں) دھوکا دیتے ہیں۔ اگر وہ صاف صاف بات کھول کر کہہ دیں تو یہ میرے نزدیک آسان ہے۔
یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں جیسے کسی آدمی کو دھوکا دیا جاتا ہے اگر وہ ہونے والے معاملہ کو واضح طور پر بیان کر دیں تو وہ مجھ پر آسان ہے، یعنی اگر وہ واضح طور پر کہیں یہ چیز ہم نے اتنے میں خریدی ہے اور اتنا اس پر منافع لینا چاہتے ہیں تو اس کا خریدنا مجھ پر آسان ہے، میری طاقت میں ہوگا تو خریدلوں گا ورنہ چھوڑ دوں گا، لیکن وہ حیلہ کا پردہ ڈال کر سامان بیچتے ہیں اور اپنے دین وایمان کو داؤ پر لگاتے ہیں۔

٦٩٦٤- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوعِ فَقَالَ إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ.

ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن دینار نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ وہ خرید وفروخت میں دھوکہ کھاجاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کچھ خریدا کرو تو کہہ دیا کرو کہ اس میں کوئی دھوکہ نہ ہونا چاہئے۔



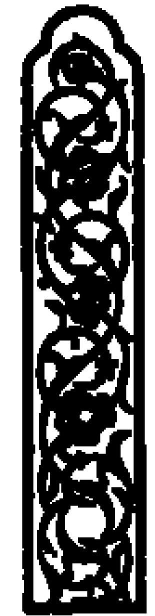
قولہ "إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ" یعنی دین اسلام میں دھوکہ دہی نہیں ہے بلکہ دین تو ایک دوسرے کی خیر خواہی کا حکم دیتا ہے، حافظ نے اس کا معنیٰ لا تخلبوني أي لا تخدعوني کیا ہے کہ مجھے دھوکہ اور فریب نہ دینا، لہٰذا دھوکہ اور فریب ظاہر ہونے پر وہ چیز واپس کرسکتا ہے ورنہ دھوکہ دینے والا عنداللہ مجرم ہوگا۔

شرح بخاری

(٨) بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الِاحْتِيَالِ لِلْوَلِيِّ فِي الْيَتِيمَةِ الْمَرْغُوبَةِ، وَأَنْ لَا يُكَمِّلَ لَهَا صَدَاقَهَا

باب: یتیم لڑکی سے جو مرغوبہ ہو اس کا ولی فریب دے کر یعنی مہر مثل سے کم مہر مقرر کر کے نکاح کرے تو یہ منع ہے۔

خوبرو یتیم لڑکی کو اس کا حق مہر پورا دیئے بغیر ولی کا اس سے نکاح کرنا یہ ایسا حیلہ ہے جو اسلامی شریعت میں ممنوع ہے۔
یعنی یتیم لڑکی اپنے ولی کی سرپرستی میں ہو، اور بلوغت کے بعد وہ اپنے ولی کے لیے نکاح کے ساتھ حلال ہو جیسا کہ اس کا ولی جب چچا کا بیٹا ہو تو یتیمہ کا نکاح اس سے جائز ہوگا، اور اس کے حسین وجمیل ہونے کی وجہ سے ولی بھی اس سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتا ہو، لیکن گھر کی مرغی دال برابر کے بقول اسے پورا مہر دینے کے لیے تیار نہ ہو جس کی وہ حق دار ہو، تو اسے حلال کرنے کے لیے ولی کا تھوڑا سا مہر دے کر اس سے نکاح کر لینا ممنوع ہے، کیونکہ اس نے استحقاق سے کم مہر دے کر اس سے نکاح کرنا ایسا حیلہ ہے جس سے اسلامی شریعت میں روکا گیا ہے، اور پورا حق مہر دے کر اس سے



نکاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

٦٩٦٥ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ كَانَ عُرْوَةُ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ قَالَتْ هِيَ الْيَتِيمَةُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا فَيَرْغَبُ فِي مَالِهَا وَجَمَالِهَا فَيُرِيدُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِأَدْنَى مِنْ سُنَّةِ نِسَائِهَا فَنُهُوا عَنْ نِكَاحِهِنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ فِي إِكْمَالِ الصَّدَاقِ ثُمَّ اسْتَفْتَى النَّاسُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ فَأَنْزَلَ اللهُ وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

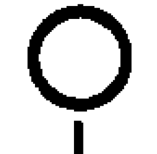
ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے کہ عروہ ان سے بیان کرتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت "اور اگر تمہیں خوف ہو کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف نہیں کر سکو گے تو پھر دوسری عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں" آپ نے کہا کہ اس آیت میں ایسی یتیم لڑکی کا ذکر ہے جو اپنے ولی کی پرورش میں ہو اور وہ لڑکی کے مال اور اس کے حسن سے رغبت رکھتا ہو اور چاہتا ہو کہ عورتوں (کے مہر وغیرہ کے متعلق) جو سب سے معمولی طریقہ ہے اس کے مطابق اس سے نکاح کرے تو ایسے ولیوں کو ان لڑکیوں کے نکاح سے منع کیا گیا ہے۔ سوا اس صورت کے کہ ولی مہر کو پورا کرنے میں انصاف سے کام لے۔ پھر لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بعد مسئلہ پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ﴾ "اور لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں مسئلہ پوچھتے ہیں" اور اس واقعہ کا ذکر کیا۔



شرح بخاری

قولہ "أَدْنَى مِنْ سُنَّةِ نِسَائِهَا" اس سے مراد یہ ہے کہ دستور کے مطابق ایسی خوبرو عورتیں جس مہر کی حق دار ہیں وہ پورا حق مہر نہیں دیتا بلکہ معمولی حق مہر باندھ لیتا ہے تاکہ وہ میرے لیے حلال ہو جائے، اس حیلہ سازی سے شریعت میں منع کیا گیا ہے۔

(٩) بَابُ إِذَا غَصَبَ جَارِيَةً فَزَعَمَ أَنَّهَا مَاتَتْ فَقُضِيَ بِقِيمَةِ الْجَارِيَةِ الْمَيِّتَةِ، ثُمَّ وَجَدَهَا صَاحِبُهَا فَهِيَ لَهُ، وَيَرُدُّ الْقِيمَةَ وَلَا تَكُونُ الْقِيمَةُ ثَمَنًا.





جب کسی شخص نے دوسرے کی لونڈی زبردستی چھین لی اب لونڈی کے مالک نے اس پر دعویٰ کیا تو چھیننے والے نے یہ کہا کہ وہ لونڈی مر گئی۔ حاکم نے اس سے قیمت دلادی اب اس کے بعد مالک کو وہ لونڈی زندہ مل گئی تو وہ اپنی لونڈی لے لے گا اور چھیننے والے نے جو قیمت دی تھی وہ اس کو واپس کر دے گا یہ نہ ہو گا کہ جو قیمت چھیننے والے نے دی وہ



لونڈی کا مول ہو جائے، وہ لونڈی چھیننے والے کی ملک ہو جائے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: الجَارِيَةُ لِلْغَاصِبِ، لِأَخْذِهِ القِيمَةَ. وَفِي هَذَا احْتِيَالٌ لِمَنِ اشْتَهَى جَارِيَةَ رَجُلٍ لاَ يَبِيعُهَا، فَغَصَبَهَا، وَاعْتَلَّ بِأَنَّهَا مَاتَتْ، حَتَّى يَأْخُذَ رَبُّهَا قِيمَتَهَا، فَيَطِيبُ لِلْغَاصِبِ جَارِيَةَ غَيْرِهِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَمْوَالُكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ» وَلِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ القِيَامَةِ.

بعض لوگوں نے کہا ہے: وہ لونڈی چھیننے والے کی ہو جائے گی کیونکہ مالک اس کی قیمت وصول کر چکا ہے، گویا جس لونڈی کی کسی آدمی کو خواہش ہو اور مالک اسے بیچنا نہ چاہتا ہو تو اس کو حاصل کرنے کے لیے یہ حیلہ سازی ہے کہ وہ اس لونڈی کو زبردستی چھین لے۔ جب مالک اس کے خلاف دعویٰ کرے تو وہ اس کے مر جانے کا بیان دے گا اور اس کی قیمت مالک کو ادا کر دے گا اور اس کے بعد وہ پرائی لونڈی سے مزے اڑاتا رہے گا کیونکہ اس کے خیال کے مطابق لونڈی اس کے لیے حلال ہو گئی ہے۔ حالانکہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "ایک دوسرے کے مال تم پر حرام ہیں۔ نیز قیامت کے دن دغاباز کے لیے ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا۔"



٦٩٦٦- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعْرَفُ بِهِ.

ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن دینار نے، اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر دھوکہ دینے والے کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہو گا جس کے ذریعہ وہ پہچانا جائے گا۔

شرح بخاری

اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی دوسرے شخص کی لونڈی غصب کر لے اور جب لونڈی کا مالک جو کہ مغصوب منہ ہے، غاصب کے خلاف دعویٰ کرے تو وہ لونڈی کے مرنے کا بہانہ بنائے اور حاکم یا قاضی فیصلہ کر دے کہ اگر تیرے بقول لونڈی مر گئی ہے تو مالک کو اس لونڈی کی قیمت ادا کیجئے اور غاصب سے اس کی قیمت دلانے کے بعد وہ لونڈی زندہ پائی جائے تو لونڈی کا مالک غاصب سے اپنی لونڈی واپس لے لے گا اور اسے اس سے لی ہوئی قیمت واپس کر دے گا، کیونکہ لونڈی کی بیع نہیں ہوئی، بلکہ غاصب کے لونڈی کے مرنے کے دعویٰ کی وجہ سے اس کی قیمت لی گئی ہے، جو کہ اس کے زندہ مل جانے پر واپس کر دی جائے گی۔



قولہ "وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ" اس سے مراد امام ابو حنیفہ اور احناف ہیں جو کہ مذکورہ صورت میں اس بات کے قائل

ہیں کہ چونکہ مغصوب منہ لونڈی کی قیمت لے چکا ہے لہٰذا وہ لونڈی واپس نہیں ہو گی بلکہ غاصب کی ملک ہو جائے گی۔ [1]

[1] علامہ عینی کا شکوہ یہ ہے کہ امام بخاری نے بعض الناس سے ابو حنیفہ کو مراد لیا ہے اور انہیں برا بھلا کہا ہے اور اسے یہاں ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، کیونکہ یہ اس کا محل اور مقام نہیں ہے، حالانکہ کسی بات کو ذکر کرنے کے لیے موقع و محل کا تعین کرنا مصنف کا کام ہے، امام بخاری نے جب دیکھا کہ احناف کا مذکورہ فیصلہ پرائی لونڈیوں کو اغوا کرنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور یہ غصب کا قبیح حیلہ ہے جس سے غصب کا دروازہ کھل جاتا ہے، تب انہوں نے اس کی مذمت کے لیے "کتاب الحیل" کا انتخاب کیا ہے، علامہ عینی کا یہ کہنا کہ ملامت کرنا مشائخ کی شان نہیں ہے، جب کہ امام بخاری نے کسی کی ذات کو نشانہ نہیں بنایا، بلکہ ایک غلط فکر اور باطل نظریہ کی تردید کی ہے جس سے دوسروں کے مال غصب کرنے کا راستہ ہموار ہوتا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے موقف کے اثبات میں اور احناف کے موقف کی تردید میں بطور دلیل یہ حدیث پیش کی ہے: "قال النبي صلى الله عليه و سلم: أموالُكم عليكم حرامٌ و لكلِّ غادرٍ لِواءٌ يَومَ القيامةِ" تمہارے مال آپس میں حرمت والے ہیں اور ہر خائن کے لیے قیامت کے دن جھنڈا ہو گا (جس سے وہ پہچانا جائے گا کہ یہ دنیا میں ٹھگیاں مارا کرتا تھا)۔

علامہ عینی کو امام بخاری کی ذکر کردہ اس دلیل پر بھی اعتراض ہے وہ لکھتے ہیں: "و ليس فيهما ما يدل على دعواه اما الأول فمعناه أن اموالكم عليكم حرام اذا لم يوجد التراضي و هنا قد وجد التراضي بأخذ المالك القيمة وأما الثاني فلا يقال للغاصب فى اللغة إنه غادر...." (عمدة القاري: ج٢٤، ص١٧٣) یہ دونوں احادیث امام بخاری کے دعویٰ پر دلالت نہیں کرتیں، کیونکہ پہلی حدیث مالوں کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے جبکہ باہمی رضامندی نہ ہو، اور لونڈی کے مذکورہ مسئلہ میں تو لونڈی کا مالک اپنی رضامندی سے قیمت لیتا ہے اور دوسری حدیث میں غادر کا لفظ آیا ہے، اور عربی لغت میں غاصب کو غادر نہیں کہا جاتا۔

علامہ عینی کا شمار علمی دنیا میں ہوتا ہے انہیں چاہیے تھا، کہ مذہبی تعصب سے خالی الذہن ہو کر بات کرتے، ادنیٰ شعور رکھنے والا شخص بھی اس بات کو سمجھتا ہے کہ لونڈی کے مذکورہ مسئلہ میں مغصوب منہ کی قیمت لینے پر رضامندی لونڈی کے زندہ ہونے پر نہیں ہے بلکہ غاصب کے اس کے مرنے کے دعویٰ پر وہ بادل ناخواستہ قیمت لینے پر آمادہ ہوا ہے، اگر غاصب لونڈی کے زندہ ہونے کا اظہار کرتا تو مغصوب منہ کبھی بھی اس کی قیمت لینے پر تیار نہ ہوتا، بلکہ قیمت پر لونڈی واپس لینے کو ترجیح دیتا، علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: " واحتج الجمهور بأنه لا يحل مال مسلم إلا عن طيب نفسه و لأن القيمة إنما وجبت بناء على صدق دعوى الغاصب أن الجارية ماتت فلما تبين أنها لم تمت فهي باقية على ملك المغصوب منه لأنه لم يجر بينهما عقد صحيح فوجب أن ترد إلى صاحبها۔" (ارشاد الساري: ج١٠، ص ١٠٨) جمہور علماء کا استدلال یہ ہے کہ کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر لینا حلال نہیں ہے، مذکورہ مسئلہ میں غاصب سے لونڈی

شرح بخاری

امام بخاری اس کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ احناف کے اس فیصلے سے دوسرے کسی شخص کی لونڈی غصب کرنے کا حیلہ پایا جاتا ہے، کیونکہ جو شخص بھی غیر کی لونڈی پر فریفتہ ہو جائے گا اور لونڈی کا مالک اسے اس کے ہاتھ بیچنے کے لیے تیار نہیں ہوگا تو لونڈی کو چاہنے والا اسے زبردستی چھین لے گا اور قاضی کے پاس اس کے مرنے کا بہانہ بنا دے گا، اور قاضی اس کے مالک کو اس کی قیمت دینے کا فیصلہ کر دے گا، اور قیمت ادا کرنے کے بعد غاصب پرائی لونڈی سے مزے اڑاتا رہے گا۔ اور اس طرح دوسروں کے مال ہضم کرنے اور پرائی لونڈیوں سے فائدہ اٹھانے کا دروازہ کھل جائے گا جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دغابازی سے دوسروں کے مال کھانے اور ان سے فائدہ اٹھانے کو حرام قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے : أَمْوَالُكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ تم پر ایک دوسرے کے مال حرام ہیں، نیز فرمایا: وَلِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعْرَفُ بِهِ

قیامت کے دن ہر دغاباز ٹھگ کے لیے جھنڈا کھڑا کیا جائے گا (تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص دنیا میں ٹھگیاں مارا کرتا تھا)۔

(۱۰) بَابٌ

باب



٦٩٦٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ وَأَقْضِيَ لَهُ عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ.

شرح بخاری

ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے ہشام نے، ان سے عروہ نے، ان سے زینب

کی قیمت اس لیے لی گئی ہے کہ اس نے اس کے مرنے کا دعویٰ کر دیا تھا، بعد میں جب واضح ہو گیا کہ لونڈی مری نہیں بلکہ زندہ ہے تو وہ مغصوب منہ کی ملکیت میں ہی باقی ہے، کیونکہ غاصب اور مغصوب منہ کے درمیان لونڈی لینے دینے کا عقد صحیح نہیں ہوا تھا، لہٰذا زندہ ثابت ہونے کے بعد اس کے مالک کو لوٹانی چاہیے جو کہ مغصوب منہ ہے، رہا عینی کا یہ کہنا کہ غاصب کو غادر نہیں کہا جاتا یہ بھی بے تکی بات ہے، عربی لغات میں غادر کو خائن کہا گیا ہے، اور غاصب کے خائن ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، کیونکہ وہ لونڈی کو غصب کر کے خلاف واقعہ اس کے مرنے کا ڈھونگ رچاتا ہے، علامہ قسطلانی لکھتے ہیں: "لا ريب أن الاعتلال الصادر من الغاصب أن الجارية ماتت غدر و خيانة فى حق أخيه المسلم (ج ۱۰، ص ۱۰۸) بے شک غاصب کا لونڈی کے مر جانے کا بہانہ بنانا اس کے مسلمان بھائی کے حق میں غدر اور خیانت ہے (اس کے ہوتے ہوئے لونڈی غاصب کے لیے کیسے حلال ہو سکتی ہے؟۔



بنت ام سلمہ نے اور ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے ہی جیسا انسان ہوں اور بعض اوقات جب تم باہمی جھگڑا لاتے ہو تو ممکن ہے کہ تم میں سے بعض اپنے فریق مخالف کے مقابلہ میں اپنا مقدمہ پیش کرنے میں زیادہ چالاکی سے بولنے والا ہو اور اس طرح میں اس کے مطابق فیصلہ کردوں جو میں تم سے سنتا ہوں۔ پس جس شخص کے لیے بھی اس کے بھائی کے حق میں سے کسی چیز کا فیصلہ کردوں تو وہ اسے نہ لے۔ کیوں کہ اس طرح میں اسے جہنم کا ایک ٹکڑا دیتا ہوں۔

یہ باب مستقل نہیں ہے، ابن بطال اور اسماعیلی وغیرہ نے لفظ "باب" کو حذف کر دیا ہے، اور اگر باب کا لفظ ہو تو یہ پہلے باب سے فصل کے قائم مقام ہے، اور اس کے تحت آنے والی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا تعلق اس سے پہلے آنے والے باب سے ہی ہے۔ [1]

---

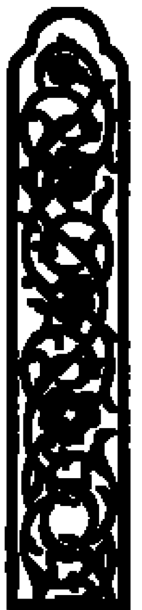
[1] اس باب کے تحت آنیوالی حضرت ام سلمہ کی حدیث سے امام بخاری ایک اہم شرعی اصول کی طرف رہنمائی کرنا چاہتے ہیں جو اس حدیث سے حاصل ہوتا ہے جسے محدثین نے قبول کیا ہے، لیکن احناف نے اس سے اختلاف کیا ہے۔

وہ اصول یہ ہے کہ شرعی قاضی بھی ایک انسان ہے وہ کسی قضیہ یا کیس کا فیصلہ کرتے ہوئے نفس الامر کے مطابق صحیح اور درست فیصلہ بھی کر سکتا ہے جس سے حق والے کو اس کا حق مل جاتا ہے، اور کبھی بشری تقاضے کے مطابق صحیح فیصلہ کرنے کی کوشش کے باوجود اس سے غلطی بھی ہو سکتی ہے جس سے حقدار کو اس کا حق نہیں ملتا، بلکہ غیر حقدار اپنی چرب لسانی سے اس کا حق لینے میں کامیاب ہو جاتا ہے،



اب قاضی کے فیصلہ کی دو ہی صورتیں ہیں، قاضی کا فیصلہ صحیح اور نفس الامر کے مطابق ہو گا یا اسکا فیصلہ غلط اور نفس الامر کے خلاف ہو گا، اگر قاضی کا فیصلہ صحیح ہوا اور اس کے فیصلے سے حقدار کو اس کا حق ملا ہو، تو اس صورت میں اسکا فیصلہ شرعی اعتبار سے ظاہراً بھی نافذ ہو گا اور باطناً بھی، جس سے مراد یہ ہے کہ متخاصمین ظاہراً اپنا نزاع اور جھگڑا چھوڑ دیں گے اور عند اللہ بھی قاضی کا فیصلہ درست قرار پائے گا، جس پر قاضی دوہرے اجر و ثواب کا مستحق ہو گا،

لیکن اگر کوشش کے باوجود قاضی سے فیصلہ کرنے میں غلطی ہو گئی اور حق والے کو اس کا حق نہ ملا، بلکہ اس کے فیصلے سے غیر حقدار، حق والے کا حق ہتھیانے میں کامیاب ہو گیا تو قاضی کا خلاف واقعہ فیصلہ ظاہراً تو نافذ ہو گا لیکن باطناً نافذ نہیں ہو گا، یعنی قاضی کے اس فیصلے سے متخاصمین جو کہ مدعی اور مدعیٰ علیہ ہیں ظاہراً اپنے نزاع اور جھگڑے کو چھوڑ دیں گے، لیکن یہ فیصلہ عند اللہ نافذ نہیں ہو گا، بلکہ جھوٹا کیس کر کے دوسرے کا حق ہتھیانے والا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے کٹہرے میں مجرم بن کر پیش ہو گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت عذاب اور سزا پائے گا، اور قاضی دیانتداری سے صحیح فیصلہ کی کوشش کی وجہ سے ایک اجر کا مستحق ہو گا، لہٰذا غلطی کی صورت میں قاضی کا فیصلہ ظاہراً نافذ سمجھا جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ فیصلہ معتبر نہیں ہو گا، اور قاضی کے غلط فیصلے سے لینے والے کے لیے وہ چیز حلال نہیں ہو جائے گی بلکہ ناحق لینے والے کے لیے حرام ہی ٹھہرے گی۔



اس کے خلاف احناف اس بات کے قائل ہیں کہ غلطی کی صورت میں بھی قاضی کا فیصلہ ظاہراً بھی نافذ ہو جائیگا اور باطناً بھی،

(۱۱) بَابٌ: فِي النِّكَاحِ

نکاح پر جھوٹی گواہی گزر جائے تو کیا حکم ہے

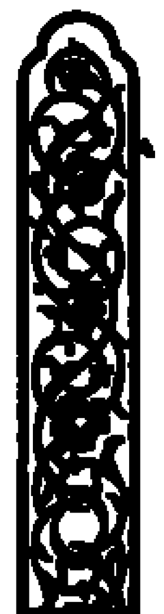
٦٩٦٨- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ وَلَا الثَّيِّبُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ إِذْنُهَا قَالَ إِذَا سَكَتَتْ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنْ لَمْ تُسْتَأْذَنِ الْبِكْرُ وَلَمْ تَزَوَّجْ فَاحْتَالَ رَجُلٌ فَأَقَامَ شَاهِدَيْ زُورٍ أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا بِرِضَاهَا فَأَثْبَتَ الْقَاضِي نِكَاحَهَا وَالزَّوْجُ يَعْلَمُ أَنَّ الشَّهَادَةَ بَاطِلَةٌ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَطَأَهَا وَهُوَ تَزْوِيجٌ صَحِيحٌ.

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی کنواری لڑکی کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ لے لی جائے اور کسی بیوہ کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کا حکم نہ معلوم کر لیا جائے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ اس کی (کنواری کی) اجازت کی کیا صورت ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی خاموشی اجازت ہے۔ اس کے باوجود بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر کنواری لڑکی سے اجازت نہ لی گئی اور نہ اس نے نکاح کیا ہو۔ لیکن کسی شخص نے حیلہ کر کے دو جھوٹے گواہ کھڑے کر دیئے کہ اس نے لڑکی سے نکاح کیا ہے اس کی مرضی سے اور قاضی نے بھی اس کے نکاح کا فیصلہ کر دیا۔ حالانکہ شوہر جانتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے اور گواہی جھوٹی تھی اس کے باوجود اس لڑکی سے صحبت کرنے



شرح بخاری

اور قاضی کے فیصلے سے غیر حقدار کا اس چیز کو لینا اور اسے استعمال کرنا حلال اور جائز ہو جائیگا۔ امام بخاری نے ان کے اس نظریہ کی تردید میں اور محدثین کرام کے موقف کی تائید میں ام سلمہ کی حدیث پیش کی ہے جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: "إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ" جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا «میں بھی انسان ہوں، اور تم لوگ اپنے نزاعی اور اختلافی مسائل فیصلہ کرانے کے لیے لاتے ہو، اور ہو سکتا ہے کہ فریقین میں سے کوئی ایک اپنی حجت اور دلیل فصاحت اور روانگی سے بیان کرنے والا ہو (حالانکہ وہ غلطی پر ہو) اور میں اس سے متاثر ہو کر جو اس سے سنوں، اس کے موافق فیصلہ کر دوں، لہٰذا جس شخص کے حق میں میں فیصلہ کر دوں حالانکہ وہ چیز اس کی نہ ہو بلکہ اس کے مسلمان بھائی کی ہو تو وہ اسے ہرگز نہ لے کیونکہ میں اسے جہنم کی آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دیتا ہوں، اس حدیث نبوی سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اصول اخذ کیا ہے کہ غلطی کی صورت میں قاضی کا فیصلہ ظاہراً نافذ ہو گا باطناً نہیں، اور وہ چیز ناحق لینے والے کے لیے حلال نہیں ہو گی بلکہ حرام ہی رہے گی، جس کی وجہ سے دوسرے فریق کا حق ہتھیانے والا قیامت کے دن جہنم رسید ہو گا۔



میں اس کے لیے کوئی حرج نہیں ہے بلکہ یہ نکاح صحیح ہو گا۔

اس سے قبل بھی "باب الحیلة فی النکاح" کے عنوان سے باب گزر چکا ہے اور دونوں تراجم میں فرق یہ ہے کہ گزشتہ باب میں متعہ اور شغار کے حیلوں سے نکاح سے روکنا مقصود تھا، اور راس ترجمہ باب سے مراد جھوٹے گواہوں کی گواہی کے ساتھ نکاح کے حیلے کو حرام قرار دینا ہے امام بخاری پہلے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے ہیں اس کے بعد اس کے خلاف احناف کے حیلہ کو ذکر کر کے اس کا رد کرتے ہیں کسی بھی عورت کا نکاح کرنے کے بارہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنواری لڑکی کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ لے لی جائے اور کسی شوہر دیدہ کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کا حکم معلوم نہ کر لیا جائے، پوچھا گیا اے اللہ کے رسول، کنواری لڑکی کی اجازت کیسے معلوم ہو سکتی ہے، فرمایا: اس کا خاموش ہونا اجازت ہے۔

قولہ "وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ" علامہ عینی نے کہا ہے کہ اس "بَعْضُ النَّاسِ" سے بخاری نے ابو حنیفہ کو مراد لیا ہے وہ کہتے ہیں، اگر کوئی آدمی کسی کنواری لڑکی سے اجازت نہ بھی لے اور نہ ہی اس نے اس سے نکاح کیا ہو، لیکن وہ حیلہ کر لے اور دو جھوٹے گواہ تیار کر کے قاضی کے سامنے پیش کر دے جو یہ گواہی دیں کہ اس آدمی نے لڑکی کی مرضی سے اس سے نکاح کیا ہے وہ قاضی ان کی گواہی پر یہ فیصلہ کر دے کہ اس آدمی نے اس لڑکی سے نکاح کیا ہے لہٰذا یہ اس کی بیوی ہے حالانکہ شوہر بننے والا جانتا ہے کہ میں نے اس سے نکاح نہیں کیا، اور اس نے جھوٹے گواہ پیش کر کے اس لڑکی کے بیوی ہونے کا فیصلہ کرا لیا ہے، اس کے باوجود اس کے اس لڑکی سے صحبت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (1)



(1) یہاں عینی نے احناف کی وکالت کرتے ہوئے لکھا ہے «ابو حنیفہ امام مجتہد ہے اس نے بہت سے صحابہ اور تابعین کو پایا ہے، اور اس نے اس اصول پر بنیاد رکھتے ہوئے کلام کی ہے کہ قاضی کا فیصلہ زوجین میں ہر طرح کا جھگڑا ختم کرنے کے لئے ہوتا ہے، اور جھوٹی گواہی میں قاضی کا فیصلہ باطناً نافذ نہ ہو تو یہ فیصلہ تو دونوں میں جھگڑے کی تمہید بن جائے گا، لہٰذا قاضی کا ایسا فیصلہ شریعت میں نافذ ہو جاتا ہے جیسا کہ لعان میں طرفین میں سے ایک کا جھوٹا ہونا، یقینی ہوتا ہے پھر بھی دونوں میں جدائی واقع ہو جاتی ہے۔

امام ابو حنیفہ کو تابعی قرار دینے کی تردید میں شیخ ابن طاہر حنفی کی عبارت نقل کر دینا کافی ہے وہ لکھتے ہیں: "وكان في أيام أبي حنيفة أربعة من الصحابة أنس بن مالك بالبصرة وعبد الله بن أبي أوفى بالكوفة وسهل بن سعد الساعدي بالمدينة وأبو طفيل عامر بن واثلة بمكة ولم يلق واحدا منه ولا أخذ عنه۔" (معیار الحق: ص ۱۴)



یعنی ولادت ابی حنیفہ کے زمانے میں انس بن مالک، عبداللہ بن ابی اوفیٰ، سہل بن سعد اور ابو طفیل عامر بن واثلہ، چار صحابہ کرام موجود تھے لیکن ان کی ان میں سے کسی سے نہ ملاقات ثابت ہے اور نہ ہی ان سے ان کی کوئی روایت ثابت ہے اسی طرح ابن خلکان، وفیات الأعیان میں لکھتے ہیں، ابو حنیفہ کے زمانہ میں چار صحابہ کرام موجود تھے لیکن ائمہ نقل کے ہاں ان کی ان سے ملاقات ثابت نہیں ہے اور نہ ہی ان سے ان کی کوئی روایت ثابت ہے تو ابو حنیفہ تابعی نہیں ہیں، باقی رہا ان کا

اور ان کے بقول قاضی کے (غلط) فیصلے سے اس کا اس لڑکی سے نکاح صحیح ہو جائے گا حالانکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث مذکور کے مطابق قاضی کا فیصلہ باطنا نافذ نہیں ہو گا اور نہ ہی قاضی کے فیصلے سے وہ لڑکی اس جھوٹے کی بیوی بنے گی، بلکہ جھوٹے گواہ پیش کر کے قاضی سے یہ غلط فیصلہ کرانے والا قیامت کے دن سخت سزا کا سامنا کرے گا، اور اگر قاضی بھی گواہوں کے جھوٹ کو جانتے ہوئے ایسا فیصلہ کرے گا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب کا حقدار ہو گا۔

٦٩٦٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ الْقَاسِمِ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ وَلَدِ جَعْفَرٍ تَخَوَّفَتْ أَنْ يُزَوِّجَهَا وَلِيُّهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَأَرْسَلَتْ إِلَى شَيْخَيْنِ مِنْ الْأَنْصَارِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَمُجَمِّعٍ ابْنَيْ جَارِيَةَ قَالَا فَلَا تَخْشَيْنَ فَإِنَّ خَنْسَاءَ بِنْتَ خِدَامٍ أَنْكَحَهَا أَبُوهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَرَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ قَالَ سُفْيَانُ وَأَمَّا عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ عَنْ أَبِيهِ إِنَّ خَنْسَاءَ.

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید نے، ان سے قاسم نے کہ جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک خاتون کو اس کا خطرہ ہوا کہ ان کا ولی (جن کی وہ زیر پرورش تھیں) ان کا نکاح کر دے گا۔ حالانکہ وہ اس نکاح کو ناپسند کرتی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے قبیلہ انصار کے دو شیوخ عبدالرحمن اور مجمع کو جو جاریہ کے بیٹے تھے کہلا بھیجا انہوں نے تسلی دی کہ کوئی خوف نہ کریں۔ کیوں کہ خنساء بنت خدام رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے والد نے ان کی ناپسندیدگی کے باوجود کر دیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح کو رد کر دیا تھا۔ سفیان نے بیان کیا کہ میں نے عبدالرحمن کو اپنے والد سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ خنساء رضی اللہ عنہا آخر حدیث تک بیان کیا۔

٦٩٧٠- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ قَالُوا كَيْفَ إِذْنُهَا قَالَ أَنْ تَسْكُتَ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنْ احْتَالَ إِنْسَانٌ بِشَاهِدَيْ زُورٍ عَلَى تَزْوِيجِ امْرَأَةٍ ثَيِّبٍ بِأَمْرِهَا فَأَثْبَتَ الْقَاضِي نِكَاحَهَا إِيَّاهُ وَالزَّوْجُ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَمْ يَتَزَوَّجْهَا قَطُّ فَإِنَّهُ يَسَعُهُ هَذَا النِّكَاحُ وَلَا بَأْسَ بِالْمُقَامِ لَهُ مَعَهَا.

ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شیبان نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے، ان سے ابو سلمہ نے، اور ان سے

ان کا جھوٹی گواہی پر مرتب نکاح کو لعان پر قیاس کرنا تو یہ بھی درست نہیں ہے، کیونکہ لعان میں لعان کے بعد متلاعنین میں جدائی واقع ہونا نص سے ثابت ہے، جب کہ جھوٹی گواہی سے فیصلہ کرانے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وعید ہے، آپ نے فرمایا: "فإنما أقطعُ له قطعةً من نارٍ" جیسے جھوٹی گواہی سے غیر کا مال حلال نہیں ہو سکتا ویسے ہی جھوٹی گواہی سے حرام فرج حلال نہیں ہو سکتی، دونوں جرائم جہنم کی آگ کا باعث بننے والے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بیوہ سے اس وقت تک شادی نہ کی جائے جب تک اس کا حکم نہ معلوم کرلیا جائے اور کسی کنواری سے اس وقت تک نکاح نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ لے لی جائے۔ صحابہ نے پوچھا اس کی اجازت کا کیا طریقہ ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ کہ وہ خاموش ہو جائے۔ پھر بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے دو جھوٹے گواہوں کے ذریعہ حیلہ کیا اور یہ جھوٹ گھڑا کہ کسی بیوہ عورت سے اس نے اس کی اجازت سے نکاح کیا ہے اور قاضی نے بھی اس مرد سے اس کے نکاح کا فیصلہ کر دیا جبکہ اس مرد کو خوب خبر ہے کہ اس نے اس عورت سے نکاح نہیں کیا ہے تو یہ نکاح جائز ہے اور اس کے لیے اس عورت کے ساتھ رہنا جائز ہو جائے گا۔

قولہ "وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے کہ کسی بیوہ عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کا حکم نہ معلوم کرلیا جائے اور کسی کنواری کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ لے لی جائے، لیکن بعض لوگ یعنی اہل کوفہ یہاں بھی حدیث نبوی کے خلاف یہ حیلہ سکھاتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دو جھوٹے گواہوں کے ذریعہ یہ حیلہ کرلے،

کہ اس نے فلاں بیوہ عورت سے اس کی اجازت سے نکاح کیا ہے اور اس پر دو جھوٹے گواہوں کی جھوٹی گواہی قاضی کے پاس پیش کر دے اور قاضی ان گواہوں کی گواہی کی وجہ سے فیصلہ کر دے کہ واقعی اس نے بیوہ سے نکاح کیا ہے اور یہ عورت اس کی بیوی ہے تو بیوہ عورت اس جھوٹے کے لیے حلال ہو گی اور قاضی کے غلط فیصلے سے اس کی بیوی بن جائے گی، یہ کتنی بڑی اور بری جسارت ہے کہ بیوہ سے نہ اجازت لی گئی ہے اور نہ ہی اس سے اس مرد کا نکاح ہوا ہے اور جھوٹی گواہی سے اسے غیر شوہر کی بیوی بنا دیا جائے حالانکہ جھوٹے گواہ پیش کرنے والا تو جانتا ہے کہ اس کا اس عورت سے نکاح نہیں ہوا تو اسے غیر شوہر کے لیے حلال قرار کیسے دیا جاسکتا ہے۔

٦٩٧١- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ قُلْتُ إِنَّ الْبِكْرَ تَسْتَحْيِي قَالَ إِذْنُهَا صُمَاتُهَا وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنْ هَوِيَ رَجُلٌ جَارِيَةً يَتِيمَةً أَوْ بِكْرًا فَأَبَتْ فَاحْتَالَ فَجَاءَ بِشَاهِدَيْ زُورٍ عَلَى أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا فَأَدْرَكَتْ فَرَضِيَتِ الْيَتِيمَةُ فَقَبِلَ الْقَاضِي شَهَادَةَ الزُّورِ وَالزَّوْجُ يَعْلَمُ بِبُطْلَانِ ذَلِكَ حَلَّ لَهُ الْوَطْءُ.

ہم سے ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے، ان سے ابن ابی ملیکہ نے، ان سے ذکوان نے، اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کنواری لڑکی سے اجازت لی جائے گی۔ میں نے پوچھا کہ کنواری لڑکی شرمائے گی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی خاموشی ہی اجازت ہے اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ کوئی شخص اگر کسی یتیم لڑکی یا کنواری لڑکی سے نکاح کا خواہش مند ہو۔

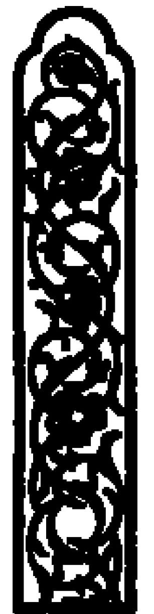
لیکن لڑکی راضی نہ ہو اس پر اس نے حیلہ کیا اور دو جھوٹے گواہوں کی گواہی اس کی دلائی کہ اس نے لڑکی سے شادی کر لی ہے پھر جب وہ لڑکی جوان ہوئی اور اس نکاح سے وہ بھی راضی ہو گئی اور قاضی نے اس جھوٹی شہادت کو قبول کر لیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ سارا ہی جھوٹ اور فریب ہے۔ تب بھی اس سے جماع کرنا جائز ہے۔

"وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ" بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی یتیم لڑکی یا کنواری لڑکی سے نکاح کرنے کا خواہش مند ہو لیکن وہ لڑکی اس سے نکاح کرنے پر راضی نہ ہو تو وہ یہ حیلہ کرلے کہ دو جھوٹے گواہ لائے جو قاضی کے پاس گواہی دیں کہ اس مرد نے فلاں عورت سے نکاح کیا ہے پھر وہ لڑکی بالغ ہو جائے گو یا وہ پہلے سے غیر بالغہ تھی اور راضی ہو جائے اور قاضی بھی جھوٹی گواہی پر اس سے نکاح کا فیصلہ کر دے حالانکہ جھوٹا شوہر بننے والا جانتا ہے کہ یہ سب جھوٹ اور فریب ہے تو اس کے باوجود بعض الناس کہتے ہیں کہ وہ عورت اس مرد کی بیوی بن جائے گی اور اس کا اس سے جماع کرنا جائز ہو گا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بعض الناس کے اس حیلے کی تردید کے لیے اور اس کی قباحت بیان کرنے کے لیے تین صورتیں بیان کی ہیں، پہلی صورت کنواری لڑکی کے بارہ میں اور دوسری صورت شوہر دیدہ کی ہے اور تیسری صورت یتیم لڑکی کے متعلق ہے ان سب صورتوں میں اہل کوفہ کے نزدیک اگر کوئی شخص جھوٹے گواہ پیش کر کے قاضی سے کسی عورت کے اپنی بیوی ہونے کا جھوٹا فیصلہ کرا لے حالانکہ اس عورت سے اس کا نکاح نہیں ہوا ہو بلکہ اس سے اس بارہ میں پوچھا تک نہ گیا ہو اور نہ اس سے اجازت لی گئی ہو بس قاضی کے جھوٹی گواہی پر اعتماد کرتے ہوئے اسے اس کی بیوی کہنے سے اسے غیر شوہر کے لیے حلال کر دیا جاتا ہے اور اس سے اس کی وطی کو جائز کر دیا جاتا ہے جب کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسے معاملات میں قاضی کا فیصلہ ظاہراً نافذ سمجھا جاتا ہے ورنہ باطناً وہ چیز اور وہ عورت زوجیت کا دعویٰ کرنے والے کے لیے حلال نہیں ہوتی یا جھوٹ موٹ اس چیز کو حاصل کرنے والے کے لیے وہ چیز جائز نہیں ہوتی جس کی سزا وہ قیامت کے دن پائے گا، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "فإنّما أقطعُ له قطعةً من نارٍ" یعنی جھوٹ موٹ چیز لینے والے کے لیے میں جہنم کی آگ کا ٹکڑا کاٹ دیتا ہوں جب قاضی کے غلط فیصلے سے دوسرے کا مال ہتھیانے والے کے لیے وہ مال حلال نہیں ہوتا تو جھوٹ اور فریب سے حرام فرج کو حلال کیسے کیا جا سکتا ہے؟



(۱۲) بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ احْتِيَالِ الْمَرْأَةِ مَعَ الزَّوْجِ وَالضَّرَائِرِ، وَمَا نَزَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِي ذَلِكَ

عورت کا اپنے خاوند اور سوکنوں سے حیلہ کرنے کی ممانعت کا بیان اور اس بارہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوئی اس کی وضاحت



۶۹۷۲- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَيُحِبُّ الْعَسَلَ

وَكَانَ إِذَا صَلَّى الْعَصْرَ أَجَازَ عَلَى نِسَائِهِ فَيَدْنُو مِنْهُنَّ فَدَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ فَاحْتَبَسَ عِنْدَهَا أَكْثَرَ مِمَّا كَانَ يَحْتَبِسُ فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ لِي أَهْدَتْ لَهَا امْرَأَةٌ مِنْ قَوْمِهَا عُكَّةَ عَسَلٍ فَسَقَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ شَرْبَةً فَقُلْتُ أَمَا وَاللهِ لَنَحْتَالَنَّ لَهُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِسَوْدَةَ قُلْتُ إِذَا دَخَلَ عَلَيْكِ فَإِنَّهُ سَيَدْنُو مِنْكِ فَقُولِي لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ أَكَلْتَ مَغَافِيرَ فَإِنَّهُ سَيَقُولُ لَا فَقُولِي لَهُ مَا هَذِهِ الرِّيحُ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ أَنْ يُوجَدَ مِنْهُ الرِّيحُ فَإِنَّهُ سَيَقُولُ سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ فَقُولِي لَهُ جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ وَسَأَقُولُ ذَلِكِ وَقُولِيهِ أَنْتِ يَا صَفِيَّةُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَى سَوْدَةَ قُلْتُ تَقُولُ سَوْدَةُ وَالَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَقَدْ كِدْتُ أَنْ أُبَادِرَهُ بِالَّذِي قُلْتِ لِي وَإِنَّهُ لَعَلَى الْبَابِ فَرَقًا مِنْكِ فَلَمَّا دَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَكَلْتَ مَغَافِيرَ قَالَ لَا قُلْتُ فَمَا هَذِهِ الرِّيحُ قَالَ سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ قُلْتُ جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيَّ قُلْتُ لَهُ مِثْلَ ذَلِكَ وَدَخَلَ عَلَى صَفِيَّةَ فَقَالَتْ لَهُ مِثْلَ ذَلِكَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ قَالَتْ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا أَسْقِيكَ مِنْهُ قَالَ لَا حَاجَةَ لِي بِهِ قَالَتْ تَقُولُ سَوْدَةُ سُبْحَانَ اللهِ لَقَدْ حَرَمْنَاهُ قَالَتْ قُلْتُ لَهَا اسْكُتِي.

شرح بخاری

ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے، ان سے ہشام نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ حلوا اور شہد پسند کرتے تھے اور عصر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی ازواج سے (ان میں سے کسی کے حجرہ میں جانے کے لیے) اجازت لیتے تھے اور ان کے پاس جاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور ان کے یہاں اس سے زیادہ دیر تک ٹھہرے رہے جتنی دیر تک ٹھہرنے کا آپ کا معمول تھا۔ میں نے اس کے متعلق آنحضرت ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ان کی قوم کی ایک خاتون نے شہد کی ایک کپی انہیں ہدیہ کی تھی اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کو اس کا شربت پلایا تھا۔ میں نے اس پر کہا کہ اب میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک حیلہ کروں گی چنانچہ میں نے اس کا ذکر سودہ رضی اللہ عنہا سے کیا اور کہا جب آنحضرت آپ کے یہاں آئیں تو آپ کے قریب بھی آئیں گے اس وقت تم نے آپ سے کہنا یا رسول اللہ! شاید آپ نے مغافیر [1] کھایا ہے؟ اس پر جواب دیں گے کہ نہیں۔ تم کہنا کہ پھر یہ بو کس چیز کی ہے؟ آنحضرت ﷺ کو یہ بات بہت ناگوار تھی کہ آپ کے جسم کے کسی حصہ سے بو آئے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ اس کا جواب یہ دیں گے کہ حفصہ نے مجھے شہد کا

[1] مغافیر سے مراد ہمارے ہاں گگز ہے جو بدبودار ہوتی ہے۔

شربت پلایا تھا۔ اس پر کہنا کہ شہد کی مکھیوں نے غرفط کا رس چوسا ہوگا اور میں بھی آنحضرت سے یہی بات کہوں گی اور صفیہ تم بھی آنحضرت سے یہ کہنا چنانچہ جب آنحضرت ﷺ سودہ کے یہاں تشریف لے گئے تو ان کا بیان ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تمہارے خوف سے قریب تھا کہ میں اس وقت آنحضرت ﷺ سے یہ بات جلدی میں کہہ دیتی جبکہ آپ دروازے ہی پر تھے۔ آخر جب آنحضرت ﷺ قریب آئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے کہا پھر یہ بو کیسی ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حفصہ نے مجھے شہد کا شربت پلایا ہے میں نے کہا اس شہد کی مکھیوں نے غرفط کا رس چوسا ہوگا اور صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس جب آپ تشریف لے گئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ شہد میں پھر آپ کو پلاؤں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں۔ بیان کیا ہے کہ اس پر سودہ رضی اللہ عنہا بولیں۔ سبحان اللہ یہ ہم نے کیا کیا گویا شہد آپ پر حرام کر دیا۔ میں نے کہا چپ رہو۔

قولہ "يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ" یہ مقصور اور ممدود دونوں طرح پڑھا گیا ہے اور اس سے مراد میٹھی چیز ہے شہد ہو یا کھجور۔



قولہ "أَجَازَ عَلَى نِسَائِهِ" خاوند دن کے وقت اپنی بیویوں کے پاس جا سکتا ہے اور ان کے پاس کھا پی بھی سکتا ہے کیونکہ باری کا تعلق رات سے ہے لہٰذا ایک بیوی کی باری میں دوسری بیوی سے صحبت نہیں کر سکتا نہ ہی اس کے پاس صبح شام کا کھانا کھا سکتا ہے لیکن خاوند کا ایک بیوی کی باری کے دن دیگر بیویوں سے ملاقات کرنا اور ان میں سے کسی کے پاس شہد یا شربت پینا منع نہیں ہے اور اگر شوہر کسی اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے اور وہ مشروبات سے خاوند کی خدمت بجالاتی ہے تو اس کی باقی بیویوں کے لیے شوہر کو اس سے روکنے کا حیلہ کرنا جائز نہیں ہے۔

شرح بخاری

نبی اکرم ﷺ نماز عصر کے بعد اپنی تمام بیویوں کے پاس جاتے اور ان کے حال و احوال پوچھتے اسی دوران امہات المؤمنین میں سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آپ کو شہد کا گھونٹ پلانا شروع کیا تو حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے آپ کو اس سے روکنے کے لیے حیلہ کیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان کے اس حیلے کی کراہت بیان کرنے کے لیے یہ باب لائے ہیں۔

قولہ "فَسَقَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" یعنی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو شہد پلایا بعض علماء کے نزدیک یہ راوی کی غلط فہمی پر محمول ہے کیونکہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تو اس پلاننگ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعاون کرنے والی تھیں شہد پلانے والی نہیں تھیں، شہد پلانے والی صحیح قول کے مطابق امہات المؤمنین میں سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں یا اس کو تعددِ واقعہ پر محمول کیا جائے گا۔



قولہ "لَنَحْتَالَنَّ لَهُ" اس کا ترجمہ باب سے تعلق ہے اور یہ چیز عورتوں کی فطرت میں داخل ہے خاص طور پر سوکنیں کسی بیوی کا خاوند سے قرب حاصل کرنا پسند نہیں کرتیں جب کہ امہات المؤمنین کا یہ حیلہ کرنا معاف کر دیا گیا ہے۔

قولہ "وَمَا نَزَلَ" اور یہ نازل ہونے والی سورت تحریم کی آیت "يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللهُ

لَکَ"[1] ہے۔

(۱۳) بَابُ مَا یُکْرَہُ مِنَ الِاحْتِیَالِ فِی الفِرَارِ مِنَ الطَّاعُونِ

طاعون سے بھاگنے کے لیے حیلہ کرنا منع ہے۔

۶۹۷۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَۃَ عَنْ مَالِکٍ عَنْ ابْنِ شِہَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِیعَۃَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ خَرَجَ إِلَی الشَّامِ فَلَمَّا جَاءَ بِسَرْغَ بَلَغَہُ أَنَّ الْوَبَاءَ وَقَعَ بِالشَّامِ فَأَخْبَرَہُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمْ بِہِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَیْہِ وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِہَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْہُ فَرَجَعَ عُمَرُ مِنْ سَرْغَ وَعَنْ ابْنِ شِہَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ أَنَّ عُمَرَ إِنَّمَا انْصَرَفَ مِنْ حَدِیثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ۔

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ نے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (سنہ ۱۸ھ ماہ ربیع الثانی میں) شام تشریف لے گئے۔ جب مقام سرغ پر پہنچے تو ان کو یہ خبر ملی کہ شام وبائی بیماری کی لپیٹ میں ہے۔ پھر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ کسی سرزمین میں وبا پھیلی ہوئی ہے تو اس میں داخل مت ہو، لیکن اگر کسی جگہ وبا پھوٹ پڑے اور تم وہیں موجود ہو تو وبا سے بھاگنے کے لیے تم وہاں سے نکلو بھی مت۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقام سرغ سے واپس آ گئے۔ اور ابن شہاب سے روایت ہے، ان سے سالم بن عبداللہ نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث سن کر واپس ہو گئے تھے۔



طاعون بروزن فاعول ہے قسطلانی نے کہا ہے حدیث میں آتا ہے کہ طاعون ہمارے دشمن جنوں کے چوب دینے سے لاحق ہوتی ہے لیکن ابن سینا نے کہا ہے کہ اسکا سبب فاسد خون ہے جو زہریلا مادہ میں بدل جاتا ہے اور عضو انسانی کو خراب کر دیتا ہے اور فاسد مادہ دل تک پہنچ جاتا ہے اور قے شروع ہو جاتی ہے اور غشی کے دورے پڑنے لگتے ہیں اور حدیث اور اس قول میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے یہ فاسد مادہ جنوں کے چوب دینے سے پیدا ہوتا ہو۔[2]







---

(1) سورۃ تحریم:۱

(2) اصل بات یہ ہے کہ طاعون چوہوں سے پھیلتی ہے، چوہوں کے پسّو ان کا خون چوستے ہیں اور ان کے مرنے کے بعد خون چوسنے والے پسّو جب انسانی جسم پر ڈستے ہیں تو قریب کی نرم جگہ میں گلٹی بن جاتی ہے اگر منہ پر ڈسیں تو گردن میں، بازو پر ڈسیں تو بغل میں گلٹی بن جاتی ہے اور جب یہ گلٹی متورم ہو جاتی ہے تو انسان کے بچنے کی امید کم ہی ہوتی ہے اور

قولہ "خَرَجَ إِلَى الشَّامِ" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ربیع الثانی ۱۸ھ میں عوام کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے شام کے سفر پر روانہ ہوئے تھے۔

قولہ "فَلَمَّا جَاءَ بِسَرْغَ" سین کی فتحہ اور را کے سکون کے ساتھ حجاز کے قریب شام کے ایک علاقہ کا نام ہے طاعون سے بھاگنے کا حیلہ یہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں فلاں جگہ تجارت کے لیے یا فلاں شخص کی ملاقات کے لیے جارہا ہوں حالانکہ اس سے اس کی نیت طاعون سے بھاگنے کی ہو۔

٦٩٧٤- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّهُ سَمِعَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ يُحَدِّثُ سَعْدًا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ الْوَجَعَ فَقَالَ رِجْزٌ أَوْ عَذَابٌ عُذِّبَ بِهِ بَعْضُ الْأُمَمِ ثُمَّ بَقِيَ مِنْهُ بَقِيَّةٌ فَيَذْهَبُ الْمَرَّةَ وَيَأْتِي الْأُخْرَى فَمَنْ سَمِعَ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا يُقْدِمَنَّ عَلَيْهِ وَمَنْ كَانَ بِأَرْضٍ وَقَعَ بِهَا فَلَا يَخْرُجْ فِرَارًا مِنْهُ.



ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا ہم سے شعیب نے بیان کیا' ان سے زہری نے' ان سے عامر بن سعد بن ابی وقاص نے کہ انہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طاعون کا ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ ایک عذاب ہے جس کے ذریعہ بعض امتوں کو عذاب دیا گیا تھا اس کے بعد اس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے اور وہ کبھی چلا جاتا ہے اور کبھی لوٹ آتا ہے۔ پس جو شخص کسی سرزمین پر اس کے پھیلنے کے متعلق سنے تو وہاں نہ جائے لیکن اگر کوئی کسی جگہ ہو اور وہاں یہ وبا پھوٹ پڑے تو وہاں سے بھاگے بھی نہیں۔

شرح بخاری

قولہ "فَلَا يُقْدِمَنَّ عَلَيْهِ" یعنی جس علاقہ میں طاعون پھیلی ہوئی ہو وہاں کسی کو داخل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہاں جانے سے اگر تقدیر الٰہی سے بیمار ہو گیا تو یہ سمجھے گا کہ طاعون زدہ علاقے میں آنے کی وجہ سے بیمار ہوا ہوں اور اس کا عقیدہ خراب ہو گا کہ اللہ تعالیٰ سے قطع نظر وہ بیماری کو ظاہری سبب کی طرف منسوب کرے گا اس لیے طاعون زدہ علاقہ میں داخل ہونے سے روکا گیا ہے اور اگر اس علاقے میں یہ وباء پھیل جائے جہاں وہ شخص رہتا ہے تو وہاں سے طاعون کے ڈر سے نکلے نہیں کیونکہ یہاں سے نکلنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس لیے کہ اگر اس کا اس علاقے میں رہ کر مرنا تقدیر میں لکھا ہے تو وہ نکلنے سے بھی بچ نہیں سکتا اور تقدیر کا لکھا ہوا ہو کر رہتا ہے اور اگر اس کا اس وباء سے بچ کر زندہ رہنا تقدیر میں مقدر ہے تو یہاں رہ کر بھی یہ موت کا شکار ہرگز نہیں ہو گا تو اس علاقے سے نکلنے کا کوئی فائدہ نہیں اس لیے وباء زدہ علاقے سے نکلنے سے روکا گیا ہے۔







ظاہر بات ہے کہ اس کا اثر انسان کے دل تک بھی پہنچ جاتا ہے طاعون چونکہ چوہوں سے پھیلتی ہے اس لیے چوہوں کو مارنے کی اجازت دی گئی ہے خواہ حرم میں پائے جائیں یا حل میں، اور چوہوں کو مارنے کے بعد انہیں زمین میں گڑھا کھود کر مٹی میں دبا دینا چاہیے تاکہ وہ پسّو انسانی جسم کو ڈس نہ سکیں۔

(۱۴) بَابٌ: فِي الْهِبَةِ وَالشُّفْعَةِ

هبہ واپس لینے اور حق شفعہ گرانے کے لیے حیلہ کرنے کا بیان

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: إِنْ وَهَبَ هِبَةً، أَلْفَ دِرْهَمٍ أَوْ أَكْثَرَ، حَتَّى مَكَثَ عِنْدَهُ سِنِينَ، وَاحْتَالَ فِي ذَلِكَ، ثُمَّ رَجَعَ الْوَاهِبُ فِيهَا فَلاَ زَكَاةَ عَلَى وَاحِدٍ مِنْهُمَا. فَخَالَفَ الرَّسُولَ ﷺ فِي الْهِبَةِ، وَأَسْقَطَ الزَّكَاةَ.

بعض لوگوں نے کہا: اگر کسی نے ایک ہزار یا اس سے زیادہ درہم کسی دوسرے کو ہبہ کیے حتیٰ کہ وہ اس کے پاس کئی سال رہے، پھر ان میں اس طرح حیلہ کیا کہ ہبہ کرنے والے نے وہ درہم اس سے واپس لے لیے تو ان دونوں میں سے کسی پر بھی زکاۃ واجب نہیں۔ ان حضرات نے ہبہ کے معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی کھلی مخالفت کی ہے، مزید برآں انہوں نے زکاۃ بھی ساقط کر دی ہے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اگر ایک شخص دوسرے کو ایک ہزار یا اس سے زیادہ درہم ہبہ کرے یہ درہم موھوب لہ کے پاس برسوں تک پڑے رہے ہوں پھر حیلہ کرتے ہوئے ہبہ کرنے والا وہ درہم واپس لے لے تو ان دونوں پر زکاۃ دینا لازم نہیں ہو گا ان لوگوں نے یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ کی ہبہ کے بارہ میں حدیث کی مخالفت کی ہے اور زکاۃ کو گرا دیا ہے۔

٦٩٧٥- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ.

ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا' ان سے ایوب سختیانی نے' ان سے عکرمہ نے اور ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنے ہبہ کو واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے کو خود چاٹ جاتا ہے' ہمارے لیے بری مثال مناسب نہیں۔

یعنی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کسی کو ہبہ دے کر واپس لینے والا شخص کتے کی طرح ہے جو قے کر کے اسے چاٹنا شروع کر دے اور ہم انسانوں کو ایسی مثالیں زیب نہیں دیتیں۔ [1]

شرح بخاری

---

[1] حدیث مذکور سے واضح ہے کہ موھوب لہ کو ہبہ دینے کے بعد اس میں رجوع کرنا حرام ہے جس سے معلوم ہوا کہ ہبہ پر موھوب لہ کا قبضہ ہو جاتا ہے، لہٰذا حولان حول کے بعد اس پر زکاۃ دینا بھی واجب ہو گا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہبہ میں رجوع کرنا جائز ہے تو اس طرح ان کے نزدیک ان میں سے کسی پر بھی زکاۃ نہیں آئے گی اور ایسا حیلہ کر کے ان کے نزدیک واہب اور موھوب لہ دونوں زکاۃ سے بچ سکتے ہیں۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ کو اپنی ملامت کا نشانہ بنایا ہے حالانکہ یہ لوگ ابو حنیفہ کے علم

وزہد کا احاطہ نہیں کر سکتے اور امام ابو حنیفہ کے پاس ہبہ میں رجوع کے جواز کی حدیث موجود ہے جو کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس کے بعد عینی نے ان تین صحابہ کرام کی احادیث کو پیش کیا ہے جو امام ابو حنیفہ اور حنفیہ کی دلیل ہیں، وہ ہبہ میں رجوع سے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو سنن ابن ماجہ کے حوالہ سے ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں" من وهبَ هبةً فهو أحقُّ بِهِبَتِهِ ما لم يُثَبْ منها" یعنی جو شخص کوئی چیز ہبہ کرے تو وہ جب تک اس کا عوض نہ دیا جائے اپنے ہبہ پر زیادہ حق رکھتا ہے۔

علامہ عینی اپنے مذہب کو بچانے کے لیے ضعیف اور غیر ثابت روایات کا سہارا لے رہے ہیں جو کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مترادف ہے کیونکہ اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع ضعیف ہے، اور عمرو بن دینار کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع بھی ثابت نہیں ہے، امام بیہقی فرماتے ہیں: "ابراهيم بن اسماعيل ضعيف عند أهل العلم بالحديث وعمرو بن دينار عن أبي هريرة منقطع" (السنن الكبرىٰ للبيهقي: حديث ١٢٠٢٤) یعنی علماء حدیث کے ہاں ابراہیم بن اسماعیل ضعیف ہے اور عمرو بن دینار اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان بھی انقطاع پایا جاتا ہے۔

رہی طبرانی کی حدیث جو عطاء نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من وهبَ هبةً فهو أحقُّ بها ما لم يُثَبْ منها-" (المعجم الكبير للطبراني: ١١٣١٧)



یہ روایت بھی انتہائی ضعیف ہے، کیونکہ اس کی سند میں ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان ہے جسے حافظ ابن حجر نے التقریب میں متروک الحدیث قرار دیا ہے بلکہ حنفی علماء نے بھی اسے مجروح قرار دیا ہے اور اس کی روایت کردہ حدیث کو معلول کہا ہے، علامہ زیلعی حنفی اس کے متعلق لکھتے ہیں: "هو معلول بأبي شيبة ابراهيم بن عثمان جد الإمام أبي بكر بن أبي شيبة وهو متفق على ضعفه و لينه ابن عدي في الكامل" (نصب الراية للزيلعي: ج٢، ص١٥٣)

یعنی یہ حدیث ابو بکر کے دادا ابو شیبہ کی وجہ سے ضعیف اور معلول ہے، کیونکہ ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور ابن عدی نے الکامل میں بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

اور ابن ہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف فتح القدیر (شرح الہدایہ) میں اس پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "هو ضعيف بأبي شيبة ابراهيم بن عثمان متفق على ضعفه مع مخالفته للصحيح" یعنی یہ حدیث ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے ضعیف ہے جس کے ضعیف ہونے پر سب علماء کا اتفاق ہے اس کے باوجود یہ صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے۔



علامہ عینی ابو شیبہ کو مجروح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "ابو شيبة ابراهيم بن عثمان عبسي كوفي قاضي واسط جد أبي بكر بن أبي شيبة كذبه شعبة و ضعفه أحمد و ابن معين و البخاري و النسائي وغيرهم و أورد له ابن عدي هذا الحديث في الكامل في مناكره" ابو

بکر بن ابی شیبہ کے دادا ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان عبسی کوفی کو امام شعبہ نے کذاب کہا ہے اور امام احمد اور ابن معین بخاری اور نسائی وغیرہ نے اسے ضعیف کہا ہے اور اس کی حدیث کو ابن عدی نے کامل میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کی منکر احادیث میں شامل کیا ہے اس سے قبل علامہ عینی ابوشیبہ راوی کو مجروح اور ضعیف قرار دینے کے بعد اپنے ساقط الاعتبار مذہب کو بچانے کے لیے یہاں اسی ضعیف راوی کی روایت کو بڑے دھڑلے سے پیش کر رہے ہیں ان کے اس استدلال پر جتنا تعجب کیا جائے کم ہے۔

علامہ عینی نے سالم بن عبداللہ عن عبداللہ بن عمر کی سند سے ایک روایت نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: "من وهبَ هبةً فهو أحقُّ بها ما لم يُثَبْ منها" اس پر امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لا يثبت هذا مرفوعا" (سنن دارقطني:٢٩٦٩) یہ روایت مرفوع ثابت نہیں ہے جب کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرفوع حدیث پیش کر کے ثابت کیا ہے کہ اپنے ہبہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو قئی کر کے اس میں رجوع کرتا ہے اور اسے چاٹنے لگتا ہے علامہ عینی اسے کراہت پر محمول کرتے ہیں حالانکہ اسی حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "ليس لنا مَثَلُ السَّوءِ "ہم انسانوں کو کتوں کی مثال اختیار کرنا زیب نہیں دیتا ہبہ میں رجوع کے حرام ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

علامہ عینی الزامی طور پر جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر قائل کے نزدیک ابوحنیفہ نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے تو آپ نے بھی اپنی ذکر کردہ حدیث کی مخالفت کی ہے کیونکہ اس حدیث میں مطلقا ہبہ میں رجوع کرنے سے روکا گیا ہے لیکن آپ اس کے خلاف والد کو اپنی اولاد کو دیئے ہوئے ہبہ میں رجوع کے جواز کے قائل ہیں۔

حالانکہ اولاد کو ہبہ کردہ چیز میں والد کو رجوع کرنے کا اختیار اس لیے دیا گیا ہے کہ اس بارہ میں صحیح ثابت حدیث موجود ہے جیسا کہ جامع ترمذی اور سنن ابی داود میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "لا يَحِلُّ لمسلمٍ أن يَهَبَ هِبَةً ثم يَرجِعَ فيها إلا فيما يُعطي الوالدُ ولَدَه ومَثَلُ الذي يَرجِعُ في هِبَتِه أو قال في عَطِيَّتِه كمَثَلِ الكلبِ يَقيءُ ثم يَعودُ في قَيئِه." هذا حديث حسن صحيح.

قال الشافعي: لا يحل لمن وهب هبة أن يرجع فيها إلا الوالد فله أن يرجع فيما أعرى ولده و احتج بهذا الجديث (جامع الترمذي :٢١٣٢،سنن أبي داود:٣٥٣٩) کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی چیز عطیہ دے یا کوئی چیز ہبہ کر کے اس میں رجوع کرے ہاں باپ اپنی اولاد کو عطیہ دے کر واپس لے سکتا ہے، باپ کے علاوہ اگر کوئی شخص عطیہ یا ہبہ دے کر واپس لیتا ہے تو اس کی مثال کتے کی طرح ہے جو کھا کر قئی کرتا ہے اور پھر اپنی قئی کو چاٹنا شروع کر دیتا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کسی شخص کے لیے ہبہ کی ہوئی چیز میں رجوع کرنا حلال نہیں ہے سوائے باپ کے وہ اپنی اولاد کو دیئے ہوئے عطیہ میں رجوع کر سکتا ہے۔

٦٩٧٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ إِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتْ الْحُدُودُ وَصُرِّفَتْ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الشُّفْعَةُ لِلْجِوَارِ ثُمَّ عَمَدَ إِلَى مَا شَدَّدَهُ فَأَبْطَلَهُ وَقَالَ إِنْ اشْتَرَى دَارًا فَخَافَ أَنْ يَأْخُذَ الْجَارُ بِالشُّفْعَةِ فَاشْتَرَى سَهْمًا مِنْ مِائَةِ سَهْمٍ ثُمَّ اشْتَرَى الْبَاقِيَ وَكَانَ لِلْجَارِ الشُّفْعَةُ فِي السَّهْمِ الْأَوَّلِ وَلَا شُفْعَةَ لَهُ فِي بَاقِي الدَّارِ وَلَهُ أَنْ يَحْتَالَ فِي ذَلِكَ.

ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ہشام بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم کو معمر نے خبر دی' انہیں زہری نے' انہیں ابوسلمہ نے اور ان سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفعہ کا حکم ہر اس چیز میں دیا تھا جو تقسیم نہ ہوئی ہو۔ پس جب حد بندی ہو جائے اور راستے الگ الگ کر دیے جائیں تو پھر شفعہ نہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ شفعہ کا حق پڑوسی کو بھی ہوتا ہے پھر خود ہی اپنی بات کو غلط قرار دیا اور کہا کہ اگر کسی نے کوئی گھر خریدا اور اسے خطرہ ہے کہ اسکا پڑوسی حق شفعہ کی بنا پر اس سے گھر لے لے گا تو اس نے اس کے سوحصے کر کے ایک حصہ اس میں سے پہلے خرید لیا اور باقی حصے بعد میں خریدے تو ایسی صورت میں پہلے حصے میں تو پڑوسی کو شفعہ کا حق ہو گا۔ گھر کے باقی حصوں میں اسے یہ حق نہیں ہو گا اور اس کے لیے جائز ہے کہ یہ حیلہ کرے۔

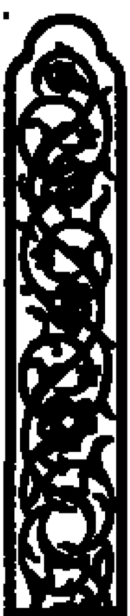


شرح بخاری

"وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الشُّفْعَةُ لِلْجِوَارِ" اور بعض لوگوں نے کہا ہے پڑوسی کے لیے حق شفعہ تب حاصل ہوتا ہے جب کہ وہ اپنے ہمسائے کے ساتھ راستہ میں شریک ہو اور دونوں کا راستہ ایک ہو جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الجارُ أحقُّ بشفعةِ جارِهِ ينتظرُ بها وإن كان غائبًا إذا كان طريقُهما واحدًا" یعنی پڑوسی اپنے ہمسائے کے شفعہ کا زیادہ حق رکھتا ہے اگر چہ وہ غائب ہو حق شفعہ میں اس کا انتظار کیا جائے گا اور یہ تب ہے جب کہ دونوں کا راستہ ایک ہو۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مذکور کے یہ الفاظ بھی اسی بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "فإذا وقعت الحدودُ وصرفت الطرقُ فلا شفعةَ" اور جب حدیں واقع ہو جائیں اور راستے جدا ہو جائیں تو پھر شفعہ کا حق باقی نہیں رہتا۔

بعض احناف جار (یعنی پڑوسی) کے لیے شفعہ مطلقاً ثابت کرتے ہیں، اور اس کے لیے حق شفعہ ثابت کرنے کے بعد اس

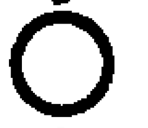


امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین صحیح حدیث کے پیش نظر باپ کے لیے اولاد کو دیئے ہوئے عطیہ میں رجوع کرنے کا اختیار دیتے ہیں جب کہ علامہ عینی ضعیف اور نا قابل اعتبار روایات کو اپنے مذہب کی دلیل بنا رہے ہیں۔

سے بچنے کا حیلہ بھی سکھاتے ہیں، وہ یہ کہ مکان خرید نے والا بائع سے مل کر اس مکان کے سو حصے کر لے۔ ①
گویا اس طرح اس مکان کی سو پٹیاں بن جائیں گی ہر پٹی تقریباً ایک ایک فٹ کی ہو گی، اب مشتری بائع سے وہ حصہ (پٹی) پہلے خرید لے جو پڑوسی کے مکان سے ملتی ہے، اس طرح وہ بائع سے اس کے مکان میں شریک بن جائے گا اس کا شریک بننے کے بعد وہ باقی گھر کے ننانوے حصے بھی خرید لے، پڑوسی اگر شفعہ کرنا چاہے گا تو اس کے ساتھ والی پٹی پر ہی کر سکے گا جو اس کے مکان سے ملتی ہے لیکن وہ اس ایک فٹ کی پٹی پر اس کے حقیر اور معمولی ہونے کی وجہ سے شفعہ کرے گا ہی نہیں اور باقی ننانوے حصوں پر پڑوسی شفعہ نہیں کر سکے گا کیونکہ وہ تو مشتری نے اپنے بائع کا شریک بننے کے بعد خریدے ہیں اور شریک کا حق شفعہ پڑوسی کے حق سے مقدم ہوتا ہے اور یہاں بھی مشتری مکان کا چھوٹا حصہ خرید کر صاحب مکان کا شریک بن چکا ہے۔
امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد احناف کے تناقض کی نشاندہی کرنا ہے کہ انہوں نے پڑوسی کے لیے شفعہ کو ثابت کیا اور اس پر حدیث "الجارُ أحقُّ بصقَبِه" سے استدلال کیا، اور پھر سنت سے ثابت اس نبوی فیصلے کو باطل کرنے کے لیے حیلہ بھی بتا دیا۔



٦٩٧٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ الشَّرِيدِ قَالَ جَاءَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى مَنْكِبِي فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ إِلَى سَعْدٍ فَقَالَ أَبُو رَافِعٍ لِلْمِسْوَرِ أَلَا تَأْمُرُ هَذَا أَنْ يَشْتَرِيَ مِنِّي بَيْتِي الَّذِي فِي دَارِي فَقَالَ لَا أَزِيدُهُ عَلَى أَرْبَعِ مِائَةٍ إِمَّا مُقَطَّعَةٍ وَإِمَّا مُنَجَّمَةٍ قَالَ أُعْطِيتُ خَمْسَ مِائَةٍ نَقْدًا فَمَنَعْتُهُ وَلَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْجَارُ أَحَقُّ بِصَقَبِهِ مَا بِعْتُكَهُ أَوْ قَالَ مَا أَعْطَيْتُكَهُ قُلْتُ لِسُفْيَانَ إِنَّ مَعْمَرًا لَمْ يَقُلْ هَكَذَا قَالَ لَكِنَّهُ قَالَ لِي هَكَذَا وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَبِيعَ الشُّفْعَةَ فَلَهُ أَنْ يَحْتَالَ حَتَّى يُبْطِلَ الشُّفْعَةَ فَيَهَبَ الْبَائِعُ لِلْمُشْتَرِي الدَّارَ وَيَحُدُّهَا وَيَدْفَعُهَا إِلَيْهِ وَيُعَوِّضُهُ الْمُشْتَرِي أَلْفَ دِرْهَمٍ فَلَا يَكُونُ لِلشَّفِيعِ فِيهَا شُفْعَةٌ.



ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا ان سے ابراہیم بن میسرہ نے بیان کیا انہوں نے عمرو بن الشرید سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے میرے مونڈھے پر اپنا ہاتھ رکھا پھر میں ان کے ساتھ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے یہاں گیا تو

① سو حصے بنانا بطور مثال ہے کیونکہ جتنے زیادہ حصے کیے جائیں گے اتنا ہی وہ حصہ حقیر اور معمولی بنے گا جو پڑوسی کے مکان سے متصل ہے، اور وہ اس حقیر سے چھوٹے حصے پر حق شفعہ نہیں کرے گا ورنہ سو سے کم وبیش حصے بنا کر بھی مثال دی جا سکتی ہے۔

ابو رافع نے مسور سے کہا آپ اسے حکم نہیں دیتے کہ وہ مجھ سے میرا مکان خرید لے جو میری حویلی میں ہے تو سعد نے اس پر کہا کہ اس کا چار سو سے زیادہ میں نہیں دے سکتا اور وہ بھی قسطوں میں دوں گا۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ مجھے تو اس کے پانچ سو نقد مل رہے تھے اور میں نے انکار کر دیا۔ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی زیادہ مستحق ہے تو میں اسے تمہیں نہ بیچتا۔ علی بن عبد اللہ مدینی نے کہا میں نے سفیان بن عیینہ سے اس پر پوچھا کہ معمر نے اس طرح نہیں بیان کیا ہے۔ سفیان نے کہا کہ لیکن مجھ سے تو ابراہیم بن میسرہ نے یہ حدیث اسی طرح نقل کی۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص چاہے کہ شفیع کو حق شفعہ نہ دے تو اسے حیلہ کرنے کی اجازت ہے اور حیلہ یہ ہے کہ جائداد کا مالک خریدار کو وہ جائداد ہبہ کر دے پھر خریدار یعنی موہوب لہ اس ہبہ کے معاوضہ میں مالک جائداد کو ہزار درہم ہبہ کر دے اس صورت میں شفیع کو شفعہ کا حق نہ رہے گا۔

"أَلَا تَأْمُرُ هَذَا" سے مراد سعد بن ابی وقاص ہیں جو مسور بن مخرمہ کے ماموں تھے۔

"إِمَّا مُقَطَّعَةٍ وَإِمَّا مُنَجَّمَةٍ" یہ راوی کی شک ہے، ورنہ دونوں لفظوں سے مراد ایک ہی ہے۔

قولہ "قَالَ أُعْطِيتُ" اس کا قائل ابو رافع ہے اور أُعْطِيتُ صیغہ مجہول ہے۔

قولہ "الْجَارُ أَحَقُّ بِصَقَبِهِ" سین یا صاد کے ساتھ اور سقب بمعنیٰ قرب ہے یعنی پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ حق دار ہے اور اس کے قرب سے مراد ہمسائیگی ہے۔

قولہ "وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ" یعنی بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اگر خریدار شفعہ کرنے والے کے شفعہ کو روکنا چاہے تو وہ یہ حیلہ کر لے کہ بائع جو جائیداد کا مالک ہے خریدار کو وہ جائیداد ہبہ کر دے اور خریدار اس جائیداد کی قیمت مثلاً وہ ہزار درہم ہو تو قیمت بائع کو ہبہ کر دے تو اس حیلہ کرنے سے شفیع کو شفعہ کا حق نہیں رہے گا، کیونکہ حق شفعہ بیع پر ہوتا ہے ہبہ پر حق شفعہ نہیں ہوتا۔

اور یہ شفعہ سے بچنے کا حیلہ ہے کہ ہو بیع رہی ہے اور اسے نام ہبہ کا دیا گیا ہے، حالانکہ ہبہ بالعوض بھی بیع کے حکم میں ہوتا ہے لیکن یہ حیلہ کرنے سے شفیع کا حق شفعہ ساقط نہیں ہوگا۔

٦٩٧٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ أَنَّ سَعْدًا سَاوَمَهُ بَيْتًا بِأَرْبَعِ مِائَةِ مِثْقَالٍ فَقَالَ لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْجَارُ أَحَقُّ بِصَقَبِهِ لَمَا أَعْطَيْتُكَ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنْ اشْتَرَى نَصِيبَ دَارٍ فَأَرَادَ أَنْ يُبْطِلَ الشُّفْعَةَ وَهَبَ لِابْنِهِ الصَّغِيرِ وَلَا يَكُونُ عَلَيْهِ يَمِينٌ.

ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ابراہیم بن میسرہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن شرید نے، ان سے ابو رافع نے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے ایک گھر کی

چار سو مثقال قیمت لگائی تو انہوں نے کہا کہ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی اپنے پڑوس کی وجہ سے زیادہ مستحق ہے تو میں اسے تمہیں نہ دیتا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر کسی نے کسی گھر کا حصہ خرید ااور چاہا کہ اس کا مستحق شفعہ باطل کردے تو اسے اس گھر کو اپنے چھوٹے بیٹے کو ہبہ کردینا چاہیے۔ اب نابالغ پر قسم بھی نہیں ہوگی۔

قولہ "وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ" بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر کسی نے کسی گھر کا حصہ خرید ااور وہ چاہتا ہے کہ شفیع کے حق شفعہ کو باطل کردے تو یہ حیلہ کرلے اور خریدا ہوا گھر اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کردے اور چھوٹے نابالغ بیٹے کا انتخاب اس لیے کرے تاکہ اس پر قسم بھی نہ آئے کیونکہ جب یہ معاملہ عدالت میں جائے گا تو موہوب لہ سے قسم لی جائے گی کہ واقعی تیرے باپ نے یہ گھر ہبہ کیا ہے یا شفعہ سے بچنے کے لیے حیلہ کیا ہے اور نابالغ بچے کو جو مثلاً دو سال کا ہے گھر ہبہ کیا ہوگا تو اس پر قسم نہیں آئے گی اور شفعہ کرنے کے لیے بارہ یا چودہ سال تک وہ اس کے جوان ہونے کا انتظار نہیں کرے گا لیکن اگر بڑے بالغ کو ہبہ کیا جائے تو اس پر قسم آئے گی اس لیے ہبہ کرنے کے لیے نابالغ کا انتخاب کیا جائے گا۔

(١٥) بَابُ احْتِيَالِ الْعَامِلِ لِيُهْدَى لَهُ[1]

عامل کا تحفہ لینے کے لیے حیلہ کرنا



٦٩٧٩- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا عَلَى صَدَقَاتِ بَنِي سُلَيْمٍ يُدْعَى ابْنَ اللُّتَبِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ حَاسَبَهُ قَالَ هَذَا مَالُكُمْ وَهَذَا هَدِيَّةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلَّا جَلَسْتَ فِي بَيْتِ أَبِيكَ وَأُمِّكَ حَتَّى تَأْتِيَكَ هَدِيَّتُكَ إِنْ كُنْتَ صَادِقًا ثُمَّ خَطَبَنَا فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْكُمْ عَلَى الْعَمَلِ مِمَّا وَلَّانِي اللهُ فَيَأْتِي فَيَقُولُ هَذَا مَالُكُمْ وَهَذَا هَدِيَّةٌ أُهْدِيَتْ لِي أَفَلَا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ وَأُمِّهِ حَتَّى تَأْتِيَهُ هَدِيَّتُهُ وَاللهِ لَا يَأْخُذُ أَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ

[1] ماقبل سے مناسبت: اس سے قبل حق شفعہ سے بچنے کے لیے نابالغ بیٹے کو خریدا ہوا مکان ہبہ کرنے کے حیلے کا ذکر تھا، اور نابالغ بیٹے کے نام مکان ہبہ کرنے والے کے پیش نظر ذاتی مفاد کا حصول ہوتا ہے جس کے لیے وہ صغیر (چھوٹے بیٹے) کو آڑ بنالیتا ہے، اسی طرح سرکاری ملازم کے پیش نظر بھی لوگوں سے تحائف وصول کرنے کا ذاتی مفاد ہوتا ہے جس کے لیے وہ سرکاری عہدے کو آڑ اور حیلہ بنالیتا ہے، شرعی اعتبار سے جیسے چھوٹے بیٹے کو مکان ہبہ کرنے سے شفیع کا حق شفعہ باطل نہیں ہوسکتا ویسے ہی حکومتی عہدے کو حیلہ بنانے سے حاصل کئے ہوئے تحائف پر عہدیدار کا تملک ثابت نہیں ہوسکتا۔



إِلَّا لَقِيَ اللهَ يَحْمِلُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَأَعْرِفَنَّ أَحَدًا مِنْكُمْ لَقِيَ اللهَ يَحْمِلُ بَعِيرًا لَهُ رُغَاءٌ أَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ أَوْ شَاةً تَيْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ يَدَهُ حَتَّى رُئِيَ بَيَاضُ إِبْطِهِ يَقُولُ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ بَصَرَ عَيْنِي وَسَمِعَ أُذُنِي.

ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا' ان سے ہشام نے' ان سے ان کے والد عروہ نے اور ان سے ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو بنی سلیم کے صدقات کی وصولی کے لیے عامل بنایا اس کا نام ابن اللتبیہ تھا پھر جب یہ عامل واپس آیا اور آنحضرت ﷺ نے ان کا حساب لیا' اس نے سرکاری مال علیحدہ کیا اور کچھ مال کی نسبت کہنے لگا کہ یہ (مجھے) تحفہ میں ملا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا پھر کیوں نہ تم اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھے رہے اگر تم سچے ہو تو وہیں یہ تحفہ تمہارے پاس آجاتا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا امابعد! میں تم میں سے کسی ایک کو اس کام پر عامل بناتا ہوں جس کا اللہ نے مجھے والی بنایا ہے پھر وہ شخص آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تمہارا مال اور یہ تحفہ ہے جو مجھے دیا گیا تھا۔ اسے اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھا رہنا چاہئے تھا تا کہ اس کا تحفہ وہیں پہنچ جاتا۔ اللہ کی قسم تم میں سے جو بھی حق کے سوا کوئی اور چیز لے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس چیز کو اٹھائے ہوئے ہوگا بلکہ میں تم میں ہر اس شخص کو پہچان لوں گا جو اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اونٹ اٹھائے ہوگا جو بلبلا رہا ہوگا یا گائے اٹھائے ہوگا جو اپنی آواز نکال رہی ہوگی یا بکری اٹھائے ہوگا جو اپنی آواز نکال رہی ہوگی۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ اٹھایا یہاں تک کہ آپ کے بغل کی سفیدی دکھائی دینے لگی اور فرمایا اے اللہ کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے۔ یہ فرماتے ہوئے آنحضرت ﷺ کو میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں سے سنا۔



شرح بخاری

قولہ "عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ" ان کا نام عبداللہ ہے، اور عبید لقب ہے جو اسمیت پر غالب آگیا ہے۔

قولہ "أَبُو أُسَامَةَ" ان کا نام حماد بن اسامہ ہے۔

عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ ان کا نام عبدالرحمان یا منذر ہے۔

قولہ "ابْنَ اللتبِيَّةِ" لام کے ضمہ اور تا کی فتحہ یا اس کے سکون سے با کے کسرہ اور یا کی تشدید کے ساتھ اس کا نام عبداللہ اور اس کی والدہ کا نام لتبیہ ہے۔

قولہ "حَاسَبَهُ" "أي أمر من حاسبه" یعنی آپ نے اس سے حساب لینے کا حکم دیا۔

قولہ "فَلَأَعْرِفَنَّ" لام تاکید سے ایک نسخہ میں فَلَا أَعْرِفَنَّ لا ناہیہ کے ساتھ ہے۔



یہ ترجمہ باب مستقل نہیں ہے، بلکہ یہ ضمنی باب فصل کے قائمقام ہے اور یہ باب اس بات کے بتانے کے لیے لایا گیا ہے کہ سرکاری ملازمین کے لیے اپنے عہدے کو لوگوں سے تحفے تحائف وصول کرنے کا ذریعہ بنانا جائز نہیں ہے، اور یہ حیلہ کرنا حرام ہے کہ وہ تحفے وصول کر کے مال زکاۃ کم کر دیں، کیونکہ لوگ عاملین سے رعایت کرانے اور زکاۃ کم کرنے کے لیے ہی

تحفے دیتے ہیں، لہٰذا ان کے لیے ہبہ اور تحفہ لینا جائز نہیں ہے اور اگر لیں گے تو وہ بیت المال میں جائیگا۔

یہ ترجمہ باب چونکہ مستقل نہیں بلکہ بطور فصل ہے اور اس سے پہلے آنے والا ترجمہ باب ہی جاری ہے اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد وہی احادیث لا رہے ہیں جو کہ "باب في الهبة و الشفعة" سے متعلق ہیں۔

٦٩٨٠- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَارُ أَحَقُّ بِصَقَبِهِ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنْ اشْتَرَى دَارًا بِعِشْرِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَحْتَالَ حَتَّى يَشْتَرِيَ الدَّارَ بِعِشْرِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ وَيَنْقُدَهُ تِسْعَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ وَتِسْعَ مِائَةِ دِرْهَمٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ وَيَنْقُدَهُ دِينَارًا بِمَا بَقِيَ مِنْ الْعِشْرِينَ الْأَلْفَ فَإِنْ طَلَبَ الشَّفِيعُ أَخَذَهَا بِعِشْرِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ وَإِلَّا فَلَا سَبِيلَ لَهُ عَلَى الدَّارِ فَإِنْ اسْتُحِقَّتِ الدَّارُ رَجَعَ الْمُشْتَرِي عَلَى الْبَائِعِ بِمَا دَفَعَ إِلَيْهِ وَهُوَ تِسْعَةُ آلَافِ دِرْهَمٍ وَتِسْعُ مِائَةٍ وَتِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ دِرْهَمًا وَدِينَارٌ لِأَنَّ الْبَيْعَ حِينَ اسْتُحِقَّ انْتَقَضَ الصَّرْفُ فِي الدِّينَارِ فَإِنْ وَجَدَ بِهَذِهِ الدَّارِ عَيْبًا وَلَمْ تُسْتَحَقَّ فَإِنَّهُ يَرُدُّهَا عَلَيْهِ بِعِشْرِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ قَالَ فَأَجَازَ هَذَا الْخِدَاعَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعُ الْمُسْلِمِ لَا دَاءَ وَلَا خِبْثَةَ وَلَا غَائِلَةَ.



ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' ان سے ابراہیم بن میسرہ نے' ان سے عمرو بن شرید نے اور ان سے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑوسی اپنے پڑوسی کا زیادہ حق دار ہے۔ اور بعض لوگوں نے کہا اگر کسی شخص نے ایک گھر بیس ہزار درہم میں خریدا (تو شفعہ کا حق ساقط کرنے کے لیے) یہ حیلہ کرنے میں کوئی قباحت نہیں کہ مالک مکان کو نو ہزار نو سو ننانوے درہم نقد ادا کرے اب بیس ہزار کے تکملہ میں جو باقی رہے یعنی دس ہزار اور ایک درہم' اس کے بدل مالک مکان کو ایک دینار (اشرفی) دے دے۔ اس صورت میں اگر شفیع اس مکان کو لینا چاہے گا تو اس کو بیس ہزار درہم پر لینا ہوگا ورنہ وہ اس گھر کو نہیں لے سکتا۔ ایسی صورت میں اگر بیع کے بعد یہ گھر (بائع کے سوا) اور کسی کا نکلا تو خریدار بائع سے وہی قیمت پھیر لے گا جو اس نے دی ہے یعنی نو ہزار نو سو ننانوے درہم اور ایک دینار (بیس ہزار درہم نہیں پھیر سکتا) کیونکہ جب وہ گھر کسی اور کا نکلا تو اب وہ بیع صرف جو بائع اور مشتری کے بیچ میں ہوگئی تھی بالکل باطل ہوگئی (تو اصل دینار پھیرنا لازم ہوگا نہ کہ اس کے ثمن (یعنی دس ہزار اور ایک درہم) اگر اس گھر میں کوئی عیب نکلا لیکن وہ بائع کے سوا کسی اور کی ملک نہیں نکلا تو خریدار اس گھر کو بائع کو واپس کر سکتا ہے اور بیس ہزار درہم اس سے لے سکتا ہے۔ حضرت امام بخاری نے کہا ان لوگوں نے مسلمانوں کے آپس میں مکر و فریب کو جائز رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے مسلمان کی بیع میں جو مسلمان کے ساتھ



ہو نہ عیب ہونا چاہئے (بیماری) نہ خباثت نہ کوئی آفت۔
قولہ "بِصَقَبِهِ" ابوذر کے ہاں سین کے ساتھ "بِسَقَبِهِ" ہے۔
وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنْ اشْتَرَى دَارًا بِعِشْرِينَ أَلْف دِرْهَمٍ اس حیلے کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص کے مکان کی مالیت دس ہزار درہم ہی ہے، لیکن وہ اسے بیچتے ہوئے اس کی قیمت بیس ہزار درہم لگاتا ہے اور اشٹام پر بیس ہزار لکھواتا ہے، تاکہ شفعہ کرنے والا شفعہ نہ کرے کیونکہ جب وہ دیکھے گا کہ دس ہزار مالیت والے مکان کی قیمت بیس ہزار لکھی ہوئی ہے تو وہ حق شفعہ کرے گا ہی نہیں اور دس ہزار مالیت والے مکان کو دگنی قیمت (یعنی بیس ہزار) میں خریدنے کی جرأت نہیں کرے گا۔

اور اگر وہ حق شفعہ کرے گا تو دس ہزار مالیت والے مکان کو ڈبل قیمت یعنی بیس ہزار میں خریدے گا، اب حیلہ ساز بیس ہزار درہم ادا یوں کرتا ہے کہ وہ بائع کو نو ہزار نو سو ننانوے درہم دے دیتا ہے اور بیس ہزار میں سے باقی دس ہزار ایک درہم رہ جاتا ہے ان کے بدلے میں ایک دینار بائع کو دے دیتا ہے گویا بیس ہزار ادا کرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ بیع صرف ہے، اور بیع صرف میں جب جنسیں مختلف ہوں تو کمی بیشی جائز ہوتی ہے یہاں بھی دس ہزار ایک درہم کے عوض میں ایک دینار دیا گیا ہے اور شفعہ بیع پر ہوتا ہے ادا پر نہیں اور بیع بیس ہزار پر ہوئی ہے لہٰذا اگر وہ حق شفعہ کرے گا تو بیس ہزار درہم دے کر وہ مکان خریدے گا، اور دس ہزار مالیت والے مکان کے بیس ہزار دے کر اسے لے سکے گا وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں بھی دس ہزار ہی دوں گا، کیونکہ یہ ادا ہے اور حق شفعہ ادا پر نہیں ہوتا بلکہ بیع پر ہوتا ہے اور بیع بیس ہزار پر ہوئی ہے۔



قولہ "فَإِنْ اسْتُحِقَّتْ الدَّارُ" یعنی اگر بیع کے بعد یہ مکان بائع کے علاوہ کسی اور کا نکلا جس سے معلوم ہوا کہ یہ گھر بائع کا نہیں کسی اور کا تھا اور بائع نے غیر کا مکان مشتری کے ہاتھ بیچ دیا ہے تو اب وہ یہ مکان بائع کو واپس کرے گا اور اپنی دی ہوئی رقم واپس لے گا جو کہ نو ہزار نو سو ننانوے درہم اور ایک دینار ہے کیونکہ اس مکان کا کوئی اور حقدار نکل آنے پر بیع صرف جو دینار کے ساتھ ہوئی تھی وہ باطل ہو جائے گی، لہٰذا استحقاق کی صورت میں مشتری بیس ہزار درہم نہیں بلکہ ادا شدہ رقم نو ہزار نو سو ننانوے درہم اور ایک دینار ہی واپس لے گا جو اس نے ادا کئے ہیں۔

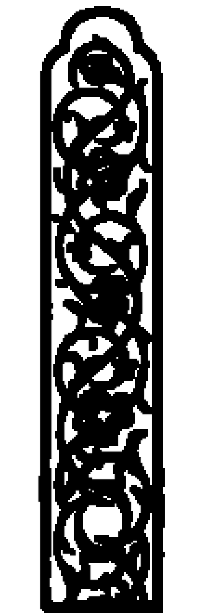
شرح بخاری

قولہ "فَإِنْ وَجَدَ بِهَذِهِ الدَّارِ عَيْبًا" اگر اس مکان کا کوئی اور حقدار تو نہیں نکلا لیکن اس میں کوئی عیب اور نقص پایا گیا اس عیب کی وجہ سے مشتری جب یہ مکان واپس کرے گا تو بائع اسے بیس ہزار درہم واپس دے گا۔



امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بعض الناس پر یہاں دو اعتراض کیے ہیں۔ ایک یہ کہ ان لوگوں نے مسلمانوں میں دھوکہ اور حیلہ کو جائز بنا دیا اور کہا کہ وہ شفیع کے شفعہ سے بچنے کے لیے دس ہزار مالیت والے مکان کی قیمت بیس ہزار رکھ سکتا ہے اس طرح وہ دوسرے کے حق شفعہ سے بچ سکتا ہے۔[1] دوسرا اعتراض یہ کہ انہوں نے استحقاق اور عیب کی وجہ سے رد





[1] علامہ عینی ناراض ہو گئے وہ لکھتے ہیں "فيه سوء الأدب فحاشا أبو حنيفة من ذالك فدينه المتين وورعه المحكم يمنعه عن ذلك" اس میں ابو حنیفہ کی بے ادبی پائی جاتی ہے جس سے وہ بری ہیں، ان کا مضبوط دین اور ٹھوس پرہیزگاری اس سے مانع ہے۔ عمدۃ القاری: ۱۸۹/۲۴ اگر دین کو اللہ تعالیٰ اور اس کے

کرنے میں فرق کر دیا ہے کہ مکان کا کوئی اور حقدار ثابت ہونے پر وہ ادا شدہ رقم ہی واپس لے گا لیکن عیب کی وجہ سے رد کرنے پر وہ بیس ہزار واپس لے گا، حالانکہ بیس ہزار درہم اس نے دیئے نہیں ہیں صحیح اور درست موقف یہ ہے کہ مشتری بائع سے استحقاق اور عیب دونوں صورتوں میں وہی رقم لے جو اس نے ادا کی ہے اور وہ نو ہزار نو سو ننانوے درہم اور ایک دینار ہے اسی طرح حق شفع کرنے والا بھی یہی رقم دے کر اس مکان کو حاصل کر سکتا ہے۔

یہاں اعتراض ہو سکتا ہے کہ حیلہ کرتے ہوئے دینار ہی کیوں رکھا گیا ہے کوئی اور چیز مثلاً کپڑا وغیرہ باقی رقم کے مقابلہ میں کیوں نہیں رکھ لیا گیا؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر دینار کی بجائے کپڑا وغیرہ رکھا جاتا تو یہ نئی بیع بن جاتی اور مکان کا کوئی اور حق دار نکلنے پر بائع کو بیس ہزار درہم دینا پڑتے اس لیے باقی رقم کے عوض دینار رکھ کر پوری رقم واپس کرنے سے بچنا مقصود ہے۔

٦٩٨١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ أَنَّ أَبَا رَافِعٍ سَاوَمَ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ بَيْتًا بِأَرْبَعِ مِائَةِ مِثْقَالٍ وَقَالَ لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْجَارُ أَحَقُّ بِصَقَبِهِ مَا أَعْطَيْتُكَ.



ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا' ان سے سفیان نے' ان سے ابراہیم بن میسرہ نے بیان کیا' ان سے عمرو بن شرید نے کہ ابو رافع رضی اللہ عنہ نے سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کو ایک گھر چار سو مثقال میں بیچا اور کہا کہ اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی پڑوسی کا زیادہ حق دار ہے تو میں آپ کو یہ گھر نہ دیتا (اور کسی کے ہاتھ بیچ ڈالتا)۔

شرح بخاری

"أَنَّ أَبَا رَافِعٍ" ان کا نام اسلم تھا، قاله القسطلاني.

امام بخاری حضرت ابو رافع کی اس حدیث کو کتاب الحیل کے آخر میں لا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ خیر القرون میں حق شفعہ سے بچنے کے لیے ایسے حیلے اختیار نہیں کیے جاتے تھے جو احناف میں پائے جاتے ہیں بلکہ وہ تو اپنا مکان یا زمین اس میں حق شفعہ رکھنے والے پر پیش کر دیا کرتے تھے تاکہ وہ اسے خرید لے اور اسمیں شفعہ کا کیس کرنے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک ہی منحصر سمجھا جاتا اور امتیوں کے نام پر دین و مذہب بنانے کی جسارت نہ کی جاتی تو عینی کو اس خفگی کی ضرورت پیش نہ آتی، المیہ یہ ہے کہ علماء بلکہ مفتی اور مجتہد بلکہ شارح حدیث کہلانے والے بھی تقلید جامد کے بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں حالانکہ علماء کو تقلید زیب نہیں دیتی، اگر دلیل کے ساتھ ابو حنیفہ کی بات کی تردید کرنا سوء ادب ہے تو یہ بے ادبی تو ابو حنیفہ کے مقلدوں سے بھی صادر ہوتی رہتی ہے مثال کے طور پر امام ابو حنیفہ نے قرآن اور اسلام کی تعلیم پر اجرت اور معاوضہ لینے کو حرام قرار دیا ہے جب کہ ان کے مقلدوں نے مصلحت کی خاطر اسے جائز قرار دیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت سوء ادب نہیں ہے جب کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو حدیث نبوی کی دلیل کے ساتھ مخالفت کرتے ہیں۔



کی نوبت ہی نہ آئے اور اس بارہ میں اپنا نقصان برداشت کرنا گوارا کر لیا کرتے تھے اور شفیع کا حق شفعہ ٹالنے کی کوشش اور اس کا حیلہ نہیں کیا کرتے تھے۔

(۹۲) كِتَابُ التَّعْبِيرِ

خوابوں کی تعبیر کے بیان میں

تعبیر بمعنی تفسیر ہے اور یہ لفظ خوابوں کی تفسیر کے ساتھ خاص ہے اور یہ "عبر" سے لیا گیا ہے اور اس سے مراد کسی چیز کے ظاہر سے اس کے باطن کی طرف پہنچنا ہے، راغب نے کہا ہے کہ یہ "عبر" سے ہے اور وہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تجاوز کرنا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبرت تخفیف کے ساتھ تفسیر کے معنیٰ میں ہے اور تشدید کے ساتھ اس میں مبالغہ کے لیے ہے رؤیا اور رؤیۃ میں فرق یہ ہے کہ "رؤیا" نیند کی حالت میں کوئی چیز دیکھنے پر استعمال ہوتا ہے جب کہ آنکھ سے کوئی چیز دیکھنے کو "رؤیۃ" تا کہ ساتھ استعمال کرتے ہیں، علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ رؤیا اور حُلم دونوں لفظ نیند کی حالت میں دیکھی جانے والی چیزوں پر بولے جاتے ہیں لیکن اکثر رؤیا کا اطلاق خیر پر اور حُلم کا اطلاق شر پر ہوتا ہے۔



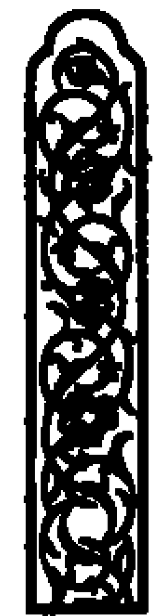
گویا لغۃ ان میں فرق نہیں ہے شرعی اصطلاح میں فرق پایا جاتا ہے جیسا کہ حدیث نبوی میں ہے، الرُّؤْيَا مِنَ اللهِ. والحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ. اطباء کے نزدیک خوابوں کا تعلق انسانی اخلاط سے ہوتا ہے جو کہ چار ہیں اور یہ خون، بلغم، صفراء اور سوداء ہیں، جس شخص پر بلغمی خلط غالب ہو اسے پانیوں کے خواب آتے ہیں مثلاً خواب میں دیکھتا ہے کہ ہر طرف پانی ہی پانی ہے یا پانی پر تیرتا ہے یا نہریں اور موجیں اور سفید رنگ نظر آتے ہیں اور جس پر صفراء غالب ہو تو اسے خواب میں آگیں نظر آتی ہیں یا وہ دیکھتا ہے فضا میں اوپر کی جانب چڑھ رہا ہے یا چراغ یا خون یا زرد رنگ دیکھتا ہے اور جس پر سوداوی خلط غالب ہو اسے تاریکیوں کے خواب آتے ہیں کہ جدھر جاتا ہے ادھر اندھیرا ہی اندھیرا ہے یا قبریں اور ہولناک منظر دیکھتا ہے اور بلڈ پریشر کے مریض کو خونی خواب آتے ہیں یعنی اگر خون غالب ہو تو سرخ چیزیں دیکھائی دیتی ہیں۔

شرح بخاری



حدیث میں آتا ہے کہ خوابوں کی تین قسمیں ہیں ایک حدیث نفس ہے کہ انسان دن کے وقت جو کام یا باتیں کرتا ہے وہی رات کو خواب میں نظر آنا شروع ہو جاتی ہیں، دوسرا رحمانی خواب جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے لیے بشارت ہوتی ہے جیسا کہ راقم نے جب جامع مسجد البدر میں توحید و سنت کو لازم پکڑنے اور قبر پرستی جیسے شرک کے رد سے متعلق مواعظ و خطبات شروع کیے اور دشمنوں نے تعاقب شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے خوابوں میں ریچھوں اور کتوں کی صورت میں دشمن دکھلائے تا کہ ان سے بچا جائے، تیسری قسم شیطانی خواب ہے جس میں شیطان بندے کو خواب میں ڈراتا ہے اور بندہ ایسا خواب دیکھ کر خوف زدہ ہو جاتا ہے گویا نفسانی رحمانی اور شیطانی یہ تین قسم کے خواب ہوتے ہیں اور انسانی خیالات





بھی تین قسم کے ہوتے ہیں، بعض خیالات انسانی نفس سے اٹھتے ہیں اور بعض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور بعض خیالات شیطانی ہوتے ہیں جس طرح خیالات کا منبع تین چیزیں ہیں اسی طرح رؤیا یعنی خواب کا منبع بھی تین چیزیں ہیں، بہرحال خواب شرعی لحاظ سے حجت نہیں ہیں، حجت صرف اللہ تعالیٰ کی شریعت ہے جو کتاب وسنت پر مشتمل ہے۔

اصحاب تعبیر نے سچے خوابوں کی چند قسمیں بیان کی ہیں۔

الرویا الصادقہ، یعنی سچے اور اچھے خواب جو کہ نبوت کا جزء ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ آمِنِينَ۔[1]

وہ رؤیا صالحہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوتی ہے، یا اگر مکروہ خواب ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے بندے کو بچانا چاہتے ہیں یہ فرشتے کے واسطے کے بغیر ہوتے ہیں۔

وہ خواب جو ملک الرؤیا یعنی خوابوں پر مقرر فرشتے کے بندے کے ذہن میں خیال ڈالنے سے آتا ہے اور اس فرشتے کا نام "صدیقون" ہے۔

الرؤیا المرموزۃ: جس میں بندے کو کسی بات یا کام کا اشارہ کرنا مطلوب ہوتا ہے جیسا کہ ایک آدمی کو دکھلایا گیا کہ تیری بیوی تجھے تیرے فلاں دوست کے ساتھ زہر دینا چاہتی ہے جس سے یہ اشارہ کیا گیا کہ اس کے دوست نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا ہے۔

اسی طرح باطل خوابوں کی بھی چند اقسام ہیں۔

۱: حدیث نفس، یعنی نفسانی اور پراگندہ خیالات،

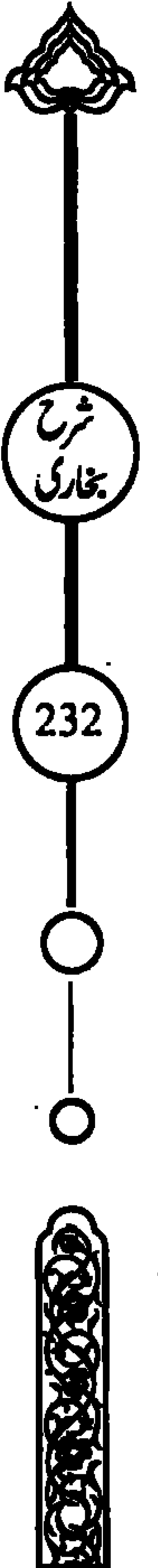
۲: وہ شیطانی خواب جس سے خواب دیکھنے والے پر غسل واجب ہو جائے اس کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔

۳: شیطان کی طرف سے بندے کے لیے ڈراوا، انسان اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے تو یہ اسے کوئی نقصان نہیں دیگا۔

وہ خواب جو بے ایمان جادوگر جادو ٹونے کر کے دکھلاتے ہیں اور خواب میں جن و شیطان اسے کہیں سے کہیں بھٹکائے پھرتے ہیں۔

وہ خواب جو اخلاط کے مکدر ہونے سے آتے ہیں جیسا کہ عنقریب ذکر ہو چکا ہے۔

انسان کو آنے والا خواب کبھی اپنے بارہ میں ہوتا ہے اور کبھی اسے آنے والا خواب اس کے اہل وعیال یا اس کے رشتہ داروں یا صنعت کاروں یا اس کی بیوی کے بارہ میں ہوتا ہے جیسا کہ ابوجہل علیہ ماعلیہ نے خواب دیکھا کہ وہ اسلام میں داخل ہو گیا ہے اور نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اور یہ اس کا خواب اس کے بیٹے کے حق میں پورا ہوا اسی طرح حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی اور کہا اے اللہ کے رسول میں نے ناپسند سا خواب دیکھا ہے، آپ نے فرمایا تو نے خیر ہی دیکھی ہے کہا اے اللہ کے رسول میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا کٹ کر میری گود میں آپڑا ہے. نبی اکرم ﷺ نے اس کی تعبیر کرتے ہوئے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوی



(1) الفتح: ۲۷

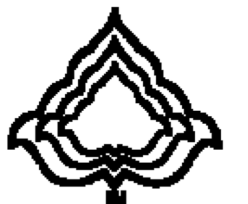
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بچے کو جنم دے گی اور تو اسے اپنی گود میں بٹھائے گی چنانچہ حضرت فاطمہ نے حسن بن علی کو جنم دیا اور ام فضل رضی اللہ عنہا نے اسے اپنی گود میں بٹھایا۔

جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے خواب سچے ثابت ہوں اسے چاہیے کہ ہمیشہ سچ بولے، جھوٹ سے بچے، سمجھدار ہو، اقوال و افعال میں صادق ہو جیسا کہ یوسف علیہ السلام کو صدیق کہا گیا ہے۔ [1] جو خوابوں کی تعبیر کیا کرتے تھے، انسان کو باوضوء سونا چاہیے تا کہ اس کے خواب سچے ثابت ہوں۔

معبر کو چاہیے کہ جب اس پر خواب پیش کیا جائے تو جواب دینے میں جلدی نہ کرے اور جان لے کہ یہ خواب کس کے بارہ میں ہو سکتا ہے اور تعبیر کرانے والے کو خیر کی خبر دے، اور معبر کو چاہیے کہ وہ کتاب و سنت کا عالم ہو بلکہ عربی لغت سے بھی واقف ہو۔

اولین قرآن و سنت کے ساتھ تعبیر ہونی چاہیے جیسا کہ کوئی شخص کشتی میں سوار ہونے کا خواب دیکھے تو اس سے مراد خوف سے نجات حاصل ہونا ہے کیونکہ قرآن کریم میں ہے: فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ. [2]

اگر کوئی شخص کنویں میں گرنے کا خواب دیکھے تو اس سے مراد ہے کہ اس کے ساتھ کوئی مکر اور تدبیر کی جارہی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے البئرُ جبارٌ. [3]



اور کبھی تعبیر شعر سے بھی کی جاتی ہے جیسا کہ کوئی خواب دیکھے کہ وہ بکریوں کو چرا رہا ہے اور بھیڑیا آ کر انہیں منتشر کر دیتا ہے اور بعض کو مار ڈالتا ہے تو اس سے مراد ہے کہ اس علاقے کا حکمران رعیت کو ضائع کر رہا ہے اور انہیں دشمن کے حوالے کر رہا ہے کیونکہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

ومن رعى غنما فى أرض مأسدة و نام عنها تولى رعيها الأسد

(١) بَابُ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنَ الوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ

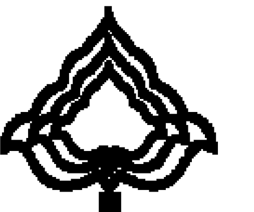
باب: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا سچے خواب کے ذریعہ ہوئی

٦٩٨٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ح و حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ فَكَانَ يَأْتِي حِرَاءً فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِي ذَوَاتِ الْعَدَدِ وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَتُزَوِّدُهُ لِمِثْلِهَا حَتَّى

[1] یوسف:٤٧
[2] العنکبوت:١٥
[3] صحیح بخاری:١٤٩٩

فَجِئَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فِيهِ فَقَالَ اقْرَأْ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ حَتَّى بَلَغَ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ فَرَجَعَ بِهَا تَرْجُفُ بَوَادِرُهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ فَقَالَ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ يَا خَدِيجَةُ مَا لِي وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ وَقَالَ قَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي فَقَالَتْ لَهُ كَلَّا أَبْشِرْ فَوَاللهِ لَا يُخْزِيكَ اللهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ ثُمَّ انْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى بْنِ قُصَيٍّ وَهُوَ ابْنُ عَمِّ خَدِيجَةَ أَخُو أَبِيهَا وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِيَّ فَيَكْتُبُ بِالْعَرَبِيَّةِ مِنْ الْإِنْجِيلِ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ عَمِيَ فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ أَيْ ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنْ ابْنِ أَخِيكَ فَقَالَ وَرَقَةُ ابْنَ أَخِي مَاذَا تَرَى فَأَخْبَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأَى فَقَالَ وَرَقَةُ هَذَا النَّامُوسُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى مُوسَى يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا أَكُونُ حَيًّا حِينَ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ فَقَالَ وَرَقَةُ نَعَمْ لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِيَ وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ فَتْرَةً حَتَّى حَزِنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا بَلَغَنَا حُزْنًا غَدَا مِنْهُ مِرَارًا كَيْ يَتَرَدَّى مِنْ رُءُوسِ شَوَاهِقِ الْجِبَالِ فَكُلَّمَا أَوْفَى بِذِرْوَةِ جَبَلٍ لِكَيْ يُلْقِيَ مِنْهُ نَفْسَهُ تَبَدَّى لَهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ رَسُولُ اللهِ حَقًّا فَيَسْكُنُ لِذَلِكَ جَأْشُهُ وَتَقِرُّ نَفْسُهُ فَيَرْجِعُ فَإِذَا طَالَتْ عَلَيْهِ فَتْرَةُ الْوَحْيِ غَدَا لِمِثْلِ ذَلِكَ فَإِذَا أَوْفَى بِذِرْوَةِ جَبَلٍ تَبَدَّى لَهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذَلِكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ ضَوْءُ الشَّمْسِ بِالنَّهَارِ وَضَوْءُ الْقَمَرِ بِاللَّيْلِ.

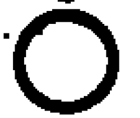
ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا'انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا'ان سے عقیل بن خالد نے بیان کیا'اور ان سے ابن شہاب نے بیان کیا(دوسری سند امام بخاری نے کہا) کہ مجھ سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا'انہوں نے کہا مجھ سے عبدالرزاق نے بیان کیا'ان سے معمر نے بیان کیا'ان سے زہری

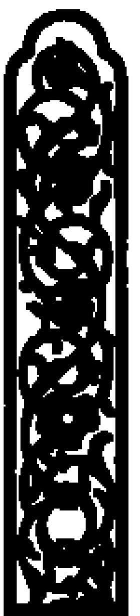




نے کہا کہ مجھے عروہ نے خبر دی اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء سونے کی حالت میں سچے خواب کے ذریعہ ہوئی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خواب بھی دیکھتے تو وہ صبح کی روشنی کی طرح سامنے آجاتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں چلے جاتے اور اس میں تنہا خدا کی یاد کرتے تھے چند مقررہ دنوں کے لیے۔ (یہاں آتے) اور ان دنوں کا توشہ بھی ساتھ لاتے۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس تشریف لے جاتے اور وہ پھر اتنا ہی توشہ آپ کے ساتھ کر دیتیں یہاں تک کہ حق آپ کے پاس اچانک آ گیا اور آپ غار حرا ہی میں تھے۔ چنانچہ اس میں فرشتہ آپ کے پاس آیا اور کہا کہ پڑھیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ آخر اس نے مجھے پکڑ لیا اور زور سے دابا اور خوب دابا جس کی وجہ سے مجھ کو بہت تکلیف ہوئی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے ایسا دابا کہ میں بے قابو ہو گیا یا انہوں نے اپنا زور ختم کر دیا اور پھر چھوڑ کر اس نے مجھ سے کہا کہ پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا ہے۔ الفاظ "مالم یعلم" تک۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو آپ کے مونڈھوں کے گوشت (ڈر کے مارے) پھڑک رہے تھے۔ جب گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تو فرمایا کہ مجھے چادر اڑھا دو' مجھے چادر اڑھا دو چنانچہ آپ کو چادر اڑھا دی گئی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف دور ہو گیا تو فرمایا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا میرا حال کیا ہو گیا ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سارا حال بیان کیا اور فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا' آپ خوش رہیے خداوند تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں' بات سچی بولتے ہیں' ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی وجہ سے پیش آنے والی مصیبتوں پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ پھر آپ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کے پاس لائیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد کے بھائی کے بیٹے تھے۔ جو زمانہ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے اور عربی لکھ لیتے تھے اور وہ جتنا اللہ تعالیٰ چاہتا عربی میں انجیل کا ترجمہ لکھا کرتے تھے' وہ اس وقت بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور بینائی بھی جاتی رہی تھی۔ ان سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا بھائی! اپنے بھتیجے کی بات سنو۔ ورقہ نے پوچھا بھتیجے تم کیا دیکھتے ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دیکھا تھا وہ سنایا تو ورقہ نے کہا کہ یہ تو وہی فرشتہ (جبریل علیہ السلام) ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر آیا تھا۔ کاش میں اس وقت جوان ہوتا جب تمہیں تمہاری قوم نکال دے گی اور زندہ رہتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا یہ مجھے نکالیں گے؟ ورقہ نے کہا کہ ہاں۔ جب بھی کوئی نبی و رسول وہ پیغام لے کر آیا جسے لے کر آپ آئے ہیں تو اس کے ساتھ دشمنی کی گئی اور اگر میں نے تمہارے وہ دن پا لیے تو میں تمہاری بھرپور مدد کروں گا لیکن کچھ ہی دنوں بعد ورقہ کا انتقال ہو گیا اور وحی کا سلسلہ کٹ گیا اور آنحضرت کو اس کی وجہ سے اتنا غم تھا کہ آپ نے کئی مرتبہ پہاڑ کی بلند چوٹی سے اپنے آپ کو گرا دینا چاہا لیکن جب بھی آپ کسی







پہاڑ کی چوٹی پر چڑھے تا کہ اس پر سے اپنے آپ کو گرادیں تو جبریل علیہ السلام آپ کے سامنے آگئے اور کہا کہ یا محمد! آپ یقینا اللہ کے رسول ہیں۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکون ہوتا اور آپ واپس آجاتے لیکن جب وحی زیادہ دنوں تک رکی رہی تو آپ نے ایک مرتبہ ایسا ارادہ کیا لیکن جب پہاڑ کی چوٹی پر چڑھے تو حضرت جبریل سامنے آئے اور اسی طرح کی بات پھر کہی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا سورۃ انعام میں لفظ فالق الاصباح سے مراد دن میں سورج کی روشنی اور رات میں چاند کی روشنی ہے۔

یہ حدیث اس سے قبل "کتاب بدء الوحی" کے آغاز میں اپنی مکمل تفصیل اور تشریح کے ساتھ گزر چکی ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں اس حدیث کو اس لیے لائے ہیں کہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کا ذکر ہے کہ آپ کے خواب سچے ہوا کرتے تھے، آپ کے خواب صبح کی روشنی کی طرح واضح ہوتے تھے، آپ رات کو جو خواب دیکھتے دن کے وقت اس کی تعبیر ظاہر ہو جاتی تھی اور اس سے ان لوگوں کا بھی رد ہو جاتا ہے جو خوابوں کی حقیقت کو نہیں مانتے، بلکہ انہیں توہم اور نفسانی خیالات سمجھتے ہیں حالانکہ انبیاء کرام کے خواب وحی الٰہی ہوتے تھے جیسا کہ تابعی کبیر عبید بن عمیر کا قول ہے "رؤيا الأنبياءِ وحيٌ" [1] انبیاء کرام کے خواب وحی الٰہی تھے۔



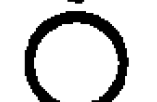
قولہ "الصادقةُ" ایک روایت میں "الصالحةُ" آتا ہے انبیاء کرام کے حق میں اخروی اعتبار سے یہ دونوں لفظ ہم معنیٰ ہیں اور دنیاوی اعتبار سے "الصالحةُ" "الصادقةُ" سے خاص ہے کہ انبیاء کرام کے سارے خواب صادقہ ہوتے ہیں اور دنیاوی اعتبار سے ان کے اکثر خواب صالحہ ہوتے ہیں اور کبھی غیر صالحہ بھی ہوتے ہیں جیسا کہ آپ کا غزوہ احد کے موقع پر گائیوں کے ذبح ہونے کا خواب دیکھنا۔

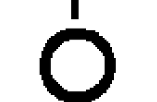
شرح بخاری

قولہ "يأتي حِراءً" ابن ابی جمرہ نے کہا ہے کہ غار حراء میں آپ کے لیے خلوت کو اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ اسمیں تین عبادات جمع ہو جاتی ہیں، خلوت اور تعبد اور خانہ کعبہ کو دیکھنا۔

قولہ "وهوَ التعبدُ" یہ تحنث کی تفسیر ہے جو کہ "يَتحنَّثُ" کا مصدر ہے اور یہ راوی کا ادراج ہے۔ "الليالِيَ ذواتِ العددِ" أي مع أيامهن، الليالي يتحنث کا مفعول ہے اور ذوات العدد صفت تقلیل کا فائدہ دیتی ہے جیسا کہ "دراهم معدودة" میں صفت تقلیل کے لیے ہے۔

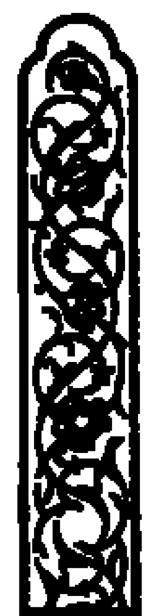
آپ کے پاس جبریل علیہ السلام کے غار حراء میں آنے کے وقت آپ کی عمر چالیس برس تھی اور جبریل علیہ السلام کی آمد سوموار کے دن میں تھی اور ماہ رمضان کی سترہ تاریخ تھی اور خوابوں کی وحی کی مدت چھ مہینے تھی اور جبریل کی آمد اس وقت تھی جب کہ گھر واپس لوٹنا چاہتے تھے جیسا کہ حافظ نے ذکر کیا ہے، قریش کی یہ عادت تھی کہ وہ ماہ رمضان میں ایسی خلوت اختیار کیا کرتے تھے جیسا کہ وہ عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے۔





قولہ "ويَتزَوَّدُ لذلكَ" أي لذالك التعبد

قولہ "فتزود لمثلها" أي لمثل الليالي قوله حتى فجئه الحق أى جاءه الوحي بغتة



[1] صحیح بخاری: (الوضوء) حدیث، ۱۳۸

قولہ "فقالَ اقرأْ" ظاہر یہ ہے کہ اس معاملہ میں تفخیم اور تہویل کے لیے جبریل علیہ السلام نے سلام نہیں کہا، کیونکہ سلام سے ابتداء کرنا انسانوں کے لیے ہے، فرشتوں کے لیے نہیں ہے اور جن فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کہا تھا وہ انسانی شکل میں آئے تھے اس لیے انہوں نے سلام کہا تھا، اور جنت میں فرشتے اہل جنت کو سلام کہیں گے کیونکہ عام طور پر آخرت کے معاملات دنیا سے مختلف ہوتے ہیں۔

فرشتے نے آپ کو "قل اقرء" نہیں کہا تا کہ "قل" بھی "اقرء" کے ساتھ قرآن کریم کا لفظ نہ بن جائے۔ جبریل علیہ السلام نے نبی علیہ السلام کو کونسی چیز پڑھنے کا حکم دیا تھا؟ بعض نے کہا ہے کہ یہی "اقرء" کہنے کا مطالبہ تھا یا سورۃ اقرء کی ابتدائی پانچ آیات کپڑے کے ٹکڑے پر لکھی ہوئی تھیں انہیں پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا۔

قولہ "بوادِرُہٗ" جمع بادرۃ کندھے اور گردن کے درمیان والے گوشت کو کہتے ہیں یہ گوشت کانپ رہا تھا کیونکہ نبوت سے بشری صفات تو ختم نہیں ہوتیں۔

قولہ "وتَحمِلُ الكَلَّ" بفتح الكاف أي الثقل اور اس میں غریبوں، یتیموں، اور مہمانوں پر خرچ کرنا بھی داخل ہے۔

قولہ "نوائِبِ الحقِّ" جمع نائبة و هي ما ينوب الإنسان و ينزل به من الحوادث

قولہ "أخو أبيها" یہ اس سے قبل "عم" کی صفت ہے اور اس سے قبل "هو" مبتداء محذوف ہے۔

قولہ "نَصْرًا مُؤَزَّرًا" "أزر" بمعنی قوت سے ہے۔

قولہ لم ينشب أي لم يلبث

(۲) بَابُ رُؤْيَا الصَّالِحِينَ

صالحین کے خوابوں کا بیان

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: لَقَدْ صَدَقَ اللهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب سچا کر دکھایا، ایک حقیقت تھی کہ تم ان شاء اللہ مسجد حرام میں امن کے ساتھ داخل ہوگے۔۔۔ ایک قریبی فتح تمہیں عطا فرمادی۔ تک"

۶۹۸۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ.

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا اُن سے اسحاق بن عبد

اللہ بن ابی طلحہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نیک آدمی کا اچھا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

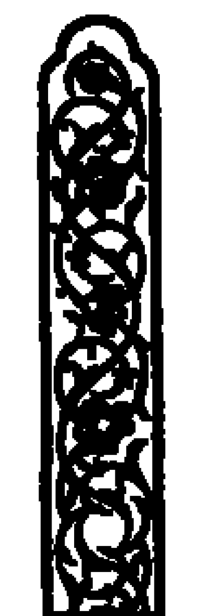
نیک لوگوں کے خواب کا بیان، نیک لوگوں کے خواب اکثر سچے ہوتے ہیں ان پر شیطان کا غلبہ کم ہوتا ہے اگرچہ ان کو بھی خواب میں کبھی پراگندہ خیالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن یہ ان پر ان کی صلاحیت کی وجہ سے کم ہوتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ "الفتح" کی آیت کریمہ پیش کی ہے، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کا ذکر ہے کہ آپ نے دیکھا کہ آپ مسلمانوں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے ہیں، بعض ان میں سے احرام کھول کر حلق کرا رہے ہیں اور بعض قصر کرا رہے ہیں، لیکن کفار مکہ نے آپ کو حدیبیہ میں روک دیا اور عمرہ نہ کرنے دیا، تو صحابہ کرام نے کہا کہ آپ کے خواب کا کیا بنا تب یہ آیت نازل ہوئی جس میں "مِنْ دُونِ ذَٰلِكَ" سے مراد فتح مکہ ہے اور "فَتْحًا قَرِيبًا" سے مراد فتح خیبر ہے جو محرم ۷ ہجری میں حاصل ہوئی، اور رمضان سن آٹھ میں مکہ فتح ہوا، انبیاء کرام کے خواب برحق ہوتے ہیں، ان کی تعبیر میں تاخیر ہو سکتی ہے۔

قولہ "جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا" اس بارہ میں روایات میں اختلاف آتا ہے، بخاری شریف میں ہے کہ نیک آدمی کا سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے،، مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں پینتالیسواں حصہ آتا ہے اور مسلم میں ہی حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی حدیث میں ستر آیا ہے اور طبرانی میں چھہتر آیا ہے جس کی سند ضعیف ہے، ابن عبدالبر نے حضرت انس سے مرفوع بیان کیا ہے کہ چھبیسواں حصہ ہے، ابن عباس کی حدیث میں پچاس آتا ہے ترمذی اور طبری میں چالیس مروی ہے اور طبری میں حضرت عبادہ سے چوالیس آتا ہے، اور مسند احمد میں عبداللہ بن عمرو سے انچاس مروی ہے، شرح نووی میں عبادۃ کی روایت میں چوبیس مروی ہے، پچیس، ستائیس، بیالیس اور بہتر بھی مروی ہے، حافظ نے پندرہ کے قریب لفظ ذکر کئے ہیں اور ان میں تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ صالحین یعنی نیک لوگ جن کو سچے خواب آتے ہیں ان کے مدارج بھی مختلف ہوتے ہیں جتنا کوئی زیادہ نیک ہوگا اس کا خواب بھی نبوت کا بڑا حصہ بنے گا اگر اعلیٰ درجے کا نیک ہو تو اس کا خواب نبوت کا چوبیسواں یا چھبیسواں حصہ ہوگا اور اگر ادنیٰ درجے کا نیک ہے تو اس کا خواب سترواں یا بہترواں حصہ ہوگا اور اوسط یعنی درمیانہ درجے کے نیک لوگوں کے بھی نیکی میں مختلف درجات ہوتے ہیں تو باقی الفاظ ان پر صادق آجائیں گے، بعض کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئیس سالہ نبوت کی چھیالیس ششماہیاں بنتی ہیں اور آپ کو شروع میں چھ ماہ سچے خواب آتے رہے ہیں اور چھ ماہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ بنتا ہے تو آپ کے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوئے اس طرح یہ حدیث آپ کے ساتھ ہی خاص ہوگی۔



بعض اس حدیث کا یہ معنیٰ کرتے ہیں کہ آپ کو جو اعلام ہوتا تھا اور آپ کو بعض چیزیں معلوم کرائی جاتی تھیں اس کے چھیالیس طریقے تھے جن میں سے آپ کے خواب بھی ایک طریقہ ہے جو چھیالیسواں جزء ہے، حافظ نے حلیمی کے واسطہ سے یہ سارے طریقے جمع کرنے کی کوشش کی ہے اور ایک غزالی کی بات بھی نقل کر دی ہے، غزالی نے کہا ہے کہ نبی میں



ایک قوت ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں کو دیکھ لیتا ہے جیسا کہ ہم آنکھوں سے مبصرات کو دیکھتے ہیں، وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے اس کی نظر تیز ہوتی ہے، دوسری بات یہ ہے اس نے اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور دار آخرت کے حقائق بڑے واضح دیکھے ہوتے ہیں، جو دوسروں کے لیے اتنے واضح نہیں ہوتے اور تیسری بات یہ ہے کہ اس میں خرق عادت قوت ہوتی ہے، یعنی وہ اپنے اختیار سے خرق عادت کا اظہار کرتا ہے جیسے ہم اپنے اختیاری کام مثلاً بیٹھنا، اور اٹھنا اپنے اختیار سے کرتے ہیں گویا غزالی نے خرق عادت کو بھی اختیاری بنادیا ہے، حالانکہ خرق عادت کام اختیاری نہیں ہوتا، قرآن کریم میں ہے "وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلا بِإِذْنِ اللهِ "[1] لہٰذا جو چیز خرق عادت ہوتی ہے، اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہوتا ہے، نبی تو اس کا محل ہوتا ہے اس کے ہاتھ پر خرق عادت ظاہر کرنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ نبی کی قوت سے یہ کام ہوا ہے بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طاقت کارفرما ہوتی ہے، غزالی کا یہ کہنا کہ نبی میں خرق عادت کی قوت ہوتی ہے یہ غلط ہے، بعض کام ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں قوت ارادی مضبوط ہوتی ہے اور وہ اختیاری چیزیں ہوتی ہیں لیکن وہ معجزہ نہیں ہوتیں، غزالی نے یہاں تک کہا ہے کہ اس میں ایسی قوت ہوتی ہے جس سے وہ لوح محفوظ کو دیکھ لیتا ہے، یہ گپ ہی ہے حافظ نے یہاں غزالی کی بات نقل کی ہے اور غزالی نے اس بارہ میں فلسفیوں کی اتباع کی ہے وہ نبوت کو اختیاری سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس شخص میں یہ قوتیں ہوں وہ نبی ہوتا ہے، اور یہ تب ہے جب کہ وہ نیک شخص ہو، اور اگر وہ نیک نہ ہو تو کاہن ہوتا ہے، حالانکہ نبوت اختیاری نہیں بلکہ وہبی چیز ہے۔

اس حدیث میں سچے خوابوں کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ کہا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک لوگوں کے سچے خوابوں کو بڑی اہمیت دی گئی ہے، گویا سچا خواب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض چیزیں معلوم کرنے کا ایک ذریعہ ہے، گویا نبوت کا یہ حصہ باقی ہے، لیکن اس حصے کے باقی رہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبوت باقی رہ گئی ہے کیونکہ حدیث میں ہے "إن الرسالة و النبوة قد انقطعت فلا نبي و لا رسول بعدي و لكن بقيت المبشرات قالوا و ما المبشرات يا رسول الله قال: الرؤيا الصالحة"[2] نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا ہے لہٰذا نبی اکرم ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی رسول، اور مبشرات باقی ہیں کہا گیا اے اللہ کے رسول، مبشرات سے کیا مراد ہے، فرمایا اس سے اچھے اور سچے خواب مراد ہیں، اس حدیث میں "لا نَبِيَّ بَعْدِي ولا رسول" کے ہوتے ہوئے کوئی شخص سچے خوابوں کی بنا پر نبی نہیں بن سکتا، سچے خواب اگرچہ نبوت کا جزء ہیں، لیکن ایک جزء کے پائے جانے سے کل حاصل نہیں ہوتا جیسا کہ انسان کی حقیقت حیوان ناطق ہے صرف حیوان کے پائے جانے سے انسان نہیں بن سکتا، بعض جزء ایسے ہوتے ہیں جن میں کل اور جزء دونوں شریک ہوتے ہیں جیسا کہ ماء (پانی) ہے، پانی کے قطرہ کو بھی "ماء" پانی کہتے ہیں اور سمندر کے پانی کو بھی ماء کہتے ہیں لیکن یہ اجزاء مقداری ہوتے ہیں، اس حدیث میں مقداری اجزاء مراد نہیں ہیں جو کہ سب ایک جیسے ہوتے ہیں، انسان کے حقیقی اجزاء جو کہ حیوان ناطق ہیں یہ تو الگ الگ ہی ہیں اسی

[1] المومن: ۷۸

[2] (فتح الباری: ج: ۱۲، ص ۳۷۵ بمعناہ)

طرح خواب، نبوت کے مقداری اجزاء سے نہیں ہے، مجموعہ کا نام نبوت ہے، نبی میں تمام اجزاء جمع ہوتے ہیں، ایک جزء پائے جانے سے نبی نہیں ہوتا۔

(۳) بَابُ الرُّؤْيَا مِنَ اللهِ

اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے

٦٩٨٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ مِنَ اللهِ، وَالحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ».

ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' کہا ہم سے زہیر نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ نے جو سعید کے بیٹے ہیں' کہا کہ میں نے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے سنا' کہا کہ میں نے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھے خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔

رؤیا کا لفظ شرعی اصطلاح کے اعتبار سے اچھی خواب پر اور حلم کا لفظ بُری خواب پر بولا جاتا ہے، یہ فرق شرعی اصطلاح میں ہے ورنہ ان دونوں الفاظ میں لغوی لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے، رؤیا کا اطلاق حُلم پر اور حُلم کا اطلاق رؤیا پر ہو جاتا ہے۔

حدیث میں خوابوں کی تین قسمیں ذکر ہوئی ہیں ایک اللہ تعالیٰ کی طرف سے، اور حدیث نفس اور ایک قسم شیطانی خوابوں کی ہے، بعض کہتے ہیں فرشتہ مثالیں خیال میں ڈالتا ہے، انسان انہیں خواب میں دیکھتا ہے بعض کہتے ہیں کہ عالم بالا کے مبادی عالیہ میں کچھ چیزیں منتقش ہوتی ہیں، انسان جب سو جاتا ہے، اس وقت نفس ناطقہ ان چیزوں سے فارغ ہو جاتا ہے جو یقظہ اور بیداری میں حواس کے ذریعے اندر آتی ہیں پہلے ادھر مشغولیت ہوتی ہے جب سو جاتا ہے تو توجہ عالم بالا کی طرف ہو جاتی ہے وہاں جو چیزیں منتقش ہوتی ہیں اور ان کا تعلق اس سے یا اس کے تعلق داروں سے ہوتا ہے وہ اس پر منکشف ہوتی ہیں، وہ کلیات ہوتے ہیں اور خیال انہیں ایک جزئی کی شکل دے دیتا ہے، پھر اس کی تعبیر ہو جاتی ہے، اس لیے جو لوگ پاگل ہوتے ہیں وہ بھی بعض دفعہ صحیح باتیں کرنے لگتے ہیں جو حواس کے ذریعے باتیں ان میں داخل ہوئی ہوتی ہیں ان کیطرف ان کی توجہ نہیں ہوتی، امور عالیہ کی طرف توجہ ہو جاتی ہے جیسے انسان کو خواب میں چیزیں نظر آتی ہیں وہ انہیں بیداری میں نظر آنے لگتی ہیں وہ عموماً گپیں ہانکتے ہیں اور کبھی کبھار اگر صحیح بات اگل دیں تو لوگ کہتے ہیں واہ یہ تو بڑا مجذوب ہے اور اسے اولیاء میں داخل کر دیتے ہیں خوابوں کی بھی ایسی صورت ہوتی ہے یہ بات بھی طیبی ہی بیان کرتے ہیں اور کبھی شیطان بھی ایسے خیالات ذہن میں ڈال دیتا ہے، بہر صورت خواب شرعی طور پر حجت نہیں ہے۔

٦٩٨٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي ابْنُ الهَادِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا يُحِبُّهَا، فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ اللهِ، فَلْيَحْمَدِ اللهَ عَلَيْهَا وَلْيُحَدِّثْ بِهَا، وَإِذَا رَأَى غَيْرَ ذَلِكَ مِمَّا يَكْرَهُ، فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّهَا، وَلاَ يَذْكُرْهَا لِأَحَدٍ، فَإِنَّهَا لاَ تَضُرُّهُ».

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے ابن الہاد نے ' ان سے عبداللہ بن خباب نے اور ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جسے وہ پسند کرتا ہو تو وہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس پر اللہ کی حمد کرے اور اسے بتادینا چاہئے لیکن اگر کوئی اس کے سوا کوئی ایسا خواب دیکھتا ہے جو اسے ناپسند ہے تو یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے پس اس کے شر سے پناہ مانگے اور کسی سے ایسے خواب کا ذکر نہ کرے۔ یہ خواب اسے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

قولہ "فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّهَا" اچھا اور سچا خواب دیکھے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے، اس پر دل میں خوشی محسوس کرے اور اپنے خیر خواہ دوستوں کے پاس اسے بیان بھی کر سکتا ہے۔

اور اگر مکروہ اور ناپسندیدہ خواب دیکھے تو حدیث مذکور میں ہے کہ اس کی شر سے پناہ مانگتے ہوئے "أعوذ باللہ" پڑھے اور حضرت جابر سے مروی مرفوع حدیث میں ہے کہ اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھو، تھو کرے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور مسلم کی حدیث میں کروٹ بدلنے کا ذکر ہے، مکروہ خواب آنے پر یہ سارے کام کئے جاسکتے ہیں اور برے خواب کو کسی کے پاس بیان نہ کرے۔

(۴) بَابٌ: الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ

اچھا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے

٦٩٨٦ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ۔ وَأَثْنَى عَلَيْهِ خَيْرًا، لَقِيتُهُ بِالْيَمَامَةِ۔ عَنْ أَبِيهِ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللهِ، وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا حَلَمَ فَلْيَتَعَوَّذْ مِنْهُ، وَلْيَبْصُقْ عَنْ شِمَالِهِ، فَإِنَّهَا لاَ تَضُرُّهُ» وَعَنْ أَبِيهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے عبداللہ بن یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا اور ان کی تعریف کی کہ میں نے ان سے یمامہ میں ملاقات کی تھی' ان سے ان کے والد نے' ان سے ابوسلمہ اور ان سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے پس اگر کوئی برا خواب دیکھے تو اسے اس سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے اور بائیں طرف تھوکنا چاہئے یہ خواب اسے کوئی

نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور عبداللہ بن یحییٰ سے ان کے والد نے اور ان سے عبداللہ بن ابی قتادہ نے بیان کیا اور ان سے ان کے والد نے نبی کریم ﷺ سے اسی طرح بیان کیا۔

قولہ "وَأَثْنِي عَلَيْهِ" یہ مسدد کی کلام ہے اور یمامہ مکہ اور یمن کے درمیان شہر ہے۔

اسماعیلی اور زرکشی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کا ترجمہ باب سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ اس میں نیک خواب کے نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہونے کا ذکر نہیں ہے حالانکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بغیر کسی مناسبت کے حدیث نہیں لاتے، دراصل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ باب کے ساتھ اس حدیث کی شرح کرنا چاہتے ہیں اور بتانا چاہتے ہیں کہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ وہ خواب بنتے ہیں جو رؤیا صالحہ یعنی نیک خواب ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں، برے خواب نبوت کا حصہ نہیں بنتے۔

٦٩٨٧ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ» وَرَوَاهُ ثَابِتٌ، وَحُمَيْدٌ، وَإِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَشُعَيْبٌ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.



ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا ہم سے غندر نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے قتادہ نے' ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اور ان سے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہوتا ہے۔

اس کی روایت ثابت' حمید' اسحاق بن عبداللہ اور شعیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

شرح بخاری

٦٩٨٨ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ.

ہم سے یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' ان سے زہری نے بیان کیا' ان سے سعید بن المسیب نے بیان کیا' اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہوتا ہے۔





٦٩٨٩ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، وَالدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ».



ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن ابی حازم اور عبدالعزیز دراوری نے

بیان کیا اُن سے یزید بن عبداللہ نے بیان کیا اُن سے عبداللہ بن خباب نے اُن سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نیک خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

(۵) بَابُ الْمُبَشِّرَاتِ

مبشرات کا بیان

۶۹۹۰ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ» قَالُوا: وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: «الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ».

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی' انہیں زہری نے' کہا مجھ سے سعید بن مسیب نے بیان کیا' ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ نے فرمایا کہ نبوت میں سے صرف اب مبشرات باقی رہ گئی ہیں۔صحابہ نے پوچھا کہ مبشرات کیا ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے خواب۔

قرآن کریم میں بھی وارد ہے "لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا" [1] اور یہ بشارت رؤیا صالحہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کو دکھایا جاتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مبشرات نبوت کا حصہ ہیں لیکن ایسا حصہ نہیں کہ جس کے ہونے سے کسی کو نبی کہا جاسکے، جیسا کہ کوئی آدمی اونچی آواز سے "اشهد أن لا اله الا الله" کہے تو اسے مؤذن نہیں کہا جائیگا اگر چہ "اشهد أن لا اله الا الله" اذان کا جزء ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص کھڑا ہو کر قرآن کریم کی تلاوت کرے تو اسے مصلی یعنی نمازی نہیں کہا جاسکتا، اگر چہ قرآن پڑھنا نماز کا جزء ہے، لیکن ایک جزء کے پائے جانے سے کل نہیں پایا جاتا۔



(۶) باب رؤیا یوسف

قوله تعالى: إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا...

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ چند صالحین کے سچے خوابوں کو ذکر کرنا چاہتے ہیں جن کا قرآن کریم میں ذکر ہوا ہے، اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کو بھی اسی ضمن میں ذکر کیا ہے۔

(۸) بَابُ التَّوَاطُؤِ عَلَى الرُّؤْيَا

ایک خواب پر (کئی آدمیوں کے) اتفاق کا بیان

۶۹۹۱ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ



[1] یونس: ۶۴

بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ أُنَاسًا أُرُوا لَيْلَةَ القَدْرِ فِي السَّبْعِ الأَوَاخِرِ، وَأَنَّ أُنَاسًا أُرُوا أَنَّهَا فِي العَشْرِ الأَوَاخِرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «التَمِسُوهَا فِي السَّبْعِ الأَوَاخِرِ».

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے عقیل نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے سالم بن عبداللہ نے' ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ کچھ لوگوں کو خواب میں شب قدر (رمضان کی) سات آخری تاریخوں میں دکھائی گئی اور کچھ لوگوں کو دکھائی گئی کہ وہ آخری دس تاریخوں میں ہوگی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے آخری سات تاریخوں میں تلاش کرو۔

اس حدیث میں ہے کہ کچھ لوگوں نے دیکھا کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ میں ہے اور کچھ نے دیکھا کہ وہ ستائیسویں رات ہے، گویا کہ وہ ستائیسویں پر متفق تھے، کیونکہ ستائیسویں رات آخری عشرہ میں ہی واقع ہے۔ تو آپ نے اسے آخری عشرے کی ساتویں رات میں تلاش کرنے کا حکم دے دیا، حافظ نے کہا ہے کہ جب کئی لوگ ایک ہی خواب دیکھیں تو یہ اس کی صحت اور صداقت کی دلیل ہے۔

(٩) بَابُ رُؤْيَا أَهْلِ السُّجُونِ وَالفَسَادِ وَالشِّرْكِ



قیدیوں، فسادیوں اور مشرکوں کے خواب کا بیان

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا وَقَالَ الآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ المُحْسِنِينَ. قَالَ لاَ يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ذَلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لاَ يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَهُمْ بِالآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللهِ مِنْ شَيْءٍ ذَلِكَ مِنْ فَضْلِ اللهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لاَ يَشْكُرُونَ يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ﴾ وَقَالَ الفُضَيْلُ: عِنْدَ قَوْلِهِ ﴿يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللهُ الوَاحِدُ القَهَّارُ. مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنِ الحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَنْ لاَ تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ القَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لاَ يَعْلَمُونَ. يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا وَأَمَّا الآخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ قُضِيَ الأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ. وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِنْهُمَا اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ فَأَنْسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ. وَقَالَ المَلِكُ إِنِّي أَرَى سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنْبُلاَتٍ خُضْرٍ



وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِنْ كُنْتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ ﴿قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تَأْكُلُونَ﴾ ﴿ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تُحْصِنُونَ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ﴾ [يوسف: ٤٩] وَادَّكَرَ: افْتَعَلَ مِنْ ذَكَرَ. أُمَّةٍ: قَرْنٍ. وَتُقْرَأُ: أَمَهٍ: نِسْيَانٍ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَعْصِرُونَ: الْأَعْنَابَ وَالدُّهْنَ. تُحْصِنُونَ: تَحْرُسُونَ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ دو اور نوجوان بھی قید خانے میں داخل ہوئے۔ الخ "حضرت فضیل نے اپنے پیر کاروں میں سے کسی کو کہا: اے عبداللہ! کیا متفرق رب بہتر ہیں یا ایک ہی اللہ جو سب پر غالب ہے؟ وادکر یہ لفظ ذکرت سے باب افتعال ہے۔ أُمَّةٍ کے معنیٰ ہیں: قرن یعنی زمانہ۔ اسے أَمَهٍ بھی پڑھا گیا ہے جس کے معنیٰ ہیں: بھول۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: يَعْصِرُونَ کے معنیٰ ہیں: انگور نچوڑیں گے اور تیل نکال لیں گے۔ تُحْصِنُونَ کے معنیٰ ہیں: جس کی تم حفاظت کرو گے۔



قولہ: "أمة زمانہ بعد قولہ الدهن "یعنی تلوں وغیرہ سے تیل نکالو گے۔

قولہ لأجبته "بغیر تحقیق کے نکل آتا۔

٦٩٩٢ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَأَبَا عُبَيْدٍ أَخْبَرَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوسُفُ ثُمَّ أَتَانِي الدَّاعِي لَأَجَبْتُهُ.

ہم سے عبداللہ نے بیان کیا 'انہوں نے کہا ہم سے جویریہ نے بیان کیا 'ان سے امام مالک نے بیان کیا 'ان سے زہری نے بیان کیا 'انہیں سعید بن مسیب اور ابو عبیدہ نے خبر دی اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں اتنے دنوں قید میں رہتا جتنے دنوں یوسف علیہ السلام پڑے رہے اور پھر میرے پاس قاصد بلانے آتا تو میں اس کی دعوت قبول کر لیتا۔



اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ جیسے نیک لوگوں کے خواب عام طور پر برحق اور سچ ہوتے ہیں اسی طرح کبھی کبھار برے لوگوں کا خواب بھی سچا ہو سکتا ہے، جیسا کہ قصہ یوسف میں دو قیدیوں کو سچا خواب آیا اور آپ نے اس کی تعبیر کی اور جیل میں اہل فساد ہی جاتے ہیں۔

(١٠) بَابُ مَنْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ فِي الْمَنَامِ
نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھنا

٦٩٩٣ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِي قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ ابْنُ سِيرِينَ إِذَا رَآهُ فِي صُورَتِهِ.

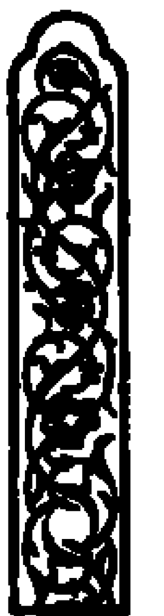
ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی' انہیں یونس نے' انہیں زہری نے' کہا مجھ سے ابو سلمہ نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا' آپ نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو کسی دن مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔ ابوعبداللہ (حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ ابن سیرین نے بیان کیا کہ جب آنحضرت ﷺ کو کوئی شخص آپ کی صورت میں دیکھے۔



اگر کوئی شخص نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھے تو اس کا کیا حکم ہے؟ کیا واقعی اس نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے یا کوئی اور احتمال بھی ہے؟ یہ فیصلہ کرنا ذرا مشکل ہے کیونکہ آپ کی شکل وصورت پر متعدد افراد تھے جن میں معمولی فرق تھا، حافظ نے کہا ہے قریباً پندرہ آدمی تھے جن کی شکل وصورت آپ سے ملتی جلتی تھی، جن میں سے حسن وحسین حضرت فاطمہ اور جعفر بھی تھے۔

جس شخص نے نبی اکرم ﷺ کو بیداری میں دیکھا تھا وہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ آپ کو ہی دیکھا ہے جیسا کہ صحابہ کرام تھے، انہوں نے بیداری میں آپ کا دیدار کیا تھا، وہ فیصلہ کرسکتے تھے کہ خواب میں نظر آنے والا آپ کا چہرہ تھا یا آپ کے مشابہ کا تھا، کیونکہ جزئیات کا علم دیکھنے سے ہوتا ہے پڑھنے سے نہیں، نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارک احادیث میں آتا ہے وہ تو کلیات ہیں اور کلیات سے جزئیات کا پتہ نہیں چلتا "والجزئي لا يكون كاسبا و لا مكتسبا" لہٰذا یہ حدیث صحابہ کرام کے ساتھ خاص ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر اسے خواب میں نبی اکرم ﷺ نظر آئیں جو نسی بھی شکل وصورت میں نظر آئیں وہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام ہی ہوں گے، اگرچہ اس نے آپ کو دیکھا نہ ہو کیونکہ ایک روایت میں آتا ہے "إني أرى في كل صورة" میں ہر شکل وصورت میں نظر آجاتا ہوں اور شکلیں مختلف ہوتی رہتی ہیں، آپ کی بھی مختلف شکلیں ہوئی ہیں، آپ کی بچپن کی صورت، پھر جوانی کی، اس کے بعد آخر عمر کی شکل وصورت بیماری کی حالت کی شکل صحت وتندرستی کی حالت سے مختلف ہوتی ہے، کبھی زخمی ہونے کی شکل وصورت ہوتی ہے، تو آپ پر مختلف حالتیں گزری ہیں، اس طرح تو آپ اپنے اس حلیہ کے بغیر بھی نظر آجائیں جو احادیث میں ذکر ہوا ہے تب بھی اس کی تعبیر یہی ہوگی کہ وہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام ہیں جو خواب میں نظر آئے ہیں، لیکن اگر خواب میں کوئی بات بتائیں تو جب تک آپ کی شریعت میں ثبوت نہ ہو



اس کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا، کیونکہ خواب حجت نہیں ہے بلکہ آپ کی شریعت جو قرآن وحدیث پر مشتمل ہے وہی حجت شرعیہ ہے، مثلاً کوئی شخص دعویٰ کرے کہ مجھے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام خواب میں ملے ہیں اور مجھے آپ نے فرمایا ہے کہ تو شراب پی لیا کر، تو خواب سے اس کے لیے شراب پینا حلال نہیں ہو گا بلکہ حرام ہی رہے گا، کیونکہ کتاب وسنت میں اسے حرام قرار دیا گیا ہے، خواب کی حالت میں سارے حواس تو کام نہیں کرتے لہٰذا خواب کی بات کا اعتبار نہیں ہے۔

کہا گیا ہے کہ ایک قاضی اور شرعی جج نے کہا کہ اگر مجھے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام خواب میں ملیں جب کہ میرے پاس کوئی مقدمہ پیش ہوا ہو جس میں گواہ بھی پیش ہو چکے ہوں لیکن آپ اس کے خلاف فیصلہ کرنے کا حکم دیں، تو میں خواب کے مطابق فیصلہ کروں، یا گواہوں کے مطابق فیصلہ کروں، تو علماء نے کہا کہ آپ گواہوں کے مطابق فیصلہ کریں گے، کیونکہ آپ نے اپنی نبوت کی زندگی میں گواہوں کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے، جو آپ نے اپنی نبوی زندگی میں فرمایا ہے اس پر عمل ہو گا، خواب پر عمل نہیں ہو گا، ویسے خواب میں اسے آپ کی صورت نظر آئے تو اس میں شیطان کا دھوکہ نہیں ہو گا لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ خواب خیالی ہو کہ بیداری میں کسی صورت کو سامنے رکھ کر کثرت سے آپ کا تصور ذہن میں جمانے اور پکانے سے خواب میں وہ صورت نظر آ جائے اگرچہ اس میں شیطان کا دخل نہیں لیکن یہ خواب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہو گا۔



قولہ "فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ" یعنی جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ کسی دن مجھے بیداری میں بھی دیکھ لے گا، اس کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ یہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے کے لوگوں کے لیے ہے، اس زمانہ میں جو لوگ مدینہ سے باہر رہتے تھے انہیں خواب میں نبی کریم علیہ السلام نظر آئیں تو انہیں بیداری میں عنقریب آپ کی زیارت ہو جائے گی۔

بعض کہتے ہیں یہ عام ہے جو بھی آپ کو خواب میں دیکھے وہ آپ کو ہی دیکھے گا، جیسا کہ عبداللہ بن عباس کو خواب میں نبی علیہ السلام نظر آئے آپ اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلے گئے، وہاں آئینہ دیکھا تو اس میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی صورت نظر آتی تھی، اپنی شکل نظر نہیں آتی تھی۔

بعض اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دنیا میں بھی بعض دفعہ آپ کی مثالی شکل بن جاتی ہے اور آپ نظر آ جاتے ہیں، جیسا کہ سیوطی نے نبی کریم علیہ السلام کو ستر بار سے زائد بیداری میں دیکھنے کا دعویٰ کیا ہے، اس سے یہ مراد نہیں کہ نبی کریم علیہ السلام بنفس نفیس تشریف لے آتے ہیں بلکہ آپ کی مثالی شکل نمودار ہوتی ہے اسے دیکھنا مراد ہے، گویا آپ کی مثالی شکل کو بیداری میں دیکھنا مراد ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ "فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ" سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن وہ آپ کی شکل وصورت کو دیکھ لیگا، اور دنیا میں آپ کو خواب میں دیکھنے والا قیامت کے دن آپ کا دیدار کر لے گا، اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قیامت کے دن تو سارے اہل ایمان آپ کو دیکھ لیں گے تو اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ "فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ" سے مراد یہ ہے کہ خواب میں آپ کو دیکھنے والے کو "علی سبیل الإعزاز و التکریم" آپ کی زیارت کرائی جائے گی۔

سیوطی صوفی آدمی تھا اس لئے آپ کی مثالی شکل دیکھ لی ہو گی، انسان کو جس طرح سوئے ہوئے خواب آ جاتی ہے ویسے



بیداری میں بھی خواب آجاتی ہے، بیداری میں خواب آنے سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی چیز کی فکر اور سوچ میں ہو تو اسے وہ چیز نظر آجاتی ہے اور یہ اس کی مثالی شکل ہی ہوتی ہے۔ اور یہ کشف کی شکل ہوتی ہے، کشف اور خواب میں فرق یہ ہے کہ خواب میں انسان سویا ہوتا ہے اور خواب دیکھتا ہے، جب کہ کشف میں بیدار ہوتا ہے، آدمی کسی کی سوچ و فکر میں ہوتا ہے تو کئی دفعہ وہ نظر آجاتا ہے اور وہ استغراق فی الخیال کی بنا پر باہر نظر آنے لگتا ہے، اس لئے کہ اس کی شکل دماغ میں پختہ کی ہوتی ہے جو نظر آنے لگتی ہے، جیسا کہ کئی لوگ تصور شیخ کرتے ہیں اور تصور شیخ سے مراد یہ ہے کہ پیر کی شکل کو اچھی طرح پکانا، اور پکانے سے مراد یہ ہے کہ جو صورت خیال میں ہوتی ہے، جب اسے پکایا جائے تو وہ حس مشترک میں آجاتی ہے اور جو چیز حس مشترک میں آجائے وہ باہر دکھائی دینے لگتی ہے، جب کہ ہوتی وہ دماغ میں ہے لیکن اسے باہر دکھائی دیتی ہے اور اسے دھوکہ لگتا ہے کہ شاید پیر صاحب آگئے ہیں جیسے کسی کو سرسام ہو جائے تو مسرسم آدمی کے دماغ میں جو خیالات ہوتے ہیں وہ حس مشترک میں آجاتے ہیں اور جو چیز حس مشترک میں آجائے وہ باہر دکھائی دینے لگتی ہے، جب کہ ہوتی وہ دماغ میں ہے لیکن اسے باہر دکھائی دیتی ہے اور اسے دھوکہ لگتا ہے کہ شاید پیر صاحب آگئے ہیں وہ کہتا ہے کہ وہ فلاں صاحب آگئے ہیں حالانکہ وہ فلاں صاحب دماغ میں ہوتے ہیں اور پکانے سے دماغ کی شکل حس مشترک میں آجاتی ہے اس طرح پکانے سے پیر کی شکل حس مشترک میں آجاتی ہے، جو اسے باہر دکھائی دیتی ہے

صوفیوں نے اسے اللہ کو ملنے کا آسان راستہ کہا ہے، حالانکہ اللہ کو کیا ملنا ہے یہ ان کا ایک دماغی تصرف ہوتا ہے جس کی وجہ سے خیالی شکل حس مشترک میں آجاتی ہے اور باہر نظر آنے لگتی ہے، عشق میں بھی یہی کچھ ہوتا ہے، محبت کے غلبے کی وجہ سے محبوب کی شکل حس مشترک میں آجاتی ہے اور حس مشترک کا یہ خاصہ ہے کہ اس میں جو چیز آجائے وہ باہر نظر آتی ہے حالانکہ وہ باہر ہوتی نہیں بلکہ اندر دماغ میں ہوتی ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ صوفی لوگ چونکہ تصور زیادہ کرتے ہیں اور کثرت تصور سے وہ چیز حس مشترک میں آجاتی ہے اور انہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ خارج میں ہے اور کہتے ہیں کہ ہمارا سینہ کھل گیا ہے، ہمارے مخالفوں کا سینہ نہیں کھلتا در اصل یہ لوگ پاگل ہو جاتے ہیں کثرت تصور سے دماغ خراب کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ چیز جو دماغ میں ہوتی ہے وہ انہیں باہر دکھائی دیتی ہے اور یہ ہمیں کہتے ہیں کہ تمہارا سینہ نہیں کھلا ہم کہتے ہیں کہ تمہارا دماغ خراب ہے جو قابل علاج ہے اس لیے تمہیں دماغ کے اندر کی چیز باہر نظر آتی ہے۔

٦٩٩٤ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُخْتَارٍ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَخَيَّلُ بِي وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ.

ہم سے معلیٰ بن اسد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد العزیز بن مختار نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ثابت بنانی نے بیان کیا اور ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے واقعی مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا اور مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک جزء ہوتا ہے۔

٦٩٩٥ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَمَنْ رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفِثْ عَنْ شِمَالِهِ ثَلَاثًا وَلْيَتَعَوَّذْ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَرَاءَى بِي.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے عبید اللہ بن ابی جعفر نے' کہا مجھ کو حضرت ابو سلمہ نے خبر دی اور ان سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صالح خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور برے خواب شیطان کی طرف سے پس جو شخص کوئی برا خواب دیکھے تو اپنے بائیں طرف کروٹ لے کر تین مرتبہ تھوتھو کرے اور شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے وہ خواب بد اس کو نقصان نہیں دے گا اور شیطان کبھی میری شکل میں نہیں آسکتا۔

٦٩٩٦- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ خَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِي الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ تَابَعَهُ يُونُسُ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ.



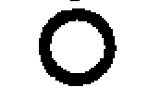
ہم سے خالد بن خلی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے محمد بن حرب نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے زبیدی نے بیان کیا' ان سے زہری نے بیان کیا' ان سے حضرت ابو سلمہ نے اور ان سے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔ اس روایت کی متابعت یونس نے اور زہری کے بھتیجے نے کی۔

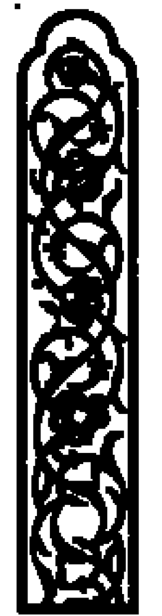
شرح بخاری

٦٩٩٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَكَوَّنُنِي.



ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابن الہاد نے بیان کیا' ان سے عبد اللہ بن خباب نے بیان کیا' ان سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا کیونکہ شیطان مجھ جیسا نہیں بن سکتا۔





قولہ "فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ" آپ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے برحق اور سچا خواب دیکھا اور مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میرے جیسا نہیں بن سکتا اللہ تعالیٰ نے اس پر میری زندگی میں اور وفات کے بعد بھی میری شکل و

صورت اختیار کرنا حرام کر دیا ہے بعض صوفی گپیں ہانکتے ہوئے یہ معنیٰ کرتے ہیں کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا کو دیکھ لیا گویا میں خدا ہوں اور حق سے مراد خدا لیا ہے جو کہ الحاد اور کفر ہے۔

(۱۱) بَابُ رُؤْيَا اللَّيْلِ

رات کے خواب کا بیان

رَوَاهُ سَمُرَةُ

اس سے متعلقہ حدیث حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود اس باب سے یہ بیان کرنا ہے کہ رات اور دن کے خواب صحیح اور معتبر ہونے میں برابر ہیں اسی لیے وہ اس کے بعد باب رؤیا النہار لا رہے ہیں۔

قولہ "رَوَاهُ سَمُرَةُ" سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی لمبی حدیث کتاب التعبیر کے آخر میں آ رہی ہے۔

قولہ "وَأَنْتُمْ تَنْتَقِلُونَهَا" منتقل کرنے کے معنیٰ میں ہے، بعض نسخوں "تَنْتَثِلُونَهَا" ہے نکالنے کے معنیٰ میں اور بعض نسخوں میں "تَنْتَفِلُونَهَا" ہے جو کے لوٹنے اور غنیمت بنانے کے معنیٰ میں ہے۔



٦٩٩٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الطُّفَاوِيُّ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ الْبَارِحَةَ إِذْ أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ حَتَّى وُضِعَتْ فِي يَدِي قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَذَهَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتُمْ تَنْتَقِلُونَهَا.

شرح بخاری

ہم سے احمد بن مقدام عجلی نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن عبدالرحمن الطفاوی نے بیان کیا، ان سے ایوب نے بیان کیا، ان سے محمد نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے مفاتیح الکلم دیے گئے ہیں اور رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے اور گذشتہ رات میں سویا ہوا تھا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں میرے پاس لائی گئیں اور میرے سامنے انہیں رکھ دیا گیا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اس دنیا سے تشریف لے گئے اور تم ان خزانوں کی کنجیوں کو الٹ پلٹ کر رہے ہو یا نکال رہے ہو یا غنیمت بنا رہے ہو۔





٦٩٩٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرَانِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَرَأَيْتُ رَجُلًا آدَمَ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ لَهُ لِمَّةٌ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ اللِّمَمِ قَدْ رَجَّلَهَا تَقْطُرُ مَاءً مُتَّكِئًا عَلَى رَجُلَيْنِ أَوْ عَلَى



عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقِيلَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ إِذَا أَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ أَعْوَرِ الْعَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّهَا عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقِيلَ الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ.

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' کہا ہم سے امام مالک نے' ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' رات مجھے کعبہ کے پاس (خواب میں) دکھایا گیا۔ میں نے ایک گندمی رنگ کے آدمی کو دیکھا وہ گندمی رنگ کے سب سے خوبصورت آدمی کی طرح تھے' ان کے لمبے خوبصورت بال تھے' ان سب سے خوبصورت بالوں کی طرح جو تم دیکھ سکے ہوگے۔ ان میں انہوں نے کنگھا کیا ہوا تھا اور پانی ان سے ٹپک رہا تھا اور وہ دو آدمیوں کے سہارے یا (یہ فرمایا کہ) دو آدمیوں کے شانوں کے سہارے بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ مسیح ابن مریم علیہ السلام ہیں۔ پھر اچانک میں نے ایک گھنگھریالے بال والے آدمی کو دیکھا جس کی ایک آنکھ کانی تھی اور انگور کے دانے کی طرح اٹھی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا' یہ کون ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ مسیح دجال ہے۔

٧٠٠٠- حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أُرِيتُ اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَتَابَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ وَسُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَوْ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ شُعَيْبٌ وَإِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى عَنْ الزُّهْرِيِّ كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مَعْمَرٌ لَا يُسْنِدُهُ حَتَّى كَانَ بَعْدُ.



ہم سے یحییٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے یونس نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ نے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ میں نے رات میں خواب دیکھا ہے اور انہوں نے واقعہ بیان کیا اور اس روایت کی متابعت سلیمان بن کثیر' زہری کے بھتیجے اور سفیان بن حسین نے زہری سے کی' ان سے عبید اللہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا' اور زبیدی نے زہری سے بیان کیا' ان سے عبید اللہ نے اور ان سے ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور شعیب اور اسحاق بن یحییٰ نے زہری سے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے تھے اور معمر نے اسے متصلاً نہیں بیان کیا لیکن بعد



میں متصلاً بیان کرنے لگے تھے۔

قولہ "إِنِّي أُرِيتُ الليلةَ فِي الْمَنَامِ" یہ مکمل حدیث "باب من لم یر الرؤیا لأول عابر" کے تحت آر ہی ہے۔

(١٢) بَابُ الرُّؤْيَا بِالنَّهَارِ

دن کے خواب کا بیان

وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ: عَنِ ابْنِ سِيرِينَ: «رُؤْيَا النَّهَارِ مِثْلُ رُؤْيَا اللَّيْلِ».

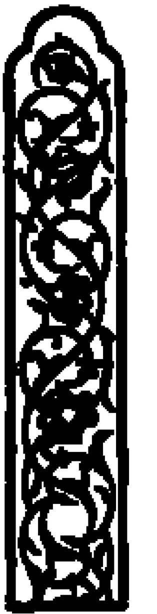
ابن عون نے امام ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ دن کے خواب بھی رات کے خواب کی طرح ہیں۔

٧٠٠١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ وَكَانَتْ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَأَطْعَمَتْهُ، وَجَعَلَتْ تَفْلِي رَأْسَهُ، فَنَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ.



ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے اور انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے' وہ حضرت عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں۔ ایک دن آپ ان کے یہاں گئے تو انہوں نے آپ کے سامنے کھانے کی چیزیں پیش کیں اور آپ کا سر جھاڑنے لگیں۔ اس عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے پھر بیدار ہوئے تو آپ مسکرا رہے تھے۔

٧٠٠٢- قَالَتْ: فَقُلْتُ: مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللهِ، يَرْكَبُونَ ثَبَجَ هَذَا البَحْرِ، مُلُوكًا عَلَى الأَسِرَّةِ، أَوْ: مِثْلَ المُلُوكِ عَلَى الأَسِرَّةِ - شَكَّ إِسْحَاقُ - قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَدَعَا لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، فَقُلْتُ: مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللهِ» كَمَا قَالَ فِي الأُولَى، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: «أَنْتِ مِنَ الأَوَّلِينَ» فَرَكِبَتِ البَحْرَ فِي زَمَانِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِينَ خَرَجَتْ مِنَ البَحْرِ، فَهَلَكَتْ.



انہوں نے کہا کہ میں نے اس پر پوچھا یارسول اللہ! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اللہ کے راستے میں غزوہ کرتے ہوئے پیش کیے گئے اس دریا کی پشت پر وہ اس طرح سوار ہیں جیسے بادشاہ تخت پر ہوتے ہیں۔ اسحاق کو شک تھا (حدیث کے الفاظ "ملوکاً علی الأسرۃ" تھے یا "مثل الملوك على الأسرة") انہوں نے کہا کہ میں نے اس پر عرض کیا یارسول اللہ! دعا کیجئے کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے کردے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے دعا کی پھر آپ نے سر مبارک رکھا (اور سو گئے) پھر بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اللہ کے راستے میں غزوہ کرتے پیش کئے گئے جس طرح آنحضرت ﷺ نے پہلی مرتبہ فرمایا تھا۔ بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ سے دعا کریں کہ مجھے بھی ان میں کردے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم سب سے پہلے لوگوں میں ہوگی۔ چنانچہ ام حرام رضی اللہ عنہا معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سمندری سفر پر گئیں اور جب سمندر سے باہر آئیں تو سواری سے گر کر شہید ہو گئیں۔



٧٠٠٣- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ: أَنَّ أُمَّ العَلَاءِ، امْرَأَةً مِنَ الأَنْصَارِ بَايَعَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهُمُ اقْتَسَمُوا المُهَاجِرِينَ قُرْعَةً، قَالَتْ فَطَارَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ وَأَنْزَلْنَاهُ فِي أَبْيَاتِنَا، فَوَجِعَ وَجَعَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ غُسِّلَ وَكُفِّنَ فِي أَثْوَابِهِ، دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ، فَشَهَادَتِي عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَمَا يُدْرِيكِ أَنَّ اللهَ أَكْرَمَهُ» فَقُلْتُ: بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ، فَمَنْ يُكْرِمُهُ اللهُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَّا هُوَ فَوَاللهِ لَقَدْ جَاءَهُ اليَقِينُ، وَاللهِ إِنِّي لَأَرْجُو لَهُ الخَيْرَ، وَوَاللهِ مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللهِ مَاذَا يُفْعَلُ بِي» فَقَالَتْ: وَاللهِ لاَ أُزَكِّي بَعْدَهُ أَحَدًا أَبَدًا.

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا مجھ سے لیث بن سعد نے بیان کیا، کہا مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہیں خارجہ بن ثابت نے خبر دی، انہیں ام علاء رضی اللہ عنہا نے کہ ایک انصاری عورت جنہوں نے رسول کریم ﷺ سے بیعت کی تھی اس نے خبر دی کہ انہوں نے مہاجرین کے ساتھ سلسلہ اخوت قائم کرنے کے لیے قرعہ اندازی کی تو ہمارا قرعہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے نام نکلا۔ پھر ہم نے انہیں اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ اس کے بعد انہیں ایک بیماری ہوگئی جس میں ان کی وفات ہوگئی۔ جب ان کی وفات ہوگئی تو انہیں غسل دیا گیا اور ان کے کپڑوں کا کفن دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ میں نے کہا ابو السائب



(عثمان رضی اللہ عنہ) تم پر اللہ کی رحمت ہو' تمہارے متعلق میری گواہی ہے کہ تمہیں اللہ نے عزت بخشی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ نے انہیں عزت بخشی ہے۔ میں نے عرض کیا' میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! پھر اللہ کسے عزت بخشے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک ان کا تعلق ہے تو یقینی چیز (موت) ان پر آچکی ہے اور اللہ کی قسم میں بھی ان کے لیے بھلائی کی امید رکھتا ہوں اور اللہ کی قسم میں رسول اللہ ہونے کے باوجود حتمی طور پر نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ انہوں نے اس کے بعد کہا کہ اللہ کی قسم اس کے بعد میں کبھی کسی کی براءت نہیں کروں گی۔

یہ باب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانے کے لیے لائے ہیں کہ معتبر ہونے میں مرد و عورت کے خوابوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور دونوں کے نیک خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں۔

قولہ "مَا أَدْرِي مَاذَا يُفْعَلُ بِي" "ناجاننا پہلے تھا اس کے بعد آیت "لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ" [1] نازل کر کے عدم علم اٹھا دیا گیا اور آپ کو علم ہو گیا۔

٧٠٠٤- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهٰذَا، وَقَالَ: «مَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِهِ» قَالَتْ: وَأَحْزَنَنِي فَنِمْتُ، فَرَأَيْتُ لِعُثْمَانَ عَيْنًا تَجْرِي، فَأَخْبَرْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «ذٰلِكَ عَمَلُهُ».

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا ہم کو شعیب نے خبر دی اور انہیں زہری نے یہی حدیث بیان کی اور بیان کیا کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) میں نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ انہوں نے بیان کیا کہ اس کا مجھے رنج ہوا۔ (کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کوئی بات یقین کے ساتھ معلوم نہیں ہے) چنانچہ میں سو گئی اور میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے ایک جاری چشمہ ہے۔ میں نے اس کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ان کا نیک عمل ہے۔

(١٤) بَابٌ: الْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ

براخواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے

فَإِذَا حَلَمَ فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ، وَلْيَسْتَعِذْ بِاللهِ عَزَّ وَجَلَّ

جب تم میں سے کوئی شخص برا خواب دیکھے تو اپنی بائیں جانب تھو تھو کرے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے۔

٧٠٠٥- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيَّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفُرْسَانِهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الرُّؤْيَا مِنْ

---

[1] الفتح: ٢

اللهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا حَلَمَ أَحَدُكُم الْحُلْمَ يَكْرَهُهُ فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ وَلْيَسْتَعِذْ بِاللهِ مِنْهُ فَلَنْ يَضُرَّهُ.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے جو نبی کریم ﷺ کے صحابی اور آپ کے شہسواروں میں سے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا' آپ نے فرمایا کہ اچھے خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور برے شیطان کی طرف سے پس تم میں جو کوئی برا خواب دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو اس چاہیے کہ اپنے بائیں طرف تھوکے اور اس سے اللہ کی پناہ مانگے وہ اسے ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

(۱۵) بَابُ اللَّبَنِ

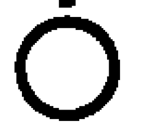
دودھ کو خواب میں دیکھنا



۷۰۰۶- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ مِنْ أَظْفَارِي ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي يَعْنِي عُمَرَ قَالُوا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْعِلْمَ.

شرح بخاری

ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا ہم کو یونس نے خبر دی' انہیں زہری نے' انہیں حمزہ بن عبداللہ نے خبر دی' ان سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ نے فرمایا کہ میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا اور میں نے اس سے دودھ پیا۔ یہاں تک کہ اس کی سیرابی کا اثر میں نے اپنے ناخنوں میں ظاہر ہوتا دیکھا۔ اس کے بعد میں نے اس کا بچا ہوا دے دیا۔ آپ کا اشارہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف تھا صحابہ نے پوچھا آپ نے اس کی تعبیر کیا لی یا رسول اللہ! آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ علم۔



خواب میں دودھ دیکھنا یا پینا فطرت اسلام اور سنت اور قرآن اور علم پر دلالت کرتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کو معراج کے موقعہ پر دودھ اور شراب کے دو برتن پیش کیے گئے آپ نے دودھ نوش فرمایا تو کہا گیا "أخذت الفطرة" آپ نے فطرت کو اختیار کیا ہے۔



(۱۶) بَابُ إِذَا جَرَى اللَّبَنُ فِي أَطْرَافِهِ أَوْ أَظَافِيرِهِ

جب دودھ کسی کے اعضاء و ناخنوں سے پھوٹ نکلے تو کیا تعبیر ہے؟

٧٠٠٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ مِنْ أَطْرَافِي فَأَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ مَنْ حَوْلَهُ فَمَا أَوَّلْتَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْعِلْمَ.

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' ان سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا ان سے میرے والد ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' ان سے صالح نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے حمزہ بن عبداللہ بن عمر نے بیان کیا اور انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا اور میں نے اس میں سے پیا' یہاں تک کہ میں نے سیرابی کا اثر اپنے اطراف میں نمایاں دیکھا۔ پھر میں نے اس کا بچا ہوا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیا جو صحابہ وہاں موجود تھے انہوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ نے اس کی تعبیر کیا لی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ علم مراد ہے۔

خواب میں دودھ کو ناخنوں اور دیگر اعضاء سے جاری دیکھنا بھرپور علم کو حاصل کرنا ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے علم کے خاص طور پر آپ کے سیاسی علم کے وارث بنے ہیں جس کی وجہ سے انھوں نے نصف کرہ ارضی پر اسلام کا جھنڈا لہرادیا۔

(١٧) بَابُ الْقَمِيصِ فِي الْمَنَامِ
خواب میں قمیص کرتہ دیکھنا

٧٠٠٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُونَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُونَ ذَلِكَ وَمَرَّ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ يَجُرُّهُ قَالُوا مَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الدِّينَ.

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' ان سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا' ان سے ان کے والد نے' ان سے صالح نے' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے ابوامامہ بن سہل نے بیان کیا' انہوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سویا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ لوگ

میرے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں وہ قمیص پہنے ہوئے ہیں۔ان میں بعض کی قمیص تو صرف سینے تک ہے اور بعض کی اس سے بڑی ہے اور آنحضرت ﷺ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو ان کی قمیص زمین سے گھسٹ رہی تھی صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر لی؟ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ دین۔

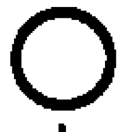
خواب میں قمیص دیکھنے سے مراد دین یا تقوی اور علم یا بشارت ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:"اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا" یہ آنکھوں کی بینائی لوٹنے کی بشارت تھی۔

(۱۸) بَابُ جَرِّ الْقَمِيصِ فِي الْمَنَامِ
خواب میں کرتے گھسیٹنا



۷۰۰۹- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ عُرِضُوا عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُونَ ذَلِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ يَجْتَرُّهُ قَالُوا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الدِّينَ.

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا' کہا مجھ سے لیث بن سعد نے بیان کیا' کہا مجھ سے عقیل نے بیان کیا' کہا ان سے ابن شہاب نے' کہا مجھ کو ابوامامہ بن سہل نے خبر دی اور ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ نے فرمایا کہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے لوگوں کو اپنے سامنے پیش ہوتے دیکھا۔وہ قمیص پہنے ہوئے تھے' ان میں بعض کی قمیص تو سینے تک تھی اور بعض کی اس سے بڑی تھی اور میرے سامنے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پیش کئے گئے تو ان کی قمیص (زمین سے) گھسٹ رہی تھی۔صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے اس کی تعبیر کیا لی؟ آپ نے فرمایا کہ دین اس کی تعبیر ہے۔



بیداری میں کپڑا گھسیٹنا اگرچہ ممنوع ہے اور تکبر کی علامت ہے لیکن خواب میں کپڑا گھسیٹنا ممدوح ہے اور اس سے مراد انسان کے جسم پر دین کا غلبہ ہے۔

قولہ "يَبْلُغُ الثُّدِيَّ" ثا کے ضمہ اور دال کے کسرہ اور یا کی تشدید کے ساتھ جمع ہے اس کا واحد "ثدی" ثا کی فتحہ کے ساتھ اور دال کے سکون کے ساتھ۔



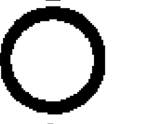
(۱۹) باب الخضر فی المنام والروضة الخضراء

خواب میں سبزہ اور سبز باغ دیکھنا

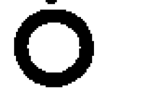
۷۰۱۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ قَالَ قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ كُنْتُ فِي حَلْقَةٍ فِيهَا سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ وَابْنُ عُمَرَ فَمَرَّ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالُوا هَذَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَقُلْتُ لَهُ إِنَّهُمْ قَالُوا كَذَا وَكَذَا قَالَ سُبْحَانَ اللهِ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَهُمْ أَنْ يَقُولُوا مَا لَيْسَ لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ إِنَّمَا رَأَيْتُ كَأَنَّمَا عَمُودٌ وُضِعَ فِي رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ فَنُصِبَ فِيهَا وَفِي رَأْسِهَا عُرْوَةٌ وَفِي أَسْفَلِهَا مِنْصَفٌ وَالْمِنْصَفُ الْوَصِيفُ فَقِيلَ ارْقَهْ فَرَقِيتُهُ حَتَّى أَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقَصَصْتُهَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُوتُ عَبْدُ اللهِ وَهُوَ آخِذٌ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى.

ہم سے عبداللہ بن محمد الجعفی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے حرمی بن عمارہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے قرہ بن خالد نے بیان کیا' ان سے محمد بن سیرین نے بیان کیا' ان سے قیس بن عباد نے بیان کیا کہ میں ایک حلقہ میں بیٹھا تھا جس میں حضرت سعد بن مالک اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ گزرے تو لوگوں نے کہا کہ یہ اہل جنت میں سے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ اس طرح کی بات کہہ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ ان کے لیے مناسب نہیں کہ وہ ایسی بات کہیں جس کا انہیں علم نہیں ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک ستون ایک ہرے بھرے باغ میں نصب کیا ہوا ہے اس ستون کے اوپر کے سرے پر ایک حلقہ (عروہ) لگا ہوا تھا اور نیچے منصف تھا منصف سے مراد خادم ہے پھر کہا گیا کہ اس پر چڑھ جاؤ میں چڑھ گیا اور میں نے حلقہ پکڑ لیا' پھر میں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ عبداللہ کا جب انتقال ہو گا تو وہ العروۃ الوثقی کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔





خواب میں سبزہ یا سبز باغیچہ دیکھنا عمدہ دین کی علامت ہے کیونکہ اہل جنت کا لباس سبز ہو گا اور یہ زیادتِ عبادت پر بھی دلالت کرتا ہے اور کڑا پکڑنے سے مراد قوت اور دین کی مضبوطی ہے۔



(۲۰) بَابُ كَشْفِ الْمَرْأَةِ فِي الْمَنَامِ

خواب میں عورت کا منہ کھولنا



۷۰۱۱- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيتُكِ فِي

الْمَنَامِ مَرَّتَيْنِ إِذَا رَجُلٌ يَحْمِلُكِ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَيَقُولُ هَذِهِ امْرَأَتُكَ فَأَكْشِفُهَا فَإِذَا هِيَ أَنْتِ فَأَقُولُ إِنْ يَكُنْ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ يُمْضِهِ.

ہم سے عبید اللہ بن اسماعیل نے بیان کیا' ان سے ابو اسامہ نے بیان کیا' ان سے ہشام نے' ان سے ان کے والد نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مجھے تم خواب میں دو مرتبہ دکھائی گئیں۔ ایک شخص تمہیں ریشم کے ایک ٹکڑے میں اٹھائے لیے جا رہا تھا' اس نے مجھ سے کہا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں' ان کے (چہرے سے) پردہ ہٹاؤ۔ میں نے پردہ اٹھایا کہ وہ تمہی تھیں۔ میں نے سوچا کہ اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ خود ہی انجام تک پہنچائے گا۔

نکاح کرنے کے لیے عورت کا چہرہ کپڑا ہٹا کر دیکھنا: یہ خواب سے متعلق ہے جب کہ بیداری میں بھی نکاح کرنے کے لیے عورت کا چہرہ دیکھنا جائز ہے لہٰذا خواب میں اگر کہا جائے کہ یہ عورت تیری بیوی بننے والی ہے تو اسے پردہ ہٹا کر دیکھا جا سکتا ہے کیونکہ مخطوبہ کو دیکھنا جائز ہے اور عورت کو خواب میں دیکھنے سے مراد یہ ہے کہ خواب دیکھنے والا حقیقتاً اس عورت سے، یا اس جیسی سے نکاح کرنے والا ہے، کبھی اس سے مراد دنیا میں بڑے مرتبہ کا حصول اور کبھی رزق میں فراخی مراد ہوتی ہے اور کبھی دیکھنے والے کے فتنہ میں واقع ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

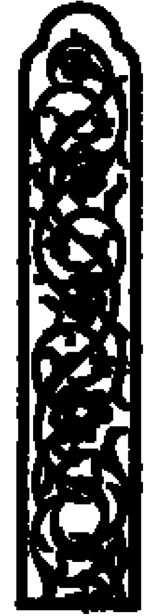


(۲۱) بَابُ ثِيَابِ الْحَرِيرِ فِي الْمَنَامِ

خواب میں ریشم کے کپڑے کا دیکھنا

۷۰۱۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيتُكِ قَبْلَ أَنْ أَتَزَوَّجَكِ مَرَّتَيْنِ رَأَيْتُ الْمَلَكَ يَحْمِلُكِ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَقُلْتُ لَهُ اكْشِفْ فَكَشَفَ فَإِذَا هِيَ أَنْتِ فَقُلْتُ إِنْ يَكُنْ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ يُمْضِهِ ثُمَّ أُرِيتُكِ يَحْمِلُكِ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَقُلْتُ اكْشِفْ فَكَشَفَ فَإِذَا هِيَ أَنْتِ فَقُلْتُ إِنْ يَكُ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ يُمْضِهِ.

ہم سے محمد نے بیان کیا' کہا ہم کو ابو معاویہ نے خبر دی' کہا ہم کو ہشام نے خبر دی' انہیں ان کے والد نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے شادی کرنے سے پہلے مجھے تم دو مرتبہ دکھائی گئیں' میں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ تمہیں ریشم کے ایک ٹکڑے میں اٹھائے ہوئے ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ کھولو اس نے کھولا تو وہ تم تھیں۔ میں نے کہا کہ اگر یہ اللہ کے پاس سے ہے تو وہ خود ہی اسے انجام تک پہنچائے گا۔ پھر میں نے تمہیں دیکھا کہ فرشتہ تمہیں ریشم کے ایک ٹکڑے میں اٹھائے ہوئے ہے۔ میں نے کہا کہ کھولو! اس نے کھولا تو اس میں تم تھیں۔ پھر میں نے کہا کہ یہ تو اللہ کی طرف سے



ہے جو ضرور پورا ہو گا۔

خواب میں عورت کو ریشمی لباس میں دیکھنا نکاح اور حصول عزت وغنی پر دلالت کرتا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ محمد سے مراد محمد بن سلام یا محمد بن مثنٰی اور ابو معاویہ سے مراد محمد بن خازم ہے۔

قولہ "رَأَيْتُ الْمَلَكَ يَحْمِلُكِ" اس حدیث میں فرشتے کا ذکر ہے جب کہ اس سے پہلے آنے والی حدیث میں "رجل" یعنی آدمی کا ذکر آیا ہے اور یہ تضاد نہیں ہے، کیونکہ فرشتہ جبرئیل آدمی کی صورت میں ہی آیا تھا دوسرا ظاہری تعارض یہ ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ آپ نے فرشتے کو پردہ ہٹانے کا حکم دیا اور اس سے قبل آنے والی حدیث میں آپ کے پردہ ہٹانے کا ذکر ہے، تطبیق یہ ہے کہ آپ حکم دینے والے تھے اور جبریل پردہ ہٹانے والے تھے، آپ کی طرف پردہ ہٹانے کی نسبت "بنی الأمير المدينة" کی طرح مجاز پر محمول ہے۔

(۲۲) بَابُ الْمَفَاتِيحِ فِي الْيَدِ

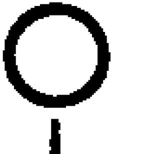
ہاتھ میں کنجیاں خواب میں دیکھنا



۷۰۱۳- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدِي قَالَ أَبُو عَبْد اللهِ وَبَلَغَنِي أَنَّ جَوَامِعَ الْكَلِمِ أَنَّ اللهَ يَجْمَعُ الْأُمُورَ الْكَثِيرَةَ الَّتِي كَانَتْ تُكْتَبُ فِي الْكُتُبِ قَبْلَهُ فِي الْأَمْرِ الْوَاحِدِ وَالْأَمْرَيْنِ أَوْ نَحْوَ ذَلِكَ.

شرح بخاری

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے عقیل نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا' انہیں سعید بن مسیب نے خبر دی اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ نے فرمایا کہ میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں اور میری مدد رعب کے ذریعہ کی گئی ہے اور میں سویا ہوا تھا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں میرے پاس لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں انہیں رکھ دیا گیا اور ابو عبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ "جوامع الکلم" سے مراد یہ ہے کہ بہت سے امور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کتابوں میں لکھے ہوئے تھے' ان کو اللہ تعالیٰ نے ایک یا دو امور یا اسی جیسے جملہ میں جمع کر دیا ہے۔







خواب میں چابیاں دیکھنے سے مراد یہ ہے کہ مال وعزت اور غلبہ حاصل ہو گا۔

قولہ "أَنَّ جَوَامِعَ الْكَلِمِ" جامع کلمات سے مراد یہ ہے کہ بہت سے امور و مسائل جو آپ سے پہلے آنے والی کتابوں میں لکھے ہوئے تھے وہ آپ کے ایک یا دو جملوں میں آجاتے ہیں یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات مختصر ہوتے ہیں اور

ان کا مفہوم بڑا وسیع ہوتا ہے۔

(۲۳) بَابُ التَّعْلِيقِ بِالْعُرْوَةِ وَالْحَلْقَةِ

کنڈے یا حلقے کو خواب میں پکڑ کر اس سے لٹک جانا

۷۰۱٤- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَزْهَرُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ ح و حَدَّثَنِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ رَأَيْتُ كَأَنِّي فِي رَوْضَةٍ وَوَسَطَ الرَّوْضَةِ عَمُودٌ فِي أَعْلَى الْعَمُودِ عُرْوَةٌ فَقِيلَ لِي ارْقَهْ قُلْتُ لَا أَسْتَطِيعُ فَأَتَانِي وَصِيفٌ فَرَفَعَ ثِيَابِي فَرَقِيتُ فَاسْتَمْسَكْتُ بِالْعُرْوَةِ فَانْتَبَهْتُ وَأَنَا مُسْتَمْسِكٌ بِهَا فَقَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تِلْكَ الرَّوْضَةُ رَوْضَةُ الْإِسْلَامِ وَذَلِكَ الْعَمُودُ عَمُودُ الْإِسْلَامِ وَتِلْكَ الْعُرْوَةُ عُرْوَةُ الْوُثْقَى لَا تَزَالُ مُسْتَمْسِكًا بِالْإِسْلَامِ حَتَّى تَمُوتَ.



مجھ سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا' کہا ہم سے ازہر نے بیان کیا' کہا ہم سے ابن عون نے (دوسری سند) حضرت امام بخاری نے کہا کہ اور مجھ سے خلیفہ نے بیان کیا' ان سے معاذ نے بیان کیا' ان سے ابن عون نے بیان کیا' ان سے محمد نے' ان سے قیس بن عباد نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے (خواب) دیکھا کہ گویا میں ایک باغ میں ہوں اور باغ کے بیچ میں ایک ستون ہے جس کے اوپر کے سرے پر ایک حلقہ ہے۔ کہا گیا کہ اس پر چڑھ جاؤ۔ میں نے کہا کہ میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ پھر میرے پاس خادم آیا اور اس نے میرے کپڑے چڑھا دیے پھر میں اوپر چڑھ گیا اور میں نے حلقہ پکڑ لیا' ابھی میں اسے پکڑے ہی ہوئے تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ پھر میں نے اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ باغ اسلام کا باغ تھا اور وہ ستون اسلام کا ستون تھا اور وہ حلقہ عروۃ الوثقیٰ تھا تم ہمیشہ اسلام پر مضبوطی سے جمے رہو گے یہاں تک کہ تمہاری وفات ہو جائے گی۔

حافظ نے اہل تعبیر سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ حلقہ اور عروہ (لوہے کا کڑا) پکڑنے سے مراد دین کی مضبوطی اور پکڑنے والے کا اخلاص ہے۔

(۲۴) باب عمود الفسطاط تحت وسادته

خواب میں ڈیرے کا ستون تکیہ کے نیچے دیکھنا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب لا کر ایک حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو قابل استدلال ہونے کے باوجود امام بخاری کی



شرط پر نہیں تھی۔ ① کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، مجھے خواب آئی کہ خیمہ کا بانس میرے تکیہ کے نیچے سے اٹھایا گیا، میرے دیکھتے ہوئے اسے لے کر شام کے علاقہ میں گاڑ دیا گیا، جس سے مراد یہ تھی کہ خلافت مدینہ سے شام کی طرف منتقل ہو جائے گی اور واقعی ایسے ہی ہوا کہ خلافت حجاز سے شام کی طرف منتقل ہو گئی۔

(۲۵) بَابُ الإِسْتَبْرَقِ وَدُخُولِ الجَنَّةِ فِي المَنَامِ

باب: خواب میں رنگین ریشمی کپڑا دیکھنا اور بہشت میں داخل ہونا

۷۰۱۵- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: رَأَيْتُ فِي المَنَامِ كَأَنَّ فِي يَدِي سَرَقَةً مِنْ حَرِيرٍ، لاَ أَهْوِي بِهَا إِلَى مَكَانٍ فِي الجَنَّةِ إِلَّا طَارَتْ بِي إِلَيْهِ.

ہم سے معلیٰ بن اسد نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے ایوب نے ان سے نافع نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میرے ہاتھ میں ریشم کا ایک ٹکڑا ہے اور میں جنت میں جس جگہ جانا چاہتا ہوں وہ مجھے اڑا کر وہاں پہنچا دیتا ہے۔



۷۰۱۶- فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ، فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ، عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ أَخَاكِ رَجُلٌ صَالِحٌ، أَوْ قَالَ: إِنَّ عَبْدَ اللهِ رَجُلٌ صَالِحٌ.

میں نے اس کا ذکر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے اس خواب کا ذکر کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا بھائی مرد نیک یا فرمایا کہ عبداللہ نیک آدمی ہے۔

شرح بخاری: حافظ نے کہا ہے کہ خواب میں ریشم دیکھنے سے مراد علم اور دین کی شرافت کا حصول ہے اور جنت میں داخل ہونے سے مراد اسلام میں داخل ہونا ہے، کیونکہ اسلام جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔

(۲۶) بَابُ القَيْدِ فِي المَنَامِ

خواب میں پاؤں میں بیڑیاں دیکھنا

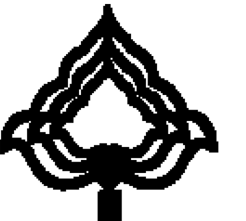
۷۰۱۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ سَمِعْتُ عَوْفًا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ تَكْذِبُ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ



① وہ حدیث یہ ہے "أخرجه أحمد بسند صحيح عن أبي الدرداء عن النبي صلى الله عليه و سلم قال: بينا أنا نائم رأيت عمود الكتاب احتمل تحت رأسي فاتبعته بصري فإذا هو قد عمد به إلى الشام" (شرح تراجم صحیح البخاری) عمود الکتاب سے مراد دین کا ستون ہے۔

وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ وَمَا كَانَ مِنَ النُّبُوَّةِ فَإِنَّهُ لَا يَكْذِبُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَقُولُ هَذِهِ قَالَ وَكَانَ يُقَالُ الرُّؤْيَا ثَلَاثٌ حَدِيثُ النَّفْسِ وَتَخْوِيفُ الشَّيْطَانِ وَبُشْرَى مِنَ اللهِ فَمَنْ رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلَا يَقُصَّهُ عَلَى أَحَدٍ وَلْيَقُمْ فَلْيُصَلِّ قَالَ وَكَانَ يُكْرَهُ الْغُلُّ فِي النَّوْمِ وَكَانَ يُعْجِبُهُمُ الْقَيْدُ وَيُقَالُ الْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِي الدِّينِ وَرَوَى قَتَادَةُ وَيُونُسُ وَهِشَامٌ وَأَبُو هِلَالٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَدْرَجَهُ بَعْضُهُمْ كُلَّهُ فِي الْحَدِيثِ وَحَدِيثُ عَوْفٍ أَبْيَنُ وَقَالَ يُونُسُ لَا أَحْسِبُهُ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَيْدِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ لَا تَكُونُ الْأَغْلَالُ إِلَّا فِي الْأَعْنَاقِ

ہم سے عبداللہ بن صباح نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے معتمر نے بیان کیا' انہوں نے کہا میں نے عوف سے سنا' ان سے محمد بن سیرین نے بیان کیا' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت قریب ہوگی تو مومن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا اور مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ علم تعبیر کے بہت بڑے عالم تھے) نے کہا کہ نبوت کا حصہ جھوٹ نہیں ہو سکتا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ خواب تین طرح کے ہیں۔ دل کے خیالات' شیطان کا ڈرانا اور اللہ کی طرف سے خوش خبری۔ پس اگر کوئی شخص کوئی خواب میں بری چیز دیکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کرے اور کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگے محمد بن سیرین نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خواب میں طوق کو ناپسند کرتے تھے اور بیڑی دیکھنے کو اچھا سمجھتے تھے اور کہا گیا ہے کہ بیڑی سے مراد دین میں ثابت قدمی ہے۔ اور قتادہ' یونس' ہشام اور ابو ہلال نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اور بعض نے یہ ساری روایت حدیث میں شمار کی ہے لیکن عوف کی روایت زیادہ واضح ہے اور یونس نے کہا کہ بیڑی پہننے کے بارے میں روایت کو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہی سمجھتا ہوں۔ ابوعبداللہ حضرت امام بخاری نے کہا کہ طوق ہمیشہ گردنوں میں ہوتے ہیں۔



اگر کوئی شخص پاؤں میں بیڑیاں پہنی ہوئی دیکھتا ہے تو یہ اس کی دین وایمان میں مضبوطی کی علامت ہے، بیڑیاں انسان کو چلنے سے روکتی ہیں تو دین وایمان بھی مومن کو امور باطلہ کی طرف چلنے سے روکتے ہیں اور گردن میں طوق دیکھنا مکروہ خواب ہے کیونکہ یہ دوزخیوں کی علامت ہے۔

(۲۷) بَابُ الْعَيْنِ الْجَارِيَةِ فِي الْمَنَامِ

خواب میں پانی کا بہتا چشمہ دیکھنا



٧٠١٨- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أُمِّ الْعَلَاءِ وَهِيَ امْرَأَةٌ مِنْ نِسَائِهِمْ بَايَعَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ طَارَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ فِي السُّكْنَى حِينَ اقْتَرَعَتِ الْأَنْصَارُ عَلَى سُكْنَى الْمُهَاجِرِينَ فَاشْتَكَى فَمَرَّضْنَاهُ حَتَّى تُوُفِّيَ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ فِي أَثْوَابِهِ فَدَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ فَشَهَادَتِي عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللهُ قَالَ وَمَا يُدْرِيكِ قُلْتُ لَا أَدْرِي وَاللهِ قَالَ أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ إِنِّي لَأَرْجُو لَهُ الْخَيْرَ مِنَ اللهِ وَاللهِ مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللهِ مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ قَالَتْ أُمُّ الْعَلَاءِ فَوَاللهِ لَا أُزَكِّي أَحَدًا بَعْدَهُ قَالَتْ وَرَأَيْتُ لِعُثْمَانَ فِي النَّوْمِ عَيْنًا تَجْرِي فَجِئْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ ذَاكِ عَمَلُهُ يَجْرِي لَهُ.

ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی' کہا ہم کو معمر نے خبر دی' انہیں زہری نے' انہیں خارجہ بن زید بن ثابت نے اور ان سے حضرت ام علاء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا جو انہیں میں سے ایک خاتون ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ انہوں نے بیان کیا کہ جب انصار نے مہاجرین کے قیام کے لیے قرعہ اندازی کی تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا نام ہمارے یہاں ٹھہرنے کے لیے نکلا۔ پھر وہ بیمار پڑے' ہم نے ان کی تیمارداری کی لیکن ان کی وفات ہوگئی۔ پھر ہم نے انہیں ان کے کپڑوں میں لپیٹ دیا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے تو میں نے کہا ابو السائب! تم پر اللہ کی رحمتیں ہوں' میری گواہی ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ میں نے عرض کیا اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد فرمایا کہ جہاں تک ان کا تعلق ہے تو یقینی بات (موت) ان تک پہنچ چکی ہے اور میں اللہ سے ان کے لیے خیر کی امید رکھتا ہوں لیکن اللہ کی قسم میں رسول اللہ ہوں اور اس کے باوجود مجھے معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ ام العلاء نے کہا کہ واللہ! اس کے بعد میں کسی انسان کی پاکی نہیں بیان کروں گی۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے خواب میں ایک جاری چشمہ دیکھا تھا۔ چنانچہ میں نے حاضر ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ان کا نیک عمل ہے جس کا ثواب ان کے لیے جاری ہے۔



شرح بخاری



اگر خواب میں کسی کے لیے صاف پانی کا جاری چشمہ دکھائی دے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا نیک عمل جاری ہے، حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ عثمان بن مظعون مالدار صحابی تھے ہو سکتا ہے انہوں نے اپنی زندگی میں صدقہ جاریہ کیا ہو اور ان کا بیٹا سائب رضی اللہ عنہ بھی مراد ہو سکتا ہے جو نیک اور جنگ بدر کا مجاہد تھا۔

(٢٨) بَابُ نَزْعِ الْمَاءِ مِنَ الْبِئْرِ حَتَّى يَرْوَى النَّاسُ

خواب میں کنویں سے پانی کھینچنا یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو جائیں

رَوَاهُ أَبُو هُرَيْرَةَ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

اس مضمون کی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہے۔

٧٠١٩- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا حَدَّثَهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا أَنَا عَلَى بِئْرٍ أَنْزِعُ مِنْهَا إِذْ جَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ الدَّلْوَ فَنَزَعَ ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ فَغَفَرَ اللهُ لَهُ ثُمَّ أَخَذَهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مِنْ يَدِ أَبِي بَكْرٍ فَاسْتَحَالَتْ فِي يَدِهِ غَرْبًا فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَفْرِي فَرْيَهُ حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ.

ہم سے یعقوب بن ابراہیم بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعیب بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے صخر بن جویریہ نے بیان کیا، کہا ہم سے نافع نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (خواب میں) میں ایک کنویں سے پانی کھینچ رہا تھا کہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی آ گئے۔ اب حضرت ابوبکر نے ڈول لے لیا اور ایک یا دو ڈول پانی کھینچا۔ ان کے کھینچنے میں کمزوری تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے۔ اس کے بعد حضرت عمر بن الخطاب نے اسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے لے لیا اور وہ ڈول ان کے ہاتھ میں بڑا ڈول بن گیا۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا پانی کھینچنے میں کسی کو ماہر نہیں دیکھا۔ انہوں نے خوب پانی نکالا یہاں تک کہ لوگوں نے اونٹوں کے لیے پانی سے حوض بھر لیے۔



کنوؤں سے پانی نکال کر لوگوں کو سیراب کرنے سے مراد لوگوں کی خدمت سرانجام دینا ہے۔

(٢٩) بَابُ نَزْعِ الذَّنُوبِ وَالذَّنُوبَيْنِ مِنَ الْبِئْرِ بِضَعْفٍ

ایک یا دو ڈول پانی کمزوری کے ساتھ کھینچنا

٧٠٢٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رُؤْيَا النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ النَّاسَ اجْتَمَعُوا فَقَامَ أَبُو بَكْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَاللهُ يَغْفِرُ لَهُ ثُمَّ قَامَ ابْنُ الْخَطَّابِ فَاسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَمَا رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَفْرِي فَرْيَهُ حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ.



ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیر نے بیان کیا، کہا ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، ان سے سالم نے، ان سے ان کے والد نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے خواب کے سلسلے میں فرمایا

کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ جمع ہو گئے ہیں پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور ایک یا دو ڈول پانی کھینچا اور ان کے کھینچنے میں کمزوری تھی، اللہ ان کی مغفرت کرے۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور وہ بڑا ڈول بن گیا۔ میں نے لوگوں میں سے کسی کو اتنی مہارت کے ساتھ پانی نکالتے نہیں دیکھا یہاں تک کہ لوگوں نے حوض بھر لیے۔ (1)

٧٠٢١- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدٌ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي عَلَى قَلِيبٍ وَعَلَيْهَا دَلْوٌ فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ أَخَذَهَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ فَنَزَعَ مِنْهَا ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَاللهُ يَغْفِرُ لَهُ ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَأَخَذَهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ.

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہیں سعید نے خبر دی، انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو ایک کنویں پر دیکھا۔ اس پر ایک ڈول تھا۔ جتنا اللہ نے چاہا میں نے اس میں سے پانی کھینچا، پھر اس ڈول کو ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ نے لے لیا اور انہوں نے بھی ایک یا دو ڈول کھینچے اور ان کے کھینچنے میں کمزوری تھی، اللہ ان کی مغفرت کرے پھر وہ بڑا ڈول بن گیا اور اسے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اٹھا لیا۔ میں نے کسی ماہر کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرح کھینچتے نہیں دیکھا یہاں تک کہ انہوں نے لوگوں کے لیے اونٹوں کے حوض بھر دیئے۔ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو سیراب کر کے اپنے تھانوں پر لے جا کر بٹھا دیا۔



شرح بخاری

(٣٠) بَابُ الاِسْتِرَاحَةِ فِي الْمَنَامِ

خواب میں آرام کرنا راحت لینا

(1) حدیث میں ذکر ہونے والی کمزوری سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت کی کمی ہے۔ کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دو سال تین ماہ اور آٹھ دن ہوئی ہے جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دس سال چھ ماہ اور چار دن ہوئی اس لیے ان کی خلافت میں زیادہ کام اور فتوحات ہوئیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت گیارہ سال گیارہ ماہ اور تیرہ دن ہوئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت چار سال سات ماہ اور ایک دن ہوئی، اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت آٹھ ماہ اور دس دن ہوئی، یہ کل تیس سال چھ دن بنتے ہیں جسے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کہا جاتا ہے۔



٧٠٢٢- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ أَنِّي عَلَى حَوْضٍ أَسْقِي النَّاسَ فَأَتَانِي أَبُو بَكْرٍ فَأَخَذَ الدَّلْوَ مِنْ يَدِي لِيُرِيحَنِي فَنَزَعَ ذَنُوبَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَاللهُ يَغْفِرُ لَهُ فَأَتَى ابْنُ الْخَطَّابِ فَأَخَذَ مِنْهُ فَلَمْ يَزَلْ يَنْزِعُ حَتَّى تَوَلَّى النَّاسُ وَالْحَوْضُ يَتَفَجَّرُ.

ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی، ان سے معمر نے، ان سے ہمام نے انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سویا ہوا تھا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں حوض پر ہوں اور لوگوں کو سیراب کر رہا ہوں پھر میرے پاس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور مجھے آرام دینے کے لیے ڈول میرے ہاتھ سے لے لیا پھر انہوں نے دو ڈول کھینچے ان کے کھینچنے میں کمزوری تھی، اللہ ان کی مغفرت کرے۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے اور ان سے ڈول لے لیا اور برابر کھینچتے رہے یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو کر چل دیے اور حوض سے پانی لبالب ابل رہا تھا۔

استراحت سے مراد یہ ہے کہ پہلے شخص کی زندگی پوری ہو گئی ہے اور بعد میں آنے والے نے پہلے کو راحت اور آرام پہنچانے کے لیے اس کا کام سنبھال لیا ہے اور کام شروع کر دیا ہے۔

(٣١) بَابُ الْقَصْرِ فِي الْمَنَامِ

خواب میں محل دیکھنا

٧٠٢٣- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ فَإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ قُلْتُ لِمَنْ هَذَا الْقَصْرُ قَالُوا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَبَكَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثُمَّ قَالَ أَعَلَيْكَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ أَغَارُ.

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، کہا مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ جنت کے محل کے ایک کنارے ایک عورت وضو کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا، یہ محل کس کا ہے؟ بتایا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا۔ پھر میں نے ان کی غیرت کو یاد کیا اور وہاں سے

لوٹ گیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس پر رو پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں، کیا میں آپ پر غیرت کروں گا؟

خواب میں محل دیکھنا اہل دین کے لیے اس سے مراد عمل صالح یعنی نیک عمل ہوتا ہے اور بے دینوں کے لیے اس سے مراد قید اور تنگی ہوتی ہے کبھی محل دیکھنے سے مراد نکاح کرنا ہوتا ہے۔

قولہ "تَتَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ" یہ وضوء حسن اور نور میں اضافہ کے لیے تھا میل کچیل دور کرنے کے لیے نہیں کیونکہ جنت میں میل کچیل نہیں ہے اور نہ ہی یہ وضوء نماز کے لیے تھا کیونکہ جنت میں تکالیف شرعیہ نہیں ہیں۔

۷۰۲۴- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِقَصْرٍ مِنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هَذَا فَقَالُوا لِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَمَا مَنَعَنِي أَنْ أَدْخُلَهُ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ إِلَّا مَا أَعْلَمُ مِنْ غَيْرَتِكَ قَالَ وَعَلَيْكَ أَغَارُ يَا رَسُولَ اللهِ.

ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن عمر نے بیان کیا، ان سے محمد بن منکدر نے اور ان سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت میں داخل ہوا تو وہاں ایک سونے کا محل مجھے نظر آیا۔ میں نے پوچھا یہ کس کا ہے؟ کہا کہ قریش کے ایک شخص کا۔ اے ابن الخطاب! مجھے اس کے اندر جانے سے تمہاری غیرت نے روک دیا ہے جسے میں خوب جانتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا۔



(۳۲) بَابُ الْوُضُوءِ فِي الْمَنَامِ
خواب میں کسی کو وضو کرتے دیکھنا

۷۰۲۵- حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ فَإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هَذَا الْقَصْرُ فَقَالُوا لِعُمَرَ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا فَبَكَى عُمَرُ وَقَالَ عَلَيْكَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ أَغَارُ.

مجھ سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، انہیں سعید بن مسیب نے خبر دی اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو جنت



میں دیکھا وہاں ایک عورت ایک محل کے کنارے وضو کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ کہا کہ حضرت عمر کا۔ پھر میں نے ان کی غیرت یاد کی اور وہاں سے لوٹ کر چلا آیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو دیئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، کیا آپ پر غیرت کروں گا۔

اہل تعبیر کے نزدیک خواب میں وضوء کرنے سے مراد حاکم تک پہنچنے یا کسی کام کے کرنے کا ذریعہ پانا ہے اگر پورا وضوء کرے تو مراد اپنے مقصد کو پانا ہے اور اگر وضوء ادھورا رہ گیا تو مقصود کو حاصل نہ کر سکے گا۔ اور اگر خوف زدہ یہ خواب دیکھے تو مراد امن وامان کا حصول ہے۔

(۳۳) بَابُ الطَّوَافِ بِالْكَعْبَةِ فِي الْمَنَامِ

خواب میں کسی کو کعبہ کا طواف کرتے دیکھنا

۷۰۲۶- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي أَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ فَإِذَا رَجُلٌ آدَمُ سَبْطُ الشَّعَرِ بَيْنَ رَجُلَيْنِ يَنْطُفُ رَأْسُهُ مَاءً فَقُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوا ابْنُ مَرْيَمَ فَذَهَبْتُ أَلْتَفِتُ فَإِذَا رَجُلٌ أَحْمَرُ جَسِيمٌ جَعْدُ الرَّأْسِ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوا هَذَا الدَّجَّالُ أَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبَهًا ابْنُ قَطَنٍ وَابْنُ قَطَنٍ رَجُلٌ مِنْ بَنِي الْمُصْطَلِقِ مِنْ خُزَاعَةَ.



ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے خبر دی، انہیں سالم بن عبداللہ ابن عمر نے خبر دی، ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ اچانک ایک صاحب پر نظر پڑی، گندم گوں بال لٹکے ہوئے تھے اور دو آدمیوں کے درمیان (سہارا لیے ہوئے تھے) ان کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام، پھر میں مڑا تو ایک دوسرا شخص سرخ، بھاری جسم والا، گھنگریالے بال والا اور ایک آنکھ سے کانا جیسے اس کی آنکھ پر خشک انگور ہو نظر پڑا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا کہ یہ دجال ہے۔ اس کی صورت عبدالعزیٰ بن قطن سے بہت ملتی تھی۔ یہ عبدالعزیٰ بنی مصطلق میں سے تھا جو خزاعہ قبیلہ کی ایک شاخ ہے۔

شرح بخاری



حافظ کے بقول اہل تعبیر نے کہا ہے کہ اگر خواب میں کعبہ کا طواف کرتا ہوا دیکھے تو اس سے مراد حج کرنا یا نکاح کرنا یا حاکم سے اپنے مقصد کو پانا یا ماں باپ سے حسن سلوک کرنا، یا کسی عالم کی خدمت کرنا ہوتا ہے، بعض اہل تعبیر نے کہا ہے کہ خواب میں کعبہ کا طواف کرنے والا اگر غلام ہو تو آزاد ہو جائیگا اور اگر گنہگار ہے تو آگ سے آزاد ہو جائیگا اور اگر غیر شادی شدہ ہو

تو نکاح کر کے بیوی کے پاس چکر لگانا مراد ہوتا ہے۔

(۳۴) بَابُ إِذَا أَعْطَى فَضْلَهُ غَيْرَهُ فِي النَّوْمِ

جب کسی نے اپنا بچا ہوا دودھ خواب میں کسی اور کو دیا

۷۰۲۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَجْرِي ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلَهُ عُمَرَ قَالُوا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْعِلْمُ.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، انہیں حمزہ بن عبداللہ بن عمر نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ میں سویا ہوا تھا کہ دودھ کا ایک پیالہ میرے پاس لایا گیا اور اس میں سے اتنا پیا کہ سیرابی کو میں نے ہر رگ و پے میں پایا۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے اس کی تعبیر کیا لی؟ فرمایا کہ علم اس کی تعبیر ہے۔

آپ نے اپنا بچا ہوا دودھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیا اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریعت کے حامل اور اس پر پوری طرح عامل تھے۔ [1]



(۳۵) بَابُ الْأَمْنِ وَذَهَابِ الرَّوْعِ فِي الْمَنَامِ

خواب میں آدمی اپنے تئیں بے ڈر دیکھے

۷۰۲۸- حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ، حَدَّثَنَا نَافِعٌ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، قَالَ: إِنَّ رِجَالًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانُوا يَرَوْنَ الرُّؤْيَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُصُّونَهَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولُ فِيهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللهُ، وَأَنَا غُلَامٌ حَدِيثُ السِّنِّ، وَبَيْتِي الْمَسْجِدُ قَبْلَ أَنْ أَنْكِحَ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي: لَوْ كَانَ فِيكَ خَيْرٌ لَرَأَيْتَ مِثْلَ مَا يَرَى هَؤُلَاءِ، فَلَمَّا اضْطَجَعْتُ ذَاتَ لَيْلَةٍ قُلْتُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ فِيَّ خَيْرًا



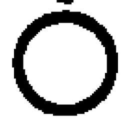
---

[1] حدیث مذکور میں ذکر ہونے والے لفظ (فضلہ) کی ضمیر کا مرجع (لبن) ہوگا ورنہ (فضلی) ہونا چاہیے تھا جیسا کہ حدیث رقم: ۷۰۰۷ میں گزرا ہے۔

فَأَرِنِي رُؤْيَا، فَبَيْنَمَا أَنَا كَذَلِكَ إِذْ جَاءَنِي مَلَكَانِ، فِي يَدِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِقْمَعَةٌ مِنْ حَدِيدٍ، يُقْبِلَانِ بِي إِلَى جَهَنَّمَ، وَأَنَا بَيْنَهُمَا أَدْعُو اللهَ: اللهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ جَهَنَّمَ، ثُمَّ أُرَانِي لَقِيَنِي مَلَكٌ فِي يَدِهِ مِقْمَعَةٌ مِنْ حَدِيدٍ، فَقَالَ: لَنْ تُرَاعَ، نِعْمَ الرَّجُلُ أَنْتَ، لَوْ كُنْتَ تُكْثِرُ الصَّلَاةَ. فَانْطَلَقُوا بِي حَتَّى وَقَفُوا بِي عَلَى شَفِيرِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ، لَهُ قُرُونٌ كَقَرْنِ الْبِئْرِ، بَيْنَ كُلِّ قَرْنَيْنِ مَلَكٌ بِيَدِهِ مِقْمَعَةٌ مِنْ حَدِيدٍ، وَأَرَى فِيهَا رِجَالًا مُعَلَّقِينَ بِالسَّلَاسِلِ، رُءُوسُهُمْ أَسْفَلَهُمْ، عَرَفْتُ فِيهَا رِجَالًا مِنْ قُرَيْشٍ، فَانْصَرَفُوا بِي عَنْ ذَاتِ الْيَمِينِ.

مجھ سے عبید اللہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عفان بن مسلم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے صخر بن جویریہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے نافع نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں خواب دیکھتے تھے اور اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعبیر دیتے جیسا کہ اللہ چاہتا۔ میں اس وقت نو عمر تھا اور میرا گھر مسجد تھی یہ میری شادی سے پہلے کی بات ہے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر تجھ میں کوئی خیر ہوتی تو تو بھی ان لوگوں کی طرح خواب دیکھتا۔ چنانچہ جب میں ایک رات لیٹا تو میں نے کہا اے اللہ! اگر تو میرے اندر کوئی خیر و بھلائی جانتا ہے تو مجھے کوئی خواب دکھا۔ میں اسی حال میں (سو گیا اور میں نے دیکھا کہ) میرے پاس دو فرشتے آئے، ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں لوہے کا ہتھوڑا تھا اور وہ مجھے جہنم کی طرف لے چلے۔ میں ان دونوں فرشتوں کے درمیان میں تھا اور اللہ سے دعا کرتا جارہا تھا کہ اے اللہ! میں جہنم سے تیری پناہ مانگتا ہوں پھر مجھے دکھایا گیا (خواب ہی میں) کہ مجھ سے ایک اور فرشتہ ملا جس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ہتھوڑا تھا اور اس نے کہا ڈرو نہیں تم کتنے اچھے آدمی ہو اگر تم نماز زیادہ پڑھتے۔ چنانچہ وہ مجھے لے کر چلے اور جہنم کے کنارے پر لے جاکر مجھے کھڑا کر دیا تو جہنم ایک گول کنویں کی طرح تھی اور کنویں کی چرخی کی طرح اس کی بھی چرخیاں تھیں اور ہر دو چرخیوں کے درمیان ایک فرشتہ تھا جس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ہتھوڑا تھا اور میں نے اس میں کچھ لوگ دیکھے جنہیں زنجیروں میں لٹکا دیا گیا تھا اور ان کے سر نیچے تھے۔ (اور پاؤں اوپر) ان میں سے بعض قریش کے لوگوں کو میں نے پہچانا بھی۔ پھر وہ مجھے دائیں طرف لے کر چلے۔ (1)





٧٠٢٩- فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ، فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ، عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ

(1) اہل تعبیر نے کہا ہے کہ جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ کسی چیز سے خائف اور ڈرنے والا ہے تو بیداری میں اس سے امن پائے گا، اور جو شخص دیکھے کہ وہ کسی چیز سے امن میں ہے تو بیداری میں اس سے خوف پائے گا، یعنی کبھی خواب کی تعبیر بالعکس یعنی الٹ بھی ہوتی ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ عَبْدَ اللهِ رَجُلٌ صَالِحٌ، لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيلِ» فَقَالَ نَافِعٌ: «فَلَمْ يَزَلْ بَعْدَ ذَلِكَ يُكْثِرُ الصَّلَاةَ».

بعد میں میں نے اس کا ذکر اپنی بہن حفصہ رضی اللہ عنہا سے کیا اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (سن کر) فرمایا عبداللہ مرد نیک ہے۔ (اگر رات کو تہجد پڑھتا ہوتا) نافع کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جب سے یہ خواب دیکھا وہ نفل نماز بہت پڑھا کرتے تھے۔

(۳۶) بَابُ الأَخْذِ عَلَى اليَمِينِ فِي النَّوْمِ

خواب میں دائیں جانب چلنے کا بیان



۷۰۳۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا شَابًّا عَزَبًا فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُنْتُ أَبِيتُ فِي المَسْجِدِ، وَكَانَ مَنْ رَأَى مَنَامًا قَصَّهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: اللهُمَّ إِنْ كَانَ لِي عِنْدكَ خَيْرٌ فَأَرِنِي مَنَامًا يُعَبِّرُهُ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنِمْتُ، فَرَأَيْتُ مَلَكَيْنِ أَتَيَانِي، فَانْطَلَقَا بِي، فَلَقِيَهُمَا مَلَكٌ آخَرُ، فَقَالَ لِي: لَنْ تُرَاعَ، إِنَّكَ رَجُلٌ صَالِحٌ. فَانْطَلَقَا بِي إِلَى النَّارِ، فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ البِئْرِ، وَإِذَا فِيهَا نَاسٌ قَدْ عَرَفْتُ بَعْضَهُمْ، فَأَخَذَا بِي ذَاتَ اليَمِينِ. فَلَمَّا أَصْبَحْتُ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لِحَفْصَةَ.

شرح بخاری

مجھ سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا' کہا ہم سے ہشام بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم کو معمر نے خبر دی' انہیں زہری نے' انہیں سالم نے' ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نوجوان غیر شادی شدہ تھا تو مسجد نبوی میں سوتا تھا اور جو شخص بھی خواب دیکھتا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کرتا۔ میں نے سوچا' اے اللہ! اگر تیرے نزدیک مجھ میں کوئی خیر ہے تو مجھے بھی کوئی خواب دکھا جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تعبیر دیں۔ پھر میں سویا اور میں نے دو فرشتے دیکھے جو میرے پاس آئے اور مجھے لے چلے۔ پھر ان دونوں سے تیسرا فرشتہ بھی آ ملا اور اس نے مجھ سے کہا کہ ڈرو نہیں تم نیک آدمی ہو۔ پھر وہ دونوں فرشتے مجھے جہنم کی طرف لے گئے تو وہ کنویں کی طرح بندش کی ہوئی تھی اور اس میں کچھ لوگ تھے جن میں سے بعض کو میں نے پہچانا بھی۔ پھر وہ دونوں فرشتے مجھے دائیں طرف لے چلے۔ جب صبح ہوئی تو میں نے اس کا تذکرہ اپنی بہن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔





۷۰۳۱- فَزَعَمَتْ حَفْصَةُ، أَنَّهَا قَصَّتْهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ:

«إِنَّ عَبْدَ اللهِ رَجُلٌ صَالِحٌ، لَوْ كَانَ يُكْثِرُ الصَّلاَةَ مِنَ اللیلِ» قَالَ الزُّهْرِيُّ: «وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بَعْدَ ذَلِكَ يُكْثِرُ الصَّلاَةَ مِنَ اللیلِ».

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے جب آنحضرت ﷺ سے اس خواب کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ عبداللہ نیک مرد ہے۔ کاش وہ رات میں نماز زیادہ پڑھا کرتا۔ زہری نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے بعد وہ رات میں نفلی نماز زیادہ پڑھا کرتے تھے۔

جو شخص خواب میں دیکھے کہ اسے دائیں جانب لے جایا جا رہا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دائیں جانب والوں یعنی اصحاب الیمین سے ہے اور جنتی ہے۔

(۳۷) بَابُ الْقَدَحِ فِي النَّوْمِ

خواب میں پیالہ دیکھنا

۷۰۳۲- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللیثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالُوا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْعِلْمَ.



ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے حمزہ بن عبداللہ نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا آپ نے فرمایا کہ میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا۔ میں نے اس میں سے پیا پھر میں نے اپنا بچا ہوا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ نے اس کی تعبیر کیا لی؟ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ علم سے تعبیر لی۔ [1]

(۳۸) بَابُ إِذَا طَارَ الشَّيْءُ فِي الْمَنَامِ



[1] اہل تعبیر نے کہا ہے کہ جو شخص خواب میں پیالہ دیکھے تو اس سے مراد عورت یا خادم ہے، اور سونے یا چاندی کا پیالہ دیکھنا شیشے کا پیالہ دیکھنے سے بہتر ہے جو کہ باقی رہنے والا اور شیشے کا پیالہ ٹوٹنے والا ہوتا ہے، کبھی شیشے کا پیالہ کسی مخفی چیز کے ظاہر ہونے پر دلالت کرتا ہے، بھرا ہوا پیالہ حاملہ عورت پر دلالت کرتا ہے اگر پیالہ کا پانی خواب میں منتشر ہو جائے تو اس سے مراد یہ ہے کہ حمل گر جائیگا اور اگر پیالہ ٹوٹ جائے تو مراد یہ ہے کہ عورت مر جائے گی، جس شخص کے ہاتھ سے پیالہ گر کر ٹوٹ جائے اور پانی ہاتھ میں باقی رہ جائے تو مراد یہ ہے کہ عورت بچے کو جنم دیکر مر جائے گی اور بچہ باقی رہے گا، اور اگر پیالہ باقی رہے اور پانی ضائع ہو جائے تو بچہ مر جائے گا اور عورت سلامت رہے گی، کبھی پیالہ دیکھنے سے مراد لونڈی یا رزق ہوتا ہے اور جو شخص دیکھے کہ وہ پیالہ کھا رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی سختی آنے والی ہے اور جو شخص دیکھے کہ اس کا پیالہ ٹوٹ گیا ہے تو اس کا ساقی مرنے والا ہے۔ تعطیر الأنام: ۱۹۲/۲

جب خواب میں کوئی چیز اڑتی ہوئی نظر آئے

٧٠٣٣- حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُو عَبْدِ اللهِ الجَرْمِيُّ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ عُبَيْدَةَ بْنِ نَشِيطٍ، قَالَ: قَالَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنْ رُؤْيَا رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي ذَكَرَ.

٧٠٣٤- فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ذُكِرَ لِي: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ، رَأَيْتُ أَنَّهُ وُضِعَ فِي يَدَيَّ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ، فَفُظِعْتُهُمَا وَكَرِهْتُهُمَا، فَأُذِنَ لِي فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا، فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ» فَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ: «أَحَدُهُمَا العَنْسِيُّ الَّذِي قَتَلَهُ فَيْرُوزُ بِاليَمَنِ وَالآخَرُ مُسَيْلِمَةُ».

مجھ سے سعید بن محمد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا' ان سے صالح نے' ان سے ابو عبیدہ بن نشیط نے بیان کیا' ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ میں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب کے متعلق پوچھا جو انہوں نے بیان کیا تھا۔

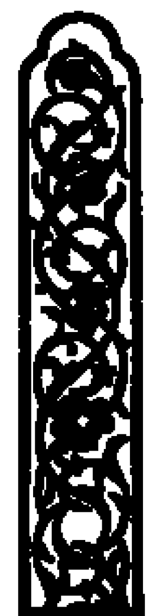


تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو سونے کے کنگن میرے ہاتھ میں رکھے گئے ہیں تو مجھے اس سے تکلیف پہنچی اور ناگوار ہوئی پھر مجھے اجازت دی گئی اور میں نے ان پر پھونک ماری اور وہ دونوں اڑ گئے۔ میں نے اس کی تعبیر لی کہ دو جھوٹے پیدا ہوں گے۔ عبید اللہ نے بیان کیا کہ ان میں سے ایک تو العنسی تھا جسے یمن میں فیروز نے قتل کیا اور دوسرا مسیلمہ۔

شرح بخاری

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اہل تعبیر سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ جو شخص خواب میں اپنے آپ کو آسمان کی طرف سیدھا اڑتا ہوا دیکھے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اسے کوئی نقصان پہنچے گا، اور اگر آسمان میں غائب ہو جائے اور واپس نہ آئے تو اس کی موت واقع ہونے والی ہے، اگر واپس آ جائے تو بیماری سے صحت یاب ہو جائیگا، اور اگر دائیں یا بائیں اڑے تو سفر در پیش ہوگا اور پرواز کی بقدر بلندی حاصل ہوگی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کے دو کنگنوں کی تعبیر دو جھوٹوں سے کی ہے جو جھوٹی نبوت کے دعویدار تھے اور قتل ہو کر روئے زمین سے اڑا دیئے جانے والے تھے۔



(٣٩) بَابُ إِذَا رَأَى بَقَرًا تُنْحَرُ

جب گائے کو خواب میں ذبح ہوتے دیکھے

٧٠٣٥- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى أُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أُهَاجِرُ مِنْ مَكَّةَ إِلَى أَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهَلِي إِلَى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ أَوْ هَجَرٌ فَإِذَا هِيَ الْمَدِينَةُ يَثْرِبُ وَرَأَيْتُ فِيهَا بَقَرًا وَاللهِ خَيْرٌ فَإِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ أُحُدٍ وَإِذَا الْخَيْرُ مَا جَاءَ اللهُ مِنَ الْخَيْرِ وَثَوَابِ الصِّدْقِ الَّذِي آتَانَا اللهُ بِهِ بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ.

مجھ سے محمد بن علاء نے بیان کیا' کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا' ان سے برید نے' ان سے ان کے دادا ابوبردہ نے' ان سے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے میرا خیال ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب دیکھا کہ میں مکہ سے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جہاں کھجوریں ہیں۔ میرا ذہن اس طرف گیا کہ یہ جگہ یمامہ ہے یا ہجر۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ مدینہ یعنی یثرب ہے اور میں نے خواب میں گائے دیکھی (ذبح کی ہوئی) اور یہ آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اللہ کے یہاں خیر ہے تو اس کی تعبیر ان مسلمانوں کی صورت میں آئی جو جنگ احد میں شہید ہوئے اور خیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے خیر اور سچائی کے ثواب کی صورت میں دیا یعنی وہ جو ہمیں اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کے بعد (دوسری فتوحات کی صورت میں) دی۔

شرح بخاری

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حدیث میں گائیوں کا ذکر ہے لیکن ان کے ذبح ہونے کا ذکر نہیں ہے جبکہ ترجمہ باب ذبح ہونے سے مقید ہے، لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نحر اور ذبح ہونے کی قید لگا کر اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جو مسند احمد میں مروی ہے اور اس میں ہے "رَأَيْتُ بَقَرًا تُنْحَرُ" "گائیاں ذبح ہوتی دیکھیں، اور اس سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں پر مصیبت آنے والی ہے اور اس مصیبت سے مراد غزوہ احد میں صحابہ کرام کا شہید ہونا ہے اور "خَيْرٌ" سے مراد اس کے بعد حاصل ہونے والی فتوحات ہیں۔

(٤٠) بَابُ النَّفْخِ فِي الْمَنَامِ
خواب میں پھونک مارتے دیکھنا

٧٠٣٦- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا بِهِ أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ».

مجھ سے اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا' کہا ہم کو معمر نے خبر دی' ان سے ہمام بن منبہ نے بیان کیا کہ یہ وہ حدیث ہے جو ہم سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایاہم سب امتوں سے آخری امت اور سب امتوں سے پہلی امت ہیں۔

۷۰۳۷- وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ إِذْ أُوتِيتُ خَزَائِنَ الأَرْضِ، فَوُضِعَ فِي يَدَيَّ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ، فَكَبُرَا عَلَيَّ وَأَهَمَّانِي، فَأُوحِيَ إِلَيَّ أَنِ انْفُخْهُمَا، فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا، فَأَوَّلْتُهُمَا الكَذَّابَيْنِ اللَّذَيْنِ أَنَا بَيْنَهُمَا: صَاحِبَ صَنْعَاءَ، وَصَاحِبَ اليَمَامَةِ.

اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں سویاہوا تھا کہ زمین کے خزانے میرے پاس لائے گئے اور میرے ہاتھ میں دو سونے کے کنگن رکھ دیے گئے جو مجھے بہت شاق گزرے۔ پھر مجھے وحی کی گئی کہ میں ان پر پھونک ماروں میں نے پھونکا تو وہ اڑ گئے۔ میں نے ان کی تعبیر دو جھوٹوں سے لی جن کے درمیان میں ہوں ایک صنعاء کا اور دوسرا یمامہ کا۔

خواب میں کسی کو پھونکنے سے مراد ہے، آسانی سے جھوٹوں کو راستے سے ہٹادینا

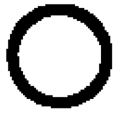
(۴۱) بَابُ إِذَا رَأَى أَنَّهُ أَخْرَجَ الشَّيْءَ مِنْ كُورَةٍ، فَأَسْكَنَهُ مَوْضِعًا آخَرَ

جب کسی نے دیکھا کہ اس نے کوئی چیز کسی طاق سے نکالی اور اسے دوسری جگہ رکھ دیا

۷۰۳۸- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنِي أَخِي عَبْدُ الْحَمِيدِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ كَأَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَةَ الرَّأْسِ خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِينَةِ حَتَّى قَامَتْ بِمَهْيَعَةَ وَهِيَ الْجُحْفَةُ فَأَوَّلْتُ أَنَّ وَبَاءَ الْمَدِينَةِ نُقِلَ إِلَيْهَا.

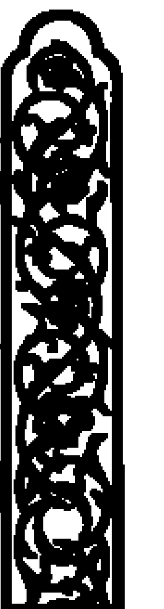


ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا انہوں نے کہا مجھ سے میرے بھائی عبدالحمید نے بیان کیا ان سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ان سے سالم بن عبداللہ نے بیان کیا انہوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے دیکھا جیسے ایک سیاہ عورت پراگندہ بال مدینہ سے نکلی اور مہیعہ میں جاکر کھڑی ہوگئی۔ مہیعہ جحفہ کو کہتے ہیں۔ میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ مدینہ کی وبا جحفہ نامی بستی میں چلی گئی۔



جب کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ اس نے کوئی چیز کسی طاق سے نکال کر کسی دوسری جگہ رکھ دی ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وباء ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے والی ہے۔

قولہ " بِمَهْيَعَةَ " مَهْيَعَةَ سے مراد جحفہ ہے جہاں اس وقت یہود اشرار آباد تھے۔



(۴۲) بَابُ الْمَرْأَةِ السَّوْدَاءِ

سیاہ عورت کو خواب میں دیکھنا

۷۰۳۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي رُؤْيَا النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَدِينَةِ رَأَيْتُ امْرَأَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَةَ الرَّأْسِ خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِينَةِ حَتَّى نَزَلَتْ بِمَهْيَعَةَ فَتَأَوَّلْتُهَا أَنَّ وَبَاءَ الْمَدِينَةِ نُقِلَ إِلَى مَهْيَعَةَ وَهِيَ الْجُحْفَةُ.

ہم سے ابو بکر المقدمی نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا اُن سے موسیٰ نے بیان کیا اُن سے سالم بن عبداللہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں خواب کے سلسلے میں کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) میں نے ایک پراگندہ بال سیاہ عورت دیکھی کہ وہ مدینہ سے نکل کر مہیعہ چلی گئی۔ میں نے اس کی تعبیر لی کہ مدینہ کی وباء مہیعہ منتقل ہو گئی ہے۔ مہیعہ جحفہ کو کہتے ہیں۔



خواب میں کالے رنگ کی عورت دیکھنے سے مراد وباء اور بیماری ہے اور اس کا پراگندہ بالوں والی ہونے سے مراد اس کی سنگینی اور وحشت ناک ہونا ہے۔

(۴۳) بَابُ الْمَرْأَةِ الثَّائِرَةِ الرَّأْسِ

پراگندہ بال عورت خواب میں دیکھنا

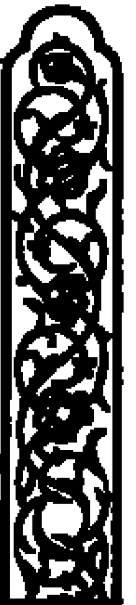
شرح بخاری

۷۰۴۰- حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ امْرَأَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَةَ الرَّأْسِ خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِينَةِ حَتَّى قَامَتْ بِمَهْيَعَةَ فَأَوَّلْتُ أَنَّ وَبَاءَ الْمَدِينَةِ نُقِلَ إِلَى مَهْيَعَةَ وَهِيَ الْجُحْفَةُ.

مجھ سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا انہوں نے کہا مجھ سے ابو بکر بن ابی اویس نے بیان کیا انہوں نے کہا مجھ سے سلیمان نے بیان کیا اُن سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا اُن سے سالم نے بیان کیا اُن سے ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ایک پراگندہ بال کالی عورت دیکھی جو مدینہ سے نکلی اور مہیعہ میں جاکر ٹھہر گئی۔ میں نے اس کی تعبیر یہ لی کہ مدینہ کی وبا مہیعہ یعنی جحفہ کی طرف منتقل ہو گئی۔

(۴۴) بَابُ إِذَا هَزَّ سَيْفًا فِي الْمَنَامِ

جب خواب میں تلوار ہلائے



٧٠٤١-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى أُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ فِي رُؤْيَايَ أَنِّي هَزَزْتُ سَيْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهُ فَإِذَا هُوَ مَا أُصِيبَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ أُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهُ أُخْرَى فَعَادَ أَحْسَنَ مَا كَانَ فَإِذَا هُوَ مَا جَاءَ اللهُ بِهِ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِينَ.

ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا' ان سے برید بن عبد اللہ ابن ابی بردہ نے بیان کیا' ان سے ان کے دادا ابو بردہ نے اور ان سے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے' مجھ کو یقین ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ میں نے ایک تلوار ہلائی تو وہ بیچ میں ٹوٹ گئی۔ اس کی تعبیر احد کی جنگ میں مسلمانوں کے شہید ہونے کی صورت میں سامنے آئی پھر دوبارہ میں نے اسے ہلایا تو وہ پہلے سے بھی اچھی شکل میں ہوگئی۔ اس کی تعبیر فتح اور مسلمانوں کے اتفاق و اجتماع کی صورت میں سامنے آئی۔

حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ خواب میں تلوار دیکھنے سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام کے ساتھ مل کر کفار پر حملہ کرنا ہے، اور اسے لہرانے سے مراد انہیں کفار سے لڑنے کا حکم دینا ہے، اور اس کے درمیان سے ٹوٹ جانے سے مراد بعض مسلمانوں کی شہادت واقع ہونا ہے اور اس کے جڑ جانے کے بعد دوبارہ لہرانے سے مراد اہل اسلام کا جمع ہو کر دوبارہ حملہ کرنے میں فتحیاب ہونا ہے، اہل تعبیر نے کہا ہے کہ خواب میں تلوار حاصل کرنے سے مراد کوئی عہدہ یا بیوی یا بچے کا حاصل ہونا ہے۔

(٤٥) بَابُ مَنْ كَذَبَ فِي حُلُمِهِ

جھوٹا خواب بیان کرنے کے گناہ کا بیان

٧٠٤٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ أَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ وَلَنْ يَفْعَلَ وَمَنِ اسْتَمَعَ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ أَوْ يَفِرُّونَ مِنْهُ صُبَّ فِي أُذُنِهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ صَوَّرَ صُورَةً عُذِّبَ وَكُلِّفَ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا وَلَيْسَ بِنَافِخٍ قَالَ سُفْيَانُ وَصَلَهُ لَنَا أَيُّوبُ وَقَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَوْلَهُ مَنْ كَذَبَ فِي رُؤْيَاهُ وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ الرُّمَّانِيِّ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَوْلَهُ مَنْ صَوَّرَ صُورَةً وَمَنْ تَحَلَّمَ وَمَنِ اسْتَمَعَ.

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَنْ اسْتَمَعَ وَمَنْ تَحَلَّمَ وَمَنْ صَوَّرَ نَحْوَهُ تَابَعَهُ هِشَامٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلَهُ.

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان نے' ان سے ایوب نے' ان سے عکرمہ نے' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایسا خواب بیان کیا جو اس نے دیکھا نہ ہو تو اسے دو جو کے دانوں کو قیامت کے دن جوڑنے کے لیے کہا جائے گا اور وہ اسے ہرگز نہیں کر سکے گا (اس لیے مار کھاتا رہے گا) اور جو شخص دوسرے لوگوں کی بات سننے کے لیے کان لگائے جو اسے پسند نہیں کرتے یا اس سے بھاگتے ہیں تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا اور جو کوئی تصویر بنائے گا اسے عذاب دیا جائے گا اور اس پر زور دیا جائے گا کہ اس میں روح بھی ڈالے جو وہ نہیں کر سکے گا۔ اور سفیان نے کہا کہ ہم سے ایوب نے یہ حدیث موصولاً بیان کی اور قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' ہم سے ابوعوانہ نے' ان سے قتادہ نے' ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ جو اپنے خواب کے سلسلے میں جھوٹ بولے۔ اور شعبہ نے کہا' ان سے ابوہاشم الرمانی نے' انہوں نے عکرمہ سے سنا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے (موقوفاً) جو شخص مورت بنائے' جو شخص جھوٹا خواب بیان کرے' جو شخص کان لگا کر دوسروں کی باتیں سنے۔



ہم سے اسحاق واسطی نے بیان کیا' کہا ہم سے خالد طحان نے بیان کیا' ان سے خالد حذاء نے' ان سے عکرمہ نے اور ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جو کسی کی بات کان لگا کر سننے کے پیچھے لگا اور جس نے غلط خواب بیان کیا اور جس نے تصویر بنائی (ایسی ہی حدیث نقل کی موقوفاً ابن عباس سے) خالد حذاء کے ساتھ اس حدیث کو ہشام بن حسان فردوسی نے بھی عکرمہ سے' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کیا۔

شرح بخاری

چونکہ نیک اور سچا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور نبوت کا چھیالیسواں حصہ بھی ہے اس لیے اپنی طرف سے کوئی خواب گھڑ لینا اور جھوٹا خواب بیان کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور جھوٹا خواب بیان کرنے والا سخت عذاب کا حقدار ہے، کیونکہ وہ جھوٹا خواب بیان کر کے غلط بات کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے اور اپنے گھڑے ہوئے جھوٹ کو نبوت کا حصہ بنانے کے جرم عظیم کا ارتکاب کرتا ہے، جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر جھوٹ بولنا دیگر لوگوں پر جھوٹ بولنے سے زیادہ قبیح ہے۔



قولہ "كُلِّفَ أَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ" جھوٹا خواب سنانے والے کو قیامت کے دن دو جو کے دانوں میں گرہ دینے کی تکلیف دی جائے گی اور وہ جو کے دانوں کو گرہ نہیں دے سکے گا اور عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکے گا نیند کی حالت میں جھوٹا خواب بیان کرنے والے کو دو جو کے دانوں میں گرہ دینے کا حکم دیا جائے گا جو کے دانوں کو خاص کرنے کی

وجہ یہ ہے کہ جو کو عربی کلام میں شعیرہ کہتے ہیں جو کہ شعور سے مشتق ہے اور خواب کا تعلق بھی شعور سے ہے جو کہ سمجھنے اور جاننے کے معنیٰ میں ہے۔

۷۰۴۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنْ أَفْرَى الْفِرَى أَنْ يُرِيَ عَيْنَيْهِ مَا لَمْ تَرَ.

ہم سے علی بن مسلم نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالصمد نے بیان کیا' کہا ہم سے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام عبد الرحمن بن عبداللہ بن دینار نے بیان کیا' ان سے ان کے والد نے اور ان سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بدترین جھوٹ یہ ہے کہ انسان خواب میں ایسی چیز کو دیکھنے کا دعویٰ کرے جو اس کی آنکھوں نے نہ دیکھی ہو۔

(۴۶) بَابُ إِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ فَلَا يُخْبِرْ بِهَا وَلَا يَذْكُرْهَا

جب کوئی برا خواب دیکھے تو اس کی کسی کو خبر نہ دے اور نہ اس کا کسی سے ذکر کرے



۷۰۴۴- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ لَقَدْ كُنْتُ أَرَى الرُّؤْيَا فَتُمْرِضُنِي حَتَّى سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ يَقُولُ وَأَنَا كُنْتُ لَأَرَى الرُّؤْيَا تُمْرِضُنِي حَتَّى سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ اللّٰهِ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يُحِبُّ فَلَا يُحَدِّثْ بِهِ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ وَإِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَلْيَتْفِلْ ثَلَاثًا وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا أَحَدًا فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ.

شرح بخاری

ہم سے سعید بن ربیع نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے عبدربہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے ابوسلمہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں (برے) خواب دیکھتا تھا اور اس کی وجہ سے بیمار پڑ جاتا تھا۔ آخر میں نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ میں بھی خواب دیکھتا اور میں بھی بیمار پڑ جاتا۔ آخر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اچھے خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں پس جب کوئی اچھے خواب دیکھے تو اسکا ذکر صرف اسی سے کرے جو اسے عزیز ہو اور جب برا خواب دیکھے تو اللہ کی اس پر شر سے پناہ مانگے اور شیطان کے شر سے تین مرتبہ تھو تھو کر دے اور اس کا کسی سے ذکر نہ کرے پس وہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔





اس سے قبل بھی ذکر ہو چکا ہے کہ برا خواب آنے پر اسے کسی کے پاس بیان نہ کیا جائے بلکہ جسے ایسا شیطانی خواب آئے وہ اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھو تھو کرے اور اس طرح شیطان کو ذلیل کرے اور اعوذ باللہ پڑھ کر شیطان کی شر سے

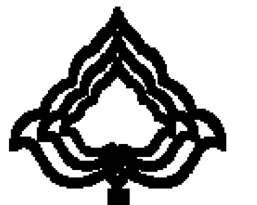
اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور اپنی کروٹ بدل لے اور دو رکعت نماز ادا کرے ایسا کرنے سے شیطانی خواب اسے کوئی نقصان نہیں دے گا۔

٧٠٤٥- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ اللَّيْثِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يُحِبُّهَا فَإِنَّهَا مِنَ اللهِ فَلْيَحْمَدِ اللهَ عَلَيْهَا وَلْيُحَدِّثْ بِهَا وَإِذَا رَأَى غَيْرَ ذَلِكَ مِمَّا يَكْرَهُ فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ الشَّيْطَانِ فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّهَا وَلَا يَذْكُرْهَا لِأَحَدٍ فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ.

ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے ابن ابی حازم اور دراوردی نے بیان کیا' ان سے یزید نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن خباب نے اور ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص خواب دیکھے جسے وہ پسند کرتا ہو تو وہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور اس پر اسے اللہ کی تعریف کرنا چاہئے اور اسے بیان بھی کرنا چاہئے اور جب کوئی خواب ایسا دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو وہ شیطان کی طرف سے ہے اور اسے چاہئے کہ اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے اور اس کا ذکر کسی سے نہ کرے' پس وہ اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

(٤٧) بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الرُّؤْيَا لِأَوَّلِ عَابِرٍ إِذَا لَمْ يُصِبْ

اگر پہلی تعبیر دینے والا غلط تعبیر دے تو اس کی تعبیر سے کچھ نہ ہو گا



٧٠٤٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ ظُلَّةً تَنْطُفُ السَّمْنَ وَالْعَسَلَ فَأَرَى النَّاسَ يَتَكَفَّفُونَ مِنْهَا فَالْمُسْتَكْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ وَإِذَا سَبَبٌ وَاصِلٌ مِنَ الْأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ فَأَرَاكَ أَخَذْتَ بِهِ فَعَلَوْتَ ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَعَلَا بِهِ ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَعَلَا بِهِ ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَانْقَطَعَ ثُمَّ وُصِلَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ وَاللهِ لَتَدَعَنِّي فَأَعْبُرَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْبُرْهَا قَالَ أَمَّا الظُّلَّةُ فَالْإِسْلَامُ وَأَمَّا الَّذِي يَنْطُفُ مِنَ الْعَسَلِ وَالسَّمْنِ فَالْقُرْآنُ حَلَاوَتُهُ تَنْطُفُ فَالْمُسْتَكْثِرُ مِنَ الْقُرْآنِ وَالْمُسْتَقِلُّ وَأَمَّا السَّبَبُ الْوَاصِلُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ فَالْحَقُّ

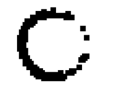


الَّذِي أَنْتَ عَلَيْهِ تَأْخُذُ بِهِ فَيُعْلِيكَ اللهُ ثُمَّ يَأْخُذُ بِهِ رَجُلٌ مِنْ بَعْدِكَ فَيَعْلُو بِهِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَيَعْلُو بِهِ ثُمَّ يَأْخُذُهُ رَجُلٌ آخَرُ فَيَنْقَطِعُ بِهِ ثُمَّ يُوَصَّلُ لَهُ فَيَعْلُو بِهِ فَأَخْبِرْنِي يَا رَسُولَ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ أَصَبْتُ أَمْ أَخْطَأْتُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَبْتَ بَعْضًا وَأَخْطَأْتَ بَعْضًا قَالَ فَوَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ لَتُحَدِّثَنِّي بِالَّذِي أَخْطَأْتُ قَالَ لَا تُقْسِمْ.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے یونس نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ابر کا ٹکڑا ہے جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے میں دیکھتا ہوں کہ لوگ انہیں اپنے ہاتھوں میں لے رہے ہیں۔ کوئی زیادہ اور کوئی کم اور ایک رسی ہے جو زمین سے آسمان تک لٹکی ہوئی ہے۔ میں نے دیکھا کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر اسے پکڑا اور اوپر چڑھ گئے پھر ایک دوسرے صاحب نے بھی اسے پکڑا اور وہ بھی اوپر چڑھ گئے پھر ایک تیسرے صاحب نے پکڑا اور وہ بھی چڑھ گئے پھر چوتھے صاحب نے پکڑا اور وہ بھی اس کے ذریعہ چڑھ گئے۔ پھر وہ رسی ٹوٹ گئی' پھر جڑ گئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ مجھے اجازت دیجئے میں اس کی تعبیر بیان کر دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیان کرو۔ انہوں نے کہا سایہ سے مراد دین اسلام ہے اور شہد اور گھی ٹپک رہا تھا وہ قرآن مجید کی شیرینی ہے اور بعض قرآن کو زیادہ حاصل کرنے والے ہیں' بعض کم اور آسمان سے زمین تک کی رسی سے مراد وہ سچا طریق ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قائم ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پکڑے ہوئے ہیں یہاں تک کہ اس کے ذریعہ اللہ آپ کو اٹھالے گا پھر آپ کے بعد ایک دوسرے صاحب آپ کے خلیفہ اول اسے پکڑیں گے وہ بھی مرتے دم تک اس پر قائم رہیں گے۔ پھر تیسرے صاحب پکڑیں گے ان کا بھی یہی حال ہو گا۔ پھر چوتھے صاحب پکڑیں گے تو ان کا معاملہ خلافت کا کٹ جائے گا وہ بھی اوپر چڑھ جائیں گے۔ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے بتائیے کیا میں نے جو تعبیر دی ہے وہ غلط ہے یا صحیح۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض حصہ کی صحیح تعبیر دی ہے اور بعض کی غلط۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ پس واللہ! آپ میری غلطی کو ظاہر فرمادیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم نہ کھاؤ۔







اگر پہلا تعبیر کرنے والا خواب کی غلط تعبیر کرے تو اس کی تعبیر واقع نہیں ہو گی اور خواب اس کے مطابق نہیں ہو گا حضرت انس سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الرُّؤْيَا لِأَوَّلِ عَابِرٍ'' اگر چہ یہ حدیث یزید رقاشی کی وجہ سے ضعیف ہے اور اگر شواہد کی بنا پر ثابت بھی ہو تو خواب ہمیشہ پہلے تعبیر کرنے والے کے مطابق نہیں ہوتا، پہلے تعبیر کرنے والے کے مطابق تب ہوتا ہے جب کہ اس کی تعبیر صحیح ہو یا اس خواب کی دو تعبیریں ہوں اور پہلے کی تعبیر صحیح ہو



لیکن اگر وہ غلط تعبیر کرے یا اس کی تعبیر ایک ہی صحیح ہو اور وہ غلط تعبیر کرے پھر وہ خواب اول عابر یعنی پہلے تعبیر کرنے والے کے مطابق نہیں ہو گا۔

قولہ "أَصَبْتَ بَعْضًا وَأَخْطَأْتَ بَعْضًا" "تو نے خواب کی کچھ تعبیر صحیح کی ہے اور کچھ میں غلطی کھائی ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اول عابر پہلے تعبیر کرنے والے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے کچھ تعبیر غلط کی ہے اب اگر آپ اس غلطی کو بیان کرتے تو صحیح تعبیر پیش فرماتے تو آپ کی تعبیر صحیح قرار پاتی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تعبیر صحیح نہ ہوتی، حالانکہ وہ اول عابر تھے، تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ باب ثابت ہوا کہ خواب ہمیشہ اول عابر یعنی پہلے تعبیر کرنے والے کے لیے نہیں ہوتا۔

قولہ "أَخْطَأْتَ بَعْضًا" "بعض علماء کے نزدیک خواب کی تعبیر میں کوئی غلطی نہیں تھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعبیر صحیح تھی لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں تعبیر کرنا اور عجلت سے کام لینا غلطی تھی، اگرچہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر تعبیر کی تھی لیکن چاہیے تھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تعبیر کرنے کا موقعہ دیتے۔

بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے "ثُمَّ يَأْخُذُهُ رَجُلٌ آخَرُ فَيَنْقَطِعُ" کہہ کر تیسرے آدمی کے قتل کیے جانے کی صراحت کر دی تھی، حالانکہ فتنہ کی صراحت نہیں کرنی چاہیے تھی، فتنہ کی صراحت کر دینا غلطی تھی۔



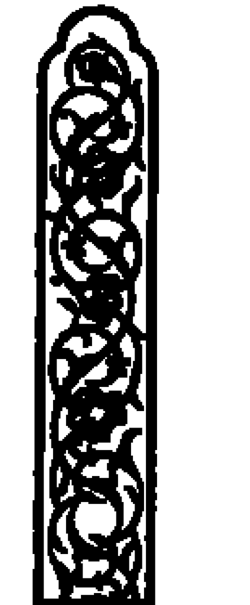
(۴۸) بَابُ تَعْبِيرِ الرُّؤْيَا بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ

صبح کی نماز کے بعد خواب کی تعبیر بیان کرنا

٧٠٤٧- حَدَّثَنِي مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ أَبُو هِشَامٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ لِأَصْحَابِهِ هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنْ رُؤْيَا قَالَ فَيَقُصُّ عَلَيْهِ مَنْ شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُصَّ وَإِنَّهُ قَالَ ذَاتَ غَدَاةٍ إِنَّهُ أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتِيَانِ وَإِنَّهُمَا ابْتَعَثَانِي وَإِنَّهُمَا قَالَا لِي انْطَلِقْ وَإِنِّي انْطَلَقْتُ مَعَهُمَا وَإِنَّا أَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ وَإِذَا آخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِصَخْرَةٍ وَإِذَا هُوَ يَهْوِي بِالصَّخْرَةِ لِرَأْسِهِ فَيَثْلَغُ رَأْسَهُ فَيَتَدَهْدَه الْحَجَرُ هَا هُنَا فَيَتْبَعُ الْحَجَرَ فَيَأْخُذُهُ فَلَا يَرْجِعُ إِلَيْهِ حَتَّى يَصِحَّ رَأْسُهُ كَمَا كَانَ ثُمَّ يَعُودُ عَلَيْهِ فَيَفْعَلُ بِهِ مِثْلَ مَا فَعَلَ الْمَرَّةَ الْأُولَى قَالَ قُلْتُ لَهُمَا سُبْحَانَ اللهِ مَا هَذَانِ قَالَ قَالَا لِي انْطَلِقْ انْطَلِقْ قَالَ فَانْطَلَقْنَا فَأَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُسْتَلْقٍ لِقَفَاهُ وَإِذَا آخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِكَلُّوبٍ مِنْ حَدِيدٍ وَإِذَا هُوَ يَأْتِي أَحَدَ شِقَّيْ وَجْهِهِ فَيُشَرْشِرُ شِدْقَهُ إِلَى قَفَاهُ وَمَنْخِرَهُ إِلَى قَفَاهُ وَعَيْنَهُ إِلَى قَفَاهُ قَالَ وَرُبَّمَا قَالَ أَبُو رَجَاءٍ فَيَشُقُّ قَالَ ثُمَّ

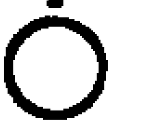






يَتَحَوَّلُ إِلَى الْجَانِبِ الْآخَرِ فَيَفْعَلُ بِهِ مِثْلَ مَا فَعَلَ بِالْجَانِبِ الْأَوَّلِ فَمَا يَفْرُغُ مِنْ ذَلِكَ الْجَانِبِ حَتَّى يَصِحَّ ذَلِكَ الْجَانِبُ كَمَا كَانَ ثُمَّ يَعُودُ عَلَيْهِ فَيَفْعَلُ مِثْلَ مَا فَعَلَ الْمَرَّةَ الْأُولَى قَالَ قُلْتُ سُبْحَانَ اللهِ مَا هَذَانِ قَالَ قَالَا لِي انْطَلِقْ انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا فَأَتَيْنَا عَلَى مِثْلِ التَّنُّورِ قَالَ فَأَحْسِبُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ فَإِذَا فِيهِ لَغَطٌ وَأَصْوَاتٌ قَالَ فَاطَّلَعْنَا فِيهِ فَإِذَا فِيهِ رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ وَإِذَا هُمْ يَأْتِيهِمْ لَهَبٌ مِنْ أَسْفَلَ مِنْهُمْ فَإِذَا أَتَاهُمْ ذَلِكَ اللهَبُ ضَوْضَوْا قَالَ قُلْتُ لَهُمَا مَا هَؤُلَاءِ قَالَ قَالَا لِي انْطَلِقْ انْطَلِقْ قَالَ فَانْطَلَقْنَا فَأَتَيْنَا عَلَى نَهَرٍ حَسِبْتُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ أَحْمَرَ مِثْلِ الدَّمِ وَإِذَا فِي النَّهَرِ رَجُلٌ سَابِحٌ يَسْبَحُ وَإِذَا عَلَى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ قَدْ جَمَعَ عِنْدَهُ حِجَارَةً كَثِيرَةً وَإِذَا ذَلِكَ السَّابِحُ يَسْبَحُ مَا يَسْبَحُ ثُمَّ يَأْتِي ذَلِكَ الَّذِي قَدْ جَمَعَ عِنْدَهُ الْحِجَارَةَ فَيَفْغَرُ لَهُ فَاهُ فَيُلْقِمُهُ حَجَرًا فَيَنْطَلِقُ يَسْبَحُ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَيْهِ كُلَّمَا رَجَعَ إِلَيْهِ فَغَرَ لَهُ فَاهُ فَأَلْقَمَهُ حَجَرًا قَالَ قُلْتُ لَهُمَا مَا هَذَانِ قَالَ قَالَا لِي انْطَلِقْ انْطَلِقْ قَالَ فَانْطَلَقْنَا فَأَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ كَرِيهِ الْمَرْآةِ كَأَكْرَهِ مَا أَنْتَ رَاءٍ رَجُلًا مَرْآةً وَإِذَا عِنْدَهُ نَارٌ يَحُشُّهَا وَيَسْعَى حَوْلَهَا قَالَ قُلْتُ لَهُمَا مَا هَذَا قَالَ قَالَا لِي انْطَلِقْ انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا فَأَتَيْنَا عَلَى رَوْضَةٍ مُعْتَمَّةٍ فِيهَا مِنْ كُلِّ لَوْنِ الرَّبِيعِ وَإِذَا بَيْنَ ظَهْرَيِ الرَّوْضَةِ رَجُلٌ طَوِيلٌ لَا أَكَادُ أَرَى رَأْسَهُ طُولًا فِي السَّمَاءِ وَإِذَا حَوْلَ الرَّجُلِ مِنْ أَكْثَرِ وِلْدَانٍ رَأَيْتُهُمْ قَطُّ قَالَ قُلْتُ لَهُمَا مَا هَذَا مَا هَؤُلَاءِ قَالَ قَالَا لِي انْطَلِقِ انْطَلِقْ قَالَ فَانْطَلَقْنَا فَانْتَهَيْنَا إِلَى رَوْضَةٍ عَظِيمَةٍ لَمْ أَرَ رَوْضَةً قَطُّ أَعْظَمَ مِنْهَا وَلَا أَحْسَنَ قَالَ قَالَا لِي ارْقَ فِيهَا قَالَ فَارْتَقَيْنَا فِيهَا فَانْتَهَيْنَا إِلَى مَدِينَةٍ مَبْنِيَّةٍ بِلَبِنِ ذَهَبٍ وَلَبِنِ فِضَّةٍ فَأَتَيْنَا بَابَ الْمَدِينَةِ فَاسْتَفْتَحْنَا فَفُتِحَ لَنَا فَدَخَلْنَاهَا فَتَلَقَّانَا فِيهَا رِجَالٌ شَطْرٌ مِنْ خَلْقِهِمْ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ وَشَطْرٌ كَأَقْبَحِ مَا أَنْتَ رَاءٍ قَالَ قَالَا لَهُم اذْهَبُوا فَقَعُوا فِي ذَلِكَ النَّهَرِ قَالَ وَإِذَا نَهَرٌ مُعْتَرِضٌ يَجْرِي كَأَنَّ مَاءَهُ الْمَحْضُ فِي الْبَيَاضِ فَذَهَبُوا فَوَقَعُوا فِيهِ ثُمَّ رَجَعُوا إِلَيْنَا قَدْ ذَهَبَ ذَلِكَ السُّوءُ عَنْهُمْ فَصَارُوا فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ قَالَ قَالَا لِي هَذِهِ جَنَّةُ عَدْنٍ وَهَذَاكَ مَنْزِلُكَ قَالَ فَسَمَا بَصَرِي صُعُدًا فَإِذَا قَصْرٌ مِثْلُ الرَّبَابَةِ الْبَيْضَاءِ قَالَ قَالَا لِي هَذَاكَ مَنْزِلُكَ قَالَ قُلْتُ لَهُمَا بَارَكَ اللهُ فِيكُمَا ذَرَانِي فَأَدْخُلَهُ قَالَا أَمَّا الْآنَ فَلَا وَأَنْتَ دَاخِلُهُ قَالَ قُلْتُ لَهُمَا فَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ مُنْذُ اللَّيْلَةِ عَجَبًا فَمَا هَذَا الَّذِي رَأَيْتُ قَالَ قَالَا لِي أَمَا إِنَّا سَنُخْبِرُكَ



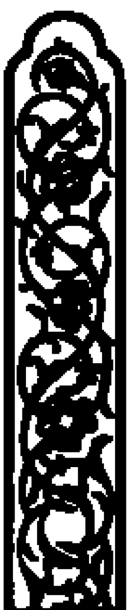




أَمَّا الرَّجُلُ الْأَوَّلُ الَّذِي أَتَيْتَ عَلَيْهِ يُثْلَغُ رَأْسُهُ بِالْحَجَرِ فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفُضُهُ وَيَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ وَأَمَّا الرَّجُلُ الَّذِي أَتَيْتَ عَلَيْهِ يُشَرْشَرُ شِدْقُهُ إِلَى قَفَاهُ وَمَنْخِرُهُ إِلَى قَفَاهُ وَعَيْنُهُ إِلَى قَفَاهُ فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَغْدُو مِنْ بَيْتِهِ فَيَكْذِبُ الْكَذْبَةَ تَبْلُغُ الْآفَاقَ وَأَمَّا الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ الْعُرَاةُ الَّذِينَ فِي مِثْلِ بِنَاءِ التَّنُّورِ فَإِنَّهُمُ الزُّنَاةُ وَالزَّوَانِي وَأَمَّا الرَّجُلُ الَّذِي أَتَيْتَ عَلَيْهِ يَسْبَحُ فِي النَّهَرِ وَيُلْقَمُ الْحَجَرَ فَإِنَّهُ آكِلُ الرِّبَا وَأَمَّا الرَّجُلُ الْكَرِيهُ الْمَرْآةِ الَّذِي عِنْدَ النَّارِ يَحُشُّهَا وَيَسْعَى حَوْلَهَا فَإِنَّهُ مَالِكٌ خَازِنُ جَهَنَّمَ وَأَمَّا الرَّجُلُ الطَّوِيلُ الَّذِي فِي الرَّوْضَةِ فَإِنَّهُ إِبْرَاهِيمُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّا الْوِلْدَانُ الَّذِينَ حَوْلَهُ فَكُلُّ مَوْلُودٍ مَاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ قَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ يَا رَسُولَ اللهِ وَأَوْلَادُ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَوْلَادُ الْمُشْرِكِينَ وَأَمَّا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَانُوا شَطْرٌ مِنْهُمْ حَسَنًا وَشَطْرٌ مِنهم قَبِيحًا فَإِنَّهُمْ قَوْمٌ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا تَجَاوَزَ اللهُ عَنْهُمْ.



مجھ سے ابوہشام موئل بن ہشام نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے' انہوں نے کہا ہم سے عوف نے' ان سے ابورجاء نے' ان سے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو باتیں صحابہ سے اکثر کیا کرتے تھے ان میں یہ بھی تھی کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ بیان کیا کہ پھر جو چاہتا اپنا خواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صبح کو فرمایا کہ رات میرے پاس دو آنے والے آئے اور انہوں نے مجھے اٹھایا اور مجھ سے کہا کہ ہمارے ساتھ چلو میں ان کے ساتھ چل دیا۔ پھر ہم ایک لیٹے ہوئے شخص کے پاس آئے جس کے پاس ایک دوسرا شخص پتھر لیے کھڑا تھا اور اس کے سر پر پتھر پھینک کر مارتا تو اس کا سر اس سے پھٹ جاتا' پتھر لڑھک کر دور چلا جاتا' لیکن وہ شخص پتھر کے پیچھے جاتا اور اسے اٹھالاتا اور اس لیٹے ہوئے شخص تک پہنچنے سے پہلے ہی اس کا سر ٹھیک ہو جاتا جیسا کہ پہلے تھا۔ کھڑا شخص پھر اسی طرح پتھر اس پر مارتا اور وہی صورتیں پیش آتیں جو پہلے پیش آئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ان دونوں سے پوچھا سبحان اللہ یہ دونوں کون ہیں؟ فرمایا کہ مجھ سے انہوں نے کہا کہ آگے بڑھو' آگے بڑھو۔ فرمایا کہ پھر ہم آگے بڑھے اور ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو پیٹھ کے بل لیٹا ہوا تھا اور ایک دوسرا شخص اس کے پاس لوہے کا آنکڑا لیے کھڑا تھا اور یہ اس کے چہرہ کے ایک طرف آتا اور اس کے ایک جبڑے کو گدی تک چیرتا اور اس کی ناک کو گدی تک چیرتا اور اس کی آنکھ کو گدی تک چیرتا۔ (عوف نے) بیان کیا کہ بعض دفعہ ابورجاء (راوی حدیث) نے "فیشق" کہا' (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) بیان کیا کہ پھر وہ دوسری جانب جاتا ادھر بھی اسی طرح چیرتا جس طرح اس نے پہلی جانب کیا تھا۔ وہ ابھی دوسری



جانب سے فارغ بھی نہ ہوتا تھا کہ پہلی جانب اپنی پہلی صحیح حالت میں لوٹ آتی۔ پھر دوبارہ وہ اسی طرح کرتا جس طرح اس نے پہلی مرتبہ کیا تھا فرمایا کہ میں نے کہا سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آگے چلو (ابھی کچھ نہ پوچھو) چنانچہ ہم آگے چلے پھر ہم ایک تنور جیسی چیز پر آئے۔ راوی نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ آپ کہا کرتے تھے کہ اس میں شور و آواز تھی۔ کہا کہ پھر ہم نے اس میں جھانکا تو اس کے اندر ننگے مرد اور عورتیں تھیں اور ان کے نیچے سے آگ کی لپٹ آتی تھی جب آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لیتی تو وہ چلانے لگتے۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ میں نے ان سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ چلو چلو۔ فرمایا کہ ہم آگے بڑھے اور ایک نہر پر آئے۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے کہا کہ وہ خون کی طرح سرخ تھی اور اس نہر میں ایک شخص تیر رہا تھا اور نہر کے کنارے ایک دوسرا شخص تھا جس نے اپنے پاس پتھر جمع کر رکھے تھے اور یہ تیرنے والا تیرتا ہوا جب اس شخص کے پاس پہنچتا جس نے پتھر جمع کر رکھے تھے تو یہ اپنا منہ کھول دیتا اور کنارے کا شخص اس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا وہ پھر تیرنے لگتا اور پھر اس کے پاس لوٹ کر آتا اور جب بھی اس کے پاس آتا تو اپنا منہ پھیلا دیتا اور یہ اس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا۔ فرمایا کہ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ فرمایا کہ انہوں نے کہا کہ آگے چلو آگے چلو۔ فرمایا کہ پھر ہم آگے بڑھے اور ایک نہایت قبیح صورت آدمی کے پاس پہنچے جتنے قبیح صورت تم نے دیکھے ہوں گے ان میں سب سے زیادہ قبیح صورت۔ اس کے پاس آگ جل رہی تھی اور وہ اسے جلا رہا تھا اور اس کے چاروں طرف دوڑتا تھا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ میں نے ان سے کہا کہ یہ کیا ہے؟ فرمایا کہ انہوں نے مجھ سے کہا چلو چلو۔ ہم آگے بڑھے اور ایک ایسے باغ میں پہنچے جو ہرا بھرا تھا اور اس میں موسم بہار کے سب پھول تھے۔ اس باغ کے درمیان میں بہت لمبا ایک شخص تھا' اتنا لمبا تھا کہ میرے لیے اس کا سر دیکھنا دشوار تھا کہ وہ آسمان سے باتیں کرتا تھا اور اس شخص کے چاروں طرف بہت سے بچے تھے کہ اتنے کبھی نہیں دیکھے تھے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ میں نے پوچھا یہ کون ہے یہ بچے کون ہیں؟ فرمایا کہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ چلو چلو فرمایا کہ پھر ہم آگے بڑھے اور ایک عظیم الشان باغ تک پہنچے' میں نے اتنا بڑا اور خوبصورت باغ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ان دونوں نے کہا کہ اس پر چڑھیے ہم اس پر چڑھے تو ایک ایسا شہر دکھائی دیا جو اس طرح بنا تھا کہ اس کی ایک اینٹ سونے کی تھی اور ایک اینٹ چاندی کی۔ ہم شہر کے دروازے پر آئے تو ہم نے اسے کھلوایا۔ وہ ہمارے لیے کھولا گیا اور ہم اس میں داخل ہوئے۔ ہم نے اس میں ایسے لوگوں سے ملاقات کی جن کے جسم کا نصف حصہ تو نہایت خوبصورت تھا اور دوسرا نصف نہایت بدصورت۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ دونوں ساتھیوں نے ان لوگوں سے کہا کہ جاؤ اور اس نہر میں کود جاؤ۔ ایک نہر سامنے بہہ رہی تھی اس کا پانی انتہائی سفید تھا وہ لوگ گئے اور اس میں کود گئے اور پھر ہمارے پاس لوٹ کر آئے تو ان کا پہلا عیب جا چکا تھا اور اب وہ نہایت خوبصورت ہو گئے تھے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ ان دونوں نے کہا



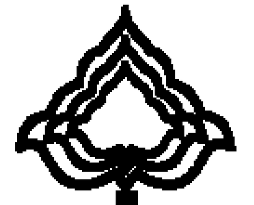
شرح بخاری





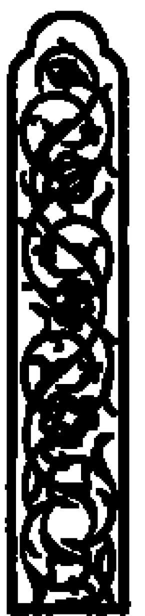


کہ یہ جنت عدن ہے اور یہ آپ کی منزل ہے۔ آنحضرت ﷺ نے) فرمایا کہ میری نظر اوپر کی طرف اٹھی تو سفید بادل کی طرح ایک محل اوپر نظر آیا فرمایا کہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ آپ کی منزل ہے۔ فرمایا کہ میں نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔ مجھے اس میں داخل ہونے دو۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت تو آپ نہیں جا سکتے لیکن ہاں آپ اس میں ضرور جائیں گے۔ فرمایا کہ میں نے ان سے کہا کہ آج رات میں نے عجیب وغریب چیزیں دیکھی ہیں۔ یہ چیزیں کیا تھیں جو میں نے دیکھی ہیں۔ فرمایا کہ انہوں نے مجھ سے کہا ہم آپ کو بتائیں گے۔ پہلا شخص جس کے پاس آپ گئے تھے اور جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا یہ وہ شخص ہے جو قرآن سیکھتا تھا اور پھر اسے چھوڑ دیتا اور فرض نماز کو چھوڑ کر سو جاتا اور وہ شخص جس کے پاس آپ گئے اور جس کا جبڑا گدی تک اور ناک گدی تک اور آنکھ گدی تک چیری جا رہی تھی۔ یہ وہ شخص ہے جو صبح اپنے گھر سے نکلتا اور جھوٹی خبر تراشتا جو دنیا میں پھیل جاتی اور وہ ننگے مرد اور عورتیں جو تنور میں آپ نے دیکھے وہ زنا کار مرد اور عورتیں تھیں وہ شخص جس کے پاس آپ اس حال میں گئے کہ وہ نہر میں تیر رہا تھا اور اس کے منہ میں پتھر دیا جاتا تھا وہ سود کھانے والا ہے اور وہ شخص جو قبیح صورت ہے اور جہنم کی آگ بھڑ کا رہا ہے اور اس کے چاروں طرف چل پھر رہا ہے وہ جہنم کا داروغہ مالک نامی ہے اور وہ لمبا شخص جو باغ میں نظر آیا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور جو بچے ان کے چاروں طرف ہیں تو وہ بچے ہیں جو (بچپن ہی میں) فطرت پر مر گئے ہیں۔ بیان کیا کہ اس پر بعض مسلمانوں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا مشرکین کے بچے بھی ان میں داخل ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں مشرکین کے بچے بھی (ان میں داخل ہیں) اب رہے وہ لوگ جن کا آدھا جسم خوبصورت اور آدھا قبیح صورت تھا تو یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اچھے عمل کے ساتھ برے عمل بھی کئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کو بخش دیا۔

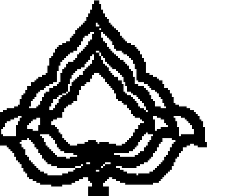


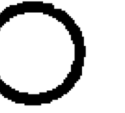
شرح بخاری

یعنی صبح کی نماز کے بعد خواب کی تعبیر کرنا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ باب قائم کر کے اس روایت کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جو مصنف عبد الرزاق میں ان الفاظ سے مروی ہے "لا تقصص رؤياك على امرأة ولا تخبر بها حتى تطلع الشمس" یعنی عورت کے پاس اپنا خواب بیان نہ کریں اور نہ ہی سورج نکلنے سے پہلے خواب کی تعبیر کریں اور یہ روایت ضعیف ہے جب کہ امام بخاری صحیح ثابت حدیث سے اس کے جواز کو ثابت کرتے ہیں یہ حدیث نبی اکرم ﷺ کے خواب پر مشتمل ہے اور انبیاء کرام کے خواب رحمانی ہوتے ہیں اور وحی الٰہی ہوتے ہیں اور اس حدیث میں لوگوں کے لیے بڑی عبرت کا سامان ہیں اس میں چار قسم کے مجرموں کی سزاؤں کا ذکر ہے، پہلا شخص قرآن کا حافظ وقاری، اسی طرح عالم اور مولوی جو پانچ نمازوں کی ادائیگی میں سستی سے کام لیتا ہے اور نیند کی وجہ سے نمازیں ضائع کر دیتا ہے اس کی سزا اور عذاب کا اس حدیث میں ذکر ہوا ہے دوسرا وہ شخص جو جھوٹی باتیں پھیلانے والا افواہیں اڑانے والا ہے اور حدیث گھڑ کر بیان کرنے والا ہے، تیسرا وہ مرد یا عورت جو زنا کار اور بدکار ہے انہیں آگ کے تنور میں ننگے جلایا جا رہا تھا، چوتھا خونی نہر میں غوطے کھانے والا سود خور تھا۔



حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں، ایک یہ کہ اسراء ایک مرتبہ بیداری میں ہوا ہے اور دوسری مرتبہ نیند میں ہوا ہے اور بعض نافرمان قسم کے لوگوں کو برزخ میں عذاب ہوتا ہے، تیسرا فرضی نمازوں کی ادائیگی سے سوئے رہنا بڑا نقصان دہ ہے اور حافظ قرآن کے لیے قرآن چھوڑ دینا بھی نقصان دہ ہے اور خطرناک ہے، زنا کاری اور سود خوری اور جھوٹ بولنا حرام ہے۔ اور کوئی شخص دنیا میں ہوتے ہوئے جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جنت میں داخلہ موت کے بعد روز قیامت ہو گا جب کہ اس کا اہل ہو گا۔









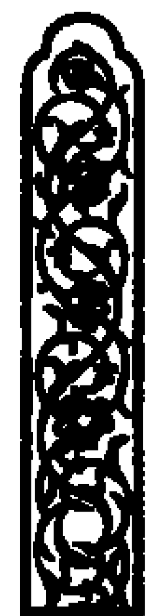
(۹۳) كِتَابُ الْفِتَنِ

فتنوں کے بیان میں

"الفتن" فا کے کسرہ اور تا کی فتحہ کے ساتھ، یہ جمع ہے فتنۃ کی جس کا معنیٰ محنت آزمائش اور عذاب ہے اور لغوی اعتبار سے یہ لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے، مثلاً سونے کو آگ میں ڈالنا تاکہ کھوٹا، کھرے سونے سے الگ ہو جائے اور انسان کو آگ میں ڈالنا بھی فتنہ ہے، عذاب کے معنیٰ میں بھی آتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: "ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ هَذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ"① عذاب کے اسباب یعنی کفر و شرک کا نام بھی فتنہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ"② اس فتنہ سے مراد کفر و شرک کا فتنہ ہے اختبار اور امتحان کے معنیٰ میں بھی یہ لفظ آتا ہے، ارشاد الٰہی ہے: "وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ"③ فتنہ ارتداد کو بھی فتنہ کہا جاتا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو باغیوں کا شہید کرنا حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی باہمی لڑائی طلحہ اور زبیر سے لڑائی ان سب کو فتنہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ عباسیوں کا پانچ لاکھ کے قریب انسانوں کو قتل کر کے غلبہ حاصل کرنا بھی فتنہ ہے اس کے بعد تاتاریوں اور ترکوں کے فتنے آئے اور ختم ہو گئے یہاں کتاب الفتن سے مراد وہ خانہ جنگی اور وہ لڑائیاں ہیں جو خلاف شریعت مسلمانوں میں ہوتی رہی ہیں، قرآن کریم میں مال اور اولاد کو بھی فتنہ کہا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ"④ بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے اور اجر عظیم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، مال اور اولاد فتنہ تب ہیں جب کہ یہ دین سے غافل بنانے والے اور شعائر اسلام پر عمل پیرا ہونے میں رکاوٹ بننے والے ہوں اور مال کمانے اور خرچ کرنے میں حلال و حرام کی تمیز نہ ہو اور شیطانی کاموں میں مال خرچ کیا جائے تو یہ فتنہ ہے لیکن اگر مال و اولاد انسان کے لیے اس کے دین میں معاون ہوں تو یہ اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمت ہے جس پر انسان کو اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔



اس طرح فتنوں میں سے ایک بہت بڑا فتنہ مسلمان کہلانے والی عورتوں کا دین اسلام کی حدود کو پامال کرنا اور چست اور نیم برہنہ لباس پہن کر سر عام بازاروں میں پھرنا ہے، اور یہ سب کچھ غیر مسلم عورتوں کی نقالی میں کیا جاتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے اس فتنہ کے متعلق بہت پہلے آگاہ کر دیا تھا جیسا کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ایک رات بیدار ہوئے اور آپ از روئے تعجب سبحان اللہ کہہ رہے تھے اور فرما رہے تھے آج رات کس قدر فتنے اترتے دیکھے



① الذاریات:۱۴

② البقرۃ:۱۹۱

③ طٰہٰ:۱۳۱

④ التغابن:۱۵

گئے اور کس قدر خزانے کھولے گئے گویا آپ کو بذریعہ وحی رونما ہونے والے فتنوں سے اور حاصل ہونے والے خزانوں سے آگاہ کیا گیا، پھر آپ نے اپنی ازواج مطہرات کے بارہ میں فرمایا، ان حجروں والیوں کو جگاؤ تاکہ وہ اٹھ کر رات کا قیام کریں کیونکہ بہت سی عورتیں جو دنیا میں کپڑے پہننے والیاں ہیں وہ آخرت میں برہنہ ہوں گی۔ ①

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فتنوں کے زمانہ میں فتنوں سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اہتمام کرنا چاہیے، فرائض کی ادائیگی سے بڑھ کر قیام لیل اور نوافل کو بھی ادا کرنا چاہیے، اس بارہ میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "العِبادَةُ في الهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ" ② یعنی فتنوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے کی طرح ہے۔

اور تقویٰ کو لازم پکڑنے سے اللہ تعالیٰ فتنوں سے نکلنے کا راستہ مہیا کر دیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا" ③ اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا راستہ ہموار کر دیتے ہیں۔

فتنوں کے زمانہ میں صبر و استقامت کا دامن نہ چھوڑا جائے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "و اعلم أن النَّصْرَ مع الصَّبْرِ، و أن الفَرَجَ مع الكَرْبِ، و أَنَّ مع العُسْرِ يُسْرًا" ④ اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد صبر کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور ہر مصیبت کے بعد آسانی مہیا ہوتی ہے اور فتنوں سے بچنے کے لیے فتنوں کے زمانہ میں بکثرت توبہ اور استغفار کرنی چاہیے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ" ⑤ اور اللہ تعالیٰ بخشش مانگنے والوں اور استغفار کرنے والوں کو عذاب دینے والا نہیں ہے۔



(۱) بَاب مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً

اللہ تعالیٰ کا سورۃ انفال میں یہ فرمانا کہ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً

وَمَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحَذِّرُ مِنَ الْفِتَنِ

نیز نبی ﷺ کا اپنی امت کو فتنوں سے خبردار کرنے کا بیان۔

---

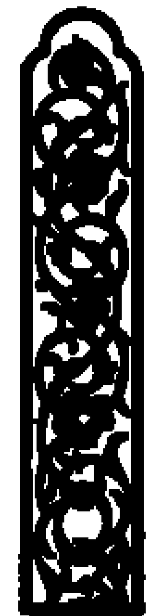
① صحیح بخاری:۱۱۵
② صحیح مسلم:۲۹۴۸
③ الطلاق:۲
④ مسند احمد:۲۸۰۴
⑤ الانفال:۳۳



٧٠٤٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ قَالَتْ أَسْمَاءُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَنَا عَلَى حَوْضِي أَنْتَظِرُ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ فَيُؤْخَذُ بِنَاسٍ مِنْ دُونِي فَأَقُولُ أُمَّتِي فَيُقَالُ لَا تَدْرِي مَشَوْا عَلَى الْقَهْقَرَى قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ اللهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ أَنْ نَرْجِعَ عَلَى أَعْقَابِنَا أَوْ نُفْتَنَ.

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے بشر بن سری نے بیان کیا، کہا ہم سے نافع بن عمر نے بیان کیا، ان سے ابن ابی ملیکہ نے اور ان سے حضرت اسماء نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (قیامت کے دن) میں حوض کوثر پر ہوں گا اور اپنے پاس آنے والوں کا انتظار کرتا رہوں گا پھر (حوض کوثر) پر کچھ لوگوں کو مجھ تک پہنچنے سے پہلے ہی گرفتار کر لیا جائے گا تو میں کہوں گا کہ یہ تو میری امت کے لوگ ہیں۔ جواب ملے گا کہ آپ کو معلوم نہیں یہ لوگ الٹے پاؤں پھر گئے تھے۔ ابن ابی ملیکہ اس حدیث کو روایت کرتے وقت دعا کرتے "اے اللہ! ہم تیری پناہ مانگتے ہیں کہ ہم الٹے پاؤں پھر جائیں یا فتنہ میں پڑ جائیں"

اس آیت کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ انفال میں واقعہ بدر کے تحت ذکر کیا ہے مسند احمد اور بزار میں مطرف بن عبداللہ بن شخیر کی سند سے مروی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم نے قصہ جمل کے موقع پر حضرت زبیر سے کہا تم بصرہ میں خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لینے کے لیے آئے ہو اور مدینہ میں ہوتے ہوئے ان کا ساتھ دے کر ان کی حفاظت کیوں نہ کی تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے نبی کریم ﷺ کے زمانے میں یہ آیت پڑھی "وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً "اس وقت ہمیں معلوم نہیں تھا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے یہاں تک کہ فتنہ ہم میں ہی برپا ہو گیا اور یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور کی طرف ہی اشارہ تھا اس وقت حضرت علی اور حضرت زبیر کے متبعین موجود تھے وہ روکنا چاہتے تو ممکن تھا لیکن انہوں نے زیادہ توجہ نہ دی کیونکہ حضرت عثمان کے عاملوں کے بارہ میں غلط پروپیگنڈہ عام پھیل چکا تھا جس کی وجہ سے یہ خاموش رہے آخر کار یہ بھی فتنہ کا شکار ہو گئے، حضرت عثمان کی شہادت کے بعد بعض لوگ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے عقیدت مند تھے اور بعض حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے معتقد تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں لوگوں سے مشورہ کروں گا، مشورے کے بغیر میں کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا اس کے بعد سوچا کہ کہیں یہ لوگ ہی امیر نہ بن جائیں تو لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، پھر طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما آئے اور انہوں نے بھی ان کی بیعت کر لی اس کے بعد یہ عمرہ کرنے کی اجازت لے کر مکہ مکرمہ چلے گئے وہاں جا کر عمرہ ادا کیا۔ وہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں، یعلیٰ بھی آئے ہوئے تھے ان سب نے مل کر مشورہ کیا کہ مسلمانوں کے خلیفہ کو شہید کر دیا گیا ہے ان کا قصاص لینا چاہیے ان کے قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گروہ میں گھس گئے ہیں لہٰذا ان سے انتقام لیا جائے۔ یعلیٰ بڑے مال دار آدمی تھے انہوں نے ستر اونٹ اور ہزاروں روپے دیئے تا کہ دم عثمان کا قصاص لیا جائے انہوں نے ایک اونٹ اسی دینار کا خرید ا جس کا نام عسکر تھا اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو باپردہ سوار کیا حضرت علی


شرح بخاری
291


رضی اللہ عنہ نے کہا کہ طلحہ بڑا آدمی ہے اور زبیر بڑا سخت گیر ہے اور یعلیٰ بڑا مال دار آدمی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اطوع الناس ہیں جن کی لوگ بات مانتے ہیں اور میں ان سے مبتلا ہو گیا ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر سے کہا: اے زبیر کیا تجھے معلوم نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جو شخص علی سے لڑے گا وہ ظالم ہو گا لہٰذا وہ لڑائی چھوڑ کر چلے گئے انہیں راستے میں کسی باغی نے قتل کر دیا اور کہا آپ لوگوں کو لڑا کر انہیں چھوڑ کر آ گئے ہیں وہ قاتل حضرت علی کے پاس انعام لینے کے لیے ان کا سر لے کر گیا تو حضرت علی نے اس سے کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص حضرت زبیر کو قتل کرے گا وہ جہنمی ہو گا حضرت زبیر اور حضرت طلحہ اس جنگ میں شریک ہوئے تھے اس طرح دونوں اس جنگ میں شہید ہو گئے اس لڑائی کا نام جنگ جمل رکھا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری لڑائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی جس کا نام جنگ صفین ہے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیال پیدا ہوا کہ ان کی جماعت میں جو خارجی لوگ در آئے ہیں پہلے انہیں سمیٹ لینا چاہیے پھر دوسروں کا رخ کریں گے لیکن اس کے بعد ابن ملجم کے ہاتھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ان کی شہادت کے بعد امام حسن امیر بن گئے انہوں نے امیر معاویہ کے مقابلے کے لیے چالیس ہزار کا بڑا لشکر تیار کیا قیس بن سعد کا دستہ آگے تھا قیس کی رائے یہ تھی کہ جنگ ہونی چاہیے مگر امام حسن کی یہ رائے بن گئی کہ صلح کر لینی چاہیے جنگ نہ ہو تو بہتر ہے لہٰذا انہوں نے قیس کو ہٹا کر اس کی جگہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو مقرر کر دیا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے چند شرطیں رکھیں کہ وہ بھاری رقم اور بہت سا کپڑا انہیں دیں اونٹ اور غلام دینا بھی شرطوں میں رکھا گیا امیر معاویہ نے ان شرطوں کو قبول کر لیا اور ان شرطوں پر صلح ہو گئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح ہو جائے گی، صحیح بخاری کی کتاب الفتن میں مسلمانوں کی ان خانہ جنگیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس آیت کریمہ میں کہا گیا ہے کہ یہ فتنہ صرف ظالموں تک محدود نہیں ہو گا بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گا اس کے بعد ارشاد فرمایا" وَاعْلَمُوا أَنَّ اللهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ" جان لو کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہوتا ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس فتنے کا اثر قیامت تک باقی رہے، چنانچہ ایسے ہی ہوا۔

۷۰۴۹- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ لَيُرْفَعَنَّ إِلَيَّ رِجَالٌ مِنْكُمْ حَتَّى إِذَا أَهْوَيْتُ لِأُنَاوِلَهُم اخْتُلِجُوا دُونِي فَأَقُولُ أَيْ رَبِّ أَصْحَابِي يَقُولُ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ.

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے، ان سے ابو وائل کے غلام مغیرہ بن مقسم نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حوض کوثر پر میں تم لوگوں کا پیش خیمہ ہوں گا اور تم میں سے کچھ لوگ میری طرف آئیں گے جب میں انہیں (حوض کا پانی) دینے کے لیے جھکوں گا تو انہیں میرے سامنے سے کھینچ لیا جائے گا۔ میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میری امت کے

لوگ ہیں۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئی باتیں نکال لی تھیں۔

قولہ "أَيْ رَبِّ أَصْحَابِي" یہاں اصحاب اپنے لغوی معنیٰ میں ہے یعنی میرے ساتھی ہیں اور مراد یہ ہے کہ یہ میرے امتی ہیں جیسا کہ اس سے پہلی حدیث میں امتی کا لفظ آیا ہے اور آنے والی حدیث میں اقوام کا لفظ آیا ہے، بعض منکرین حدیث نے اصحابی سے اصطلاحی مفہوم مراد لے کر اس حدیث کو صحابہ کرام پر چپکا دیا ہے اور پھر سکول و کالجوں کے طلباء کو حدیث نبوی کے انکار پر ابھارنے کے درپے ہو گیا ہے اور اپنے سوء فہم کو انکار حدیث کی دلیل بنالیا ہے۔

۷۰۵۰،۷۰۵۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ فَمَنْ وَرَدَهُ شَرِبَ مِنْهُ وَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهُ أَبَدًا لَيَرِدُ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونِي ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ.

قَالَ أَبُو حَازِمٍ فَسَمِعَنِي النُّعْمَانُ بْنُ أَبِي عَيَّاشٍ وَأَنَا أُحَدِّثُهُمْ هَذَا فَقَالَ هَكَذَا سَمِعْتَ سَهْلًا فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَأَنَا أَشْهَدُ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ لَسَمِعْتُهُ يَزِيدُ فِيهِ قَالَ إِنَّهُمْ مِنِّي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا بَدَّلُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ بَدَّلَ بَعْدِي.



ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے بیان کیا، کہا کہ میں نے سہل بن سعد سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ میں حوض کوثر پر تم سے پہلے رہوں گا جو وہاں پہنچے گا تو اس کا پانی پیئے گا اور جو اس کا پانی پی لے گا وہ اس کے بعد کبھی پیاسا نہیں ہو گا۔ میرے پاس ایسے لوگ بھی آئیں گے جنہیں میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے پھر میرے اور ان کے درمیان پردہ ڈال دیا جائے گا۔ ابو حازم نے بیان کیا کہ نعمان بن ابی عیاش نے بھی سنا کہ میں ان سے یہ حدیث بیان کر رہا ہوں تو انہوں نے کہا کہ کیا تو نے سہل رضی اللہ عنہ سے اسی طرح یہ حدیث سنی تھی؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ انہوں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث اسی طرح سنی تھی۔ ابو سعید اس میں اتنا بڑھاتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ مجھ میں سے ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے اس وقت کہا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا تبدیلیاں کر دی تھیں؟ میں کہوں گا کہ دوری ہو دوری ہو ان کے لیے جنہوں نے میرے بعد دین میں تبدیلیاں کر دی تھیں۔

قولہ "سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ بَدَّلَ بَعْدِي" نبی اکرم ﷺ کے بعد دین کو بدلنے والے لوگ اگر مرتد اور جھوٹے نبوت کے دعوی دار ہوں تو یہ ابدی جہنمی ہیں۔ جو اسلام کے بنیادی عقائد کو گرا دینے والے ہیں لیکن باہمی ظلم و زیادتی



کرنے والے لوگ جہنم میں جائیں گے تواپنی سزا پوری کر کے یا نبی اکرم ﷺ کی سفارش سے جہنم سے نکال لیے جائیں گے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "لا مانع من دخولهم فى عموم شفاعته لأهل الكبائر من أمته فيخرجون عند إخراج الموحدين من النار" [1]

(۲) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «سَتَرَوْنَ بَعْدِي أُمُورًا تُنْكِرُونَهَا».

نبی کریم ﷺ کا فرمانا کہ میرے بعد تم بعض کام دیکھو گے جو تم کو برے لگیں گے

وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ».

قولہ "وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ" حضرت عبداللہ بن زید نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے (انصار سے) کہا ان کاموں پر صبر کرنا یہاں تک کہ تم حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کرو۔

٧٠٥٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً وَأُمُورًا تُنْكِرُونَهَا قَالُوا فَمَا تَأْمُرُنَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ أَدُّوا إِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ وَسَلُوا اللهَ حَقَّكُمْ.

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے زید بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ہم سے فرمایا، تم میرے بعد بعض کام ایسے دیکھو گے جو تم کو برے لگیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس سلسلے میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا انہیں ان کا حق ادا کرو اور اپنا حق اللہ سے مانگو۔



اس سے مراد یہ ہے کہ میرے بعد ایسے امراء اور حکمران آئیں گے جو شریعت اسلامیہ کے خلاف کام کریں گے، اور خلاف شریعت کام دو طرح کے ہوتے ہیں ایک کفر، اگر امیر کفریہ کام کا حکم دے تو اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی، بلکہ ایسے موقع پر اس کی بغاوت کرنا فرض ہے، دوسرا معصیت کے کام ہیں اگر امیر معصیت کے کام کرے تو معروف میں اس کی اطاعت کی جائے گی جب کہ وہ نماز کی پابندی کرتا ہو اگر وہ لوگوں کو معصیت کا حکم دے تو اس میں اس کی اطاعت نہیں ہو گی، بلکہ اسے نرمی سے سمجھایا جائے گا شاہ محمد اسماعیل شہید نے منصب امامت کتاب میں لکھا ہے کہ اگر حکمران شریعت اسلامیہ کا نظام نافذ نہیں کرتا تو اس کی اطاعت نہیں ہو گی اور اگر اس کا نظام شرعی ہے اور اس نے شریعت اسلامیہ کا نظام نافذ کیا ہوا ہے تو اس کی اطاعت کی جائے گی اگرچہ وہ خود گناہ گار ہو لیکن گناہ میں اس کی اطاعت نہیں ہو گی اور اسے رفق اور نرمی سے گناہ کے کام سے روکا جائے گا بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب امیر نیک ہو اور نیک سمجھ کر اسے امیر بنایا گیا ہو بعد میں وہ گناہ کا کام شروع کر دے تو اسے معزول کر دیا جائے گا اور اگر پہلے نیک نہ ہو بلکہ برا ہو اور برائی کا کام کرتا ہو

[1] فتح الباری: ج ۱۳، ص ۵

اور اسی حالت میں اسے امیر بنالیا گیا ہو تو معزول نہیں ہو گا ہاں کفر کرنے سے معزول کیا جائے گا۔

قولہ "أَدُّوا إِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ" اس سے مراد یہ ہے کہ تم ان کی اطاعت کا حق ادا کرتے رہو اور اگر وہ تمہارا حق ادا نہ کرے تو اپنا حق اللہ تعالیٰ سے طلب کرو لیکن بغاوت نہ کرنا کیونکہ بغاوت کرنے میں فائدہ کوئی نہیں بلکہ نقصان زیادہ ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ تھا کہ جس شخص کی خلافت علی منہاج النبوت نہ ہو اس سے بغاوت کرنا جائز ہے، لیکن جمہور علماء کے نزدیک جب تک وہ کفر کا ارتکاب نہ کرے تب تک اس کی اطاعت کرنی چاہیے ہاں معصیت کے کام میں اس کی اطاعت نہیں ہو گی بلکہ جمہور علماء کے نزدیک اگر امیر متغلب بھی ہو جو زبردستی امیر بن گیا ہو اور اس نے شریعت کا نظام نافذ کر دیا ہو اور وہ اسلام کا نظام چلاتا ہو اس کی بھی اطاعت کی جائے گی، بغاوت کرنا جائز نہیں ہو گا۔ بشرطیکہ وہ مسلمان ہو اور نماز کی پابندی کرتا ہو کیونکہ اصل مقصود تو اسلام ہے جو اس نے نافذ کر دیا ہو۔

٧٠٥٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْجَعْدِ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً.



ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا، ان سے جعد صیرفی نے، ان سے ابو رجاء عطاردی نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے امیر میں کوئی ناپسند بات دیکھے تو صبر کرے (خلیفہ) کی اطاعت سے اگر کوئی بالشت بھر بھی باہر نکلا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی۔

شرح بخاری

قولہ "مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً" اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص امیر کی اطاعت سے نکل جائے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا کیونکہ زمانہ جاہلیت میں امیر نہیں ہوتے تھے وہ لوگ بغیر امیر کے ہی زندگی گزارتے اور مر جاتے تھے تو اب بھی امیر کی اطاعت سے نکل جانے والا جاہلیت کی موت مرے گا (اور اس کی موت جاہلیت کے زمانے جیسی ہو گی) لیکن اسے کافر نہیں کہہ سکتے اگرچہ وہ گناہ گار ہوتا ہے، جاہلیت کی موت کا مطلب تو یہ ہے کہ اسے بغیر امیر کی اطاعت کے موت آئی ہے۔

٧٠٥٤- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الْجَعْدِ أَبِي عُثْمَانَ حَدَّثَنِي أَبُو رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيُّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً.



ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے جعد ابی عثمان نے بیان کیا، ان سے ابو رجاء العطاردی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے امیر کی کوئی ناپسند چیز دیکھی تو اسے چاہیے کہ صبر کرے اس لیے کہ جس

نے جماعت سے ایک بالشت بھر جدائی اختیار کی اور اسی حال میں مرا تو وہ جاہلیت کی سی موت مرے گا۔

٧٠٥٥- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، وَهُوَ مَرِيضٌ، قُلْنَا: أَصْلَحَكَ اللهُ، حَدِّثْ بِحَدِيثٍ يَنْفَعُكَ اللهُ بِهِ، سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: دَعَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْنَاهُ.

ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، ان سے عمرو بن حارث نے، ان سے بکیر بن عبداللہ نے، ان سے بسر بن سعید نے، ان سے جنادہ بن ابی امیہ نے بیان کیا کہ ہم عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے وہ مریض تھے اور ہم نے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے۔ کوئی حدیث بیان کیجیے جس کا نفع آپ کو اللہ تعالیٰ پہنچائے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ العقبہ میں سنا ہے کہ آپ نے ہمیں بلایا اور ہم نے آپ سے بیعت کی۔

٧٠٥٦- فَقَالَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا: «أَنْ بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَأَثَرَةٍ عَلَيْنَا، وَأَنْ لاَ نُنَازِعَ الأَمْرَ أَهْلَهُ، إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا، عِنْدَكُمْ مِنَ اللهِ فِيهِ بُرْهَانٌ».



انہوں نے بیان کیا کہ جن باتوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد لیا تھا ان میں یہ بھی تھا کہ خوشی و ناگواری، تنگی اور کشادگی اور اپنی حق تلفی میں بھی اطاعت و فرمانبرداری کریں اور یہ بھی کہ حکمرانوں کے ساتھ حکومت کے بارے میں اس وقت تک جھگڑا نہ کریں جب تک ان کو اعلانیہ کفر کرتے نہ دیکھ لیں۔ اگر وہ اعلانیہ کفر کریں تو تم کو اللہ کے پاس دلیل مل جائے گی۔

شرح بخاری

قولہ "إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا" یہاں کفر سے مراد معصیت ہے اور بعض نے کفر کا معنیٰ ہی کیا ہے، اگر کفر کا معنیٰ ہی مراد ہو تو کافر کی اطاعت نہیں ہوتی اور اگر کفر سے مراد معصیت ہو تو معصیت میں اطاعت نہیں ہوتی اور باقی امور میں اس کی اطاعت ہوگی جب تک کہ نماز کی پابندی کرتا ہو، اس کی بغاوت جائز نہیں مراد یہ ہے کہ اس کا نظام اسلامی ہو تو ایسے امیر کو صاحب دعوت کہتے ہیں جو اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے جھنڈا اٹھاتا ہو۔

مسئلہ امارت:

دراصل یہاں امارت سے مراد اسلامی حکومت ہے یہاں مختلف جماعتوں کے بنائے جانے والے امیر مراد نہیں ہیں، جماعتوں کے امیر تو اسمی امیر ہیں اور اسمی امیر سے مراد یہ ہے کہ اس کا نام امیر رکھ لیا ہے یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کسی شخص کا نام امیر الدین رکھا گیا ہو وہ امیر تو نہیں بن جائے گا۔



حقیقی امیر وہ ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں دو چیزیں ہوں، نصب حدود یعنی حدود اللہ کو نافذ کرنا اور کفار سے جہاد کرنا لہٰذا اسلام کا نفاذ کرنے والا اور اسلام کے مخالفوں کے مقابلہ میں علم جہاد بلند کرنے والا حقیقی امیر ہوتا ہے اس کے علاوہ امیر

کہلانے والے اسمی امیر ہی ہوتے ہیں، جیسا کہ مولوی عبدالوہاب نے امارت نکالی اور کہا کہ امارت ہونی چاہیے اور جاہلیت کی موت نہیں مرنا چاہیے حالانکہ حدیث میں وارد امارت سے مراد حقیقی امارت ہے اسمی نہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ امیر بنانے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ حدیں نافذ کرے اور اسلام کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے والے کفار سے مقابلہ کرے، اگر یہ کام کرسکتا ہے تو امیر ہے، ورنہ نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کا کام کرنا چاہیے اس کے لیے امیر کی ضرورت نہیں یعنی تسبیح پھیرنے والے امیر کی ضرورت نہیں، لہٰذا اسمی امیر تو فضول ہی ہے اور فضول ہونے سے مراد یہ ہے کہ جس امیر کا ذکر حدیث میں آتا ہے وہ اسمی امیر نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد حقیقی امیر ہے جس کے ہاتھ میں نصب حدود ہو اور وہ جہاد کو قائم کرتا ہو۔

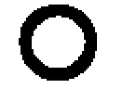
ویسے کسی جماعت کے شیرازہ کو منظم رکھنے کے لیے امیر بنایا جاسکتا ہے اگرچہ یہ حقیقی امیر نہیں ہوگا بلکہ اسمی امیر ہوگا کسی قوم کے نظام کو چلانے کے لیے امیر بنانا جائز ہے اور یہ تعاون علی البر کی صورت ہے جس کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ''[1] اور کسی جماعت کے افراد کو اکٹھے رکھنا بھی نیکی کا کام ہے لیکن جس امیر کا کتاب وسنت میں ذکر ہے جس کی اطاعت سے نکلنا جاہلیت کی موت ہے، اس سے کسی جماعت کے امیر کا کوئی تعلق نہیں ہے، اسمی امیر جتنے چاہیں بناسکتے ہیں، مسجد کا نظام چلانے کے لیے یا کوئی نیک کام کرنے کے لیے ایک آدمی امیر ہو جائے تو دوسرا نائب امیر بن جائے، کوئی خزانچی بن جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جب کہ کتاب وسنت میں ذکر ہونے والی امارت تو خاص ضروریات کے لیے ہے جو کہ نصب حدود اور جہاد ہے۔



مولانا عبدالوہاب کہتے تھے کہ امیر کے بغیر زکاۃ نہیں لگتی، حالانکہ امیر کے بغیر بھی زکاۃ دی جاتی ہے، اگر وقت کی حکومت نظام زکاۃ قائم نہیں کرتی تو مالدار اپنے طور پر زکاۃ دیں گے، اگر حکومت زکاۃ کا نظام قائم کرے اور اسے اس کے مصارف میں خرچ کرے تو حکومت کو زکاۃ دینی چاہیے، کسی قوم کا نظم قائم کرنے کے لیے جو امارت بنائی جاتی ہے، یہ ایسی امارت نہیں ہے جس کے بغیر زکاۃ ادا نہ ہو سکے۔

قیام پاکستان سے پہلے کی بات ہے اس وقت مولوی محی الدین نے مجھے خط لکھا کہ امیر بنانا چاہیے کیونکہ امیر کے بغیر موت جاہلیت کی ہوتی ہے، میں نے جواب دیا کہ یہ امیر اور اس کی اطاعت ایسے ہی ہے جیسا کہ والدین کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اگر کسی شخص کے والدین زندہ ہوں تو وہ والدین کی اطاعت کرے گا، اور جس شخص کے والدین زندہ نہ رہے ہوں بلکہ فوت ہو چکے ہوں تو وہ کسی دیگر شخص کو والدین تو نہیں بنالے گا، تاکہ اس کی اطاعت کر سکے، اسی طرح اگر شرعی امیر ہو تو اس کی اطاعت کی جائے گی، اگر نہ ہو تو اپنے طور پر فرائض ادا کئے جائیں گے، کسی کو فرضی امیر تو نہیں بنالیں گے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہ سوال کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول ''اذا لم یکن امیر و لا جماعة'' جب امیر اور جماعت نہ ہو تو کیا کریں تو فرمایا: ''فاعتزل تِلْكَ الفِرَقَ كُلَّها''[2] فرمایا ان تمام فرقوں سے الگ ہو جائیں، آپ







[1] المائدۃ: ۲

[2] صحیح بخاری: ۷۰۸۴

نے یہ نہیں کہا کہ کسی آدمی کو امیر فرض کرلیں۔

٧٠٥٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا وَلَمْ تَسْتَعْمِلْنِي قَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي.

ہم سے محمد بن عرعرہ نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اور ان سے اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے، ایک صاحب (خود اسید) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فلاں عمرو بن عاص کو حاکم بنا دیا اور مجھے نہیں بنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ انصاری میرے بعد اپنی حق تلفی دیکھو گے تو قیامت تک صبر کرنا یہاں تک کہ تم مجھ سے آملو۔

(٣) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «هَلَاكُ أُمَّتِي عَلَى يَدَيْ أُغَيْلِمَةٍ سُفَهَاءَ».



نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ میری امت کی تباہی بے سمجھ لڑکوں کی حکومت سے ہوگی۔

٧٠٥٨- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي جَدِّي قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ وَمَعَنَا مَرْوَانُ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَ يَقُولُ هَلَكَةُ أُمَّتِي عَلَى يَدَيْ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ لَعْنَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ غِلْمَةً فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَوْ شِئْتُ أَنْ أَقُولَ بَنِي فُلَانٍ وَبَنِي فُلَانٍ لَفَعَلْتُ فَكُنْتُ أَخْرُجُ مَعَ جَدِّي إِلَى بَنِي مَرْوَانَ حِينَ مُلِّكُوا بِالشَّامِ فَإِذَا رَآهُمْ غِلْمَانًا أَحْدَاثًا قَالَ لَنَا عَسَى هَؤُلَاءِ أَنْ يَكُونُوا مِنْهُمْ قُلْنَا أَنْتَ أَعْلَمُ.

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عمرو بن یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے میرے دادا سعید نے خبر دی، کہا کہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ منورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بیٹھا تھا اور ہمارے ساتھ مروان بھی تھا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے صادق و مصدوق سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ میری امت کی تباہی قریش کے چند چھوکروں کے ہاتھ سے ہوگی۔ مروان نے اس پر کہا ان پر اللہ کی لعنت ہو۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں ان کے خاندان کے نام لے کر بتلانا چاہوں تو بتلا سکتا ہوں۔ پھر جب بنی مروان شام کی حکومت پر قابض ہو گئے تو میں اپنے دادا کے ساتھ ان کی طرف جاتا تھا۔ جب وہاں انہوں نے نوجوان لڑکوں کو دیکھا تو کہا کہ شاید یہ انہی میں سے ہوں۔ ہم نے کہا کہ آپ



کو زیادہ علم ہے۔

اغیلمۃ تصغیر ہے غلمۃ کی، غلمۃ جمع ہے غلام کی اغیلمۃ غلمۃ کی تصغیر خلاف قیاس ہے جن غلاموں کے ہاتھوں سے امت کی بربادی ہوگی، بعض کہتے ہیں کہ یہ عمر کے لحاظ سے غلام ہوں گے اور بعض علماء کے نزدیک عقل کے لحاظ سے غلام ہوں گے۔ حافظ نے کہا ہے کہ یہ دونوں معانی مراد ہیں کیونکہ بعض سفیہ اور بے وقوف قسم کے لوگ بھی امیر بنے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا ہے اور بعض نوعمر بھی تھے، کوئی نوعمر خلیفہ تو نہیں ہوا لیکن بعض امیر اپنے لڑکوں اور ماتحت عملے کو اختیار دے دیتے تھے اور وہ اپنے اختیار کو غلط استعمال کرتے ہوئے لوگوں کو نقصان پہنچاتے تھے، لہٰذا اغلام کا معنیٰ نوعمر بھی ہے اور سفیہ العقل بھی ہے، دونوں معانی کئے گئے ہیں۔

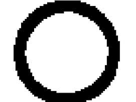
(۴) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ»

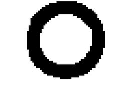
نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ ایک بلا سے جو نزدیک آگئی ہے عرب کی خرابی ہونے والی ہے

٧٠٥٩- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ أَنَّهُ سَمِعَ الزُّهْرِيَّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُنَّ أَنَّهَا قَالَتِ اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّوْمِ مُحْمَرًّا وَجْهُهُ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدْ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هَذِهِ وَعَقَدَ سُفْيَانُ تِسْعِينَ أَوْ مِائَةً قِيلَ أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ.



ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' انہوں نے زہری سے سنا' انہوں نے عروہ سے' انہوں نے زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے' انہوں نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے اور انہوں نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے بیان کیا نبی کریم ﷺ نیند سے بیدار ہوئے تو آپ کا چہرہ سرخ تھا اور آپ فرما رہے تھے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ عربوں کی تباہی اس بلا سے ہوگی جو قریب ہی آگئی ہے۔ آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں سے اتنا سوراخ ہوگیا اور سفیان نے نوے یا سو کے عدد کے لئے انگلی باندھی پوچھا گیا کیا ہم اس کے باوجود ہلاک ہوجائیں گے کہ ہم میں صالحین بھی ہوں گے؟ فرمایا ہاں جب بدکاری بڑھ جائے گی (تو ایسا ہی ہوگا)۔







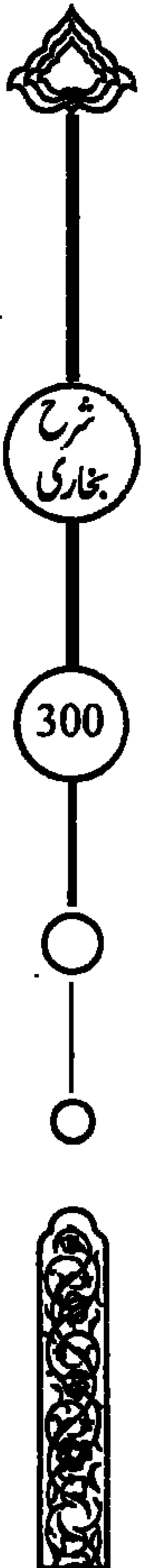
اس شر سے مراد باہمی خانہ جنگیاں ہیں جیسا کہ پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑائیاں ہوتی رہیں، ان کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ ہوئی، اسی طرح اثنائے خلافت خارجیوں سے لڑائی ہوئی، نبی اکرم ﷺ

نے فرمایا تھا: "یا عليُّ تقاتلُ الناکثینَ والمارقینَ وَ الباغینَ" [1] اے علی! تیرا تین جماعتوں سے مقابلہ ہوگا ایک عہد توڑنے والے جو کہ طلحہ اور زبیر ہیں اور دوسری جماعت خارجی اور تیسرے باغیوں سے جو امیر معاویہ کی جماعت ہے گویا تجھ پر امت کا اتفاق نہیں ہوگا، امیر معاویہ اگرچہ باغیوں سے تھے لیکن مجتہد تھے اور اجتہادی خطا سے غلطی اٹھ جاتی ہے، امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت ان کے حوالے کر دی تھی کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا میرے اس بیٹے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ [2] آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت کو مسلمان ہی کہا ہے اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بنسبت اولیٰ الی الحق تھے، لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی مجتہد تھے، لہٰذا مجتہد ہونے کی بنا پر اس خطا میں قابل گرفت نہیں ہیں، اس کے بعد بنو عباس نے پانچ لاکھ انسانوں کو قتل کر کے خلافت حاصل کی تھی یہ بھی عربوں کی تباہی ہوئی ہے اور خلافت فارسی بن گئی، عربی خلافت صرف بنو امیہ کی تھی پھر فارسیوں کا دور دورہ ہو گیا اسی لیے فرمایا: "وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدْ اقْتَرَبَ" عرب کی ہلاکت اس شر سے ہوگی جو قریب آ گئی ہے۔

قولہ "فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ" یاجوج اور ماجوج کی دیوار میں سوراخ ہونے کی یہ تعبیر کی گئی ہے کہ میں نے عربوں کو درست کر کے ایک لائن میں چلا دیا ہے گویا اس طرح ان کے اور مفسدین کے درمیان سد سکندری قائم کر دی تھی اس دیوار میں خلل پیدا ہو گیا ہے، بعض کے نزدیک اس کی تعبیر یہ ہے اور واقعی سوراخ ہونا مراد نہیں ہے، اگرچہ بعض علماء نے یہ معنیٰ بھی کیا ہے۔

٧٠٦٠- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح و حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ أَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى قَالُوا لَا قَالَ فَإِنِّي لَأَرَى الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَوَقْعِ الْقَطْرِ.

ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے زہری نے (دوسری سند) امام بخاری نے کہا کہ اور مجھ سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدالرزاق نے خبر دی، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عروہ نے اور ان سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے محلوں میں سے ایک محل پر جھانکے پھر فرمایا کہ میں جو کچھ دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں فتنوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ بارش کے قطروں کی طرح تمہارے گھروں میں داخل ہو رہے ہیں۔



[1] المستدرک للحاکم بلفظ والقاسطین: ٤٦٧٥
[2] صحیح بخاری: ٧١٠٩

قولہ "تَقَعُ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ" آپ نے سیاہ مواد گرتے دیکھا تھا جس کی تعبیر یہ کی کہ عنقریب فتنے رونما ہونے والے ہیں۔

(۵) بَابُ ظُهُورِ الْفِتَنِ

فتنوں کے نمودار ہونے کا بیان

۷۰۶۱- حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيَنْقُصُ الْعَمَلُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّمَ هُوَ قَالَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ وَقَالَ شُعَيْبٌ وَيُونُسُ وَاللَّيْثُ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے عیاش بن الولید نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم کو عبدالاعلیٰ نے خبر دی' انہوں نے کہا ہم سے معمر نے بیان کیا' ان سے زہری نے' ان سے سوید بن مسیب نے بیان کیا' ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمانہ قریب ہوتا جائے گا اور عمل کم ہوتا جائے گا اور رلالچ دلوں میں ڈال دیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہونے لگیں گے اور ہرج کی کثرت ہو جائے گی۔ لوگوں نے سوال کیا یا رسول اللہ! یہ ہرج کیا چیز ہے؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قتل! قتل! اور یونس اور لیث اور زہری کے بھتیجے نے بیان کیا' ان سے زہری نے' ان سے حمید نے' ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔



قولہ "يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ" تقارب زمان سے مراد یہ ہے کہ جہالت پھیل جائے گی اور سارے لوگ جاہل ہوں گے اور ان کی جہالت میں تقارب ہوگا، کیونکہ علم میں تقارب نہیں ہوتا، جہالت ایسی چیز ہے جس میں تقارب ہو سکتا ہے، معنیٰ یہ ہے کہ علماء اٹھ جائیں گے اور سب جاہل اکٹھے ہو جائیں گے۔

۷۰۶۲- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ لَأَيَّامًا يَنْزِلُ فِيهَا الْجَهْلُ وَيُرْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ وَيَكْثُرُ فِيهَا الْهَرْجُ وَالْهَرْجُ الْقَتْلُ.



ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا ہم سے اعمش نے' ان سے شقیق نے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن مسعود اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا۔ ان دونوں حضرات نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سے پہلے ایسے دن ہوں گے جن میں جہالت اتر پڑے گی اور علم اٹھا لیا جائے گا اور ہرج بڑھ جائے

گا اور ہرج قتل ہے۔

٧٠٦٣- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ لَأَيَّامًا يَنْزِلُ فِيهَا الْجَهْلُ وَيُرْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ وَيَكْثُرُ فِيهَا الْهَرْجُ وَالْهَرْجُ الْقَتْلُ.

ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا ہم سے اعمش نے' ان سے شقیق نے بیان کیا کہ میں عبد اللہ بن مسعود اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا۔ ان دونوں حضرات نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سے پہلے ایسے دن ہوں گے جن میں جہالت اتر پڑے گی اور علم اٹھا لیا جائے گا اور ہرج بڑھ جائے گا اور ہرج قتل ہے۔

٧٠٦٤- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا شَقِيقٌ، قَالَ: جَلَسَ عَبْدُ اللهِ، وَأَبُو مُوسَى فَتَحَدَّثَا: فَقَالَ أَبُو مُوسَى: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ أَيَّامًا، يُرْفَعُ فِيهَا العِلْمُ، وَيَنْزِلُ فِيهَا الجَهْلُ، وَيَكْثُرُ فِيهَا الهَرْجُ» وَالهَرْجُ: القَتْلُ.

ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے میرے والد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا' ان سے شقیق نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن مسعود اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما بیٹھے اور گفتگو کرتے رہے پھر ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت سے پہلے ایسے دن آئیں گے جن میں علم اٹھا لیا جائے گا اور جہالت اتر پڑے گی اور ہرج کی کثرت ہو جائے گی اور ہرج قتل ہے۔

٧٠٦٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: - إِنِّي لَجَالِسٌ مَعَ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا - فَقَالَ أَبُو مُوسَى: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِثْلَهُ، وَالهَرْجُ: بِلِسَانِ الحَبَشَةِ القَتْلُ.

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے جریر نے بیان کیا' ان سے اعمش نے بیان کیا اور ان سے ابو وائل نے بیان کیا کہ میں عبد اللہ بن مسعود اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اسی طرح۔ ہرج حبشہ کی زبان میں قتل کو کہتے ہیں۔

٧٠٦٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، وَأَحْسِبُهُ رَفَعَهُ، قَالَ: «بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ أَيَّامُ الهَرْجِ يَزُولُ فِيهَا العِلْمُ وَيَظْهَرُ فِيهَا الجَهْلُ» قَالَ أَبُو مُوسَى: وَالهَرْجُ: القَتْلُ بِلِسَانِ الحَبَشَةِ.

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا ہم سے غندر نے' کہا ہم سے شعبہ نے' ان سے واصل نے' ان سے ابووائل نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اور میرا خیال ہے کہ اس حدیث کو انہوں نے مرفوعاً بیان کیا' کہا کہ قیامت سے پہلے ہرج کے دن ہوں گے' ان میں علم ختم ہو جائے گا اور جہالت غالب ہو گی۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حبشی زبان میں ہرج بمعنی قتل ہے۔

٧٠٦٧- وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنِ الأَشْعَرِيِّ، أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللهِ: تَعْلَمُ الأَيَّامَ الَّتِي ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامَ الهَرْجِ؟ نَحْوَهُ. قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ».

اور ابوعوانہ نے بیان کیا' ان سے عاصم نے' ان سے ابووائل نے اور ان سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ انہوں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا۔ آپ وہ حدیث جانتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرج کے دنوں کے متعلق بیان کی۔ مثل حدیث مذکور کی، ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ وہ بدبخت ترین لوگوں میں سے ہوں گے جن کی زندگی میں قیامت آئے گی۔



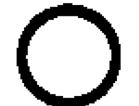
(٦) بَابٌ: لَا يَأْتِي زَمَانٌ إِلَّا الَّذِي بَعْدَهُ شَرٌّ مِنْهُ

ہر زمانہ کے بعد دوسرے آنے والے زمانہ کا اس سے بدتر آنا

٧٠٦٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ أَتَيْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ مَا نَلْقَى مِنَ الْحَجَّاجِ فَقَالَ اصْبِرُوا فَإِنَّهُ لَا يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ إِلَّا الَّذِي بَعْدَهُ شَرٌّ مِنْهُ حَتَّى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ سَمِعْتُهُ مِنْ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

شرح بخاری

ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان نے' ان سے زبیر بن عدی نے بیان کیا کہ' ہم انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے حجاج کے طرز عمل کی شکایت کی' انہوں نے کہا کہ صبر کرو کیونکہ تم پر جو دور بھی آتا ہے تو اس کے بعد آنے والا دور اس سے بھی برا ہو گا یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جا ملو۔ میں نے یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔



قولہ "إِلَّا الَّذِي بَعْدَهُ شَرٌّ مِنْهُ" اس سے مراد یہ ہے کہ ظلم کے لحاظ سے ایک سے بڑھ کر زمانہ آئے گا اس کی وجہ یہ ہو گی کہ حکمران ظالم ہوں گے، اور آنے والا حکمران پہلے سے بڑھ کر عوام کا خون چوسنے والا ہو گا۔

٧٠٦٩- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح و حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ



عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ الْفِرَاسِيَّةِ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَزِعًا يَقُولُ سُبْحَانَ اللهِ مَاذَا أَنْزَلَ اللهُ مِنَ الْخَزَائِنِ وَمَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ مَنْ يُوقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ يُرِيدُ أَزْوَاجَهُ لِكَيْ يُصَلِّينَ رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ.

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا ہم کو شعیب نے خبر دی' انہیں زہری نے۔ (دوسری سند امام بخاری نے کہا) اور ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' ان سے ان کے بھائی نے بیان کیا' ان سے سلیمان نے' ان سے محمد بن عتیق نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے ہند بنت الحارث الفراسیہ نے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زوجہ مطہرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک رات رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم گھبرائے ہوئے بیدار ہوئے اور فرمایا اللہ کی ذات پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کیا خزانے نازل کئے ہیں اور کتنے فتنے اتارے ہیں ان حجرے والیوں کو کون بیدار کرے گا آپ کی مراد ازواج مطہرات سے تھی تا کہ یہ نماز پڑھیں۔ بہت سی دنیا میں کپڑے باریک پہننے والیاں آخرت میں ننگی ہوں گی۔



قولہ "رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ" حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے اس جملہ کے چند معانی بیان کئے ہیں، مالدار ہونے کی وجہ سے دنیا میں فاخرانہ لباس پہننے والی عورتیں عمل نہ کرنے کی بنا پر آخرت میں اجر وثواب سے تہی دامن ہوں گی۔

۲: دنیا میں باریک لباس پہنے والی عورتیں جو ستر کا فائدہ نہیں دیتا آخرت میں انہیں بطور سزا ننگا اٹھایا جائے گا۔

۳: دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھانے پینے والیاں جو ان کا شکر ادا نہیں کرتیں جس کا نتیجہ آخرت میں ظاہر ہو گا۔

۴: دنیا میں چست لباس پہننے والیاں جس سے ان کے جسم کی اونچ نیچ غیروں کو نظر آتی ہو یا جسم کا کچھ حصہ ننگا رکھا کچھ ڈھانپ لیا انہیں آخرت میں اس کی سزا سے دوچار ہونا ہو گا۔

۵: نیک خاوندوں سے نکاح کا لباس پہننے والی عورتیں جو خود بدعمل ہوں گی ان کے خاوند کی نیکی آخرت میں انہیں کوئی فائدہ نہیں دیگی، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ "فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ"[1] اس دن رشتہ داریاں کام نہیں آئیں گی۔

(۷) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا»

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ فرمانا کہ جو ہم مسلمانوں پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے





۷۰۷۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا.



ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہیں امام مالک نے خبر دی' انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر

[1] المومنون: ۱۰۱

رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہم مسلمانوں پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم سے نہیں ہے۔

جو اہل اسلام کے خلاف ہتھیار اٹھاتا ہے اگر وہ مستحل ہو اور مسلمانوں سے لڑنے اور انہیں قتل کرنے کو حلال سمجھتا ہو تو وہ مسلمان نہیں رہتا، اور اگر وہ یہ کام کرے لیکن اسے حلال جان کر نہ کرے تو وہ آپ کے طریقہ پر نہیں ہوتا اور آپ اس سے بری ہوں گے اور اس کی سفارش نہیں کریں گے، کیونکہ ایک مسلمان کا دوسرے پر حق یہ ہے کہ اس کی بوقت ضرورت مدد کرے اور اسے بے یار و مددگار نہ چھوڑے، اس کے برعکس جو شخص مسلمانوں کو قتل کرنے کے لیے ہتھیار اٹھاتا ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف کام کرتا ہے۔

قولہ "لَا يُشِيرُ أَحَدُكُمْ" تاکہ ایسا نہ ہو کہ شیطان چوب دے اور وہ اشارہ کرتے وقت اسے ہتھیار مار ہی دے اور جہنم رسید ہو جائے۔

٧٠٧١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا.

ہم سے محمد بن العلاء نے بیان کیا' کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا' ان سے برید نے' ان سے ابو بردہ نے اور ان سے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہم مسلمانوں پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم سے نہیں ہے۔



٧٠٧٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُشِيرُ أَحَدُكُمْ عَلَى أَخِيهِ بِالسِّلَاحِ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِي يَدِهِ فَيَقَعُ فِي حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ.

ہم سے محمد بن یحییٰ ذہلی (یا محمد بن رافع نے) بیان کیا' کہا ہم کو عبدالرزاق نے خبر دی' انہیں معمر نے' انہیں ہمام نے' انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کوئی شخص اپنے کسی دینی بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے' کیونکہ وہ نہیں جانتا ممکن ہے شیطان اسے اس کے ہاتھ سے چھڑا دے اور پھر وہ کسی مسلمان کو مار کر اس کی وجہ سے جہنم کے گڑھے میں گر پڑے۔

شرح بخاری

٧٠٧٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرٍو يَا أَبَا مُحَمَّدٍ سَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ مَرَّ رَجُلٌ بِسِهَامٍ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْسِكْ بِنِصَالِهَا قَالَ نَعَمْ.

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' کہا کہ میں نے عمرو بن دینار سے کہا اے ابو محمد! تم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک صاحب تیر لے کر مسجد میں سے گزرے تو ان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیر کی نوک کا خیال رکھو۔ عمرو نے کہا



ہاں میں نے سنا ہے۔

٧٠٧٤- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَجُلًا مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ بِأَسْهُمٍ قَدْ أَبْدَى نُصُولَهَا فَأُمِرَ أَنْ يَأْخُذَ بِنُصُولِهَا لَا يَخْدِشُ مُسْلِمًا.

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا' کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے عمرو بن دینار نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ ایک صاحب مسجد میں تیر لے کر گزرے جن کے پھل باہر کو نکلے ہوئے تھے تو انہیں حکم دیا گیا کہ ان کی نوک کا خیال رکھیں کہ وہ کسی مسلمان کو زخمی نہ کر دیں۔

٧٠٧٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا مَرَّ أَحَدُكُمْ فِي مَسْجِدِنَا أَوْ فِي سُوقِنَا وَمَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ عَلَى نِصَالِهَا أَوْ قَالَ فَلْيَقْبِضْ بِكَفِّهِ أَنْ يُصِيبَ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِنْهَا شَيْءٌ.

ہم سے محمد بن العلاء نے بیان کیا' کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا' ان سے برید نے' ان سے ابوبردہ نے اور ان سے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ہماری مسجد میں یا ہمارے بازار میں گزرے اور اس کے پاس تیر ہوں تو اسے چاہیے کہ ان کی نوک کا خیال رکھے یا آپ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے انہیں تھامے رہے۔ کہیں کسی مسلمان کو اس سے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

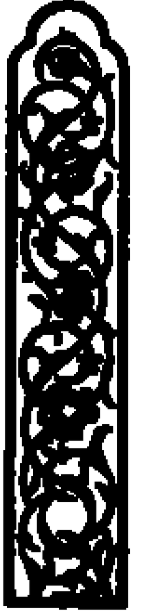


(٨) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ»

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ بعض تمہارا بعض کی گردنیں مارنے لگے۔

٧٠٧٦- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا شَقِيقٌ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ.

ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا' کہا مجھ سے میرے والد نے بیان کیا' کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا' ان سے شقیق نے بیان کیا' کہا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔



ترجمہ باب میں کفار کے لفظ کے متعدد معانی بیان کیے گئے ہیں، ایک یہ کہ مسلح ہو کر آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں

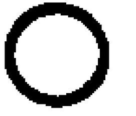
اڑانا شروع نہ کردینا، یا مطلب یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے لڑنا کافروں کا کام ہے تم ایسا نہ کرنا، بعض کہتے ہیں کہ اس سے مستحل مراد ہیں کہ جو شخص مسلمان کے قتل کو جائز اور حلال سمجھے گا وہ واقعی کافر ہو جائے گا اس لیے آپ نے فرمایا کہ ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر نہ ہو جانا اور اگر حلال نہ سمجھتے ہوئے یہ کام کرے تو اس سے مراد کفر دون کفر ہو گا، یا اس سے مراد یہ ہے کہ اسلام سے پہلے عربوں کی جو خانہ جنگی کی عادت تھی، اسلام کے بعد وہی عادت پھر شروع نہ کر دینا۔

٧٠٧٧- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.

ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا مجھ کو واقد نے خبر دی' انہیں ان کے والد نے اور انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے' انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ نے فرمایا کہ میرے بعد کفر کی طرف نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔

٧٠٧٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ سِيرِينَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ وَعَنْ رَجُلٍ آخَرَ هُوَ أَفْضَلُ فِي نَفْسِي مِنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ أَلَا تَدْرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ فَقَالَ أَلَيْسَ بِيَوْمِ النَّحْرِ قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ أَيُّ بَلَدٍ هَذَا أَلَيْسَتْ بِالْبَلْدَةِ الْحَرَامِ قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ وَأَبْشَارَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ اللهُمَّ اشْهَدْ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَإِنَّهُ رُبَّ مُبَلِّغٍ يُبَلِّغُهُ لِمَنْ هُوَ أَوْعَى لَهُ فَكَانَ كَذَلِكَ قَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ حُرِّقَ ابْنُ الْحَضْرَمِيِّ حِينَ حَرَّقَهُ جَارِيَةُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ أَشْرِفُوا عَلَى أَبِي بَكْرَةَ فَقَالُوا هَذَا أَبُو بَكْرَةَ يَرَاكَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَحَدَّثَتْنِي أُمِّي عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّهُ قَالَ لَوْ دَخَلُوا عَلَيَّ مَا بَهَشْتُ بِقَصَبَةٍ.







ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا' کہا ہم سے قرہ بن خالد نے بیان کیا' کہا ہم سے ابن سیرین نے بیان کیا' ان سے عبدالرحمن بن ابی بکرہ نے بیان کیا اور ایک دوسرے شخص (حمید بن عبدالرحمن) سے بھی سنا جو میری نظر میں عبدالرحمن بن ابی بکرہ سے اچھے ہیں اور ان سے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے

بیان کیا کہ رسول ﷺ نے لوگوں کو یوم النحر میں خطبہ دیا اور فرمایا تمہیں معلوم ہے یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ بیان کیا کہ (اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی خاموشی سے) ہم یہ سمجھے کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ لیکن آپ نے فرمایا کیا یہ قربانی کا دن (یوم النحر) نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ۔ آپ نے پھر پوچھا یہ کون سا شہر ہے؟ کیا یہ البلدہ (مکہ مکرمہ) نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پھر تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری عزت اور تمہاری کھال تم پر اسی طرح حرمت والے ہیں جس طرح اس دن کی حرمت اس مہینے اور اس شہر میں ہے۔ کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ ہم نے کہا جی ہاں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے اللہ! گواہ رہنا۔ پس میرا یہ پیغام موجود لوگ غیر موجود لوگوں کو پہنچا دیں کیونکہ بہت سے پہنچانے والے اس پیغام کو اس تک پہنچائیں گے جو اس کو زیادہ محفوظ رکھنے والا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ بعض بعض کی گردن مارنے لگو۔ پھر جب وہ دن آیا جب عبداللہ عمرو بن حضرمی کو جاریہ بن قدامہ نے ایک مکان میں گھیر کر جلا دیا تو جاریہ نے اپنے لشکر والوں سے کہا ذرا ابو بکرہ کو توجھانکو وہ کس خیال میں ہے۔ انہوں نے کہا یہ ابو بکرہ موجود ہیں تم کو دیکھ رہے ہیں۔ عبدالرحمن بن ابی بکرہ کہتے ہیں مجھ سے میری والدہ ہالہ بنت غلیظ نے کہا کہ ابو بکرہ نے کہا اگر یہ لوگ (جاریہ کے لشکر والے) میرے گھر میں بھی گھس آئیں اور مجھ کو مارنے لگیں تو بھی میں ان پر ایک بانس کی چھڑی بھی نہیں چلاؤں گا۔



قولہ "وَعَنْ رَجُلٍ آخَرَ" یہ حمید بن عبدالرحمان حمیری ہیں جیسا کہ اس کی صراحت کتاب الحج میں "باب الخطبة أيام منىٰ" کے تحت گزر چکی ہے۔

شرح بخاری

قولہ "فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ حُرِّقَ ابْنُ الْحَضْرَمِيِّ" "حُرِّق صیغہ مجہول کے ساتھ، اور ابن الحضرمی سے مراد عبداللہ بن عمرو بن حضرمی ہے اور عبداللہ کو رؤیت حاصل ہے اس لیے انہیں صحابہ میں ذکر کیا گیا ہے اور حضرمی کا نام عبداللہ بن عمار ہے اور جاریہ بن قدامہ کا لقب محرق ہے یعنی جلانے والا کیونکہ اس نے ابن الحضرمی کو ان کے ساتھیوں سمیت جلا دیا تھا جس کا واقعہ یہ ہے کہ امیر معاویہ نے ابن الحضرمی کو بصرہ کی طرف بھیجا تھا تا کہ وہ اہل بصرہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف حمایت حاصل کرے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جاریہ بن قدامہ کو بصرہ روانہ کیا کیونکہ حضرت علی کو پتا چلا کہ بصرہ میں کچھ عثمانی لوگ ہیں جو امیر معاویہ کے طرفدار ہیں، ان کے خلاف جاریہ بن قدامہ کو بھیجا گیا اس نے آ کر بصرہ پر قبضہ کر لیا اسے پتہ چلا کہ امیر معاویہ نے جس آدمی کو بھیجا ہے وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک مکان میں ہے، اس کے ساتھ ستر آدمی تھے بعض کہتے چالیس تھے اس نے اس مکان کا محاصرہ کر کے آگ لگا دی جس سے وہ ستر آدمی جل کر راکھ ہو گئے إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيهِ راجِعونَ



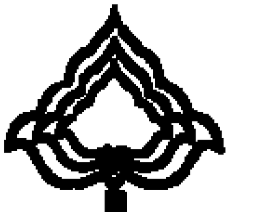
قولہ "أَشْرِفُوا عَلَى أَبِي بَكْرَةَ" جاریہ بن قدامہ نے جب ابن الحضرمی کو ان کے ساتھیوں سمیت جلا دیا تو اپنے لشکر کو حکم دیا کہ حضرت ابو بکرہ کو دیکھیں کہ وہ ہمارے تابع ہے یا ہمارے خلاف ہے، تو خیثمہ نے اس سے کہا یہ ابو بکرہ

تجھے اور تیرے جلانے کے کام کو دیکھ رہے ہیں، ہو سکتا ہے کہ وہ تجھ پر اس کام کا انکار کریں جو تو نے کیا ہے، حضرت ابو بکرہ نے اس کی یہ بات سن لی جب کہ وہ اپنے مکان میں تھے تب انہوں نے جواب دیا کہ اگر یہ مجھ پر داخل ہوئے تو میں تو ان کے خلاف اپنی چھڑی کو بھی حرکت نہیں دوں گا، ہتھیار اٹھانا تو دور کی بات ہے کیونکہ میں مسلمانوں کے باہمی قتال کر جائز نہیں سمجھتا اور نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع کیا ہے اور مسلمان کے مسلمانوں کو قتل کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔

٧٠٧٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِشْكَابٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَرْتَدُّوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.

ہم سے احمد بن اشکاب نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے محمد بن فضیل نے بیان کیا' ان سے ان کے والد نے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم میں بعض بعض کی گردن مارنے لگے۔

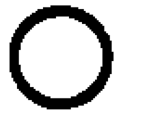
٧٠٨٠- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ بْنَ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ جَدِّهِ جَرِيرٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ اسْتَنْصِتِ النَّاسَ ثُمَّ قَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.



ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے علی بن مدرک نے بیان کیا' کہا میں نے ابوزرعہ بن عمرو بن جریر سے سنا' ان سے ان کے دادا جریر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا لوگوں کو خاموش کراؤ۔ پھر آپ نے فرمایا میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردن مارنے لگ جاؤ۔

(٩) بَابُ تَكُونُ فِتْنَةٌ الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ

آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ ایک ایسا فتنہ اٹھے گا جس میں بیٹھنے والا کھڑا رہنے والے سے بہتر ہو گا





٧٠٨١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح قَالَ إِبْرَاهِيمُ وَحَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُونُ فِتَنٌ الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ



وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ فَمَنْ وَجَدَ مِنْهَا مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهِ.

ہم سے محمد بن عبید اللہ نے بیان کیا' کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' ان سے ان کے والد نے' ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ابراہیم بن سعد نے کہا کہ مجھ سے صالح بن کیسان نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے سعید بن المسیب نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب ایسے فتنے برپا ہوں گے جن میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا ان میں چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا ان میں دوڑنے والے سے بہتر ہوگا' جو دور سے ان کی طرف جھانک کر بھی دیکھے گا تو وہ ان کو بھی سمیٹ لیں گے۔ اس وقت جس کسی کو کوئی پناہ کی جگہ مل جائے یا بچاؤ کا مقام مل سکے وہ اس میں چلا جائے۔

ایسے فتنہ کا بیان جس میں گھر میں بیٹھ رہنے والا کھڑا ہونے والے سے بہتر ہوگا، یعنی جو شخص ان فتنوں میں جتنی کم دلچسپی لے گا اتنا ہی بہتر ہوگا اور ان فتنوں میں زیادہ حصہ لینے والا زیادہ برا ہوگا اس حدیث میں" الْمَاشِي "سے مراد ان فتنوں کو بھڑکانے والا ہے اور یہ سب سے زیادہ برا شخص ہے اور" الْقَائِمُ "سے مراد ان فتنوں کے اسباب اختیار کرنے والا اور ان کا سبب بننے والا ہے اور" الْقَاعِدُ "سے مراد موقعہ جنگ کا تماشائی ہے جو صرف دیکھنے والا ہے لیکن لڑنے میں شامل نہیں ہے، ایک حدیث میں یہ لفظ بھی آئے ہیں "النَائِمُ فيها خَيْرٌ مِنَ اليَقْظانِ، واليَقْظانُ فيها خَيْرٌ مِنَ القائِمِ" اور مسند احمد اور سنن ابی داود میں یقظان کی بجائے "المضطجع" کا لفظ ہے یعنی "النائم فیها خیر من المضطجع" جو شخص ان فتنوں کو نہ دیکھے اور نہ حصہ لے اسے لیٹنے والا اور بیدار کہا گیا ہے اور جس شخص سے ان میں سے کوئی چیز بھی واقع نہ ہو لیکن وہ ان فتنوں پر راضی ہو اسے "النَائِمُ" سے تعبیر کیا گیا ہے۔[1]

قولہ "فَمَنْ وَجَدَ مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهِ" ایسے وقت میں جو شخص بچاؤ کی جگہ یا جائے پناہ پائے وہ اس میں پناہ لے اس سے مراد یہ ہے کہ جب فتنے پیدا ہو جائیں تو اس جگہ یا شہر سے نکل جانا چاہیے، بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اگر اسے حق والے کا علم ہو جائے کہ فلاں شخص حق پر ہے تو اس کا ساتھ دینا اور اس کی اعانت کرنی چاہیے ورنہ ان سے الگ ہو جائے، جیسا کہ بعض صحابہ کرام مثلاً عبداللہ بن عمر، محمد بن مسلمۃ اور ابوبکرہ ان فتنوں سے الگ رہے اور ان میں شامل نہیں ہوئے اگرچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بعد میں کہا تھا کہ مجھے باغیوں کے خلاف لڑنا چاہیے تھا اور ان سے نہ لڑنے پر افسوس کا اظہار کیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے تھی کہ باغیوں سے لڑنا چاہیے۔ جس شخص کو باغی اور غیر باغی کا علم ہو جائے تو اسے باغی کے خلاف لڑنا چاہیے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا

[1] فتح الباری: ج ۱۳، ص ۳۰

عَلَى الأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللهِ"[1] پھر اگر ان دونوں میں ایک جماعت دوسری پر زیادتی کرے تو تم سب اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرنے والا ہے اور اگر باغی اور عادل میں امتیاز مشکل ہو جائے تو دونوں سے پیچھے ہٹ جائے۔

۷۰۸۲ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُونُ فِتَنٌ الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ فَمَنْ وَجَدَ مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهِ.

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا ہم کو شعیب نے خبر دی' انہیں زہری نے' انہیں ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے خبر دی اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے فتنے برپا ہوں گے کہ ان میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ اگر کوئی ان کی طرف دور سے بھی جھانک کر دیکھے گا تو وہ اسے بھی سمیٹ لیں گے ایسے وقت جو کوئی ان سے کوئی پناہ کی جگہ پالے اسے اس کی پناہ لے لینی چاہیے۔



(۱۰) بَابُ إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا

جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے سے بھڑ جائیں تو ان کے لیے کیا حکم ہے؟

۷۰۸۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ رَجُلٍ لَمْ يُسَمِّهِ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ خَرَجْتُ بِسِلَاحِي لَيَالِيَ الْفِتْنَةِ فَاسْتَقْبَلَنِي أَبُو بَكْرَةَ فَقَالَ أَيْنَ تُرِيدُ قُلْتُ أُرِيدُ نُصْرَةَ ابْنِ عَمِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَاجَهَ الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَكِلَاهُمَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ قِيلَ فَهَذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ قَالَ إِنَّهُ أَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهِ.

ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا' کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ایک شخص نے جس کا نام نہیں بتایا' ان سے امام حسن بصری نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ باہمی فسادات کے دنوں میں اپنے ہتھیار لگا کر نکلا تو ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے راستے میں ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے لڑکے کی (جنگ جمل وصفین میں) مدد کرنی چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا لوٹ جاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب دو مسلمان اپنی تلواروں کو لے کر آمنے سامنے



[1] الحجرات:۹

مقابلہ پر آجائیں تو دونوں دوزخی ہیں۔ پوچھا گیا یہ تو قاتل تھا مقتول نے کیا کیا (کہ وہ بھی ناری ہو گیا) فرمایا کہ وہ بھی اپنے مقابل کو قتل کرنے کا ارادہ کئے ہوئے تھا۔

جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے سے ٹکرائیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

حدیث مذکور میں "فَكِلَاهُمَا فِي النَّارِ" سے ان دونوں کے جہنمی ہونے کا حکم بیان ہوا ہے، اور یہ تب ہے جب کہ معلوم نہ ہو کہ حق پر کون ہے، اگر ایک کا حق پر ہونا معلوم ہو تو اس کا ساتھ دیا جائے گا اور حق والے کی یہ وعید نہیں ہے اور جہنم رسید ہونا اس جرم کی سزا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ نیک اعمال کی بنا پر یہ سزا اٹھ جائے اس لیے صحابہ کرام کے متعلق یہ لفظ نہیں بولے جاسکتے اگرچہ ان کی لڑائی ہوئی ہے لیکن ان کے سابقہ اعمال سے اس کی تلافی ہو گئی ہے اس وجہ سے اور اجتہادی خطا کی بنا پر وہ اس وعید سے خارج ہیں جو اس حدیث میں ذکر ہوئی ہے۔

قَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ فَذَكَرْتُ هَذَا الْحَدِيثَ لِأَيُّوبَ وَيُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ يُحَدِّثَانِي بِهِ فَقَالَا إِنَّمَا رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ الْحَسَنُ عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ بِهَذَا وَقَالَ مُؤَمَّلٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَيُونُسُ وَهِشَامٌ وَمُعَلَّى بْنُ زِيَادٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الْأَحْنَفِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ وَرَوَاهُ بَكَّارُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ وَقَالَ غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَرْفَعْهُ سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ.



حماد بن زید نے کہا کہ پھر میں نے یہ حدیث ایوب اور یونس بن عبید سے ذکر کی میرا مقصد تھا کہ یہ دونوں بھی مجھ سے یہ حدیث بیان کریں ان دونوں نے کہا کہ اس حدیث کی روایت حسن بصری نے احنف بن قیس سے اور انہوں نے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے کی ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا کہا ہم سے حماد بن زید نے یہی حدیث بیان کی اور مؤمل بن ہشام نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا کہا ہم سے ایوب یونس ہشام اور معلّٰی بن زیاد نے امام حسن بصری سے بیان کیا ان سے احنف بن قیس اور ان سے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اس کی روایت معمر نے بھی ایوب سے کی ہے اور اس کی روایت بکار بن عبد العزیز نے اپنے باپ سے کی اور ان سے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے اور غندر نے بیان کیا کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا ان سے منصور نے ان سے ربعی بن حراش نے ان سے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اور سفیان ثوری نے بھی اس حدیث کو منصور بن معتمر سے روایت کیا لیکن یہ روایت مرفوع نہیں ہے۔ [1]



(1) قولہ "عن رجلٍ لم يُسمَّه" اس آدمی سے مراد جس کا نام نہیں لیا عمرو بن عبید ہے جو کہ معتزلہ کا پیشوا تھا اور سیئ الحفظ تھا، امام بخاری اس کی اس روایت کو بطور استدلال نہیں لائے بلکہ اس کی ایک غلطی کی نشان دہی کرنے کے لیے لائے ہیں اور

(۱۱) بَابٌ: كَيْفَ الأَمْرُ إِذَا لَمْ تَكُنْ جَمَاعَةٌ

جب جماعت نہ ہو تو لوگ کیا کریں؟

۷۰۸٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ حَدَّثَنِي بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ الْحَضْرَمِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيَّ أَنَّهُ سَمِعَ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ يَقُولُ كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ فَجَاءَنَا اللهُ بِهَذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ قَالَ نَعَمْ وَفِيهِ دَخَنٌ قُلْتُ وَمَا دَخَنُهُ قَالَ قَوْمٌ يَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ قُلْتُ فَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ صِفْهُمْ لَنَا قَالَ هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَكَنِي ذَلِكَ قَالَ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ قُلْتُ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذَلِكَ.

ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابن جابر نے بیان کیا' ان سے بسر بن عبید اللہ الحضرمی نے بیان کیا' انہوں نے ابوادریس خولانی سے سنا' انہوں نے حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے بارے میں پوچھا کرتے تھے لیکن میں شر کے بارے میں پوچھتا تھا۔ اس خوف سے کہ کہیں میری زندگی میں ہی شر نہ پیدا ہو جائے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! ہم جاہلیت اور شر کے دور میں تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس خیر سے نوازا تو کیا اس خیر کے بعد پھر شر کا زمانہ ہوگا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ میں نے پوچھا کیا اس شر کے بعد پھر خیر کا زمانہ آئے گا آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن اس خیر میں کمزوری ہوگی۔ میں نے پوچھا کہ کمزوری کیا ہوگی؟ فرمایا کہ کچھ لوگ ہوں گے جو میرے طریقے کے خلاف چلیں گے' ان کی بعض باتیں اچھی ہوں گی لیکن بعض میں تم برائی دیکھو گے۔ میں نے پوچھا کیا پھر دور خیر کے بعد دور شر آئے گا؟ فرمایا

شرح بخاری

اس کی غلطی یہ ہے کہ اس نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان احنف بن قیس کا واسطہ چھوڑ دیا ہے اور ایوب اور یونس بن عبید نے اس واسطہ کو ذکر کیا ہے اور ایوب اور یونس کی طرح ہشام اور معلیٰ بن زیاد جیسے بہت سے ثقات نے احنف بن قیس کے واسطے کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث حجت ہے۔

کہ ہاں جہنم کی طرف بلانے والے دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہوں گے جو ان کی بات مان لے گا وہ اس میں انہیں جھونک دیں گے۔ میں نے کہا یارسول اللہ! ان کی کچھ صفت بیان کیجئے۔ فرمایا کہ وہ ہمارے ہی جیسے ہوں گے اور ہماری ہی زبان بولیں گے۔ میں نے پوچھا پھر اگر میں نے وہ زمانہ پایا تو آپ مجھے ان کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا کہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ رہنا۔ میں نے کہا کہ اگر مسلمانوں کی جماعت نہ ہو اور نہ ان کا کوئی امام ہو؟ فرمایا کہ پھر ان تمام لوگوں سے الگ ہو کر رہو خواہ تمہیں جنگل میں جاکر درختوں کی جڑیں چبانی پڑیں یہاں تک کہ اسی حالت میں تمہاری موت آجائے۔

قولہ "كَيْفَ الأَمْرُ" یعنی ایک خلیفہ پر اجماع اور اتفاق واقع ہونے سے پہلے اختلاف کی حالت میں مسلمان کو کیا کرنا چاہیے۔

ترجمہ باب کی عبارت میں آنے والا "كَانَ" تامہ ہے اور جماعت سے مراد ایک خلیفہ پر جمع ہونے والی جماعت ہے اور اصل جماعت وہی ہے جو ایک امیر کے تحت زندگی گزارنے والی ہو اور جس میں نصب حدود اور جہاد فی سبیل اللہ پایا جائے ورنہ ایسی جماعت ہوگی، اور جب ایک خلیفہ نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان مختلف فرقوں میں بٹ جائیں اور یہ معلوم نہ ہوسکے کہ حق پر کون ہے تو ان سب سے الگ ہوکر کتاب وسنت پر عمل کرنا چاہیے، حق پر وہ ہوتے ہیں جو اصل امیر کے ساتھ ہوں اور وہ امیر جہاد کرنے والا اور اسلام کا نفاذ کرنے والا ہو۔

قولہ "كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ" اس سے اس کفر اور قتل وغارت اور لوٹ مار اور فواحش کے ارتکاب کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جو اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں پائے جاتے تھے۔

قولہ "فَجَاءَنَا اللهُ بِهَذَا الْخَيْرِ" اس سے مراد ایمان وامن اور حالات کی درستی اور فواحش سے گریز کرنا ہے۔

قولہ "فَهَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ" اس سے مراد وہ فتنے ہیں جو اس کے بعد واقع ہوئے، جیسے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت حسین کی شہادت اور اس پر باغیوں کو ملنے والی آخرت کی سزائیں۔

قولہ "وَفِيهِ دَخَنٌ" اس سے مراد یہ ہے کہ وہ خیر خالص نہیں ہوگی۔

(۱۲) بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يُكَثِّرَ سَوَادَ الْفِتَنِ وَالظُّلْمِ

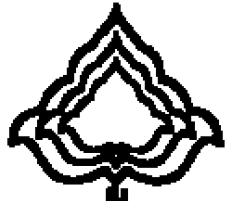
مفسدوں اور ظالموں کی جماعت کو بڑھانا منع ہے

۷۰۸۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ وَغَيْرُهُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَسْوَدِ وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ قُطِعَ عَلَى أَهْلِ الْمَدِينَةِ بَعْثٌ فَاكْتُتِبْتُ فِيهِ فَلَقِيتُ عِكْرِمَةَ فَأَخْبَرْتُهُ فَنَهَانِي أَشَدَّ النَّهْيِ ثُمَّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ أُنَاسًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ كَانُوا مَعَ الْمُشْرِكِينَ يُكَثِّرُونَ سَوَادَ الْمُشْرِكِينَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَأْتِي السَّهْمُ فَيُرْمَى فَيُصِيبُ أَحَدَهُمْ فَيَقْتُلُهُ أَوْ

يَضْرِبُهُ فَيَقْتُلُهُ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ.

ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا، کہا ہم سے حیوہ بن شریح وغیرہ نے بیان کیا کہ ہم سے ابوالاسود نے بیان کیا، یالیث نے ابوالاسود سے بیان کیا کہ اہل مدینہ کا ایک لشکر تیار کیا گیا (یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شام والوں سے مقابلہ کرنے کے لیے) اور میرا نام اس میں لکھ دیا گیا۔ پھر میں عکرمہ سے ملا اور میں نے انہیں خبر دی تو انہوں نے مجھے شرکت سے سختی کے ساتھ منع کیا۔ پھر کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے خبر دی ہے کہ کچھ مسلمان جو مشرکین کے ساتھ رہتے تھے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف (غزوات) میں مشرکین کی جماعت کی زیادتی کا باعث بنتے۔ پھر کوئی تیر آتا اور ان میں سے کسی کو لگ جاتا اور قتل کر دیتا یا انہیں کوئی تلوار سے قتل کر دیتا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی "بلاشک وہ لوگ جن کو فرشتے فوت کرتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔"

مفسدوں اور ظالموں کی جماعت کو بڑھانا منع ہے اس سے مراد یہ ہے کہ فتنے باز جماعتوں میں نہیں جانا چاہیے، کیونکہ اس سے ان کی جماعت بڑھتی ہے اور یہ تب ہے جب کہ حق والی جماعت کا پتہ نہ چل سکے، اگر حق والوں کا علم ہو تو ان کا ساتھ دینا چاہیے۔



حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَن كثَّر سوادَ قومٍ فَهوَ منهم ومن رضيَ عملَ قومٍ كانَ شَريكَ من عملَ بِهِ" [1] جس نے کسی قوم کی جماعت کو بڑھایا وہ انہی میں سے ہوگا، اور جس نے کسی قوم کے کاموں کو پسند کیا وہ ان کے کاموں میں شریک سمجھا جائیگا۔

شرح بخاری

قولہ "أَنَّ أُنَاسًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ" حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ لوگ مسلمان تھے، لیکن ان کے مشرک رشتہ داروں نے انہیں ہجرت کرنے سے روکا ہوا تھا وہ مشرکوں کے ساتھ نکلا کرتے تھے، ان کا مقصد لڑائی کرنا نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کی تعداد بڑھانے کے لیے نکلتے تھے تو اس بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی "إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ" [2] اور انہیں ظالم اور گناہ گار قرار دیا گیا۔

(۱۳) بَابُ إِذَا بَقِيَ فِي حُثَالَةٍ مِنَ النَّاسِ

جب کوئی برے لوگوں میں رہ جائے تو کیا کرے؟





٧٠٨٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ حَدَّثَنَا حُذَيْفَةُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثَيْنِ رَأَيْتُ أَحَدَهُمَا وَأَنَا أَنْتَظِرُ الآخَرَ حَدَّثَنَا أَنَّ الأَمَانَةَ نَزَلَتْ فِي جَذْرِ قُلُوبِ



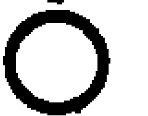
[1] فتح الباری: ۱۳/۳۷

[2] النساء: ۹۷

الرِّجَالِ ثُمَّ عَلِمُوا مِنْ الْقُرْآنِ ثُمَّ عَلِمُوا مِنْ السُّنَّةِ وَحَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِهَا قَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ أَثَرِ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ فَيَبْقَى فِيهَا أَثَرُهَا مِثْلَ أَثَرِ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ عَلَى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَلَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ وَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ فَلَا يَكَادُ أَحَدٌ يُؤَدِّي الْأَمَانَةَ فَيُقَالُ إِنَّ فِي بَنِي فُلَانٍ رَجُلًا أَمِينًا وَيُقَالُ لِلرَّجُلِ مَا أَعْقَلَهُ وَمَا أَظْرَفَهُ وَمَا أَجْلَدَهُ وَمَا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ وَلَقَدْ أَتَى عَلَيَّ زَمَانٌ وَلَا أُبَالِي أَيُّكُمْ بَايَعْتُ لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا رَدَّهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامُ وَإِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا رَدَّهُ عَلَيَّ سَاعِيهِ وَأَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ أُبَايِعُ إِلَّا فُلَانًا وَفُلَانًا.

ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان نے خبر دی، کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے زید بن وہب نے بیان کیا، ان سے حذیفہ نے بیان کیا، کہا ہم سے رسول اللہ ﷺ نے دو احادیث بیان فرمائی تھیں جن میں سے ایک تو میں نے دیکھ لی دوسری کا انتظار ہے۔ ہم سے آپ نے فرمایا تھا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی جڑوں میں نازل ہوئی تھی پھر لوگوں نے اسے قرآن سے سیکھا، پھر سنت سے سیکھا اور آنحضرت ﷺ نے ہم سے امانت کے اٹھ جانے کے متعلق فرمایا تھا کہ ایک شخص ایک نیند سوئے گا اور امانت اس کے دل سے نکال دی جائے گی اور اس کا نشان ایک دھبے جتنا باقی رہ جائے گا، پھر وہ ایک نیند سوئے گا اور پھر امانت نکالی جائے گی تو اس کے دل میں آبلے کی طرح اس کا نشان باقی رہ جائے گا، جیسے تم نے کوئی چنگاری اپنے پاؤں پر گرالی ہو اور اس کی وجہ سے آبلہ پڑ جائے، تم اس میں سوجن دیکھو گے لیکن اندر کچھ نہیں ہوگا اور لوگ خرید و فروخت کریں گے لیکن کوئی امانت ادا کرنے والا نہیں ہوگا۔ پھر کہا جائے گا کہ فلاں قبیلے میں ایک امانت دار آدمی ہے اور کسی کے متعلق کہا جائے گا کہ وہ کس قدر عقلمند، کتنا خوش طبع، کتنا دلاور آدمی ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا اور مجھ پر ایک زمانہ گزر گیا اور میں اس کی پروا نہیں کرتا تھا کہ تم میں سے کس کے ساتھ میں لین دین کرتا ہوں اگر وہ مسلمان ہوتا تو اس کا اسلام اسے میرے حق کے ادا کرنے پر مجبور کرتا اور اگر وہ نصرانی ہوتا تو اس کے حاکم لوگ اس کو دباتے ایمانداری پر مجبور کرتے۔ لیکن آج کل تو میں صرف فلاں فلاں لوگوں سے ہی لین دین کرتا ہوں۔





316

جب کوئی شخص برے اور حقیر قسم کے لوگوں میں رہ جائے تو کیا کرے، حافظ نے ذکر کیا ہے کہ ترجمہ باب کا یہ لفظ اس حدیث میں وارد ہوا ہے جسے ابن حبان علاء بن عبدالرحمان کی سند سے لائے ہیں اور اسے انہوں نے صحیح کہا ہے علاء اپنے باپ سے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے کہا اے عبداللہ! اس وقت تیرا کیا حال ہوگا، جب کہ لوگوں کے عہد اور وعدے اور ان کی امانت داری خراب اور برباد ہو جائے گی، اور وہ آپس میں ایسے مختلف ہوں گے جیسے ہاتھ کی انگلیاں کہا آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں، فرمایا اس وقت



خاص اپنی فکر کرنا، اور عوام سے الگ ہو جانا۔ [1]

قولہ "الْوَكْتُ" داغ اور دھبے کو کہتے ہیں۔

قولہ "الْمَجْلُ" میم کی فتحہ اور جیم کے سکون سے بمعنیٰ آبلہ

قولہ "مَا أَعْقَلَهُ وَمَا أَظْرَفَهُ" یہ تینوں فعل تعجب کے صیغے ہیں وہ کیا ہی عقل منداور کیا ہی سمجھ دار اور کیا ہی دین میں ٹھوس ہے۔

(۱۴) بَابُ التَّعَرُّبِ فِي الْفِتْنَةِ

فتنہ فساد کے وقت جنگل میں جا رہنا

۷۰۸۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى الْحَجَّاجِ فَقَالَ يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ ارْتَدَدْتَ عَلَى عَقِبَيْكَ تَعَرَّبْتَ قَالَ لَا وَلَكِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لِي فِي الْبَدْوِ وَعَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ خَرَجَ سَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ إِلَى الرَّبَذَةِ وَتَزَوَّجَ هُنَاكَ امْرَأَةً وَوَلَدَتْ لَهُ أَوْلَادًا فَلَمْ يَزَلْ بِهَا حَتَّى قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِلَيَالٍ فَنَزَلَ الْمَدِينَةَ.

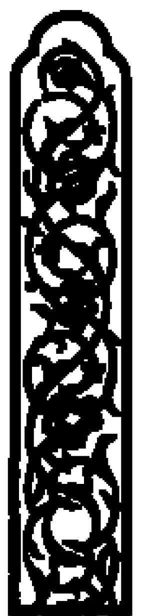


ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حاتم نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی عبید نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ حجاج کے یہاں گئے تو اس نے کہا کہ اے ابن الاکوع! تم گاؤں میں رہنے لگے ہو کیا الٹے پاؤں پھر گئے؟ کہا کہ نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جنگل میں رہنے کی اجازت دی تھی۔ اور یزید بن ابی عبید سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے تو سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ ربذہ چلے گئے اور وہاں ایک عورت سے شادی کر لی اور وہاں ان کے بچے بھی پیدا ہوئے۔ وہ برابر وہیں رہے، یہاں تک کہ وفات سے چند دن پہلے مدینہ آ گئے تھے۔

شرح بخاری

فتنہ اور فساد کے وقت دیہات یا جنگل میں رہنے کا بیان، تعرب سے مراد یہ ہے کہ فتنوں کے دور میں آبادی کو چھوڑ کر کہیں باہر رہائش اختیار کرنا، لہٰذا فتنوں میں اگر اپنا دین و ایمان خطرے میں ہو تو باہر چلے جانا چاہیے شہر اور آبادی میں نہ رہے کیونکہ آبادی میں فتنے ہوتے ہیں۔

قولہ "لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذی الحجہ ۳۵ میں شہید ہوئے اور سلمہ بن اکوع سن چہتر میں فوت ہوئے اور وہ تقریباً چالیس سال بعد زندہ رہے۔



[1] مسند احمد: ۶۵۰۸

٧٠٨٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو مالک نے خبر دی، انہیں عبدالرحمن بن عبداللہ بن ابی صعصعہ نے، انہیں ان کے والد نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ وقت قریب ہے کہ مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جنہیں وہ لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش برسنے کی جگہوں پر چلا جائے گا۔ وہ فتنوں سے اپنے دین کی حفاظت کے لیے وہاں بھاگ کر آجائے گا۔

(١٥) بَابُ التَّعَوُّذِ مِنَ الْفِتَنِ

فتنوں سے پناہ مانگنے کا بیان

٧٠٨٩- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَأَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَحْفَوْهُ بِالْمَسْأَلَةِ، فَصَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ الْمِنْبَرَ فَقَالَ: «لاَ تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا بَيَّنْتُ لَكُمْ» فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ يَمِينًا وَشِمَالًا، فَإِذَا كُلُّ رَجُلٍ لاَفٌّ رَأْسَهُ فِي ثَوْبِهِ يَبْكِي، فَأَنْشَأَ رَجُلٌ، كَانَ إِذَا لاَحَى يُدْعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ مَنْ أَبِي؟ فَقَالَ: «أَبُوكَ حُذَافَةُ» ثُمَّ أَنْشَأَ عُمَرُ فَقَالَ: رَضِينَا بِاللهِ رَبًّا، وَبِالإِسْلاَمِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا، نَعُوذُ بِاللهِ مِنْ سُوءِ الْفِتَنِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا رَأَيْتُ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ كَالْيَوْمِ قَطُّ، إِنَّهُ صُوِّرَتْ لِي الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، حَتَّى رَأَيْتُهُمَا دُونَ الْحَائِطِ» فَكَانَ قَتَادَةُ يَذْكُرُ هَذَا الْحَدِيثَ عِنْدَ هَذِهِ الآيَةِ {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ} [المائدة: ١٠١]

ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ سے لوگوں نے سوالات کئے آخر جب لوگ بار بار سوال کرنے لگے تو آنحضرت ﷺ منبر پر ایک دن چڑھے اور فرمایا کہ آج تم مجھ سے جو سوال بھی کرو گے میں تمہیں اس کا جواب دوں گا۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر میں دائیں بائیں دیکھنے لگا تو ہر شخص کا سر اس کے کپڑے میں چھپا ہوا تھا اور وہ رو رہا تھا۔ آخر ایک شخص نے خاموشی توڑی۔ اس کا جب کسی سے جھگڑا ہوتا تو انہیں ان کے باپ کے سوا دوسرے کی طرف پکارا جاتا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میرے والد کون ہیں؟ فرمایا تمہارے والد حذافہ ہیں۔ پھر

عمر رضی اللہ عنہ سامنے آئے اور عرض کیا ہم اللہ سے کہ وہ رب ہے، اسلام سے کہ وہ دین ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ وہ رسول ہیں راضی ہیں اور آزمائش کی برائی سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خیر وشر آج جیسا دیکھا کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میرے سامنے جنت ودوزخ کی صورت پیش کی گئی اور میں نے انہیں دیوار کے قریب دیکھا۔ قتادہ نے بیان کیا کہ یہ بات اس آیت کے ساتھ ذکر کی جاتی ہے کہ "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو اگر وہ ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری معلوم ہوں۔"

حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے ابن بطال (ابو الحسن علی بن خلف بن بطال قرطبی) سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ امام بخاری نے فتنوں سے پناہ مانگنے کے جواز کا باب قائم کر کے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے فتنوں کو مانگنا چاہیے کیونکہ اس سے منافقوں کا قلع قمع ہوتا ہے اس بارہ میں ایک ضعیف روایت بھی بیان کی جاتی ہے جو حضرت علی سے مروی ہے۔

قولہ "لا تکرهوا الفتنةَ في آخرِ الزمانِ فإنها تبيرُ المنافقينَ" آخر زمانے میں آنے والے فتنوں کو برا نہ سمجھنا کیونکہ یہ منافقوں کے لیے ہلاک کن ہیں۔ [1] اس کے خلاف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف مواقع میں فتنوں سے پناہ مانگنا ثابت ہے۔



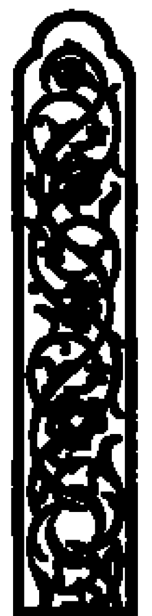
قولہ "دُونَ الحَائِطِ" أي بينه و بين الحائط

٧٠٩٠- وَقَالَ عَبَّاسٌ النَّرْسِيُّ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ: أَنَّ أَنَسًا، حَدَّثَهُمْ: أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِهَذَا، وَقَالَ: «كُلُّ رَجُلٍ لَافًّا رَأْسَهُ فِي ثَوْبِهِ يَبْكِي» وَقَالَ: «عَائِذًا بِاللهِ مِنْ سُوءِ الفِتَنِ» أَوْ قَالَ: «أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ سَوْأَى الفِتَنِ».

اور عباس النرسی نے بیان کیا، ان سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے سعید نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی حدیث بیان کی اور انس نے کہا ہر شخص کپڑے میں اپنا سر لپیٹے ہوئے رو رہا تھا اور فتنے سے اللہ کی پناہ مانگ رہا تھا یا یوں کہہ رہا تھا کہ میں فتنہ کی برائی سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

قولہ "عَائِذًا بِاللهِ" یہ حال واقع ہو رہا ہے۔

٧٠٩١- وقَالَ لِي خَلِيفَةُ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، وَمُعْتَمِرٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ أَنَسًا، حَدَّثَهُمْ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا. وَقَالَ: «عَائِذًا بِاللهِ مِنْ شَرِّ الفِتَنِ»



(1) فتح الباری: ج ١٣، ص ٤٤

اور مجھ سے خلیفہ بن خیاط نے بیان کیا، ان سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے سعید ومعتمر نے ان سے ان کے والد نے قتادہ سے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، پھر یہی حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی، اس میں بجائے سوء کے شر کا لفظ ہے۔

(١٦) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «الْفِتْنَةُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ»

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ فتنہ مشرق کی طرف سے اٹھے گا

٧٠٩٢- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَامَ إِلَى جَنْبِ الْمِنْبَرِ فَقَالَ الْفِتْنَةُ هَا هُنَا الْفِتْنَةُ هَا هُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ أَوْ قَالَ قَرْنُ الشَّمْسِ.

ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ان سے معمر نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے سالم نے، ان سے ان کے والد نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر کے ایک طرف کھڑے ہوئے اور فرمایا فتنہ ادھر ہے، فتنہ ادھر ہے جدھر شیطان کا سر ظاہر ہوتا ہے یا "سورج کا کنارہ" فرمایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا بیان کہ فتنہ مشرق کی طرف سے رونما ہوگا اور مدینہ منورہ سے مشرق کی طرف عراق وغیرہ کے علاقے واقع ہیں جو کہ فتنوں کے گڑھ ہیں زیادہ فتنے ادھر سے ہی ظاہر ہوئے ہیں خوارج کا ظہور اور امام حسین کی شہادت بھی عراق میں ہوئی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے بھی عراق وغیرہ سے حج کے بہانے جمع ہو کر آئے تھے، جس کی وجہ سے جنگ جمل اور صفین واقع ہوئیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان فتنوں کو بذریعہ وحی الٰہی جانتے تھے اس لیے آپ نے ان کے حق میں دعا نہیں کی۔ [1]

٧٠٩٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسْتَقْبِلُ الْمَشْرِقِ يَقُولُ أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَا هُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.

[1] اہل بدعت جو کہ سمجھنے، سوچنے کی صلاحیت سے عاری ہوتے ہیں وہ اس حدیث کو مجدد دین وملت محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ پر منطبق کرتے ہیں، حالانکہ ان کا نجد عراق سے کوئی تعلق نہیں تھا جو کہ مدینہ سے مشرق کی طرف واقع ہے، وہ کتاب وسنت کے علمبردار تھے، سرزمین حجاز کو انہوں نے شرک وبدعات سے پاک صاف کیا ہے، یہ اصلاح کا کام کرنے والے عبدالوہاب کے بیٹے محمد ہیں جن کی طرف نسبت محمدی بنتی ہے، اسے اہل بدعت نے چھوڑ کر ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے لفظ "وھابی" کو ھوّا بنایا ہوا ہے یہ بھی اہل بدعت کی جہالت کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشرق کی طرف رخ کئے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے آگاہ ہو جاؤ، فتنہ اس طرح ہے جدھر سے شیطان کا سر طلوع ہوتا ہے۔

٧٠٩٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا اللهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَفِي نَجْدِنَا قَالَ اللهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا اللهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَفِي نَجْدِنَا فَأَظُنُّهُ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ازہر بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن عون نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا، ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! ہمارے ملک شام میں ہمیں برکت دے، ہمارے یمن میں ہمیں برکت دے۔ صحابہ نے عرض کیا اور ہمارے نجد میں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا اے اللہ ہمارے شام میں برکت دے، ہمیں ہمارے یمن میں برکت دے۔ صحابہ نے عرض کی اور ہمارے نجد میں؟ میرا گمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہاں شیطان کا سر نمودار ہوتا ہے۔



٧٠٩٥- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ شَاهِينَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ بَيَانٍ عَنْ وَبَرَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ فَرَجَوْنَا أَنْ يُحَدِّثَنَا حَدِيثًا حَسَنًا قَالَ فَبَادَرَنَا إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدِّثْنَا عَنْ الْقِتَالِ فِي الْفِتْنَةِ وَاللهُ يَقُولُ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ فَقَالَ هَلْ تَدْرِي مَا الْفِتْنَةُ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ إِنَّمَا كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَاتِلُ الْمُشْرِكِينَ وَكَانَ الدُّخُولُ فِي دِينِهِمْ فِتْنَةً وَلَيْسَ كَقِتَالِكُمْ عَلَى الْمُلْكِ.

ہم سے اسحاق بن شاہین واسطی نے بیان کیا، کہا ہم سے خلف بن عبداللہ طحان نے بیان کیا، ان سے بیان ابن بصیر نے، ان سے وبرہ بن عبدالرحمن نے، ان سے سعید بن جبیر نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس برآمد ہوئے تو ہم نے امید کی کہ وہ ہم سے کوئی اچھی بات کریں گے۔ اتنے میں ایک صاحب حکیم نامی ہم سے پہلے ان کے پاس پہنچ گئے اور پوچھا اے ابو عبدالرحمن! ہم سے زمانہ فتنہ میں قتال کے متعلق حدیث بیان کیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا تمہیں معلوم بھی ہے کہ فتنہ کیا ہے؟ تمہاری ماں تمہیں روئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتنہ رفع کرنے کے لیے



مشرکین سے جنگ کرتے تھے، شرک میں پڑنا یہ فتنہ ہے۔ کیا آنحضرت ﷺ کی لڑائی تم لوگوں کی طرح بادشاہت حاصل کرنے کے لیے ہوتی تھی؟

(١٧) بَابُ الفِتْنَةِ الَّتِي تَمُوجُ كَمَوْجِ البَحْرِ

اس فتنے کا بیان جو فتنہ سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار کر اٹھے گا

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: عَنْ خَلَفِ بْنِ حَوْشَبٍ: كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يَتَمَثَّلُوا بِهَذِهِ الأَبْيَاتِ عِنْدَ الفِتَنِ، قَالَ امْرُؤُ القَيْسِ: الحَرْبُ أَوَّلُ مَا تَكُونُ فَتِيَّةً ... تَسْعَى بِزِينَتِهَا لِكُلِّ جَهُولِ حَتَّى إِذَا اشْتَعَلَتْ وَشَبَّ ضِرَامُهَا ... وَلَّتْ عَجُوزًا غَيْرَ ذَاتِ حَلِيلِ شَمْطَاءَ يُنْكَرُ لَوْنُهَا وَتَغَيَّرَتْ ... مَكْرُوهَةً لِلشَّمِّ وَالتَّقْبِيلِ.

سفیان بن عیینہ نے خلف بن حوشب سے بیان کیا کہ سلف فتنے کے زمانے میں درج ذیل اشعار کی مثال دینا پسند کرتے تھے جنہیں امرء القیس نے کہا ہے: ابتداء میں ایک جواں عورت کی صورت ہے یہ جنگ دیکھ کر ناداں اسے ہوتے ہیں عاشق اور دنگ جبکہ بھڑکے شعلے اس کے پھیل جائیں ہر طرف تب وہ ہو جاتی ہے بوڑھی اور بدل جاتی ہے رنگ ایسی بدصورت کو رکھے کون چونڈا ہے سفید سونگھنے اور چومنے سے اس کے سب ہوتے ہیں تنگ۔ وضاحت: مندرجہ بالا منظوم ترجمہ مولانا وحید الزمان نے کیا ہے۔



الحَرْبُ أَوَّلُ مَا تَكُونُ فَتِيَّةً ... تَسْعَى بِزِينَتِهَا لِكُلِّ جَهُولِ

شروع میں جنگ نوجوان لڑکی کی طرح ہوتی ہے

جو زیب و زینت لگا کر ہر جاہل کو پھانسنے کی کوشش کرتی ہے

حَتَّى إِذَا اشْتَعَلَتْ وَشَبَّ ضِرَامُهَا ... وَلَّتْ عَجُوزًا غَيْرَ ذَاتِ حَلِيلِ

یہاں تک کہ جب جنگ بھڑکتی ہے اور اس کا بھڑکنا عروج پر ہوتا ہے تو بیوہ بوڑھی عورت کی طرح پیٹھ پھیر لیتی ہے۔

شَمْطَاءَ يُنْكَرُ لَوْنُهَا وَتَغَيَّرَتْ ... مَكْرُوهَةً لِلشَّمِّ وَالتَّقْبِيلِ

کھچڑی بالوں والی جس کے رنگ کو ناپسند کیا جاتا ہے، وہ ایسے بدل جاتی ہے کہ اسے سونگھنا اور چومنا بھی برا لگتا ہے۔



مراد یہ ہے کہ لڑائی شروع میں جوان لڑکی کی طرح ہوتی ہے سب جاہل اسے دیکھتے ہیں، آخر میں مکروہ بن جاتی ہے کوئی اس کے قریب نہیں جاتا۔



٧٠٩٦- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا شَقِيقٌ سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ يَقُولُ بَيْنَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ عُمَرَ إِذْ قَالَ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ قَالَ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنْ



الْمُنْكَرِ قَالَ لَيْسَ عَنْ هَذَا أَسْأَلُكَ وَلَكِنِ الَّتِي تَمُوجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَأْسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا قَالَ عُمَرُ أَيُكْسَرُ الْبَابُ أَمْ يُفْتَحُ قَالَ بَلْ يُكْسَرُ قَالَ عُمَرُ إِذًا لَا يُغْلَقَ أَبَدًا قُلْتُ أَجَلْ قُلْنَا لِحُذَيْفَةَ أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ الْبَابَ قَالَ نَعَمْ كَمَا يَعْلَمُ أَنَّ دُونَ غَدٍ لَيْلَةً وَذَلِكَ أَنِّي حَدَّثْتُهُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَهُ مَنِ الْبَابُ فَأَمَرْنَا مَسْرُوقًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ مَنِ الْبَابُ قَالَ عُمَرُ.

ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا، کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے شقیق نے بیان کیا، انہوں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے پوچھا تم میں سے کسے فتنہ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یاد ہے؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انسان کا فتنہ (آزمائش) اس کی بیوی، اس کے مال، اس کے بچے اور پڑوسی کے معاملات میں ہوتا ہے جس کا کفارہ نماز، صدقہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر دیتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس کے متعلق نہیں پوچھتا بلکہ اس فتنہ کے بارے میں پوچھتا ہوں جو دریا کی طرح ٹھاٹھیں مارے گا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ امیر المؤمنین تم پر اس کا کوئی خطرہ نہیں اس کے اور تمہارے درمیان ایک بند دروازہ رکاوٹ ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا یا کھولا جائے گا؟ بیان کیا توڑ دیا جائے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا کہ پھر تو وہ کبھی بند نہ ہو سکے گا۔ میں نے کہا جی ہاں۔ ہم نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا عمر اس دروازہ کے متعلق جانتے تھے؟ فرمایا کہ ہاں، جس طرح میں جانتا ہوں کہ کل سے پہلے رات آئے گی کیونکہ میں نے ایسی بات بیان کی تھی جو بے بنیاد نہیں تھی۔ ہمیں ان سے یہ پوچھتے ہوئے ڈر لگا کہ وہ دروازہ کون تھے۔ چنانچہ ہم نے مسروق سے کہا (کہ وہ پوچھیں) جب انہوں نے پوچھا کہ وہ دروازہ کون تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ دروازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔



قولہ "فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ" فتنوں کی کئی قسمیں ہیں۔

۱: ایک شخصی فتنہ ہوتا ہے جس کا تعلق کسی کی ذات سے ہوتا ہے۔

۲: منزلی فتنہ جس کا تعلق گھر اور خاندان سے ہوتا ہے۔

۳: محلی جو کسی محلے سے متعلق ہو۔

۴: مدنی فتنہ، وہ فتنہ جو پورے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔

۵: ملکی فتنہ وہ ہے جو پورے ملک میں پھیل جائے اور سارے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔

اس حدیث میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے جس فتنہ کے بارہ میں پوچھا تھا اس سے ملکی فتنہ مراد ہے۔



قولہ "أَيُكْسَرُ الْبَابُ أَمْ يُفْتَحُ" کسر باب سے مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شہید ہونا ہے، اور فتح الباب سے مراد ان کی موت کا واقع ہونا ہے۔

قولہ "إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا" حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جواب دیتے ہوئے، "أَنْتَ الْبَابُ" آپ ہی دروازہ ہیں، نہیں کہا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت عمر ہی باب مغلق ہیں اور انہوں نے حسن ادب کی بنا پر ایسا کیا ہے تاکہ وہ پریشان نہ ہوں۔

۷۰۹۷- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا إِلَى حَائِطٍ مِنْ حَوَائِطِ الْمَدِينَةِ لِحَاجَتِهِ وَخَرَجْتُ فِي إِثْرِهِ فَلَمَّا دَخَلَ الْحَائِطَ جَلَسْتُ عَلَى بَابِهِ وَقُلْتُ لَأَكُونَنَّ الْيَوْمَ بَوَّابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَأْمُرْنِي فَذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَضَى حَاجَتَهُ وَجَلَسَ عَلَى قُفِّ الْبِئْرِ فَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهِ لِيَدْخُلَ فَقُلْتُ كَمَا أَنْتَ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ لَكَ فَوَقَفَ فَجِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكَ قَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ فَجَاءَ عَنْ يَمِينِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ فَجَاءَ عُمَرُ فَقُلْتُ كَمَا أَنْتَ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ لَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَجَاءَ عَنْ يَسَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ فَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ فَامْتَلَأَ الْقُفُّ فَلَمْ يَكُنْ فِيهِ مَجْلِسٌ ثُمَّ جَاءَ عُثْمَانُ فَقُلْتُ كَمَا أَنْتَ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ لَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ مَعَهَا بَلَاءٌ يُصِيبُهُ فَدَخَلَ فَلَمْ يَجِدْ مَعَهُمْ مَجْلِسًا فَتَحَوَّلَ حَتَّى جَاءَ مُقَابِلَهُمْ عَلَى شَفَةِ الْبِئْرِ فَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ ثُمَّ دَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ فَجَعَلْتُ أَتَمَنَّى أَخًا لِي وَأَدْعُو اللهَ أَنْ يَأْتِيَ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ فَتَأَوَّلْتُ ذَلِكَ قُبُورَهُمْ اجْتَمَعَتْ هَا هُنَا وَانْفَرَدَ عُثْمَانُ.

ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا ہم کو محمد بن جعفر نے خبر دی، انہیں شریک بن عبداللہ نے، انہیں سعید بن مسیب نے اور ان سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے باغات میں کسی باغ کی طرف اپنی کسی ضرورت کے لئے گئے، میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے گیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باغ میں داخل ہوئے تو میں اس کے دروازے پر بیٹھ گیا اور اپنے دل میں کہا کہ آج میں حضرت کا دربان بنوں گا حالانکہ آپ نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ آپ اندر چلے گئے اور اپنی حاجت پوری کی۔ پھر آپ کنوئیں







کی منڈیر پر بیٹھ گئے اور اپنی دونوں پنڈلیوں کو کھول کر انہیں کنوئیں میں لٹکالیا۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور اندر جانے کی اجازت چاہی۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ یہیں رہیں، میں آپ کے لیے اجازت لے کر آتا ہوں۔ چنانچہ وہ کھڑے رہے اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا نبی اللہ! ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ انہیں اجازت دے دو اور انہیں جنت کی بشارت سنا دو۔ چنانچہ وہ اندر آ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب آ کر انہوں نے بھی اپنی پنڈلیوں کو کھول کر کنوئیں میں لٹکالیا۔ اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ آئے۔ میں نے کہا ٹھہرو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لوں (اور میں نے اندر جا کر آپ سے عرض کیا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو بھی اجازت دے اور بہشت کی خوشخبری بھی۔ خیر وہ بھی آئے اور اسی کنوئیں کی منڈیر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب بیٹھے اور اپنی پنڈلیاں کھول کر کنوئیں میں لٹکا دیں۔ اور کنوئیں کی منڈیر بھر گئی اور وہاں جگہ نہ رہی۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور میں نے ان سے بھی کہا کہ یہیں رہئے یہاں تک کہ آپ کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگ لوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دے دو اور اس کے ساتھ ایک آزمائش ہے جو انہیں پہنچے گی۔ پھر وہ بھی داخل ہوئے، ان کے ساتھ بیٹھنے کے لیے کوئی جگہ نہ تھی۔ چنانچہ وہ گھوم کر ان کے سامنے کنوئیں کے کنارے پر آ گئے پھر انہوں نے اپنی پنڈلیاں کھول کر کنوئیں میں پاؤں لٹکا لئے، پھر میرے دل میں بھائی (غالباً ابو بردہ یا ابو رہم) کی تمنا پیدا ہوئی اور میں دعا کرنے لگا کہ وہ بھی آ جاتے، ابن المسیب نے بیان کیا کہ میں نے اس سے ان حضرات کی قبروں کی تعبیر لی کہ سب کی قبریں ایک جگہ ہوں گی لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر الگ بقیع غرقد میں ہے۔



٧٠٩٨- حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ قَالَ قِيلَ لِأُسَامَةَ أَلَا تُكَلِّمُ هَذَا قَالَ قَدْ كَلَّمْتُهُ مَا دُونَ أَنْ أَفْتَحَ بَابًا أَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يَفْتَحُهُ وَمَا أَنَا بِالَّذِي أَقُولُ لِرَجُلٍ بَعْدَ أَنْ يَكُونَ أَمِيرًا عَلَى رَجُلَيْنِ أَنْتَ خَيْرٌ بَعْدَ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُجَاءُ بِرَجُلٍ فَيُطْرَحُ فِي النَّارِ فَيَطْحَنُ فِيهَا كَطَحْنِ الْحِمَارِ بِرَحَاهُ فَيُطِيفُ بِهِ أَهْلُ النَّارِ فَيَقُولُونَ أَيْ فُلَانُ أَلَسْتَ كُنْتَ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَى عَنْ الْمُنْكَرِ فَيَقُولُ إِنِّي كُنْتُ آمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا أَفْعَلُهُ وَأَنْهَى عَنْ الْمُنْكَرِ وَأَفْعَلُهُ.



ہم سے بشر بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم کو جعفر نے خبر دی، انہیں شعبہ نے، انہیں سلیمان نے کہ میں نے ابو وائل سے سنا، انہوں نے کہا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ (عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ) سے گفتگو کیوں نہیں کرتے (کہ عام مسلمانوں کی شکایات کا خیال رکھیں) انہوں نے کہا کہ میں نے (خلوت میں) ان سے

گفتگو کی ہے لیکن (فتنہ کے) دروازہ کو کھولے بغیر کہ اس طرح میں سب سے پہلے اس دروازہ کو کھولنے والا ہوں گا میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ کسی شخص سے جب وہ دو آدمیوں پر امیر بنا دیا جائے یہ کہوں کہ تو سب سے بہتر ہے۔ جبکہ میں رسول اللہ ﷺ سے سن چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص کو (قیامت کے دن) لایا جائے گا اور اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر وہ اس میں اس طرح چکی پیسے گا جیسے گدھا پیستا ہے۔ پھر دوزخ کے لوگ اس کے چاروں طرف جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے، اے فلاں! کیا تم نیکیوں کا حکم کرتے اور برائیوں سے روکا نہیں کرتے تھے؟ وہ شخص کہے گا کہ میں اچھی بات کے لیے کہتا تو ضرور تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا اور بری بات سے روکتا بھی تھا لیکن خود کرتا تھا۔

قولہ "فَيَطْحَنُ فِيهَا" اس میں علماء اور قراء کے لیے سخت تنبیہ ہے اور نماز و امور دین میں سستی کرنے پر سخت وعید ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس خوفناک منظر سے اپنی رحمت کے ساتھ محفوظ رکھے، اور اس سزا سے بچنے کے لیے ہمیں ہر وقت فکر مند رہنے کی توفیق دے۔

(١٧) بَابٌ:

باب



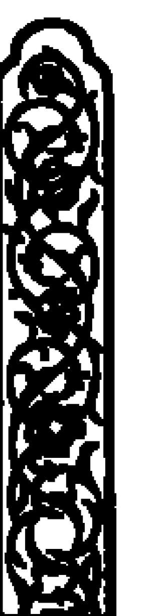
٧٠٩٩- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ لَقَدْ نَفَعَنِي اللهُ بِكَلِمَةٍ أَيَّامَ الْجَمَلِ لَمَّا بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ فَارِسًا مَلَّكُوا ابْنَةَ كِسْرَى قَالَ لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُم امْرَأَةً.

شرح بخاری

ہم سے عثمان بن ہیثم نے بیان کیا، کہا ہم سے عوف نے بیان کیا، کہا ان سے حسن نے اور ان سے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جنگ جمل کے زمانہ میں مجھے ایک کلمہ نے فائدہ پہنچایا جب نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا کہ فارس کی سلطنت والوں نے بوران نامی کسریٰ کی بیٹی کو بادشاہ بنا لیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس کی حکومت ایک عورت کے ہاتھ میں ہو۔

قولہ "لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ" جنگ جمل میں لوگ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کہا مانتے تھے، حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے اسے درست نہیں سمجھا اور نہ ان کا ان سے ملنے اور ان کا ساتھ دینے کا ارادہ تھا، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا مسئلہ بڑا اہم تھا، لیکن اس حدیث نے انہیں اس سے روک دیا۔[1]

[1] حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس حدیث کا مصداق بنانا ان کی ذاتی رائے تھی، ورنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس عارضی اور وقتی پیشوائی کا بنت کسریٰ کی مستقل قیادت سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس لڑائی میں صحابہ کرام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمات اس لیے حاصل کی تھیں تا کہ ان کے جاہ و مقام کی بنا پر لوگ ان کا ساتھ دیں اور مسلمان کہلانے والے باغیوں کے ٹولے سے قصاص لیا جا سکے جنہوں نے اس خلیفہ ثالث کو شہید کر دیا تھا جنہوں نے اسلام کی آبیاری کے لیے عالیشان خدمات سرانجام دی تھیں، ورنہ دین اسلام میں عورت کا سربراہ مملکت بننا جائز نہیں ہے، اسلام جہاں حقوق نسواں کی



پاسبانی کرتا ہے، وہاں عورتوں کی عزت وعصمت کی حفاظت کا بھی انتظام کرتا ہے، صنف نازک کو شمع محفل بنانے کی بجائے وہ اسے گھر کی ملکہ کی حیثیت دیتا ہے، اس طرح اسلام عورت کو گھر کی چار دیواری میں مقید نہیں کرتا، بلکہ بوقت ضرورت اسے گھر سے باہر اپنی ضرویات کی تکمیل کی اجازت دیتا ہے، اگر چہ ایسی صورت میں خالق کائنات کی طرف سے اس پر غیر محرم مردوں سے اختلاط نہ رکھنے اور باپردہ ہو کر نکلنے کی شرط عائد کی گئی ہے، تاکہ اس طرح عورتوں کی عزت وعصمت درندہ صفت لوگوں سے محفوظ رہ سکے۔

اسلامی قیادت وحکمرانی کا منصب چونکہ لوگوں پر اپنے دروازے کھلے رکھنے کا متقاضی ہے، جس میں ہر شعبے کے افراد سے میل جول کی ضرورت پڑتی ہے، اس لئے اسلام نے اس قسم کے انتظام وانصرام کا بوجھ مرد پر ہی ڈالا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے "الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ "مرد عورتوں کے سربراہ ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔

جبکہ گھر کے انتظامی امور کا بوجھ مرد پر ڈالا گیا ہے اور عورتوں کو گھریلو امور سرانجام دینے کے لیے دفتروں اور کارخانوں میں دھکے کھانے اور غیر محرموں کے ساتھ اختلاط اور میل جول رکھنے سے محفوظ کر دیا گیا ہے تو پورے ملک کی سربراہی عورت کے سپرد کر کے وزیروں، اور مشیروں حتیٰ کہ عوام الناس سے اس کی نمائش کرانے کی اجازت اسلام کیسے دے سکتا ہے؟



قرآن کریم نے تو امہات المؤمنین سے کوئی سوال کرتے وقت یہ پابندی عائد کر دی ہے اور فرمایا: "وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ "(الاحزاب:۵۳) تمہیں جب ان سے مال ومتاع کے متعلق سوال کرنا ہو تو پردے کے پیچھے سے سوال کرو، یہی چیز تمہارے اور ان کے دلوں کی طہارت اور صفائی کا باعث ہے،

قرآن کریم میں عورتوں کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور جاہلوں کی طرح زیب وزینت لگا کر پھرنے سے روکا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى" (الاحزاب:۳۳) اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو، اور سابقہ جاہلیت کے سے انداز اختیار نہ کرو۔ ان آیات میں امہات المؤمنین جیسی پاکیزہ ہستیوں کو پردہ کرنے اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہنے کا حکم دے کر عام مسلمان عورتوں کو ان شرعی قوانین کا پابند بنانا مقصود ہے متدین خواتین بہرحال ایسی قرآنی پابندیوں کو بخوشی قبول کرتی ہیں، کیونکہ انہی سے ان کے دنیا وآخرت کے مفادات وابستہ ہیں، اور عہدوں کے لالچ میں دنیاوی شہرت کا حصول مسلمان عورت کی فطرت کے خلاف ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی ان قرآنی آیات کی تفسیر وتشریح میں بہت سی ہدایات ارشاد فرمائی ہیں، موضوع کی مناسبت سے ان میں سے ایک فرمان رسول ﷺ کا ذکر کرنا کافی ہے جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو جب یہ اطلاع ملی کہ ایران کے بادشاہ کی موت کے بعد وہاں کے لوگوں نے اس کی بیٹی کو سربراہ مملکت بنالیا ہے تو آپ نے فرمایا: "لن يُفلِحَ قومٌ ولَّوا أمرَهمُ امرأةً" وہ قوم ہرگز فلاح ونجات نہیں پائے گی جس نے عورت کو اپنا سربراہ بنایا۔ (بخاری:۷۰۹۹) اس حدیث نبوی کا مقصد عورت کی اہلیت کی نفی کرنا نہیں ہے، بلکہ اس حدیث سے مراد عورت کے لیے دائرہ کار کا تعین کرنا ہے، اگر چہ عورت شرعی حدود کی پابندی کے ساتھ خواتین کے اداروں میں جائز کام کرسکتی ہے، لیکن



٧١٠٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَصِينٍ -حَدَّثَنَا أَبُو مَرْيَمَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زِيَادٍ الْأَسَدِيُّ قَالَ لَمَّا سَارَ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَعَائِشَةُ إِلَى الْبَصْرَةِ بَعَثَ عَلِيٌّ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ وَحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ فَقَدِمَا عَلَيْنَا الْكُوفَةَ فَصَعِدَا الْمِنْبَرَ فَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَوْقَ الْمِنْبَرِ فِي أَعْلَاهُ وَقَامَ عَمَّارٌ أَسْفَلَ مِنَ الْحَسَنِ فَاجْتَمَعْنَا إِلَيْهِ فَسَمِعْتُ عَمَّارًا يَقُولُ إِنَّ عَائِشَةَ قَدْ سَارَتْ إِلَى الْبَصْرَةِ وَ وَاللهِ إِنَّهَا لَزَوْجَةُ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَكِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى ابْتَلَاكُمْ لِيَعْلَمَ إِيَّاهُ تُطِيعُونَ أَمْ هِيَ.

ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن آدم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو بکر بن عیاش نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابوحصین نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو مریم عبداللہ بن زیاد الاسدی نے بیان کیا کہ جب طلحہ، زبیر اور عائشہ رضی اللہ عنہا بصرہ کی طرف روانہ ہوئے تو علی رضی اللہ عنہ نے عمار بن یاسر اور حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ یہ دونوں بزرگ ہمارے پاس کوفہ آئے اور منبر پر چڑھے۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہ منبر کے اوپر سب سے اونچی جگہ تھے اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ان سے نیچے تھے۔ پھر ہم ان کے پاس جمع ہو گئے اور میں نے عمار رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بصرہ گئی ہیں اور خدا کی قسم وہ دنیا و آخرت میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیوی ہیں لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہیں آزمایا ہے تا کہ جان لے کہ تم اس کی اطاعت کرتے ہو یا عائشہ رضی اللہ عنہا کی۔



٧١٠١- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي غَنِيَّةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَامَ عَمَّارٌ عَلَى مِنْبَرِ الْكُوفَةِ فَذَكَرَ عَائِشَةَ وَذَكَرَ مَسِيرَهَا وَقَالَ إِنَّهَا زَوْجَةُ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَكِنَّهَا مِمَّا ابْتُلِيتُمْ.

ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی غنیۃ نے بیان کیا، ان سے حکم نے بیان کیا اور ان سے ابو وائل نے بیان کیا کہ کوفہ میں عمار رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے اور عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کی روانگی کا ذکر کیا اور کہا کہ بلاشبہ وہ دنیا و آخرت میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں لیکن تم ان کے بارے میں آزمائے گئے ہو۔





٧١٠٢- حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ يَقُولُ دَخَلَ أَبُو مُوسَى وَأَبُو مَسْعُودٍ عَلَى عَمَّارٍ حَيْثُ بَعَثَهُ عَلِيٌّ إِلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ يَسْتَنْفِرُهُمْ فَقَالَا مَا رَأَيْنَاكَ أَتَيْتَ أَمْرًا أَكْرَهَ عِنْدَنَا مِنْ إِسْرَاعِكَ فِي هَذَا



پوری قوم کا اسے حاکم اور سربراہ بنانا فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔

الْأَمْرِ مُنْذُ أَسْلَمْتَ فَقَالَ عَمَّارٌ مَا رَأَيْتُ مِنْكُمَا مُنْذُ أَسْلَمْتُمَا أَمْرًا أَكْرَهَ عِنْدِي مِنْ إِبْطَائِكُمَا عَنْ هَذَا الْأَمْرِ وَكَسَاهُمَا حُلَّةً حُلَّةً ثُمَّ رَاحُوا إِلَى الْمَسْجِدِ.

ہم سے بدل بن محبر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ کو عمرو نے خبر دی کہ میں نے ابو وائل سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ابو موسیٰ اور ابو مسعود رضی اللہ عنہما دونوں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جب انہیں علی رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے پاس اس لیے بھیجا تھا کہ لوگوں کو لڑنے کے لیے تیار کریں۔ ابو موسیٰ اور ابو مسعود رضی اللہ عنہما دونوں عمار سے کہنے لگے جب سے تم مسلمان ہوئے ہو ہم نے کوئی بات اس سے زیادہ بری نہیں دیکھی جو تم اس کام میں جلدی کر رہے ہو۔ عمار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں نے بھی جب سے تم دونوں مسلمان ہوئے ہو تمہاری کوئی بات اس سے بری نہیں دیکھی جو تم اس کام میں دیر کر رہے ہو۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ دونوں کو ایک ایک کپڑے کا نیا جوڑا پہنایا پھر تینوں مل کر مسجد میں تشریف لے گئے۔



٧١٠٣- حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ يَقُولُ دَخَلَ أَبُو مُوسَى وَأَبُو مَسْعُودٍ عَلَى عَمَّارٍ حَيْثُ بَعَثَهُ عَلِيٌّ إِلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ يَسْتَنْفِرُهُمْ فَقَالَا مَا رَأَيْنَاكَ أَتَيْتَ أَمْرًا أَكْرَهَ عِنْدَنَا مِنْ إِسْرَاعِكَ فِي هَذَا الْأَمْرِ مُنْذُ أَسْلَمْتَ فَقَالَ عَمَّارٌ مَا رَأَيْتُ مِنْكُمَا مُنْذُ أَسْلَمْتُمَا أَمْرًا أَكْرَهَ عِنْدِي مِنْ إِبْطَائِكُمَا عَنْ هَذَا الْأَمْرِ وَكَسَاهُمَا حُلَّةً حُلَّةً ثُمَّ رَاحُوا إِلَى الْمَسْجِدِ.

ہم سے بدل بن محبر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ کو عمرو نے خبر دی کہ میں نے ابو وائل سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ابو موسیٰ اور ابو مسعود رضی اللہ عنہ دونوں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جب انہیں علی رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے پاس اس لیے بھیجا تھا کہ لوگوں کو لڑنے کے لیے تیار کریں۔ ابو موسیٰ اور ابو مسعود رضی اللہ عنہ دونوں عمار سے کہنے لگے جب سے تم مسلمان ہوئے ہو ہم نے کوئی بات اس سے زیادہ بری نہیں دیکھی جو تم اس کام میں جلدی کر رہے ہو۔ عمار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں نے بھی جب سے تم دونوں مسلمان ہوئے ہو تمہاری کوئی بات اس سے بری نہیں دیکھی جو تم اس کام میں دیر کر رہے ہو۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ دونوں کو ایک ایک کپڑے کا نیا جوڑا پہنایا پھر تینوں مل کر مسجد میں تشریف لے گئے۔



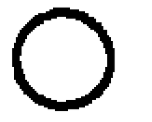
٧١٠٤- حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ يَقُولُ دَخَلَ أَبُو مُوسَى وَأَبُو مَسْعُودٍ عَلَى عَمَّارٍ حَيْثُ بَعَثَهُ عَلِيٌّ إِلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ

يَسْتَنْفِرُهُمْ فَقَالَا مَا رَأَيْنَاكَ أَتَيْتَ أَمْرًا أَكْرَهَ عِنْدَنَا مِنْ إِسْرَاعِكَ فِي هَذَا الْأَمْرِ مُنْذُ أَسْلَمْتَ فَقَالَ عَمَّارٌ مَا رَأَيْتُ مِنْكُمَا مُنْذُ أَسْلَمْتُمَا أَمْرًا أَكْرَهَ عِنْدِي مِنْ إِبْطَائِكُمَا عَنْ هَذَا الْأَمْرِ وَكَسَاهُمَا حُلَّةً حُلَّةً ثُمَّ رَاحُوا إِلَى الْمَسْجِدِ.

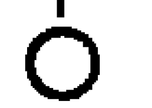
ہم سے بدل بن محبر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ کو عمرو نے خبر دی کہ میں نے ابو وائل سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ابوموسیٰ اور ابومسعود رضی اللہ عنہما دونوں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جب انہیں علی رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے پاس اس لیے بھیجا تھا کہ لوگوں کو لڑنے کے لیے تیار کریں۔ ابوموسیٰ اور ابومسعود رضی اللہ عنہما دونوں عمار سے کہنے لگے جب سے تم مسلمانوں ہوئے ہو ہم نے کوئی بات اس سے زیادہ بری نہیں دیکھی جو تم اس کام میں جلدی کر رہے ہو۔ عمار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں نے بھی جب سے تم دونوں مسلمان ہوئے تمہاری کوئی بات اس سے بری نہیں دیکھی جو تم اس کام میں دیر کر رہے ہو۔ ابومسعود رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ دونوں کو ایک ایک کپڑے کا نیا جوڑا پہنایا پھر تینوں مل کر مسجد میں تشریف لے گئے۔

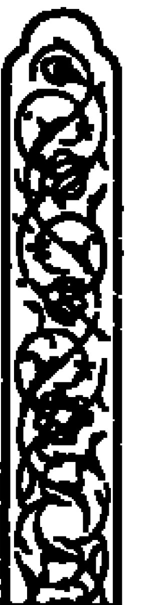


٧١٠٥- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَبِي مَسْعُودٍ وَأَبِي مُوسَى وَعَمَّارٍ فَقَالَ أَبُو مَسْعُودٍ مَا مِنْ أَصْحَابِكَ أَحَدٌ إِلَّا لَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ فِيهِ غَيْرَكَ وَمَا رَأَيْتُ مِنْكَ شَيْئًا مُنْذُ صَحِبْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْيَبَ عِنْدِي مِن اسْتِسْرَاعِكَ فِي هَذَا الْأَمْرِ قَالَ عَمَّارٌ يَا أَبَا مَسْعُودٍ وَمَا رَأَيْتُ مِنْكَ وَلَا مِنْ صَاحِبِكَ هَذَا شَيْئًا مُنْذُ صَحِبْتُمَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْيَبَ عِنْدِي مِنْ إِبْطَائِكُمَا فِي هَذَا الْأَمْرِ فَقَالَ أَبُو مَسْعُودٍ وَكَانَ مُوسِرًا يَا غُلَامُ هَاتِ حُلَّتَيْنِ فَأَعْطَى إِحْدَاهُمَا أَبَا مُوسَى وَالْأُخْرَى عَمَّارًا وَقَالَ رُوحَا فِيهِ إِلَى الْجُمُعَةِ.



ہم سے عبدان نے بیان کیا، ان سے ابوحمزہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے شقیق بن سلمہ نے کہ میں ابومسعود، ابوموسیٰ اور عمار کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ابومسعود رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ سے کہا تمہارے ساتھ والے جتنے لوگ ہیں میں اگر چاہوں تو تمہارے سوا ان میں سے ہر ایک کا کچھ نہ کچھ عیب بیان کر سکتا ہوں۔ (لیکن تم ایک بے عیب ہو) اور جب سے تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی، میں نے کوئی عیب کا کام تمہارا نہیں دیکھا۔ ایک یہی عیب کا کام دیکھتا ہوں، تم اس دور میں یعنی لوگوں کو جنگ کے لیے اٹھانے میں جلدی کر رہے ہو۔ عمار رضی اللہ عنہ نے کہا ابومسعود رضی اللہ عنہ تم سے اور تمہارے ساتھی ابوموسیٰ اشعری سے جب سے تم دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہے میں نے کوئی عیب کا کام اس سے زیادہ نہیں دیکھا جو تم





دونوں اس کام میں دیر کر رہے ہو۔اس پر ابومسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اور وہ مالدار آدمی تھے انہوں نے اپنے غلام سے کہا: دو حلے لاؤ۔چنانچہ انہوں نے ایک حلہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو دیا اور دوسرا عمار رضی اللہ عنہ کو اور کہا کہ آپ دونوں بھائی کپڑے پہن کر جمعہ پڑھنے چلیں۔

٧١٠٦- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَبِي مَسْعُودٍ وَأَبِي مُوسَى وَعَمَّارٍ فَقَالَ أَبُو مَسْعُودٍ مَا مِنْ أَصْحَابِكَ أَحَدٌ إِلَّا لَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ فِيهِ غَيْرَكَ وَمَا رَأَيْتُ مِنْكَ شَيْئًا مُنْذُ صَحِبْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْيَبَ عِنْدِي مِنْ اسْتِسْرَاعِكَ فِي هَذَا الْأَمْرِ قَالَ عَمَّارٌ يَا أَبَا مَسْعُودٍ وَمَا رَأَيْتُ مِنْكَ وَلَا مِنْ صَاحِبِكَ هَذَا شَيْئًا مُنْذُ صَحِبْتُمَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْيَبَ عِنْدِي مِنْ إِبْطَائِكُمَا فِي هَذَا الْأَمْرِ فَقَالَ أَبُو مَسْعُودٍ وَكَانَ مُوسِرًا يَا غُلَامُ هَاتِ حُلَّتَيْنِ فَأَعْطَى إِحْدَاهُمَا أَبَا مُوسَى وَالْأُخْرَى عَمَّارًا وَقَالَ رُوحَا فِيهِ إِلَى الْجُمُعَةِ.



ہم سے عبدان نے بیان کیا،ان سے ابوحمزہ نے بیان کیا،ان سے اعمش نے،ان سے شقیق بن سلمہ نے کہ میں ابومسعود، ابوموسیٰ اور عمار رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ابومسعود رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ سے کہا تمہارے ساتھ والے جتنے لوگ ہیں میں اگر چاہوں تو تمہارے سوا ان میں سے ہر ایک کا کچھ نہ کچھ عیب بیان کر سکتا ہوں۔ (لیکن تم ایک بے عیب ہو) اور جب سے تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی، میں نے کوئی عیب کا کام تمہارا نہیں دیکھا۔ایک یہی عیب کا کام دیکھتا ہوں، تم اس دور میں یعنی لوگوں کو جنگ کے لیے اٹھانے میں جلدی کر رہے ہو۔عمار رضی اللہ عنہ نے کہا ابومسعود رضی اللہ عنہ تم سے اور تمہارے ساتھی ابوموسیٰ اشعری سے جب سے تم دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہے میں نے کوئی عیب کا کام اس سے زیادہ نہیں دیکھا جو تم دونوں اس کام میں دیر کر رہے ہو۔اس پر ابومسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اور وہ مالدار آدمی تھے انہوں نے اپنے غلام سے کہا: دو حلے لاؤ۔چنانچہ انہوں نے ایک حلہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو دیا اور دوسرا عمار رضی اللہ عنہ کو اور کہا کہ آپ دونوں بھائی کپڑے پہن کر جمعہ پڑھنے چلیں۔







٧١٠٧- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَبِي مَسْعُودٍ وَأَبِي مُوسَى وَعَمَّارٍ فَقَالَ أَبُو مَسْعُودٍ مَا مِنْ أَصْحَابِكَ أَحَدٌ إِلَّا لَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ فِيهِ غَيْرَكَ وَمَا رَأَيْتُ مِنْكَ شَيْئًا مُنْذُ صَحِبْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْيَبَ عِنْدِي مِن اسْتِسْرَاعِكَ فِي هَذَا الْأَمْرِ قَالَ عَمَّارُ يَا أَبَا مَسْعُودٍ وَمَا رَأَيْتُ مِنْكَ وَلَا مِنْ صَاحِبِكَ هَذَا شَيْئًا مُنْذُ صَحِبْتُمَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْيَبَ عِنْدِي مِنْ إِبْطَائِكُمَا فِي هَذَا الْأَمْرِ فَقَالَ أَبُو

مَسْعُودٍ وَكَانَ مُوسِرًا يَا غُلَامُ هَاتِ حُلَّتَيْنِ فَأَعْطَى إِحْدَاهُمَا أَبَا مُوسَى وَالْأُخْرَى عَمَّارًا وَقَالَ رُوحَا فِيهِ إِلَى الْجُمُعَةِ.

ہم سے عبدان نے بیان کیا، ان سے ابوحمزہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے شقیق بن سلمہ نے کہ میں ابومسعود، ابوموسیٰ اور عمار کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ابومسعود رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ سے کہا تمہارے ساتھ والے جتنے لوگ ہیں میں اگر چاہوں تو تمہارے سوا ان میں سے ہر ایک کا کچھ نہ کچھ عیب بیان کر سکتا ہوں۔ (لیکن تم ایک بے عیب ہو) اور جب سے تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی، میں نے کوئی عیب کا کام تمہارا نہیں دیکھا۔ ایک یہی عیب کا کام دیکھتا ہوں، تم اس دور میں یعنی لوگوں کو جنگ کے لیے اٹھانے میں جلدی کر رہے ہو۔ عمار رضی اللہ عنہ نے کہا ابومسعود رضی اللہ عنہ تم سے اور تمہارے ساتھی ابوموسیٰ اشعری سے جب سے تم دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہے میں نے کوئی عیب کا کام اس سے زیادہ نہیں دیکھا جو تم دونوں اس کام میں دیر کر رہے ہو۔ اس پر ابومسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اور وہ مالدار آدمی تھے انہوں نے اپنے غلام سے کہا: دو حلے لاؤ۔ چنانچہ انہوں نے ایک حلہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو دیا اور دوسرا عمار رضی اللہ عنہ کو اور کہا کہ آپ دونوں بھائی کپڑے پہن کر جمعہ پڑھنے چلیں۔



(۱۹) بَابٌ إِذَا أَنْزَلَ اللهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا

جب اللہ کسی قوم پر عذاب نازل کرتا ہے تو سب قسم کے لوگ اس میں شامل ہو جاتے ہیں

امام بخاری نے اذا ظرفیہ، شرطیہ کا جواب ذکر نہیں کیا، کیونکہ اس کا جواب آنے والی حدیث میں ذکر ہوا ہے۔

۷۱۰۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْزَلَ اللهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا أَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيهِمْ ثُمَّ بُعِثُوا عَلَى أَعْمَالِهِمْ.

شرح بخاری

ہم سے عبداللہ بن عثمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں یونس نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں حمزہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب اللہ کسی قوم پر عذاب نازل کرتا ہے تو عذاب ان سب لوگوں پر آتا ہے جو اس قوم میں ہوتے ہیں پھر انہیں ان کے اعمال کے مطابق اٹھایا جائے گا۔



فتنوں کے زمانہ میں جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آتا ہے، تو اس میں بدوں کے ساتھ نیک لوگ بھی ہلاک ہو جاتے ہیں لیکن قیامت کے دن وہ اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے، نیک لوگ اچھی جزا کے حق دار ہوں گے، اس دن وہ بدوں اور مجرموں

کے ساتھ عذاب میں مبتلا نہیں کئے جائیں گے۔

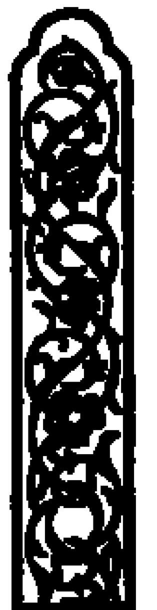
(۲۰) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ: «إِنَّ ابْنِي هَذَا السَّيِّدُ، وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ».

نبی کریم ﷺ کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمانا میرا یہ بیٹا سردار ہے اور یقیناً اللہ پاک اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

۷۱۰۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ أَبُو مُوسَى وَلَقِيتُهُ بِالْكُوفَةِ وَجَاءَ إِلَى ابْنِ شُبْرُمَةَ فَقَالَ أَدْخِلْنِي عَلَى عِيسَى فَأَعِظَهُ فَكَأَنَّ ابْنَ شُبْرُمَةَ خَافَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَفْعَلْ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ قَالَ لَمَّا سَارَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِلَى مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِالْكَتَائِبِ قَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ لِمُعَاوِيَةَ أَرَى كَتِيبَةً لَا تُوَلِّي حَتَّى تُدْبِرَ أُخْرَاهَا قَالَ مُعَاوِيَةُ مَنْ لِذَرَارِيِّ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ أَنَا فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَمُرَةَ نَلْقَاهُ فَنَقُولُ لَهُ الصُّلْحَ قَالَ الْحَسَنُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ جَاءَ الْحَسَنُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ.



ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا ہم سے اسرائیل ابوموسیٰ نے بیان کیا اور میری ان سے ملاقات کوفہ میں ہوئی تھی۔ وہ ابن شبرمہ کے پاس آئے اور کہا کہ مجھے عیسیٰ (منصور کے بھائی اور کوفہ کے والی) کے پاس لے چلو تاکہ میں اسے نصیحت کروں۔ غالباً ابن شبرمہ نے خوف محسوس کیا اور نہیں لے گئے۔ انہوں نے اس پر بیان کیا کہ ہم سے حسن بصری نے بیان کیا کہ جب حسن بن علی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف لشکر لے کر نکلے تو عمرو بن عاص نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں ایسا لشکر دیکھتا ہوں جو اس وقت تک واپس نہیں جاسکتا جب تک اپنے مقابل کو بھگا نہ لے۔ پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مسلمانوں کے اہل وعیال کا کون کفیل ہوگا؟ جواب دیا کہ میں۔ پھر عبداللہ بن عامر اور عبدالرحمن بن سمرہ نے کہا کہ ہم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملتے ہیں (اور ان سے صلح کے لیے کہتے ہیں) حسن بصری نے کہا کہ میں نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ حسن رضی اللہ عنہ آئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور امید ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔



حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد لوگوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنالیا، لہٰذا وہ بہت بڑا لشکر لے کر شام کی طرف

نکلے، ادھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی لشکر لے کر عراق کی طرف روانہ ہوئے، جب کوفہ کے ایک مقام پر دونوں کی ملاقات ہوئی تو حضرت حسن نے امیر معاویہ کو آواز دی، اور کہا اے معاویہ میں نے ان نعمتوں کو اختیار کر لیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، اگر یہ امر خلافت تیرے لیے مقدر ہے تو مجھے اس میں اختلاف نہیں کرنا چاہیے اور اگر میرے لئے مقدر ہے تو میں آپ کے حق میں دستبر دار ہوتا ہوں۔[1]

امام حسن نے چند شرطیں پیش کیں جنہیں امیر معاویہ نے قبول کر لیا، کہ تین لاکھ درہم دیئے جائیں اور ایک ہزار لباس، اور سو اونٹ اور تیس غلام دیئے جائیں، صلح کرنے کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ مدینہ واپس آگئے، اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مغیرہ بن شعبہ کو کوفے کا اور عبداللہ بن عامر کو بصرہ کا امیر بنا کر شام روانہ ہو گئے، اس طرح مسلمان خون خرابہ سے محفوظ ہو گئے۔

قولہ "أَدْخِلْنِي عَلَى عِيسَى" یہ عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس تھے، گویا عیسیٰ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے، اور کوفہ کے والی تھے، اسرائیل نے چاہا کہ اسے وعظ و نصیحت کرے لیکن عبداللہ بن شبرمہ جو کوفہ کے قاضی تھے، اس بات سے ڈرے کہ یہ نوجوان لڑکا ہے کہیں اس کے گلے نہ پڑ جائے اور عیسیٰ اسے اس پر سزا نہ دے۔

قولہ "بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ" لڑائی کے باوجود دونوں جماعتوں کو مسلمان کہا گیا ہے اگرچہ حق پر حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے لیکن دوسرے بھی اجتہادی غلطی کا شکار تھے۔

٧١١٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عَمْرٌو أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ أَنَّ حَرْمَلَةَ مَوْلَى أُسَامَةَ أَخْبَرَهُ قَالَ عَمْرٌو قَدْ رَأَيْتُ حَرْمَلَةَ قَالَ أَرْسَلَنِي أُسَامَةُ إِلَى عَلِيٍّ وَقَالَ إِنَّهُ سَيَسْأَلُكَ الْآنَ فَيَقُولُ مَا خَلَّفَ صَاحِبَكَ فَقُلْ لَهُ يَقُولُ لَكَ لَوْ كُنْتَ فِي شِدْقِ الْأَسَدِ لَأَحْبَبْتُ أَنْ أَكُونَ مَعَكَ فِيهِ وَلَكِنَّ هَذَا أَمْرٌ لَمْ أَرَهُ فَلَمْ يُعْطِنِي شَيْئًا فَذَهَبْتُ إِلَى حَسَنٍ وَحُسَيْنٍ وَابْنِ جَعْفَرٍ فَأَوْقَرُوا لِي رَاحِلَتِي.

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے، کہا کہ عمرو نے بیان کیا، انہیں محمد بن علی نے خبر دی، انہیں اسامہ رضی اللہ عنہ کے غلام حرملہ نے خبر دی۔ عمرو نے بیان کیا کہ میں نے حرملہ کو دیکھا تھا۔ حرملہ نے بیان کیا کہ مجھے اسامہ نے علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور مجھ سے کہا، اس وقت تم سے علی رضی اللہ عنہ پوچھیں گے کہ تمہارے ساتھی (اسامہ رضی اللہ عنہ) جنگ جمل و صفین سے کیوں پیچھے رہ گئے تھے تو ان سے کہنا کہ انہوں نے آپ سے کہا ہے کہ اگر آپ شیر کے منہ میں ہوں تب بھی میں اس میں آپ کے ساتھ رہوں لیکن یہ معاملہ ہی ایسا ہے یعنی مسلمانوں کی آپس کی جنگ تو اس میں شرکت صحیح نہیں معلوم ہوئی (حرملہ کہتے ہیں کہ) چنانچہ انہوں نے کوئی

[1] فتح الباری: ۱۳/ ص ۶۳۔

چیز نہیں دی۔ پھر میں حسن، حسین اور عبداللہ بن جعفر کے پاس گیا تو انہوں نے میری سواری پر اتنا مال لدوا دیا جتنا کہ اونٹ اٹھا سکتا تھا۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ جنگ جمل اور صفین میں غیر جانبدار تھے انہوں نے اپنے آزاد شدہ غلام حرملہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس معذرت کے لیے بھیجا تب ان میں یہ گفتگو ہوئی جو اس حدیث میں ذکر ہے۔

(۲۱) بَابُ إِذَا قَالَ عِنْدَ قَوْمٍ شَيْئًا، ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ بِخِلَافِهِ

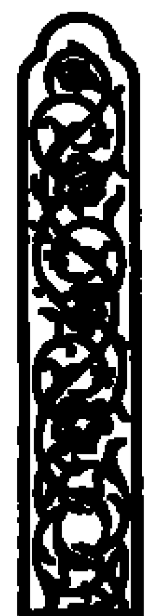
کوئی شخص لوگوں کے سامنے ایک بات کہے پھر اس کے پاس سے نکل کر دوسری بات کہنے لگے۔

۷۱۱۱-حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ لَمَّا خَلَعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ يَزِيدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ جَمَعَ ابْنُ عُمَرَ حَشَمَهُ وَوَلَدَهُ فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُنْصَبُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِنَّا قَدْ بَايَعْنَا هَذَا الرَّجُلَ عَلَى بَيْعِ اللهِ وَرَسُولِهِ وَإِنِّي لَا أَعْلَمُ غَدْرًا أَعْظَمَ مِنْ أَنْ يُبَايَعَ رَجُلٌ عَلَى بَيْعِ اللهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُنْصَبَ لَهُ الْقِتَالُ وَإِنِّي لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنْكُمْ خَلَعَهُ وَلَا بَايَعَ فِي هَذَا الْأَمْرِ إِلَّا كَانَتِ الْفَيْصَلُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ.



ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے نافع نے کہ جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت سے انکار کیا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے خادموں اور لڑکوں کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہر غدر کرنے والے کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا کھڑا کیا جائے گا اور ہم نے اس شخص (یزید) کی بیعت اللہ اور اس کے رسول کے نام پر کی ہے اور میرے علم میں کوئی غدر اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ کسی شخص سے اللہ اور اس کے رسول کے نام پر بیعت کی جائے اور پھر اس سے جنگ کی جائے اور دیکھو! تم میں سے جو کوئی یزید کی بیعت کو توڑے اور دوسرے کسی سے بیعت کرے تو مجھ میں اور اس میں کوئی تعلق نہیں رہا، میں اس سے الگ ہوں۔

اگر کوئی شخص ایک قوم کے پاس ایک بات کہے، پھر وہاں سے نکل کر اس کے خلاف بات کہنے لگے تو یہ اس کے نفاق کی علامت ہے۔



قولہ "عَلَى بَيْعِ اللهِ وَرَسُولِهِ" یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق بیعت کر کے اسے توڑ دیا جائے اور پھر اس کے خلاف لڑائی شروع کر دی جائے تو یہ بہت بڑا غدر اور عہد شکنی ہے۔

قولہ "إِلَّا كَانَتِ الْفَيْصَلُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ" حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے چونکہ اپنی اولاد اور خادموں کو

وصیت کی تھی اور بیعت توڑنے سے روکا تھا اس لیے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے خاندان سے کسی نے یزید کی مخالفت نہیں کی، بلکہ بنو ہاشم اور بنو مطلب سے بھی کسی نے مخالفت نہیں کی، کیونکہ امام علی زین العابدین نے وہاں جاکر جائزہ لیا تھا کہ واقعی یزید قابل خلع ہے یا نہیں، اور اسے الگ کرنا چاہیے یا نہیں، تو انہیں معلوم ہوگیا کہ یزید نمازوں کی پابندی کرتا ہے اور وہ مخلص مسلمان ہے اور واپس آکر لوگوں کو بتایا کہ اس میں کوئی ایسا نقص نہیں ہے جو قابل خلع اور الگ کردینے کا سبب ہو لوگ کہنے لگے اس نے تمہیں دکھانے کے لیے ایسا کیا ہوگا، تو انہوں نے کہا کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ جب کہ میں اسے دیکھ کر آیا ہوں، اور دیکھنا اور سننا برابر نہیں ہے، اکثر مدینے والے اس کے خلاف لڑنے میں شامل ہو گئے تھے، پہلے انہیں فتح ہونے والی تھی لیکن آخر انہیں شکست ہوگئی کیونکہ مدینہ میں بھی شامیوں کے حامی موجود تھے۔

۷۱۱۲- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَنْ عَوْفٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ لَمَّا كَانَ ابْنُ زِيَادٍ وَمَرْوَانُ بِالشَّامِ وَوَثَبَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ وَوَثَبَ الْقُرَّاءُ بِالْبَصْرَةِ فَانْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي إِلَى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَيْهِ فِي دَارِهِ وَهُوَ جَالِسٌ فِي ظِلِّ عُلِّيَّةٍ لَهُ مِنْ قَصَبٍ فَجَلَسْنَا إِلَيْهِ فَأَنْشَأَ أَبِي يَسْتَطْعِمُهُ الْحَدِيثَ فَقَالَ يَا أَبَا بَرْزَةَ أَلَا تَرَى مَا وَقَعَ فِيهِ النَّاسُ فَأَوَّلُ شَيْءٍ سَمِعْتُهُ تَكَلَّمَ بِهِ إِنِّي احْتَسَبْتُ عِنْدَ اللهِ أَنِّي أَصْبَحْتُ سَاخِطًا عَلَى أَحْيَاءِ قُرَيْشٍ إِنَّكُمْ يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ كُنْتُمْ عَلَى الْحَالِ الَّذِي عَلِمْتُمْ مِنَ الذِّلَّةِ وَالْقِلَّةِ وَالضَّلَالَةِ وَإِنَّ اللهَ أَنْقَذَكُمْ بِالْإِسْلَامِ وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَلَغَ بِكُمْ مَا تَرَوْنَ وَهَذِهِ الدُّنْيَا الَّتِي أَفْسَدَتْ بَيْنَكُمْ إِنَّ ذَاكَ الَّذِي بِالشَّامِ وَاللهِ إِنْ يُقَاتِلُ إِلَّا عَلَى الدُّنْيَا وَإِنَّ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ وَاللهِ إِنْ يُقَاتِلُونَ إِلَّا عَلَى الدُّنْيَا وَإِنْ ذَاكَ الَّذِي بِمَكَّةَ وَاللهِ إِنْ يُقَاتِلُ إِلَّا عَلَى الدُّنْيَا.

ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابو شہاب نے' بیان کیا ان سے عوف نے بیان کیا' ان سے ابو منہال نے بیان کیا کہ جب عبداللہ بن زیاد اور مروان شام میں تھے اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں اور خوارج نے بصرہ میں قبضہ کر لیا تھا تو میں اپنے والد کے ساتھ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ جب ہم ان کے گھر میں ایک کمرہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے جو بانس کا بنا ہوا تھا' ہم ان کے پاس بیٹھ گئے اور میرے والدان سے بات کرنے لگے اور کہا اے ابو برزہ! آپ نہیں دیکھتے لوگ کن باتوں میں آفت اور اختلاف میں الجھ گئے ہیں۔ میں نے ان کی زبان سے سب سے پہلی بات یہ سنی کہ میں جوان قریش کے لوگوں سے ناراض ہوں تو محض اللہ کی رضامندی کے لیے' اللہ میرا اجر دینے والا ہے۔ عرب کے لوگو! تم جانتے ہو پہلے تمہارا کیا حال تھا تم گمراہی میں گرفتار تھے' اللہ نے اسلام کے ذریعہ اور حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ تم کو اس بری حالت سے نجات دی۔ یہاں تک کہ تم اس رتبہ کو پہنچے۔ (دنیا کے حاکم اور سردار بن گئے) پھر

اسی دنیا نے تم کو خراب کر دیا۔ دیکھو! یہ شخص جو شام میں حاکم بن بیٹھا ہے یعنی مروان دنیا کے لئے لڑ رہا ہے۔ یہ لوگ جو تمہارے سامنے ہیں۔ (خوارج) واللہ! یہ لوگ صرف دنیا کے لیے لڑ رہے ہیں اور وہ جو مکہ میں ہے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ واللہ! وہ بھی صرف دنیا کے لیے لڑ رہا ہے۔

یزید کی وفات کے بعد ابن زیاد شام میں امارت کے لیے کھڑا ہو گیا، مروان بن حکم پہلے عبداللہ بن زبیر سے بیعت کرنے کے لیے تیار ہوا، لوگوں نے اسے اکسایا تو یہ خود ہی امیر بن گیا، مدینہ میں مروانی بہت تھے وہ سب اس کے تابع ہو گئے، اور اس نے مصر کا علاقہ بھی فتح کر لیا، چھ ماہ بعد اس کی وفات ہو گئی، پھر عبدالملک بن مروان آ گیا، اور اس نے حجاج کو آگے لگا لیا۔

٧١١٣- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاصِلٍ الْأَحْدَبِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ الْيَوْمَ شَرٌّ مِنْهُمْ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا يَوْمَئِذٍ يُسِرُّونَ وَالْيَوْمَ يَجْهَرُونَ.

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے واصل احدب نے' ان سے ابو وائل نے اور ان سے حذیفہ بن الیمان نے بیان کیا کہ آج کل کے منافق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے منافقین سے بدتر ہیں۔ اس وقت چھپاتے تھے اور آج اس کا کھلم کھلا اظہار کر رہے ہیں۔



ان احادیث کا باب سے تعلق ظاہر ہے، کیونکہ باب بھی منافقانہ روش کے بارہ میں ہے اور ان احادیث میں بھی نفاق کا ذکر ہے۔

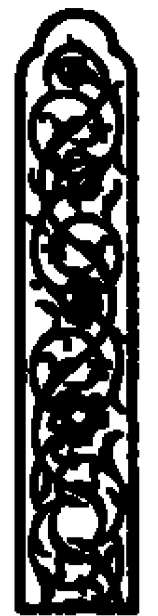
٧١١٤- حَدَّثَنَا خَلَّادٌ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ إِنَّمَا كَانَ النِّفَاقُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا الْيَوْمَ فَإِنَّمَا هُوَ الْكُفْرُ بَعْدَ الْإِيمَانِ.

ہم سے خلاد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے مسعر نے بیان کیا' ان سے حبیب بن ابی ثابت نے بیان کیا' ان سے ابو الشعثاء نے بیان کیا اور ان سے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نفاق تھا آج تو ایمان کے بعد کفر اختیار کرنا ہے۔

(٢٢) بَابٌ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُغْبَطَ أَهْلُ الْقُبُورِ

قیامت قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ لوگ قبر والوں پر رشک نہ کریں

٧١١٥- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي مَكَانَهُ.



ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے ابو الزناد نے' ان سے اعرج نے اور

ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ ایک شخص دوسرے کی قبر کے پاس سے گزرے گا اور کہے گا کاش! میں بھی اسی کی جگہ ہوتا۔

(۲۳) بَابُ تَغْيِيرِ الزَّمَانِ حَتَّى تُعْبَدَ الأَوْثَانُ

قیامت کے قریب زمانہ کا بدلنا اور عرب میں پھر بت پرستی کا شروع ہونا

۷۱۱۶- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَضْطَرِبَ أَلْيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ عَلَى ذِي الْخَلَصَةِ وَذُو الْخَلَصَةِ طَاغِيَةُ دَوْسٍ الَّتِي كَانُوا يَعْبُدُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی' ان سے زہری نے بیان کیا' ان سے سعید بن مسیب نے بیان کیا اور انہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ قبیلہ دوس کی عورتوں کا ذوالخلصہ کا (طواف کرتے ہوئے) کھوے سے کھوا چھلے گا اور ذوالخلصہ قبیلہ دوس کا بت تھا جس کو وہ زمانہ جاہلیت میں پوجا کرتے تھے۔

شرح بخاری

قولہ "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَضْطَرِبَ" آپ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ قبیلہ دوس کی عورتوں کے سرین ذوالخلصہ بت کا طواف کرتے ہوئے ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے، اور اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت سے پہلے پھر بت پرستی شروع ہو جائے گی، اور قبر پرستی بھی بت پرستی ہے مرنے والا قبر میں بت کی طرح پڑا ہوتا ہے۔[1]

---

[1] قبر پرستی دو طرح سے بت پرستی ہی ہے ایک یہ کہ جب کوئی بھی شخص یا اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ فوت ہو جاتا ہے تو جسم سے روح خارج ہو جانے کے بعد ہاتھ، پاؤں، آنکھیں اور کان وغیرہ ہوتے ہیں لیکن وہ پکڑنے چلنے، دیکھنے اور سننے کا کام نہیں کرتے، جیسا کہ بت تراش بت کے ہاتھ، پاؤں، آنکھیں اور کان بناتے ہیں لیکن وہ نہ چل سکتے ہیں نہ پکڑ سکتے ہیں، نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی سن سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہی بات سمجھانے کے لیے ارشاد فرمایا: "إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا" (الایات من سورۃ الاعراف: ۱۹۵، ۱۹۴) بے شک وہ لوگ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارتے ہو وہ تمہارے جیسے بندے ہیں اگر تم سچے ہو تو انہیں پکارو اور ان سے جواب لے کر دکھاؤ، کیا ان کے چلنے والے پاؤں ہیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑ سکیں؟ یا ان کی دیکھنے والی آنکھیں یا سننے والے کان ہیں؟

یہ استفہام انکاری ہے، اور مقصود یہ ہے کہ جب بتوں کی طرح ان فوت ہونے والوں کے اعضاء ناکارہ ہیں تو اپنی ضرورتوں کے لیے انہیں پکارنا بے فائدہ ہے، اپنی حاجات کے لئے صرف ایک اللہ تعالیٰ کو بلاؤ جو تمام صفات کمال والا ہے۔

قولہ "ذُو الْخَلَصَةِ طَاغِيَةَ" اسلام سے پہلے جاہلیت میں ذوالخلصہ ایک بت خانہ تھا جسے نبی اکرم ﷺ نے حضرت جریر بن عبداللہ صحابی کو ڈیڑھ سو کا لشکر دے کر بھیجا اور اسے مسمار کرادیا تھا، جیسا کہ کتاب المغازی میں گزر چکا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے گھر بیت اللہ کے علاوہ کسی قبر یا حجر یا شجر کا طواف کرنا حرام ہے، عورتیں چونکہ مردوں کی بنسبت کمزور عقیدے والی ہوتی ہیں، وہ قرب قیامت مرتد ہو جائیں گی، اور جاہلیت والے شرک کا ارتکاب کریں گی۔

٧١١٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ رَجُلٌ مِنْ قَحْطَانَ يَسُوقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ.

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا ہم سے سلیمان نے بیان کیا' ان سے ابوالغیث نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ قحطان کا ایک شخص (بادشاہ بن کر) نکلے گا اور لوگوں کو اپنے ڈنڈے سے ہانکے گا۔

قولہ "حَتَّى يَخْرُجَ رَجُلٌ مِنْ قَحْطَانَ" قیامت کے قریب ایک قحطانی بادشاہ ہوگا، جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے چلائے گا، اور لاٹھی سے چلانے سے مراد یہ ہے کہ وہ ان پر غلبہ حاصل کرے گا۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ نیک آدمی ہوگا جو مہدی کے بعد آئے گا۔

(٢٤) بَابُ خُرُوجِ النَّارِ

ملک حجاز سے ایک آگ کا نکلنا

شرح بخاری

وَقَالَ أَنَسٌ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ نَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ».

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "قیامت کی نشانیوں میں سے پہلی نشانی یہ ہے کہ ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب تک ہانک کرلے جائے گی۔"

٧١١٨- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَخْرُجَ نَارٌ مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ تُضِيءُ أَعْنَاقَ الْإِبِلِ بِبُصْرَى.

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ جب فوت ہو جاتا ہے تو اسے دفن کرتے ہوئے اسے قبر کے گڑھے میں بہت نیچے لٹایا جاتا ہے، اور اس پر مٹی ڈالنے کے بعد اس کی قبر کے اوپر جو اینٹوں کا مجسمہ بنایا جاتا ہے جسے پلستر کیا جاتا ہے جس پر سنگ مرمر لگایا جاتا ہے جس پر چادر اوڑھائی جاتی ہے جسے تبرک کے لئے چھوا جاتا اور چوما جاتا ہے جس کے سامنے باادب ہاتھ باندھ کر لوگ کھڑے ہوتے یا اس کے آگے جھکتے یا اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں یہ ولی تو نہیں ہے، ولی تو بہت نیچے زمین میں دفن ہے بلکہ یہ بت ہے جو نیک آدمی کی قبر پر بنا دیا گیا جس کی پوجا ہو رہی ہے اور یہ یہود و نصاریٰ کی سازش سے ایسا ہوا ہے کیونکہ اسلام سے پہلے وہی قبر پرست تھے اور مسلمان کہلانے والے اسے سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

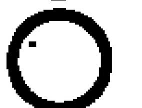
ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا انہوں نے کہا ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا ہم سے زہری نے خبر دی کہ سعید بن مسیب نے بیان کیا کہ مجھے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ سرزمین حجاز سے ایک آگ نکلے گی اور بصریٰ میں اونٹوں کی گردنوں کو روشن کر دے گی۔

یعنی ایک وقت آئے گا جس میں حجاز سے آگ نمودار ہوگی، علامہ قرطبی نے التذکرہ میں لکھا ہے کہ جس آگ کا اس حدیث میں ذکر ہے اس کا ظہور حجاز میں جمادی الآخرۃ ۶۵۴ھ میں ایک زلزلہ سے ہو چکا ہے، یہ ایک نہر کی صورت میں تھی ہو سکتا ہے کہ یہ نہر کی صورت میں پٹرول ہو اور اسے آگ لگ گئی ہو، اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی پوری ہو گئی ہے ایک دوسری آگ ہے جو لوگوں کو محشر میں ہانک کر لے جائے گی، وہ اس کے علاوہ ہے۔ [1] جس کا ذکر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول میں ہے جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں لائے ہیں۔ [2]

۷۱۱۹-حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ جَدِّهِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ الْفُرَاتُ أَنْ يَحْسِرَ عَنْ كَنْزٍ مِنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا قَالَ عُقْبَةُ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ يَحْسِرُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ.



ہم سے عبد اللہ بن سعید الکندی نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے عقبہ بن خالد نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے عبید اللہ نے بیان کیا ان سے خبیب بن عبد الرحمن نے بیان کیا ان سے ان کے دادا حفص بن عاصم نے بیان کیا ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب دریائے فرات سے سونے کا ایک خزانہ نکلے گا پس جو کوئی وہاں موجود ہو وہ اس میں سے کچھ نہ لے۔ عقبہ نے بیان کیا کہ ہم سے عبید اللہ نے بیان کیا ان سے ابو الزناد نے بیان کیا ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا۔ البتہ انہوں نے یہ الفاظ کہے کہ (فرات سے) سونے کا ایک پہاڑ ظاہر ہوگا۔



قولہ "أَنْ يَحْسِرَ عَنْ كَنْزٍ مِنْ ذَهَبٍ" یہ سونے کا پہاڑ ہوگا جسے حاصل کرنے کے لیے لوگ لڑیں اور مریں گے

[1] یہ آگ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے، اور اشراط الساعۃ یعنی قیامت کی علامات تین قسم پر ہیں۔ ۱: علامات صغریٰ جیسے قتال الترک وغیرہ۔ ۲: علامات وسطیٰ جیسے شراب نوشی اور زنا کا عام ہو جانا۔ ۳: علامات کبریٰ جیسے سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا، دابۃ الارض کا آنا، دجال کا نکلنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا وغیر ذلک۔

[2] صحیح بخاری: ۳۳۲۹ و جامع ترمذی: ۲۱۸۳ و سنن ابن ماجہ: ۴۰۵۵

بعض نے اس سے پٹرول مراد لیا ہے، کیونکہ پٹرول بھی سونے کی طرح قیمتی ہے، لیکن پہلا معنیٰ مراد لینا راجح ہے۔

(۲۵) بَابٌ:

باب

۷۱۲۰ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا مَعْبَدٌ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَصَدَّقُوا فَسَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا قَالَ مُسَدَّدٌ حَارِثَةُ أَخُو عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ لِأُمِّهِ قَالَهُ أَبُو عَبْدِ اللهِ.

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے معبد نے بیان کیا، انہوں نے حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ کرو کیوں کہ عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جب ایک شخص اپنا صدقہ لے کر پھرے گا اور کوئی اسے لینے والا نہیں ملے گا۔ مسدد نے بیان کیا کہ حارثہ عبیداللہ بن عمر کے ماں شریک بھائی تھے۔



کہتے ہیں کہ یہ دور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں گزر چکا ہے یا قیامت کے قریب آئے گا جب لوگ بہت تھوڑے رہ جائیں گے۔

یہ باب بلا ترجمہ ہے جو فصل کے قائم مقام ہے، حدیث مذکور میں مال کی فراوانی کا ذکر ہے اور یہ مالی وسعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں ہوگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے زمین پر جب نزول ہوگا تو اس وقت دجال اکبر ظاہر ہو چکا ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام اسے قتل کریں گے اور دجال قیامت سے پہلے آنے والا بہت بڑا فتنہ ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور دجال کا ظہور خروج نار کی طرح علامات قیامت سے ہیں۔

شرح بخاری

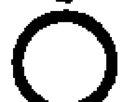
۷۱۲۱- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيمَتَانِ يَكُونُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيمَةٌ دَعْوَتُهُمَا وَاحِدَةٌ وَحَتَّى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبٌ مِنْ ثَلَاثِينَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ وَحَتَّى يُقْبَضَ الْعِلْمُ وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ وَحَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ فَيَفِيضَ حَتَّى يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَقْبَلُ صَدَقَتَهُ وَحَتَّى يَعْرِضَهُ عَلَيْهِ فَيَقُولَ الَّذِي يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ لَا أَرَبَ لِي بِهِ وَحَتَّى يَتَطَاوَلَ النَّاسُ فِي الْبُنْيَانِ وَحَتَّى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي مَكَانَهُ

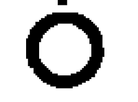


وَحَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا طَلَعَتْ وَرَآهَا النَّاسُ يَعْنِي آمَنُوا أَجْمَعُونَ فَذَلِكَ حِينَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ نَشَرَ الرَّجُلَانِ ثَوْبَهُمَا بَيْنَهُمَا فَلَا يَتَبَايَعَانِهِ وَلَا يَطْوِيَانِهِ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ انْصَرَفَ الرَّجُلُ بِلَبَنِ لِقْحَتِهِ فَلَا يَطْعَمُهُ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَهُوَ يُلِيطُ حَوْضَهُ فَلَا يَسْقِي فِيهِ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ أُكْلَتَهُ إِلَى فِيهِ فَلَا يَطْعَمُهَا.

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، کہا ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک دو عظیم جماعتیں جنگ نہ کریں گی۔ ان دونوں جماعتوں کے درمیان بڑی خونریزی ہوگی۔ حالانکہ دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہوگا اور یہاں تک کہ بہت سے جھوٹے دجال بھیجے جائیں گے۔ تقریباً تیس دجال۔ ان میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور یہاں تک کہ علم اٹھالیا جائے گا اور زلزلوں کی کثرت ہوگی اور زمانہ قریب ہوجائے گا اور فتنے ظاہر ہوجائیں گے اور ہرج بڑھ جائے گا اور ہرج سے مراد قتل ہے اور یہاں تک کہ تمہارے پاس مال کی کثرت ہوجائے گی بلکہ بہہ پڑے گا اور یہاں تک کہ صاحب مال کو اس کا فکر دامن گیر ہوگا کہ اس کا صدقہ قبول کون کرے اور یہاں تک کہ وہ پیش کرے گا لیکن جس کے سامنے پیش کرے گا وہ کہے گا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور یہاں تک کہ لوگ بڑی بڑی عمارتوں میں آپس میں فخر کریں گے۔ ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر عمارات بنائیں گے اور یہاں تک کہ ایک شخص دوسرے کی قبر سے گزرے گا اور کہے گا کہ کاش میں بھی اسی جگہ ہوتا اور یہاں تک کہ سورج مغرب سے نکلے گا۔ پس جب وہ اس طرح طلوع ہوگا اور لوگ دیکھ لیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے لیکن یہ وہ وقت ہوگا جب کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ پہنچائے گا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے اپنے ایمان کے ساتھ اچھے کام نہ کئے ہوں اور قیامت اچانک اس طرح قائم ہوجائے گی کہ دو آدمیوں نے اپنے درمیان کپڑا پھیلا رکھا ہوگا اور اسے ابھی بیچ نہ پائے ہوں گے نہ لپیٹ پائے ہوں گے اور قیامت اس طرح برپا ہوجائے گی کہ ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ نکال کر واپس ہوا ہوگا کہ اسے چکھا بھی نہ ہوگا اور قیامت اس طرح قائم ہوجائے گی کہ وہ اپنے حوض کو درست کر رہا ہوگا اور اس میں سے پانی بھی نہ پلایا ہوگا اور قیامت اس طرح قائم ہوجائے گی کہ اس نے اپنا لقمہ منہ کی طرف اٹھایا ہوگا اور ابھی اسے کھایا بھی نہ ہوگا۔









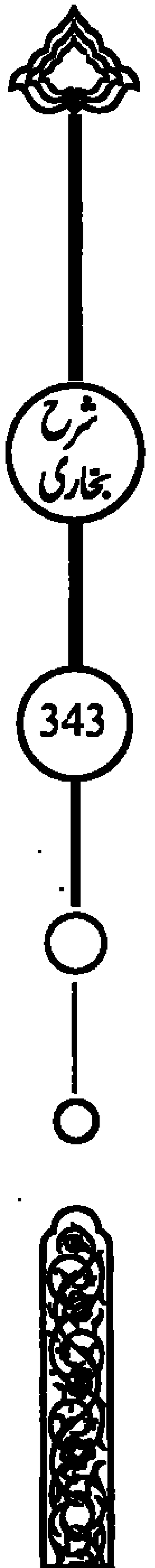
قولہ "حَتَّى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ" ان دو جماعتوں سے مراد حضرت علی اور ان کا لشکر اور امیر معاویہ اور ان کا لشکر ہے اور ان کے درمیان واقع ہونے والا جنگ صفین کا معرکہ قیامت سے پہلے وقوع پذیر ہونے والا فتنہ ہے۔ اس حدیث میں قیامت سے پہلے رونما ہونے والی آیات اور علامتوں کا ذکر ہے، ان میں سے سب سے پہلے ظاہر ہونے والی علامت

وخان ہے پھر دجال اکبر کا ظہور ہے، اس کے بعد نزول عیسیٰ علیہ السلام پھر یاجوج وماجوج کا خروج پھر دابۃ الارض کا لوگوں سے ہم کلام ہونا اس کے بعد سورج کا بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع ہونا، اس کے بعد تین خسف ہوں گے ایک خسف مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا خسف جزیرہ عرب میں آخر میں آگ کا خروج ہوگا جو یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو محشر کی طرف ہانک لے جائے گی۔

قولہ "لَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ أُكْلَتَهُ" قیامت کب قائم ہوگی اسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، انبیاء کرام کو بھی قیامت کے بپا ہونے کا وقت نہیں بتایا گیا، سنن ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ معراج کی رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملے، اور قیامت کا ذکر شروع ہوا، تو حضرت ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام نے قیامت کے آنے کے وقت کے بارہ میں اپنی لاعلمی کا اظہار کیا، کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھو کیونکہ وہ قیامت سے پہلے زمین پر اتریں گے، ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا، قیامت کے واقع ہونے کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ [1]

(۲۷) بَابُ ذِكْرِ الدَّجَّالِ

دجال کا بیان



۷۱۲۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي قَيْسٌ قَالَ قَالَ لِي الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ مَا سَأَلَ أَحَدٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الدَّجَّالِ أَكْثَرَ مَا سَأَلْتُهُ وَإِنَّهُ قَالَ لِي مَا يَضُرُّكَ مِنْهُ قُلْتُ لِأَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّ مَعَهُ جَبَلَ خُبْزٍ وَنَهَرَ مَاءٍ قَالَ هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ ذَلِكَ.

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، کہا مجھ سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے قیس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہ دجال کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنا میں نے پوچھا اتنا کسی نے نہیں پوچھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اس سے تمہیں کیا نقصان پہنچے گا۔ میں نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹی کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ فرمایا کہ وہ اللہ پر اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔

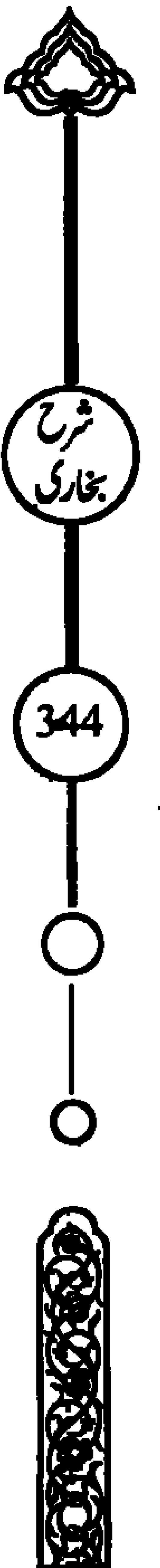
دجال، فعّال کا وزن مبالغہ کے لیے ہے، بہت دھوکا دینے والا اور مکر وفریب والا یہ قرب قیامت آخر زمانہ میں آئے گا اور خدائی کا دعویٰ کرے گا، یہ بہت بڑا فتنہ ہوگا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے کئی کاموں کا اختیار دے دیں گے، جیسے کسی کو قتل کر کے زندہ کرنا، آسمان کا بارش برسانا اور زمین کا فصلیں اگانا، پھر اللہ تعالیٰ اسے عاجز کر دیں گے اور یہ کسی چیز پر قادر نہیں رہے گا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے قتل کر دیں گے۔

---

[1] فتح الباری: ج ۱۳، ص ۸۹

تورات کی پیش گوئی کی وجہ سے یہودی اس کے منتظر ہیں، اور اسے مسیح کہا گیا ہے، یہ عبرانی لفظ ہے لہذا یہ مسح یا مساحت سے نہیں ہے جو سیر کرنے یا ہاتھ پھیرنے کے معنیٰ میں ہے اور نہ ہی ممسوح العین کے معنیٰ میں ہے، یہ توجیہات تب ہوسکتی ہیں جب کہ یہ عربی لفظ ہو بلکہ یہ عبرانی لفظ ہے اور یہ ماشیخا کا معرب ہے پیش گوئی کے مفہوم میں، جیسے مسلمانوں میں مہدی کی پیش گوئی ہے، ویسے وہ پیش گوئی یہودیوں میں تھی جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے پوری ہوگئی ہے، لیکن یہودی عیسیٰ کو سچا نہیں مانتے اس لیے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ پیش گوئی ابھی پوری نہیں ہوئی۔

دجال بہت بڑا فتنہ ہوگا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بدء الخلق سے لیکر قیامت تک دجال سے بڑا فتنہ کوئی نہیں ہے، اس کے پاس بڑے استدراجات ہوں گے جن کی وجہ سے لوگ اس کے دھوکے میں آجائیں گے، کم ہی لوگ اس کے فتنے سے بچیں گے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے چار کبار تابعین سے نقل کیا ہے: "الدجال ليس هو انسان و إنما هو شيطان موثق بسبعين حلقة في بعض جزائر اليمن لا يعلم من أوثقه سليمان النبي أو غيره فإذا آن ظهوره فك الله عنه كل عام حلقة فإذا برز أتته أتان عرض ما بين أذنيها أربعون ذراعا فيضع علی ظهرها منبرا من نحاس و يقعد عليه و يتبعه قبائل الجن يخرجون له خزائن الأرض"[1]



اس قول کے ہوتے ہوئے ابن صیاد کا دجال اکبر ہونا ممکن نہیں ہے۔

چونکہ دجال کے تابع جن اور شیطان ہوں گے ان سے جو چاہے گا کرائے گا، اور لوگوں کو گمراہ کرے گا، اعرابی کے پاس جائے گا اور اسے کہے گا کہ اگر میں تیرے مرے ہوئے والد کو زندہ کروں تو کیا مجھ پر ایمان لائے گا وہ کہے گا ہاں ایمان لاؤں گا تو وہ شیطان کو حکم دے گا اور وہ اس کے باپ کی شکل بن جائے گا اس طرح شیطانوں کو کرشمے دکھانے میں استعمال کرے گا۔

بعض کے نزدیک ابن صیاد ہی دجال ہے، جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ دجال کے والدین کے ہاں تیس سال تک اولاد نہیں ہوئی پھر ایک بچہ ہوا، جیسا کہ ابن ماجہ میں آتا ہے۔

ادھر تمیم داری کی روایت آتی ہے، جنہوں نے سمندر کا سفر کیا، اثناء سفر ان کی کشتی ٹوٹ گئی، وہ اس کے ایک تختے پر بیٹھ کر ایک جزیرہ میں پہنچ گئے، وہاں انہیں جساسہ ملا اس نے ان سے کہا وہاں عبادت خانہ میں تمہاری انتظار ہو رہی ہے، وہاں پہنچو، وہاں گئے تو ایک جکڑے ہوئے شخص کو دیکھا اس نے ان سے پوچھا کہاں سے آئے ہو، انہوں نے جواب دیا کہ عرب کے علاقہ سے آئے ہیں، جیسا کہ ترمذی اور مسلم میں آتا ہے لیکن اس کے ایک راوی عبدالرحمان نامی میں کلام کی گئی ہے، بخاری اس روایت کو صحیح نہیں سمجھتے اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال شیطان ہے، کیونکہ وہ زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھا گیا ہے۔

اور ابن صیاد کی روایت میں جننے سے مراد حقیقۃً جننا نہیں ہے، بلکہ ہوسکتا ہے کہ وہ جن اور شیطان ہی ہو۔ اور جننے والی

[1] فتح الباری لابن حجر رحمۃ اللہ علیہ: ج ۱۳، ص ۳۲۸

عورت کے پیٹ میں داخل ہوگیا ہو، اور مدت حمل کے بعد پیٹ سے نکلا ہو، بظاہر چونکہ انسانوں کے گھر عورت سے نکلا تھا، اس لیے اسے انسان سمجھ لیا گیا ہو۔

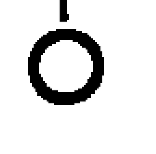
بعض کہتے ہیں کہ ابن صیاد زندہ نہیں ہے بلکہ حرّہ کی جنگ میں مارا گیا تھا، دیگر کہتے ہیں کہ وہ مرا نہیں تھا بلکہ غائب ہوگیا تھا، حافظ نے تاریخ اصفہان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک صحابی کہتا ہے کہ ہم وہاں گئے دیکھا کہ اصفہانی بڑے خوش تھے کہ ہمارا سردار آنے والا ہے، اچانک بگولہ آیا اور اس سے ابن صیاد نمودار ہوگیا۔

ابن کثیر نے بھی تاریخ میں لکھا ہے کہ ایرانیوں کا ایک علاقہ تھا جس کا ایک شہر فتح نہیں ہورہا تھا، ایرانی کہنے لگے اسے دجال فتح کرے گا، ابن صیاد کو لایا گیا اس نے ٹانگ مار کر اس کا گیٹ توڑ دیا، اور علاقہ فتح ہوگیا۔ اس میں دجال کی علامات بھی تھیں۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ مدینہ میں لگا پھرتا تھا، کہتا تھا کہ میں مدینہ میں رہتا ہوں اور حج کرنے کے لیے مکہ مکرمہ جارہا ہوں، جب کہ دجال تو مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوسکے گا، لوگ میرے بارہ میں ایسی باتیں کرتے ہیں، میرا دل چاہتا ہے کہ میں پھانسی چڑھ جاؤں، اور یہ بھی کہتا تھا کہ مجھے دجال کے بارہ میں علم ہے کہ وہ کہاں ہے، اس کی ماں کا بھی علم ہے اور کہتا تھا کہ اگر میں دجال بن جاؤں تو میں اسے مکروہ نہیں سمجھتا، صحیح بات یہ ہے کہ ابن صیاد دجالوں میں سے ایک دجال تھا لیکن دجال اکبر نہیں تھا۔



شاہ ولی اللہ کہتے ہیں کہ مجسمہ شرور کا نام دجال ہے، کیونکہ دنیا میں لوگ جو گناہ کرتے ہیں ان کا عالم مثال میں ایک مجسمہ بن رہا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ قبر میں برے انسان کے پاس بری شکل آتی ہے، قبر والا پوچھتا ہے تو کون ہے؟ وہ کہتی ہے کہ میں تیرا برا عمل ہوں جو تو کرتا رہا ہے، جب یہ قبر سے اٹھایا جائیگا تو یہ بری شکل اس پر سوار ہوجائے گی، اور اسے وہ "يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ" کے تحت ذکر کرتے ہیں اور اگر دفن ہونے والا نیک ہو تو بڑی خوبصورت شکل آتی ہے وہ کہتی ہے کہ میں تیرا عمل ہوں، شاہ ولی اللہ کا خیال یہ ہے کہ عالم مثال میں جو گناہوں کی شکلیں بن جاتی ہیں، یہ بری شکلیں شیطان ہیں اور نیک عملوں کی شکلیں فرشتے ہیں، ان کے ہاں مجسمہ شرور دجال ہے جسے ہر نبی نے دیکھا ہے، اور وہ اپنی امت کو بتاتے رہے ہیں اور یہ ہماری آخری امت ہے، اس میں اس کا آنا ضروری ہے، اور جب یہود آئے تو ان کے گناہ اس مجسمہ سے مل گئے، آج کل وہ مجسمہ شرور یہود کا ہی ھیکل مثالی ہے جس کی اصلاح کے لیے عیسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے تھے، لیکن انہوں نے تسلیم نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان پر اٹھالیا، قرب قیامت اس مجسمہ سے رہا نہ جائیگا تو وہ انسانی شکل میں آجائے گا تب عیسیٰ علیہ السلام اسے ماریں گے تو منتشر شکل میں ظاہر ہوگا یہ یاجوج وماجوج ہوں گے اور یہ مسیح کی دعاء سے ختم ہوں گے، یہ بات انہوں نے اپنی طرف سے بنائی ہے، گویا ان کا خیال یہ ہے کہ یاجوج وماجوج اصل میں دجال ہی ہے، جب ایک جگہ مجتمع اور اکٹھا تھا تو دجال تھا، جب پھیل گیا تو یاجوج وماجوج بن گیا، ان کی یہ بات درست نہیں ہے، یاجوج وماجوج انسان ہی ہیں جیسا کہ روسی اور چینی وغیرہ ہیں، اور یہ یافث کی اولاد سے ہیں جو نوح علیہ السلام کا بیٹا ہے۔


قولہ "هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللهِ" اس کے پاس اگرچہ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی، لیکن یہ چیزیں اس کے لیے باعث تقویت نہیں ہونگی، اور وہ ان سے کہیں بڑھ کر ذلیل وحقیر ہو گا۔

حافظ عنایت اللہ نے کہا ہے کہ دجال سے مرزا قادیانی اور اس کا لنگر مراد ہے، کیونکہ اس نے لنگر لگایا تھا اور اس کے ساتھ ہی ایک دریا بھی بہتا ہے جو کہ ستلج ہے، اگرچہ مرزا قادیانی دجال ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے، میرے بعد جھوٹی نبوت کے دعویدار تیس دجال ہوں گے، مرزا قادیانی بھی ان میں سے ہے، لیکن یہ دجال اکبر نہیں ہے جو قرب قیامت بہت بڑا فتنہ بن کر آئے گا۔

٧١٢٣- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّهَا عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ.

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا کہا ہم سے وہیب نے کہا ہم سے ایوب سختیانی نے انہوں نے نافع سے انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی آپ نے فرمایا دجال دائیں آنکھ سے کانا ہو گا اس کی آنکھ کیا ہے گویا پھولا ہوا انگور۔



اس کا اعور ہونا اس کے خدائی کا دعویٰ کرنے میں کذاب اور جھوٹا ہونے کی دلیل ہوگی جسے پڑھا ہوا اور ان پڑھ سب دیکھ لیں گے۔

٧١٢٤- حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِيءُ الدَّجَّالُ حَتَّى يَنْزِلَ فِي نَاحِيَةِ الْمَدِينَةِ ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِينَةُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ كُلُّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ.

ہم سے سعد بن حفص نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شیبان نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا دجال آئے گا اور مدینہ کے ایک کنارے قیام کرے گا۔ پھر مدینہ تین مرتبہ کانپے گا اور اس کے نتیجے میں ہر کافر اور منافق نکل کر اس کی طرف چلا جائے گا۔





قولہ "ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ" مدینہ کا تین دفعہ لرزنا بھی دجال کے استدراجات سے ہوگا اور زلزلہ آنے سے منافق نکل کر دجال کے ساتھ شامل ہو جائیں گے، بعض علماء اس کے ساتھ پانی اور آگ سے یہ مراد لیتے ہیں کہ وہ اپنے ماننے والوں کو آرام اور نہ ماننے والوں کو تکلیف پہنچائے گا، یہ تکلیف بظاہر آگ ہوگی جسے برداشت کرنے والا جنت میں داخل ہو گا اور اس کا پانی درحقیقت آگ ہوگی، اور اس کا راحت و آرام پانے والا آخر کار جہنم میں ڈال دیا جائیگا، یا مراد یہ ہے کہ صورت میں وہ پانی نظر آئے گا، درحقیقت وہ آگ ہوگی اور آگ



درحقیقت پانی ہوگا۔

٧١٢٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ رُعْبُ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ وَلَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ عَلَى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ.

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے، انہوں نے ابوبکرہ سے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے آپ نے فرمایا مدینہ والوں پر دجال کا رعب نہیں پڑے گا اس دن مدینہ کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو فرشتے (پہرہ دیتے) ہوں گے۔

٧١٢٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ رُعْبُ الْمَسِيحِ لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ عَلَى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ. قَالَ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَدِمْتُ الْبَصْرَةَ فَقَالَ لِي أَبُو بَكْرَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا



ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن بشر نے بیان کیا، کہا ہم سے مسعر نے بیان کیا، ان سے سعد بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مدینہ پر مسیح دجال کا رعب نہیں پڑے گا۔ اس وقت اس کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر پہرہ دار دو فرشتے ہوں گے۔ علی بن عبداللہ نے کہا کہ محمد بن اسحاق نے صالح بن ابراہیم سے روایت کیا، ان سے ان کے والد ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف نے بیان کیا کہ میں بصرہ گیا تو مجھ سے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے یہی حدیث بیان کی۔

٧١٢٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنِّي لَأُنْذِرُكُمُوهُ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ وَلَكِنِّي سَأَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ إِنَّهُ أَعْوَرُ وَإِنَّ اللهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ.





ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابرہیم نے بیان کیا، ان سے صالح نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے سالم بن عبداللہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ کی تعریف اس کی شان کے مطابق بیان کی۔ پھر دجال کا ذکر فرمایا کہ میں تمہیں اس سے ڈراتا ہوں اور کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی قوم



کو اس سے نہ ڈرایا ہو، البتہ میں تمہیں اس کے بارے میں ایک بات بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی تھی اور وہ یہ کہ وہ کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔

٧١٢٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ فَإِذَا رَجُلٌ آدَمُ سَبْطُ الشَّعَرِ يَنْطُفُ أَوْ يُهَرَاقُ رَأْسُهُ مَاءً قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوا ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ ذَهَبْتُ أَلْتَفِتُ فَإِذَا رَجُلٌ جَسِيمٌ أَحْمَرُ جَعْدُ الرَّأْسِ أَعْوَرُ الْعَيْنِ كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ قَالُوا هَذَا الدَّجَّالُ أَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبَهًا ابْنُ قَطَنٍ رَجُلٌ مِنْ خُزَاعَةَ.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سالم نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سویا ہوا (خواب میں) کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ ایک صاحب جو گندم گوں تھے اور ان کے سر کے بال سیدھے تھے اور سر سے پانی ٹپک رہا تھا (پر میری نظر پڑی) میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ میرے ساتھ کے لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں پھر میں نے مڑ کر دیکھا تو موٹے شخص پر نظر پڑی جو سرخ تھا اس کے بال گھنگھریالے تھے، ایک آنکھ کا کانا تھا، اس کی ایک آنکھ انگور کی طرح اٹھی ہوئی تھی۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ دجال ہے۔ اس کی صورت عبدالعزیٰ بن قطن سے بہت ملتی تھی۔



٧١٢٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَعِيذُ فِي صَلَاتِهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ.

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے صالح نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ اپنی نماز میں دجال کے فتنے سے پناہ مانگتے تھے۔

٧١٣٠- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الدَّجَّالِ إِنَّ مَعَهُ مَاءً وَنَارًا فَنَارُهُ مَاءٌ بَارِدٌ وَمَاؤُهُ نَارٌ قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.



ہم سے عبدان نے بیان کیا کہ مجھے میرے والد نے خبر دی، انہیں شعبہ نے، انہیں عبدالملک نے، انہیں ربعی نے اور ان سے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے بارے میں فرمایا کہ اس کے

ساتھ پانی اور آگ ہوگی اور اس کی آگ ٹھنڈا پانی ہوگی اور پانی آگ ہوگا۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے بھی یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

٧١٣١- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بُعِثَ نَبِيٌّ إِلَّا أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ أَلَا إِنَّهُ أَعْوَرُ وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ وَإِنَّ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوبٌ كَافِرٌ فِيهِ أَبُو هُرَيْرَةَ وَابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

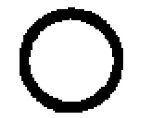
ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نبی بھی مبعوث کیا گیا تو انہوں نے اپنی قوم کو کانے جھوٹے سے ڈرایا۔ آگاہ رہو کہ وہ کانا ہے اور تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان "کافر" لکھا ہوگا۔ اس باب میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

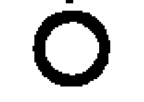
(٢٨) بَابٌ: لَا يَدْخُلُ الدَّجَّالُ الْمَدِينَةَ

دجال مدینہ کے اندر نہیں داخل ہو سکے گا

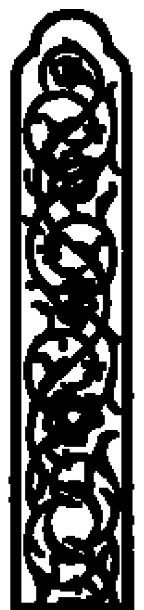


٧١٣٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا حَدِيثًا طَوِيلًا عَنِ الدَّجَّالِ فَكَانَ فِيمَا يُحَدِّثُنَا بِهِ أَنَّهُ قَالَ يَأْتِي الدَّجَّالُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِينَةِ فَيَنْزِلُ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِي تَلِي الْمَدِينَةَ فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ وَهُوَ خَيْرُ النَّاسِ أَوْ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِي حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثَهُ فَيَقُولُ الدَّجَّالُ أَرَأَيْتُمْ إِنْ قَتَلْتُ هَذَا ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ هَلْ تَشُكُّونَ فِي الْأَمْرِ فَيَقُولُونَ لَا فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يُحْيِيهِ فَيَقُولُ وَاللهِ مَا كُنْتُ فِيكَ أَشَدَّ بَصِيرَةً مِنِّي الْيَوْمَ فَيُرِيدُ الدَّجَّالُ أَنْ يَقْتُلَهُ فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ.





ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی، ان سے ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے دجال کے متعلق ایک طویل حدیث بیان کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں یہ بھی تھا کہ آپ نے فرمایا دجال آئے گا اور اس کے لیے ناممکن ہوگا کہ مدینہ کی گھاٹیوں میں داخل ہو۔ چنانچہ وہ مدینہ منورہ کے قریب کسی



شور زمین پر قیام کرے گا۔ پھر اس دن اس کے پاس ایک مرد مومن جائے گا اور وہ افضل ترین لوگوں میں سے ہوگا۔ اور اس سے کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ تو دجال ہے وہ جس کا واقعہ رسول کریم ﷺ نے ہم سے بیان فرمایا تھا۔ اس پر دجال کہے گا کیا تم دیکھتے ہو اگر میں اسے قتل کردوں اور پھر زندہ کروں تو کیا تمہیں میرے معاملہ میں شک وشبہ باقی رہے گا؟ اس کے پاس والے لوگ کہیں گے کہ نہیں چنانچہ وہ اس صاحب کو قتل کردے گا اور پھر اسے زندہ کردے گا۔ اب وہ صاحب کہیں گے کہ واللہ! آج سے زیادہ مجھے تیرے معاملے میں پہلے اتنی بصیرت حاصل نہ تھی۔ اس پر دجال پھر انہیں قتل کرنا چاہے گا لیکن اس مرتبہ اسے مار نہ سکے گا۔

٧١٣٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُجْمِرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِينَةِ مَلَائِكَةٌ لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُونُ وَلَا الدَّجَّالُ.

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نعیم بن عبداللہ بن المجمر نے بیان کیا، اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا مدینہ منورہ کے راستوں پر فرشتے پہرے دیتے ہیں نہ یہاں طاعون آسکتی ہے اور نہ دجال آسکتا ہے۔

٧١٣٤-حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَدِينَةُ يَأْتِيهَا الدَّجَّالُ فَيَجِدُ الْمَلَائِكَةَ يَحْرُسُونَهَا فَلَا يَقْرَبُهَا الدَّجَّالُ قَالَ وَلَا الطَّاعُونُ إِنْ شَاءَ اللهُ.

مجھ سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی، انہیں قتادہ نے، انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا دجال مدینہ تک آئے گا تو یہاں فرشتوں کو اس کی حفاظت کرتے ہوئے پائے گا۔ چنانچہ نہ دجال اس کے قریب آسکتا ہے اور نہ طاعون، (ان شاء اللہ)

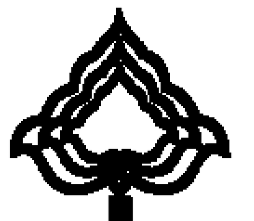
(٢٩) بَابُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ

یاجوج وماجوج کا بیان

٧١٣٥- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح و حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ

عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَزِعًا يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدْ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هَذِهِ وَحَلَّقَ بِإِصْبَعَيْهِ الْإِبْهَامِ وَالَّتِي تَلِيهَا قَالَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَفَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخُبْثُ.

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، (دوسری سند) اور امام بخاری نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا مجھ سے میرے بھائی عبدالحمید نے، ان سے سلیمان بن بلال نے، ان سے محمد بن ابی عتیق نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ بن زبیر نے، ان سے زینب بنت ابی سلمہ نے بیان کیا، ان سے ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا نے اور ان سے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے کہ ایک دن رسول کریم ﷺ ان کے پاس گھبرائے ہوئے داخل ہوئے، آپ فرمار ہے تھے کہ تباہی ہے عربوں کے لیے اس برائی سے جو قریب آچکی ہے۔ آج یاجوج وماجوج کی دیوار سے اتنا کھل گیا ہے اور آپ نے اپنے انگوٹھے اور اس کی قریب والی انگلی کو ملا کر ایک حلقہ بنایا۔ اتنا سن کر زینب بن جحش رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! تو کیا ہم اس کے باوجود ہلاک ہو جائیں گے کہ ہم میں نیک صالح لوگ بھی زندہ ہوں گے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں جب بدکاری بہت بڑھ جائے گی۔



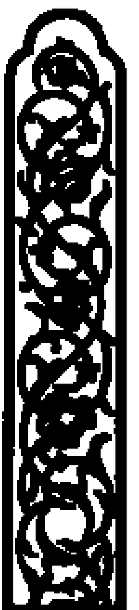
شرح بخاری

اس سے قبل بھی یہ بات ذکر ہو چکی ہے کہ یاجوج وماجوج دو آدمی ہیں اور دونوں یافث کی اولاد سے ہیں اور یافث نوح علیہ السلام کا بیٹا ہے، شاہ ولی اللہ کے بقول شر مجتمع کا شر منتشر میں ظاہر ہونا ہی یاجوج وماجوج ہے جیسا کہ عنقریب دجال کی بحث میں ذکر ہوا ہے۔

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یاجوج وماجوج انسانوں میں سے ہیں، روسی اپنے آپ کو یاجوج کی اولاد کہلواتے ہیں اور برطانیہ اور جرمن کے لوگ اپنے آپ کو ماجوج کی اولاد کہتے ہیں۔ بائیبل میں ہے ''کل روس رأس یاجوج و ماجوج'' خاص یہی مراد ہیں پوری قوم نہیں، ذوالقرنین نے انہیں درے میں بند کر دیا تھا، دو طرف دو اونچے پہاڑ تھے جن پر چڑھنا ممکن نہیں تھا ایک طرف تھوڑا سا راستہ کھلا تھا وہاں ذوالقرنین نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوہے کی بہت بڑی دیوار بنادی تھی تاکہ وہاں سے یہ نکل کر زمین میں فساد نہ مچائیں اور یہ دیوار آہنی دو پہاڑوں کے برابر تھی۔

یہ درہ کہاں ہے جہاں لوہے کی دیوار بنائی گئی تھی اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ جو درہ، دربند کے پاس ہے اس میں ان کو بند کیا تھا، بحر قلزم اور بحر اسود کے درمیان جو پہاڑی سلسلہ ہے ان کے درمیان ایک جگہ ہے جسے دربند کہتے ہیں، یعنی ایک طرف بحر قلزم تھا اور دوسری طرف بحر اسود تھا ان کے درمیان پہاڑوں کے سلسلہ میں یہ جگہ تھی، ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ جگہ آرمینیہ سے آگے ہے اور آرمینیہ کے آگے تو دربند والی جگہ ہے۔

بعض علماء اس کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ وہ جگہ نہیں ہے، بلکہ جبل قوقایہ کے شمالی جانب ذوالقرنین نے ایک دیوار



بنائی تھی وہ دیوار یہاں مراد ہے دربند والی دیوار یہاں مراد نہیں ہے، کیونکہ دربند والی دیوار ذوالقرنین نے نہیں بنائی بلکہ یہ فارس کے بادشاہ سائرس نے بنائی تھی، مسیح علیہ السلام سے قریبا ساڑھے پانچ سو سال پہلے اس کا ظہور رہا ہے اس نے بابل فتح کر کے یہودیوں کو واپس دیا تھا، دانیال نبی بھی اس وقت ہوا ہے اسے مسیح بھی کہا گیا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ سائرس کا مجسمہ اسکندریہ سے ملا ہے اس کے تاج پر دو سینگ لگے ہوئے ہیں ہو سکتا ہے کہ اسے ذوالقرنین اسی لیے کہا جاتا ہے۔

دانیال نبی نے خواب میں دیکھا کہ ایک مینڈھے کے دو سینگ ہیں اور وہ مشرق مغرب میں پھر گیا ہے اس کے بعد ایک اور آیا جس کا ایک ہی سینگ تھا اس نے اس کو فنا کر دیا اور اس خواب کی تعبیر یہ کی کہ دو سینگوں والا مینڈھا دو علاقوں کا بادشاہ ہو گا۔

اس کے بعد جو دیکھا گیا اس سے سکندر مقدونی مراد ہے، یہ خواب میں ایک سینگ والا دیکھا گیا تھا اس نے حملہ کر کے اسے فنا کر دیا، سکندر ساری دنیا میں پھرا اور اس نے اس کی سلطنت کو بھی فنا کر دیا تھا، سائرس کے متعلق بائیبل میں بھی اس قسم کی پیشگوئیاں موجود ہیں، جن میں اس کی بڑی تعریف کی گئی ہے، یہاں تک کہ اسے مسیح بھی کہا گیا ہے،، یہودیوں نے بھی اس کی تعریف کی ہے حالانکہ یہودی اپنے علاوہ کسی کی تعریف نہیں کرتے اسی نے انہیں بیت المقدس واپس دلایا تھا، بعض نے کہا ہے کہ ذوالقرنین یہی ہے، اور دانیال نبی کے خواب کا مصداق اسے بنایا گیا ہے، دو سینگے مینڈھے کو ذوالقرنین کہتے ہیں، اور اس پیش گوئی کی وجہ سے اس کا نام ذوالقرنین پڑ گیا ہے حتیٰ کہ اس کے سر کے تاج میں بھی دو سینگ لگا دیئے گئے تا کہ وہ اس پیشگوئی کا مکمل مصداق بن جائے۔

بعض کے ہاں اسے عقاب بھی کہا گیا ہے، اسکندریہ میں سائرس کی تصویر ملی ہے اس کے تاج پر دو سینگ لگے ہوئے ہیں اس سے ذوالقرنین کہنے کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

قرآن کریم میں اس کے تین سفر ذکر کیے گئے ہیں، ایک سفر مغرب کی طرف، دوسرا مشرق کی طرف اور تیسرا سفر شمال کی طرف، مغرب کے سفر میں اس نے یونان پر حملہ کیا تھا، قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ عِندَهَا قَوْمًا''[1] یہ یونان کے حملہ کا ذکر ہے اس وقت معلوم ایسے ہوتا تھا کہ سورج کیچڑ میں غروب ہو رہا ہے اس کے بعد مشرق کی طرف سفر کیا اس سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَىٰ قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَل لَّهُم مِّن دُونِهَا سِتْرًا ''[2] انہوں نے وہاں ایسی قوم کو پایا جو ننگے پڑے رہتے تھے، پھر انہوں نے شمال کی طرف سفر کیا وہاں دربند یا اور کہیں دیوار بنائی، اس کی تاریخ میں صراحت نہیں آئی۔

بعض نے کہا ہے کہ اس علاقہ میں پہلے روسیوں پر حملے ہوتے رہے ہیں، لیکن سائرس کی آمد کے بعد کوئی حملہ نہیں ہوا

[1] الکهف:۸۶

[2] الکهف:۹۰

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوار اسی نے بنائی ہے، یہ ایک قسم کی قیاس آرائی ہے۔

بعض کا قول یہ ہے کہ ذوالقرنین سے مراد دو میڈھیوں والا ہے اور اس کی لمبی لمبی میڈھیاں رکھی ہوئی تھیں، اس لیے اسے ذوالقرنین کہتے ہیں، بعض کا خیال ہے کہ وہ دو زمانوں تک زندہ رہا ہے، حافظ کی رائے یہ ہے کہ یہ پہلے کوئی بادشاہ ہوا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہم عصر تھا، اور جب ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ تعمیر کر رہے تھے اس وقت یہ آیا اور اس نے کہا کیا کر رہے ہو؟ تو ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے اس کا گھر خانہ کعبہ بنا رہا ہوں کہا اس پر آپ کا گواہ کون ہے؟ فرمایا یہ سارے پتھر گواہی دیں گے کہ میں یہ گھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنا رہا ہوں، گویا یہ اس زمانے کا واقعہ ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کے درمیان دو ہزار سال سے زیادہ فاصلہ ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ دو ہزار سال پہلے کا ہے، یہ حافظ کا خیال ہے۔

ناسخ التواریخ والے نے لکھا ہے کہ یہ شخص عادیوں سے ہوا ہے، شداد بادشاہ کے بھتیجے ضحاک نے جمشید کو قتل کیا تھا یہ اس زمانے کی قدیم باتیں ہیں، یہ شخص بھی عادیوں سے تھا اس نے جبل قوقایہ کی طرف جو سفر کیا تھا وہاں اس نے دیوار بنائی تھی اور اس نے اس کی تاریخ بتائی ہے کہ آدم علیہ السلام جب جنت سے نکالے گئے تھے اس ھبوط کی تاریخ سے تین ہزار چار سو ساٹھ سال بعد دیوار بنائی گئی ہے، بہرصورت تاریخ منضبط نہیں ہے کوئی کم اور کوئی زیادہ بیان کرتا ہے۔



بعض کہتے ہیں کہ ذوالقرنین فرشتہ تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ "یا ذا القرنین" کہہ کر کسی کو بلا رہا تھا تو آپ نے فرمایا: "تسمیه بأسماء الملائكة" اب تم نے فرشتوں والے نام رکھنا شروع کر دیئے ہیں۔

جاحظ نے الحیوان میں لکھا ہے کہ اس کی ماں بنات آدم سے اور باپ فرشتہ تھا، یہ ان فرشتوں سے ہو سکتا ہے جنہیں جن کہا جاتا ہے، جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: "إن من الملائكة قبيلة من الجن" ملائکہ میں سے ایک قبیلہ ہے جنہیں جن کہا جاتا ہے۔

صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ذوالقرنین پہلے ہوا ہے اور اسی نے جبل قوقایہ میں دیوار بنائی ہے اور یہ وہ دیوار نہیں ہے، جو دربند میں بنی ہے اور نہ ہی اس سے مراد یمن والی دیوار ہے جو کہ شداد نے بنائی ہے، دیوار چین بھی مراد نہیں ہے جو لوہے سے نہیں بلکہ اینٹ پتھر سے بنی ہے۔

٧١٣٦- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُفْتَحُ الرَّدْمُ رَدْمُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هَذِهِ وَعَقَدَ وُهَيْبٌ تِسْعِينَ.



ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سد یعنی یاجوج وماجوج کی دیوار اتنی کھل گئی ہے۔ وہیب نے نوے کا اشارہ کر کے بتلایا۔

(۹۴) كِتَابُ الأَحْكَامِ

حکومت اور قضا کے بیان میں

احکام سے مراد قضایا اور فیصلے ہیں، محکمہ قضاء کے لیے امارت کی ضرورت ہے، دراصل امارت اور خلافت کے تحت چار محکمے ہوتے ہیں۔ ایک محکمہ مال ہے جو کہ امارت اور حکومت کے ماتحت ہوتا ہے دوسرا محکمہ نفاذ حدود اور تعزیرات کا، تیسرا محکمہ جہاد ہے اور یہ بیرونی خطرات سے حفاظت کے لیے ہے اور چوتھا محکمہ قضاء ہے اس کے لیے بھی امارت کی ضرورت ہے اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پہلے امارت کی احادیث لائیں گے جن میں امیر کی اطاعت اور اس سے متعلق دیگر مسائل واحکام کا ذکر ہوگا، اس کے بعد قضاء کے مسائل کو ذکر کریں گے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب القضاء کو کتاب الأحکام سے تعبیر کیا ہے اور حاکم کا لفظ خلیفہ اور قاضی دونوں کو شامل ہے۔ ①

---

① اسلام عالمگیر دین اور بندوں کے نام اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے، جسے اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے پوری انسانیت کی طرف پہنچادیا گیا ہے، اسلام چونکہ آخری دین الٰہی ہے اس لیے یہ جامعیت سے موصوف دین ہے جس میں انسانی زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق راہنمائی موجود ہے اس میں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اس میں عبادات کے ساتھ معاملات کو سرانجام دینے اور نزاعات وخصومات کے حل کے لیے قواعد وضوابط متعین ہیں، لوگوں کے درمیان ان کے نزاعات کا حق کے ساتھ فیصلہ کرنے کا معاملہ بڑا اہم ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "مَن جُعِلَ قاضيًا بين النّاسِ، فقد ذُبِحَ بغيرِ سِكّينٍ" سنن ابن ماجہ: ۲۳۰۸ یعنی جو شخص لوگوں کا قاضی اور جج بنادیا گیا وہ ایسے ہے جیسے بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا، اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إنّ اللهَ مع القاضي ما لم يَجُرْ فإذا جارَ وكلَه إلى نفسِه" سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۲ جج جب اپنے فیصلے میں کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے حمایتی ہوتے ہیں، لیکن وہ فیصلہ کرنے میں کجروی اختیار کرلے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔



صحیح فیصلے کی کوشش کے باوجود اگر قاضی سے غلطی ہوجائے جسے اجتہادی خطا کہا جاتا ہے تو اسے معاف کر دیا گیا ہے بلکہ اس پر بھی اجر کی نوید سنائی گئی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إذا اجتهَدَ الحاكمُ فأصابَ فله أجرانِ وإذا اجتهَدَ فأخطأَ فلَهُ أجرٌ" سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۴ جب حاکم یا قاضی درست فیصلہ کرنے کی کوشش کرے اور صحیح اور درست فیصلہ کرے تو اسے اس پر دوہرا اجر ملتا ہے، اور جب کوشش کے باوجود فیصلہ کرنے میں غلطی کھائے تب بھی اسے اجر حاصل ہوتا ہے۔

مجرم اگر جج کے پاس اپنے جرم کا خود ہی اقرار کرلے تو گواہوں کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی، کیونکہ گواہوں کی شہادت جرم کے اثبات کے لیے ہوتی ہے اور یہاں مجرم خود ہی اپنے جرم کا اقرار کرلیتا ہے لہٰذا اقرار پر اسے اپنے جرم کی سزا دے دی جائے گی، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ماعز بن مالک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت آئے جب کہ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپ سے



کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے زنا کاری کی ہے، مجھے پاک کر دیجئے آپ نے اس سے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا جب اس نے چار مرتبہ اقرار کیا تب آپ نے اس سے کہا کیا تو دیوانہ تو نہیں ہے؟ (کیونکہ مجنون اور دیوانے کے ایسا اقرار کرنے پر سزا نہیں دی جاسکتی) اس نے نفی میں جواب دیا پھر آپ نے اس سے فرمایا کیا تو شادی شدہ ہے؟ اس نے کہا ہاں شادی شدہ ہوں، تب آپ نے فرمایا، اسے مسجد سے باہر لے جاؤ اور اسے رجم کی سزا دو۔ صحیح بخاری: ۶۸۲۵ اور دوسری حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت انیس سے فرمایا، اے انیس فلاں آدمی کی بیوی کے پاس جایئے اگر وہ زنا کا اقرار کرلے تو اسے رجم کر دینا، اس عورت نے اپنے زنا کا اقرار اور اعتراف کر لیا تو اسے رجم کر دیا گیا۔ (صحیح بخاری: ۲۷۲۴) اور اگر ملزم اپنے جرم کا اقرار نہ کرے تو نبی اکرم ﷺ نے بینہ کا حکم دیا ہے جیسا کہ سنن ترمذی میں ہے "البينةُ على المدعِي و اليمينُ على المُدَّعى علَيْهِ" یعنی مدعی اپنے دعوی کو ثابت کرنے کے یے "البینة" پیش کرے ورنہ مدعی علیہ سے قسم لے کر اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا: سنن ترمذی: ۱۳۴۱

اور بینہ سے مراد وہ چیز ہے جو مدعی کے دعویٰ کو بیان کر دے، امام ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا ہے "فالبينة اسم لكل ما يبين الحق و يظهره" یعنی جو چیز بھی حق اور سچ بات کو واضح اور ظاہر کر دے اسے بینہ کہتے ہیں۔

لہٰذا حاکم کا حق تک پہنچنے کے لیے اور متخاصمین میں سے سچے فریق کو جاننے کے لیے اپنی فہم و فراست کو استعمال کرنا اور قرائن میں غور و خوض کر کے حق والے کو اس کا حق دینا بھی بینہ میں داخل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام پر جب ناحق الزام لگا دیا گیا تھا تو ایک گواہی دینے والے نے کہا "وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ" جس سے مراد یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کی قمیص دیکھو، اگر تو آگے سے پھٹی ہوئی ہے تو عورت سچی ہے اور اگر پیچھے سے پھٹی ہے تو عورت جھوٹی اور یوسف علیہ السلام سچے ہیں (یوسف ۲۷،۲۶)



اس موقع پر گواہ تو کوئی بھی نہیں تھا، اور قرائن کے ذریعے سے فیصلہ کیا گیا تو عورت جھوٹی نکلی اور یوسف علیہ السلام پر اس کا الزام غلط ثابت ہوا۔

اسی طرح کسی شخص کے منہ سے شراب کی بو آ رہی ہو تو یہ اس کے شراب پینے کا قرینہ ہو گا اور اسے سزا دی جائے گی، اور گواہوں کی ضرورت نہیں ہوگی۔

کسی شخص کے پاس چوری شدہ مال کا پایا جانا اور اس سے مال مسروق برآمد ہونا اس کے چور ہونے کی دلیل ہوگا، جس پر اس کے قطع ید کا فیصلہ کر دیا جائیگا اور یہ قرینہ اقرار اور بینہ سے بھی زیادہ مضبوط ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے بھی لقطہ کے بارہ میں یہی فیصلہ کیا ہے کہ جو شخص اس کے تھیلے اور سر بند جیسی صفات بتا دے گا وہ اس کا حقدار بن جائیگا۔ (صحیح بخاری: ۲۳۷۲)



اگر کہیں گرا پڑا بچہ ملے اور اس میں دعویٰ کرنے والے دو آدمی ہوں تو ان دو میں سے جو شخص اس کی جسمانی علامات بتا دے گا وہ اس کا حقدار ہوگا اور یہ علامات بینہ کے قائم مقام ہوں گی، اور اس کا علامات بتا دینا بھی بینہ میں داخل ہے۔

حضرت عفراء کے دو بیٹوں نے جب ابو جہل کو قتل کرنے کا دعویٰ کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اپنی تلواروں کو صاف

کیا ہے؟ کہا نہیں۔ فرمایا اپنی تلواریں دکھاؤ، دیکھا تو ایک تلوار کے بھالے پر خون لگا ہوا تھا تو آپ نے اس کے حق میں سلب کا فیصلہ کر دیا، آپ نے بھالے پر لگے خون کو شاہد کے قائم مقام قرار دیا۔ (شرح مشکل الآثار: ۴۷۸۹)

حاکم اور قاضی حق اور سچ واضح کرنے کے لیے یہ کہنے کے مجاز ہیں کہ میں یہ کام کرنے لگا ہوں حالانکہ اس کی نیت اس کے نہ کرنے کی ہو، اور حق کے اظہار کے لیے ایسا کیا جاسکتا ہے جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان دو عورتوں کے نزاع کا فیصلہ کیا تھا جو ایک بچے کے بارہ میں جھگڑ رہی تھیں ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ یہ بچہ میرا ہے، چونکہ یہ بچہ ان دو میں سے بڑی عورت کے پاس تھا اس لیے حضرت داود علیہ السلام نے بڑی کے حق میں فیصلہ کر دیا تھا لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا میرے پاس چھری لاؤ میں یہ بچہ ان دونوں میں آدھا آدھا کر دیتا ہوں، اس پر چھوٹی عمر والی چلا اٹھی کہ اے اللہ کے نبی ایسا نہ کریں بلکہ یہ بچہ بڑی کو ہی دے دیں، تو حضرت سلیمان جان گئے کہ جسے بچے کے کٹنے پر رحم اور ترس آیا ہے، بچہ اسی کا ہے اور انہوں نے فیصلہ چھوٹی کے حق میں کر دیا (صحیح بخاری: ۶۷۶۹) اور یہ قرینہ اقرار سے بھی بڑھ کر تھا، لہٰذا قاضی قرائن کے ذریعے سے حق تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے مشرکین مکہ کو مخبری کا خط لکھنے کی غلطی ہوگئی تھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین صحابہ کو بھیجا اور فرمایا تمہیں روضہ خاخ مقام میں ایک عورت ملے گی جائیں اس سے وہ خط وصول کر کے لائیں جب یہ صحابہ وہاں پہنچے تو اس عورت سے خط کا مطالبہ کیا، اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، تب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے مخاطب ہو کر کہا "لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُجَرِّدَنَّكِ" خط نکال ورنہ تجھے ننگا کر کے تلاشی لیں گے تب اس عورت نے خط نکال کر ان کے حوالے کر دیا۔ (صحیح بخاری: ۳۹۸۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس سے خط نکلوانے کے لیے یہ دھمکی دی تھی ورنہ ان کا مقصد اسے برہنہ کرنا نہیں تھا، لہٰذا حاکم یا قاضی کے لیے جائز ہے کہ وہ حق کے اظہار کے لیے ایسی سختی کر سکتے ہیں جسے وہ زیر عمل نہ لانا چاہتے ہوں۔

سب سے سچی اور اعلیٰ فراست حضرت خزیمہ بن ثابت کی ہے، جب کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں گواہی دی تھی جب کہ اعرابی نے آپ سے اونٹ کا سودا نہ ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر دیا تھا، حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ اگرچہ موقع پر موجود نہیں تھے، لیکن وہ سمجھتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام باتوں میں تصدیق کرنا ضروری ہے، کیونکہ آپ صادق و امین ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہر غلطی سے محفوظ کیا ہے، لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعرابی سے جو سودا ہوا تھا اور اعرابی اس سے انکاری تھا تو حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے حق میں گواہی دی اور ان کی گواہی کو دو کے قائم مقام کیا گیا۔ (سنن ابی داود: ۳۶۰۷)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ جج کعب بن سور سے منقول ہے کہ ان کے پاس دو بچوں والی عورتیں آئیں جن میں سے ایک کا بچہ بھیڑیا لے گیا تھا (مصنف عبد الرزاق: ۱۳۴۸۱)

اور باقی ماندہ بچے کے بارہ میں دونوں دعویدار تھیں کہ یہ اس کا بچہ ہے، تو کعب نے کہا میں سلیمان بن داود علیہما السلام تو نہیں ہوں کہ ان کی طرح تمہارا فیصلہ کروں اور کہا کہ اب نرم سی مٹی لاؤ، مٹی لا کر بچھا دی گئی اور دونوں عورتوں کے اس پر پاؤں کے نشان لگوا لئے پھر بچے کے پاؤں کا نشان بھی اس مٹی پر لگالیا اور قیافہ شناس کو بلایا، اس سے کہا دیکھ اس بچے کا پاؤں کس عورت سے ملتا ہے اس نے ملایا تو بچہ اس عورت کو دے دیا گیا۔

ایسی علامات کو قاضی حق اور سچ تک پہنچنے کے لیے اختیار کر سکتا ہے، صحابہ کرام بھی ان کا اعتبار کرتے تھے جیسا کہ غیر شادی شدہ

عورت کو حمل ٹھہر جائے تو یہ اس کے زنا کار ہونے کی علامت ہے۔
جس کی وجہ سے اس پر حد زنا قائم کر دی جائے گی، اگر چہ گواہ موجود نہ ہوں۔
لہٰذا شریعت اسلامیہ میں حق تک پہنچنے کے لیے علامات اور امارات کا اعتبار کیا جاتا ہے ان علامات کے اعتبار کو چھوڑ دینے سے اور ان کا انکار کرنے سے شریعت کے بہت سے احکام معطل ہو جائیں گے اور بہت سے حقوق ضائع ہو جائیں گے۔
حدیث مذکور میں ذکر ہونے والا "البینة" کا لفظ گواہوں کی گواہی اور ان کی شہادت کو بھی شامل ہے اور شہادت کا نصاب جرائم کے اعتبار سے مختلف ہے، زانی کو زنا کی حد لگانے کے لے چار گواہوں کی ضرورت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "لَوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَئِكَ عِنْدَ اللهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ "النور:۱۳
وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے اور جب کہ وہ گواہ نہیں لائے تو یہ بہتان باز اللہ تعالیٰ کے ہاں محض جھوٹے ہیں نیز فرمایا: "وَاللاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ " النساء:۱۵
اور بعض معاملات میں تین گواہوں کی گواہی پر فیصلہ کیا جاتا ہے، صحیح مسلم میں قبیصہ بن مخارق کی حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "وَ رَجلٌ أصابتْهُ فاقةٌ حتّى يَشهَدَ له ثلاثةٌ من ذوي الحِجى من قومِهِ لقد أصابتْ فلانًا فاقةٌ فحلَّتْ له المسألةُ حتّى يصيبَ قوامًا من عيشٍ " آپ نے فرمایا جس شخص کو فقر و فاقہ لاحق ہوا اور اس کے حق میں تین افراد جو عقل مند ہوں گواہی دیں کہ فلاں آدمی فقر و فاقہ کا شکار ہے، تو اس کے لیے گزران حاصل کرنے تک سوال کرنا جائز ہے۔ (صحیح مسلم: (۱۰۹) ۱۰۴۴)
یہ حدیث اس بارہ میں صریح ہے کہ تنگ دستی کے دعویٰ میں بطور بینہ کے تین آدمیوں سے کم کی گواہی قبول نہیں ہوگی، کیونکہ تنگ دست ہونا پوشیدہ امور میں سے ہے، جس میں مال چھپا لینے کا الزام قوی ہوتا ہے، اس لیے اس کے بینہ میں ایک گواہ کا اضافہ کیا گیا ہے اور اسے "بینه" کے اعلیٰ مرتبہ اور ادنیٰ مرتبہ کے درمیان لیا گیا ہے۔
اور مالی معاملات کی کتابت میں مسلمانوں میں سے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنا لینے کا حکم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ ..." (البقرة:۲۸۲)
اور اپنے میں سے دو مردوں کو گواہ بنالو، اور اگر دو مرد نہ ہوں، تو ایک مرد اور دو عورتوں کو جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرو۔
اور بوقت ضرورت ایک مرد کی گواہی پر بھی اعتماد کیا جاسکتا ہے اور اس سے قسم لینے کی بھی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ ماہر اور عادل طبیب کی شہادت پر موضحہ اور ہاشمہ، منقلہ اور مامومہ جیسے زخموں کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے ایسے ہی جانوروں کی بیماریوں سے متعلق بیطاری (ڈنگر ڈاکٹر) کی بات پر اعتماد کیا جاتا ہے۔
ولادت، رضاعت، بکارت نیز عورتوں کے عیوب کے بارہ میں ایک عورت کی گواہی قابل قبول ہے، اور ان چیزوں کی اطلاع مردوں کی بجائے عورتوں کو زیادہ ہوتی ہے۔
بخاری شریف میں ہے کہ عقبہ بن حارث نے ابو اہاب کی بیٹی ام یحیٰ سے نکاح کیا، اور خاوند بیوی کی حیثیت سے رہنے لگے، اب انکے پاس ایک عورت آئی، اور اس نے کہا کہ میں نے عقبہ کو اور اس کی بیوی کو جس سے اس نے نکاح کر رکھا ہے، بچپن میں ان

دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ (لہٰذا یہ دونوں رضاعی بہن، بھائی ہیں ان کا باہمی نکاح کرنا حرام ہے) عقبہ نے کہا مجھے تو علم نہیں کہ تو نے ہمیں دودھ پلایا ہے اور نہ ہی تو نے کبھی اس سے پہلے اس بارہ میں بتایا ہے اور اس نے ابو اھاب کے اہل سے بھی اس بارہ میں پوچھا تو انہوں نے کہا ہمیں علم نہیں ہے کہ اس نے ہماری لڑکی کو دودھ پلایا ہو، عقبہ سوار ہو کر مدینہ منورہ گئے اور نبی اکرم ﷺ سے اس بارہ میں پوچھا، تو آپ نے فرمایا جب تجھے ایک عورت نے بتا دیا ہے تو اب تو اس کے ساتھ کیسے رہ سکتا ہے، تب عقبہ نے اس سے جدائی اختیار کر لی۔ (بخاری:۸۸)

دیکھئے آپ نے ایک عورت کی گواہی پر ان میں جدائی ڈال دی اور ان میں رضاعت ثابت کر دی، اسحاق بن منصور نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کیا حیض ونفاس، رضاعت وبکارت جیسے مسائل میں جن سے عورتیں ہی واقف ہو سکتی ہیں، ان میں ایک عورت کی گواہی قابل قبول ہے؟ انہوں نے کہا ایسے مسائل میں ایک عورت کی گواہی قابل قبول ہے جب کہ وہ ثقہ عورت ہو۔

اور سلب کا فیصلہ کرنے میں ایک آدمی کی گواہی کافی ہوتی ہے، جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ حنین میں ایک مشرک کو قتل کیا اور غزوہ سے فراغت کے بعد نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے کسی کافر کو قتل کیا ہے وہ اس پر بینہ پیش کر کے مقتول کا سلب لے سکتا ہے۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ حاضرین میں سے ایک آدمی نے گواہی دیتے ہوئے کہا کہ واقعی ابو قتادہ فلاں کافر و مشرک کا قاتل ہے لیکن اس مقتول کا سلب میرے پاس ہے، آپ اسے اپنے پاس سے عنایت کر دیں اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے سلب حضرت ابو قتادہ کو دینے کا حکم دیا۔ (بخاری:۳۱۴۲)



اور قسامت میں پچاس آدمیوں کی گواہی درکار ہوتی ہے، نبی اکرم ﷺ نے قسامت سے متعلق دم کے دعویداروں سے کہا تھا "تحلفون خمسين يمينًا وتستحقون دمَ صاحبِكم" (صحیح مسلم:۱۶۶۹)

ماہ رمضان کا چاند دیکھنے میں ایک آدمی کی گواہی کافی ہے جب کہ وہ عادل، ثقہ ہو جیسا کہ سنن ابی داؤد میں ہے "جاء أعرابيٌّ إلى النبيِّ ﷺ فقال إني رأيتُ الهلالَ فقال أتشهدُ أنْ لا إلهَ إلّا اللهُ قال نعم قال أتشهدُ أنَّ محمدًا رسولُ اللهِ قال نعم قال يا بلالُ أذِّنْ في الناسِ فليصوموا غدًا "(سنن ترمذی:۶۹۱)

اور بعض مقامات میں ایک گواہ اور مدعی کی قسم کے ساتھ فیصلہ کیا جاتا ہے۔(مسند احمد:۲۲۲۴) جیسے بیع، شراء، خیار، رہن، اجارہ، جعالہ، مساقاۃ، مزارعت، مضاربت، شرکت، ہبہ، معین کے لیے وصیت یا اس پر کچھ وقف کرنا، غصب، عاریہ، ودیعہ، صلح، اقرار، مہر، اور خلع کا عوض وغیرہ ان میں ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ الطرق الحکمیہ للامام ابن القیم الجوزیۃ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نزاعات اور خصومات کے حل کے لیے مدعی کے ذمہ بینہ پیش کرنا ہے، اور بینہ عام ہے ہر اس قول وفعل اور وصف کو بینہ کہتے ہیں جو حق اور سچ کو بیان کر دے، یہ کبھی دو عادل مذکر گواہ ہوتے ہیں، کبھی ایک مرد اور دو عورتیں، کبھی چار گواہ اور کبھی تین، بعض صورتوں میں ایک گواہ اور مدعی کی قسم اور کبھی ایک گواہ کی گواہی پر ہی اعتماد کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ قاضی اور جج کی فہم و فراست بھی بینہ میں داخل ہے جس کے ذریعے سے وہ مدعی اور مدعیٰ علیہ میں سے سچے کو جھوٹے سے الگ کرتا ہے، اور اس کے لیے قاضی اپنی رائے اور قیاس کو دخل دے سکتا ہے۔ جب کہ فیصلہ کرتے ہوئے اس کا حکم شریعت اسلامیہ سے ہی لیا جائیگا۔

(۱) بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى ﴿أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ﴾ [النساء:۵۹]

اللہ تعالیٰ نے سورۃ نساء میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے سرداروں کا حکم مانو۔

۷۱۳۷- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللهَ وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي فَقَدْ عَصَانِي.

ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں یونس نے، انہیں زہری نے، انہیں ابوسلمہ ابن عبدالرحمن نے خبر دی اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے (مقرر کئے ہوئے) امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔



شرح بخاری

قولہ "وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ" اولی الامر سے مراد بعض کے نزدیک علماء دین ہیں، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امراء سرایا یعنی لشکروں کے کمانڈر مراد ہیں، یعنی جو لشکر جہاد کے لیے بھیجے جاتے تھے، ان کے امیر مراد ہیں شہروں میں انتظامیہ کے سربراہ بھی اس میں داخل ہیں، اہل اسلام کا بڑا امیر بھی اولی الامر سے ہے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد علماء دین ہیں، کیونکہ کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اس کے لیے علماء کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور وہ اس مسئلہ کا حکم بتاتے ہیں اور اس میں ان کی اطاعت کی جاتی ہے، اگر وہ غلط جواب دیں تو گناہ غلط بتانے والے پر ہوتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں " وَأُولِي الْأَمْرِ " کے ساتھ " أَطِيعُوا " نہیں آیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کے لفظ کے ساتھ " أَطِيعُوا " کا لفظ آیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مستقل ہے، لیکن اولی الامر کی اطاعت مستقل نہیں بلکہ تبعاً ہے یعنی ان کی اطاعت ان کاموں میں ہوتی ہے جن میں کوئی نص موجود نہ ہو، اور ان کا تعلق دنیاوی امور سے ہو، دنیاوی معاملات میں رائے کو دخل ہوتا ہے، دینی امور میں رائے کو دخل نہیں ہوتا، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ فوج کے ہمراہ ایک مقام پر ٹھہرے تو صحابہ نے دریافت کیا کہ اپنی رائے سے یہاں ٹھہرے ہو یا اللہ تعالیٰ کے حکم سے، آپ نے فرمایا اپنی رائے سے ٹھہرا ہوں، تب ساتھیوں نے کہا کہ یہ جگہ مناسب نہیں ہے، آگے جاکر ٹھہریں گے کیونکہ وہاں پانی موجود ہے، آپ ان کی بات مانتے ہوئے آگے چلے اور آگے جاکر ٹھہر گئے۔

ٹریفک کے قانون بھی اسی زمرے میں آتے ہیں ایسے امور میں بھی امراء کی بات مانی جائے گی، تاکہ حادثات سے بچا جا

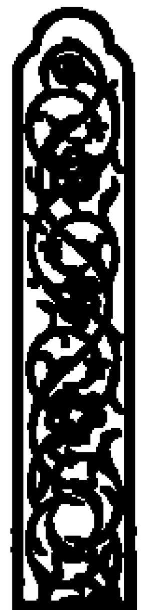


سکے، ایسے قوانین پاس کرنے میں بھی شریعت کے کلیات کو ملحوظ رکھا جائیگا، جیسا کہ قرآن کریم میں یہ کلی حکم ہے "مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ"[1] اس کے پیش نظر تنگی والے قوانین پاس نہیں کئے جائیں گے، اور ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا کہ اس میں کسی ایک گروپ کو تجارت کرنے میں ترجیح دی جائے، اور دوسروں کو محروم کیا جائے، کیونکہ شریعت اسلامیہ میں مساوات کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا کلیات عامہ کو پیش نظر رکھ کر قانون بنائے جائیں گے اور ان میں ان کی اطاعت کی جائے گی، ایسے قوانین پاس کرنے میں اسلامی شریعت کی مخالفت نہیں کی جائے گی، اور شریعت کے خلاف بنائے ہوئے قوانین میں اہل امر کی اطاعت نہیں کی جائے گی، ارشاد باری تعالیٰ ہے "فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ"[2] یعنی اگر امراء سے تمہارا تنازع اور اختلاف ہو جائے تو امراء کی اطاعت نہیں ہو گی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی جائے گی، یہی بات فائدہ مند اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلا"[3]

قولہ "مَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي" جو شخص میرے امیر کی اطاعت کرے گا وہ درحقیقت میری اطاعت کرے گا، کیونکہ امیر کی اطاعت کا حکم میں نے ہی دیا ہے، لیکن امیر کی اطاعت کلی نہیں ہے کہ ہر کام میں اس کی اطاعت کی جائے، بلکہ اس کی اطاعت معروف میں ہے، اگر اس کی بات اسلامی شریعت کے خلاف ہو تو اس میں اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی، ارشاد نبوی ہے "لا طاعةَ لمَخلوقٍ في مَعصيةِ الخالِقِ"[4] خالق سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی بات نہیں مانی جائیگی امیر کی اطاعت کا مسئلہ دنیاوی ہے، یہ دینی مسئلہ نہیں ہے، دینی اعتبار سے اطاعت صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ہے، امور دنیوی میں جہاد، نصب حدود، فیصلہ جات اور مال اکٹھا کرنا جیسے امور آتے ہیں، ان کاموں کے لیے امیر کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا یہ مسئلہ نماز، روزہ جیسی عبادات کی طرح نہیں ہے کہ جس طرح نماز کی ادائیگی فرض ہے، ویسے امیر بنانا بھی فرض ہو، ایسی بات نہیں ہے۔



یہ مسئلہ ذہن نشین کرانے کے لیے اس کی کچھ تفصیل بیان کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض امور دینی ہوتے ہیں جیسے نماز روزہ، حج، زکاۃ وغیرہ جو ہر شخص پر بقدر استطاعت فرض ہیں اور بعض دنیاوی امور ہیں جیسا کہ ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے ذرائع معاش ہیں جیسے کھیتی باڑی کرنا، ملازمت اور صنعت وحرفت ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو بعض حاجات اور ضروریات سے وابستہ کر دیا ہے، ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ذرائع معاش بنا دیئے ہیں اور ذرائع معاش دنیاوی امور ہیں، جب کہ نماز روزہ، حج اور زکاۃ کی ادائیگی امور دینیہ ہیں اور مقصد زندگی دینی امور ہیں جب کہ ذرائع کی پیروی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کی جاتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ



(1) الحج:۷۸

(2) النساء:۵۹

(3) النساء:۵۹

(4) المعجم الکبیر للطبرانی: ۳۸۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۷۱۷

وَالإِنْسَ إِلا لِيَعْبُدُونِ "[1] یعنی جنوں، انسانوں کا مقصد حیات عبادت ہے اور انہیں نماز روزہ، حج، زکاۃ جیسی عبادات کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

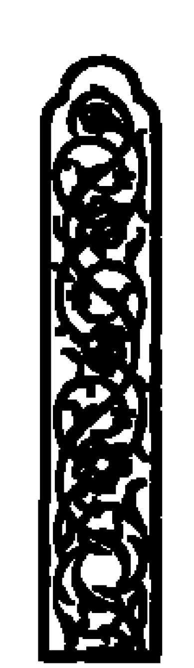
خوروونوش لباس اور مکان کے لیے ذرائع معاش کی ضرورت پڑتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرق کر دیا ہے فرمایا "مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ "صرف روزی کمانے کے لیے نہیں بنایا کیونکہ ضروریات مقاصد نہیں ہیں" مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ إِنَّ اللهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ "[2] گویا انسان کھانے کمانے کے لیے نہیں بلکہ کھانا، پینا انسان کے لیے ہے، انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے، قرآن کریم نے عبادت اور ذرائع معاش میں فرق کر دیا ہے۔

ضروریات زندگی بھی دو قسم پر ہیں، کھانا، پینا، پہننا، مکان کا ہونا انفرادی زندگی کی ضروریات ہیں، دوسری قسم اجتماعی زندگی کی ضروریات ہیں، مثلاً ڈاکوؤں، چوروں سے بچنے کے لیے اور امن قائم کرنے کے لیے حکومت کی ضرورت ہے، یہ چیزیں ضرورت زندگی ہیں لیکن مقصد زندگی نہیں ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ وَأَقِيمُوا الصَّلاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ "[3] اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کر رکھا ہے جو صحیح ایمان والے اور نیک اعمال سرانجام دینے والے ہیں کہ وہ انہیں ضرور ملک کا خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے اس سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور یہ بھی کہ وہ یقیناً ان کے لیے ان کے دین کو مضبوط کر دے گا جسے ان کے لیے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے خوف وخطر کو امن وامان سے بدل دیگا (تا کہ) وہ میری عبادت کریں، اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ بنائیں، اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ونافرمان ہیں، اور تم نماز کی پابندی کرو اور اپنے مالوں کی زکاۃ دیتے رہو، اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو تا کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو جائے۔



یعنی اصل مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت امن سے ہو، ڈاکہ زنی اور چوری کا ڈر نہ ہو لہٰذا اسلامی حکومت امن وامان قائم کرنے کے لیے ہوتی ہے اور یہ ضروریات زندگی سے ہے، ورنہ وہ دینی چیز نہیں دینی چیز نماز، روزہ جیسی عبادات ہیں، کھیتی باڑی، تجارت وملازمت اور صنعت وحرفت انفرادی ضروریات ہیں، اور حکومت اجتماعی ضروریات سے ہے اور یہ سارے امور دنیا ہیں۔

اس کے برعکس مودودی صاحب نے کہا ہے کہ حکومت قائم کرنا انسان کی زندگی کا اصل مقصد ہے، حالانکہ حکومت قائم



[1] الذاریات:۵۶

[2] الذاریات:۵۸،۵۷

[3] النور:۵۶،۵۵

کرنا ضرورت زندگی ہے نصب العین نہیں ہے، روٹی کمانے اور حکومت کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پہلا کام انفرادی زندگی سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا اجتماعی زندگی سے متعلق ہے، اس نے یہ بھی کہا ہے کہ انبیاء کرام حکومت الٰہی قائم کرنے کے لیے آئے تھے، میری اس سے ایک دفعہ گفتگو ہوئی میں نے کہا اگر واقعی انبیاء کرام حکومت الٰہیہ قائم کرنے کے لیے آئے تھے تو کیا وہ اپنی زندگیوں میں اس مقصد کو پانے میں کامیاب بھی ہوئے ہیں؟ تو اس پر اس نے خاموشی اختیار کرلی، حالانکہ بہت ہی کم انبیاء نے حکومت کی ہے ورنہ اکثر انبیاء کرام حکومت کئے بغیر ہی دنیا سے وفات پا گئے ہیں، بلکہ وہ اپنی قوموں سے تکلیفیں پاتے رہے ہیں حکومت قائم نہیں کی تو یہ اصل مقصد نہیں ہے، ان کی زندگی کا مقصد دعوت الی اللہ اور اللہ تعالیٰ کے پیغامات لوگوں تک پہنچانا تھا، اس میں وہ کامیاب ہیں اور دعوت الی اللہ کا کام ہر نبی اور رسول نے کیا ہے اور تکلیفیں اٹھا کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام و پیغامات کو لوگوں تک پہنچایا ہے، حدیث میں آتا ہے "التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الأَمِينُ مع النَّبيينَ والصِّدِّيقِينَ"[1] امانت دار سچ بولنے والا تاجر نبیوں اور صدیقوں کے ساتھ ہوگا، اب اس حدیث سے یہ مراد نہیں ہے کہ تجارت مقصود بالذات بن گئی ہے، حکومت کے بارہ میں بھی ایسے احکام آگئے ہیں تو حکومت مقصود بالذات نہیں بن جائے گی۔

مودودی صاحب نے کہا ہے کہ نماز، روزہ اصل عبادت نہیں ہے بلکہ حکومت الٰہیہ قائم کرنا اصل عبادت ہے، یہ اس کی غلطی ہے، حالانکہ نماز، روزہ وغیرہ اصل عبادت ہے، حکومت قائم کرنا ضروریات زندگی سے ہے ان لوگوں نے حکومت کو اصل مقصود بنادیا ہے، ارسطو نے بھی یہی کہا ہے کہ اصل مقصد معاشی حالت کو درست کرنا ہے اور معاشی حالت تب درست ہوسکتی ہے جب کہ سچ بولا جائے اور ڈاکہ زنی اور چوری وغیرہ سے بچاؤ کیا جائے، گویا یہ چیزیں معاش کی معاون ہیں، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ان لوگوں نے مقصود بالذات کو معاون بنادیا ہے، عبادات مقصود بالذات ہیں، امارت وحکومت امور دنیا سے ہے، اسلامی شریعت میں دنیاوی احکام بھی ہیں، ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔



٧١٣٨- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالْإِمَامُ الأعظمُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى أَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا مجھ کو امام مالک نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن دینار نے اور انہیں

---

[1] سنن الترمذی: ١٢٠٩ (ضعیف)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آگاہ ہو جاؤ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پس امام (امیر المؤمنین) لوگوں پر نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا اور عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کے بچوں کی نگہبان ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا اور کسی شخص کا غلام اپنے سردار کے مال کا نگہبان ہے اور اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پرسش ہوگی۔

قولہ "فَالْإِمَامُ الأعظَمُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ" جب کہ امام اعظم یعنی مسلمانوں کا امیر اپنی رعایا کے حقوق کے بارہ میں جواب دہ ہے، تو رعیت پر بھی اپنے امیر کی اطاعت کرنا ضروری ہے، اور ترجمہ باب کی آیت میں "وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ" سے یہی مراد ہے کہ اپنے امراء کی اطاعت کرو۔

(۲) بَابٌ: الأُمَرَاءُ مِنْ قُرَيْشٍ

امیر اور سردار اور خلیفہ ہمیشہ قریش قبیلے سے ہونا چاہئے



۷۱۳۹- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ يُحَدِّثُ أَنَّهُ بَلَغَ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ عِنْدَهُ فِي وَفْدٍ مِنْ قُرَيْشٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَيَكُونُ مَلِكٌ مِنْ قَحْطَانَ فَغَضِبَ فَقَامَ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّ رِجَالًا مِنْكُمْ يُحَدِّثُونَ أَحَادِيثَ لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ وَلَا تُؤثَرُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُولَئِكَ جُهَّالُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَالْأَمَانِيَّ الَّتِي تُضِلُّ أَهْلَهَا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ فِي قُرَيْشٍ لَا يُعَادِيهِمْ أَحَدٌ إِلَّا كَبَّهُ اللهُ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ مَا أَقَامُوا الدِّينَ تَابَعَهُ نُعَيْمٌ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ.

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ محمد بن جبیر بن مطعم بیان کرتے تھے کہ میں قریش کے ایک وفد کے ساتھ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ انہیں معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عنقریب قبیلہ قحطان کا ایک بادشاہ ہوگا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ اس پر غصہ ہوئے اور کھڑے ہو کر اللہ کی تعریف اس کی شان کے مطابق کی پھر فرمایا امابعد! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ ایسی حدیث بیان کرتے ہیں جو نہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ ر



نہ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے، یہ تم میں سے ناواقف لوگ ہیں۔ پس تم ایسے خیالات سے بچتے رہو جو تمہیں گمراہ کردیں کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ یہ امر (خلافت) قریش میں رہے گا۔ کوئی بھی ان سے اگر دشمنی کرے گا تو اللہ اسے رسوا کردے گا لیکن اس وقت تک جب تک وہ دین کو قائم رکھیں گے۔ اس روایت کی متابعت نعیم نے ابن المبارک سے کی ہے، ان سے معمر نے، ان سے زہری نے اور ان سے محمد بن جبیر نے۔

قولہ "الأُمَرَاءُ مِنْ قُرَيْشٍ" [1] یہ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کا ایک جزء ہے، یہ جملہ خبریہ ہے اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے یہ پیش گوئی کی ہے کہ آئندہ امیر قریش سے ہی ہوں گے، لیکن اس میں یہ اشکال ہے کہ قریش کے بغیر بھی امیر ہوئے ہیں، ترکوں نے کئی سو سال حکومت کی جو چار، پانچ صدیوں پر مشتمل ہے، لہٰذا یہ پیش گوئی نہیں ہے، بلکہ خبر بمعنیٰ امر ہے، یعنی آئندہ قریش کو امیر بناؤ، کیونکہ قریش میں امارت کی اہلیت تھی، یہ جاہلیت میں لوگوں کے امیر تھے، لوگ ان کے انتظار میں تھے کہ جب یہ اسلام قبول کرلیں گے تو ہم بھی مسلمان ہوجائیں گے، فتح مکہ کے موقع پر لوگ بکثرت اسلام میں داخل ہوگئے تھے، حدیث میں مذکور " مَا أَقَامُوا الدِّينَ " کی قید آئی ہے کہ جب تک وہ دین کو قائم کریں گے تب تک امارت کے اہل ہیں لیکن جب بگڑ جائیں گے تو ان سے حکومت و امارت اٹھ جائے گی، بنو امیہ کے دور میں خالص عربی حکومت تھی، ان کے بعد بنو عباس نے فارسیوں کو ساتھ ملا کر ان کی مدد سے حکومت حاصل کی تھی لہٰذا ان کی حکومت خالص عربی نہ رہی، دو، تین صدیوں تک تو انہوں نے اچھی حکومت کی، پھر ترک وغیرہ حکمران بن گئے، ھلاکو خاں نے ان کی حکومت کا خاتمہ کردیا، ایک حدیث میں آتا ہے کہ قریش سے بارہ امیر ہوں گے۔ [2]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر ہشام بن عبد الملک تک بارہ ہیں، شیعہ اپنے بارہ بنالیتے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لے کر حسن عسکری تک ہیں، کہتے ہیں، حسن عسکری کا ایک لڑکا پیدا ہوا تھا، نامعلوم ہوا تھا یا گپ ہی ہے، کہتے ہیں وہ

(1) السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۶۵۴۴، مسند احمد: ۱۹۸۰۵، ۱۹۷۸۲، مسند بزار: ۷۵۹

(2) وہ حدیث مسند احمد میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ صحیح مروی ہے "لا يزالُ الدِّينُ قائمًا حتّى يكونَ اثنا عشر خليفةً من قريشٍ، ثمّ يخرجُ كذّابون بين يدي السّاعةِ "مسند احمد: ۲۰۸۰۵ اہل سنت کے ہاں بارہ خلفاء یہ ہیں، حضرت ابو بکر صدیق مدت خلافت دو سال تین ماہ آٹھ دن، حضرت عمر فاروق دس سال چھ ماہ چار دن حضرت عثمان غنی گیارہ سال گیارہ ماہ تیرہ دن حضرت علی مرتضی چار سال سات ماہ ایک دن حضرت حسن رضی اللہ عنہ آٹھ ماہ دس دن، حضرت امیر معاویہ بیس سال، امیر یزید چار سال عبد الملک بن مروان اکیس سال ولید بن عبد الملک دس سال سلیمان بن عبد الملک تین سال، عمر بن عبد العزیز تین سال، یزید بن عبد الملک چار سال، اور ہشام بن عبد الملک حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما تک مدت خلافت تیس سال چھ دن بنتی ہے جو کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہے۔ قلت مدت کی بنا پر مروان اور حسن کو ذکر نہیں کیا جاتا۔

چھ، سات سال کا تھا اس وقت وہ اصل قرآن لے کر غائب ہو گیا تھا۔ نا معلوم اسے کیا ڈر تھا جس کی بنا پر غائب ہو گیا پھر قرآن ساتھ لے جانے کی اسے کیا ضرورت تھی۔ وہاں یہ گھوڑا لے جاتے ہیں اور اسے آوازیں دیتے ہیں کہ اب برآمد ہو جا کیونکہ دشمن غائب ہو گئے ہیں،۔ وہ ہو تو جواب دے۔ وہ سنتا ہی نہیں۔

اخبار نور میں ایک کہانی لکھی ہے کہ جو شخص چالیس مرتبہ امام حسین کے قبے کی زیارت کے لیے کربلا میں آئیگا، اسے امام معصوم کی زیارت ہو جائے گی، ان کا ایک آدمی وہاں چالیس دفعہ گیا لیکن اسے زیارت نہ ہوئی، وہ حیران ہو کر رونے لگا، چلتے ہوئے اس کا جوتا اتر گیا، اس کے پیچھے سے کسی نے آ کر اس کا جوتا پہنا دیا، اس نے اس سے پوچھا روتے کیوں ہو؟ کہا امام حسین کی زیارت نہیں ہوئی اس نے کہا میں ہی امام معصوم ہوں، اور تیرا جوتا پہنا رہا ہوں، اہل سنت کہتے ہیں وہ بارہ امام قریش سے ہیں، وہ صرف امام نہیں، امیر بھی ہوں گے، ان سے خلفاء اربعہ ہیں، کچھ عرصہ امام حسن بھی رہے ہیں، باقی بنو امیہ سے ہوئے ہیں، اور بارہ پورے ہو جاتے ہیں۔

٧١٤٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ هَذَا الْأَمْرُ فِي قُرَيْشٍ مَا بَقِيَ مِنْهُمُ اثْنَانِ.



ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم سے عاصم بن محمد نے بیان کیا، کہا میں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ امر خلافت اس وقت تک قریش میں رہے گا جب تک ان میں دو شخص بھی باقی رہیں گے۔

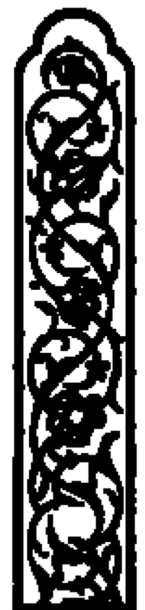
(٣) بَابُ أَجْرِ مَنْ قَضَى بِالْحِكْمَةِ

اس شخص کے اجر کا بیان جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ المائدة: ٤٧

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''جس نے اللہ کی نازل کردہ تعلیمات کے مطابق فیصلہ نہ کیا تو ایسے لوگ ہی فاسق ہیں۔''

٧١٤١- حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَآخَرُ آتَاهُ اللهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا.



ہم سے شہاب بن عباد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن حمید نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن ابی خالد نے، ان سے قیس بن ابی حازم نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رشک بس دو آدمیوں پر ہی کیا جانا چاہئے۔ ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا اور پھر اس نے وہ مال حق کے

راستے میں بے دریغ خرچ کیا اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے حکمت دین کا علم (قرآن وحدیث) دیا ہے وہ اس کے موافق فیصلے کرتا ہے۔ اور اس کی لوگوں کو تعلیم دیتا ہے۔

یہاں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ قضاء اور قاضی کے احکام و مسائل ذکر کرتے ہیں۔

قولہ "وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ" جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا وہ ظالم و فاسق ہے، لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ اگر کوئی شخص دار الکفر میں رہتا ہو، اور وہ وہاں کے قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہو، کیا وہ بھی اس آیت کی وعید میں داخل ہے یا نہیں؟ بعض اسے اس آیت کی وعید میں داخل کرتے ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اسے وہاں رہنا نہیں چاہیے یا اسے وہاں قضاء کا عہدہ قبول نہیں کرنا چاہیے، پھر تو کافر ہی جج بنیں گے۔

درحقیقت اس آیت کریمہ کے مکلف وہ لوگ ہیں جو "مَا أَنْزَلَ اللهُ" یعنی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کے ملک میں رہتے ہیں، لیکن جو شخص کافروں کے ملک میں رہتا ہو وہ ان کے قانون کا پابند ہے، جیسا کہ یوسف علیہ السلام مصر میں ان کے قوانین کے پابند تھے، ارشاد ہے "مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ" [1] وہ اپنے بھائی کو اس وقت کی حکومت کے آئین کے مطابق نہیں رکھ سکتے تھے اس لیے ان کے بورے میں پیمانہ رکھ کر اسے رکھ لیا، گویا حکومت کا آئین ان کے آئین سے مختلف تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جہاں حکومت کا آئین اسلامی آئین کے معارض ہو، وہاں کا مسئول مسلمان اسلامی آئین نافذ کرنے کا مکلف نہیں ہوتا کیونکہ اسے اس کا اختیار حاصل نہیں ہوتا، اور اللہ تعالیٰ کے احکام ہمیشہ مکلفین کے لیے ہوتے ہیں، جیسا کہ اغنیاء زکاۃ ادا کرنے کے مکلف ہوتے ہیں، غرباء لوگ زکاۃ کے مکلف نہیں ہوتے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کا مکلف بااختیار قاضی ہے لہٰذا مسلمان کافر ملک میں عہدہ قبول کرسکتا ہے، اور وہ "وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الفَاسِقُونَ" کی وعید میں داخل نہیں ہے۔

مودودی صاحب نے کہا ہے کہ جو شخص کافروں کے ملک میں رہتے ہوئے انکے قانون کو مانتا ہے وہ غیر اللہ کی عبادت کا مرتکب ہوتا ہے، اس نے قانون پر عمل کرنے کا نام عبادت رکھ دیا ہے، حالانکہ قانون پر عمل کرنے کا نام عبادت نہیں ہے اور نہ ہی یہ کفر مخرج عن الملت ہے، کفر دون کفر اور فسق دون فسق والا مسئلہ ہے، ایمان سے نکل جانے کا مذہب معتزلہ کا ہے، جب کہ خوارج کے نزدیک مرتکب کبیرہ کافر ہو جاتا ہے۔

(۴) بَابُ السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلْإِمَامِ مَا لَمْ تَكُنْ مَعْصِيَةً

امام اور بادشاہ اسلام کی بات سننا اور ماننا واجب ہے جب تک وہ خلاف شرع اور گناہ کی بات کا حکم نہ دے

[1] سورۃ یوسف: ۷۶

٧١٤٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ.

ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابو التیاح نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو اور اطاعت کرو، خواہ تم پر کسی ایسے حبشی غلام کو ہی عامل بنایا جائے جس کا سر منقیٰ کی طرح چھوٹا ہو۔

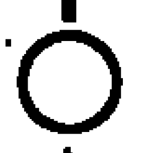
اس باب کی احادیث میں امیر کی طاعت کا ذکر ہے اگر چہ وہ امام نہ ہو، لیکن ترجمہ باب میں امام کی قید لگائی گئی ہے، اس لیے کہ امیر امام کی طرف سے مقرر ہوتا ہے اور امام ہی اس کی طاعت کا حکم دیتا ہے، لہٰذا امیر کی اطاعت امام کی اطاعت ہی ہے، گویا امام کی اطاعت اصل ہے اور اس کے مقرر کردہ امیر کی اطاعت بالتبع ہے، لیکن امام یا امیر کی اطاعت تب ہے جب کہ وہ معصیت کا حکم نہ دیں، اگر وہ ایسا حکم دیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی معصیت کا ہو تو پھر ان کی اطاعت نہیں کی جائیگی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "لا طاعةَ لمَخلوقٍ في مَعصيةِ الخالِقِ"[1] یعنی مخلوق کی وہ بات نہیں مانی جائے گی جس سے خالق تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو۔



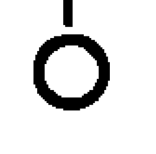
قولہ "وَإِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ" قسطلانی نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر امام اعظم، حبشی کو عامل بنادے تو اس کی بھی اطاعت کرو، ورنہ حبشی امام تو نہیں بن سکتا، کیونکہ امام کے لیے قریشی ہونا ضروری ہے، اور عبد حبشی کو ماضی کے اعتبار سے غلام کہا گیا ہے ورنہ وہ آزاد ہونے کے بعد عامل بنایا جائیگا، چونکہ وہ آزادی سے پہلے غلام تھا اس لیے اسے عبد کہا گیا ہے۔

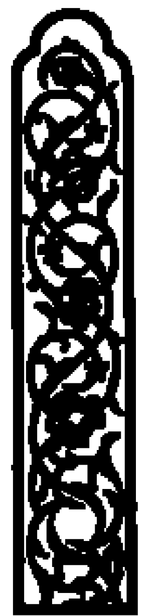
قولہ "كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ" "زَبِيبَةٌ" واحد ہے "زَبِيبٌ" کا منقہ کو کہتے ہیں جو انگور کو خشک کرنے سے بنتا ہے اور یہ تشبیہ حقارت کے لیے ہے کہ اگر حبشی کا سر منقے کی طرح پچکا ہوا ہو تو تب بھی اس کی اطاعت کرو، اور یہ لفظ امیر کی اطاعت میں مبالغہ کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔

اور امر واقع کے اعتبار سے حبشیوں کے سر چھوٹے ہوتے ہیں جو حقیر نظر آتے ہیں، بہر حال اگر وہ نماز پڑھانے یا خراج وصول کرنے یا کسی دستہ کے عامل بنا دیئے جائیں تو ان کی اطاعت ہونی چاہیے۔



٧١٤٣- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنِ الْجَعْدِ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَرْوِيهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَكَرِهَهُ فَلْيَصْبِرْ فَإِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ يُفَارِقُ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَيَمُوتُ إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً.





ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حماد نے بیان کیا، ان سے جعد نے بیان کیا اور

[1] المعجم الکبیر للطبرانی: ۳۸۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۷۱۷

ان سے ابو رجاء نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے اپنے امیر میں کوئی برا کام دیکھا تو اسے صبر کرنا چاہیے کیوں کہ کوئی شخص اگر جماعت سے ایک بالشت بھی جدا ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

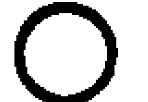
قولہ "مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً" یعنی جیسے جاہلیت میں کوئی امیر نہیں ہوتا تھا اور لوگ امیر کی طاعت کے بغیر مرتے تھے، لہٰذا اب امیر کے ہوتے ہوئے جو شخص اس کی اطاعت سے نکل کر زندگی گذارے گا اور امیر کی اطاعت کے تحت زندگی گزارنے والی جماعت سے جدا ہوگا وہ بھی جاہلیت جیسی موت مرے گا۔

٧١٤٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ.

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا، مسلمان کے لیے امیر کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ ان چیزوں میں بھی جنہیں وہ پسند کرے اور ان میں بھی جنہیں وہ ناپسند کرے، جب تک اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے۔ پھر جب اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ سننا باقی رہتا ہے نہ اطاعت کرنا۔

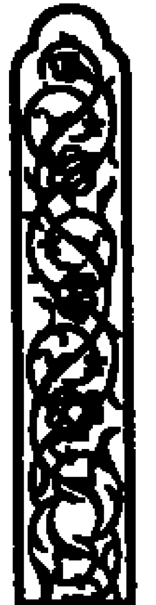


٧١٤٥- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ فَغَضِبَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ أَلَيْسَ قَدْ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُطِيعُونِي قَالُوا بَلَى قَالَ قَدْ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ لَمَا جَمَعْتُمْ حَطَبًا وَأَوْقَدْتُمْ نَارًا ثُمَّ دَخَلْتُمْ فِيهَا فَجَمَعُوا حَطَبًا فَأَوْقَدُوا نَارًا فَلَمَّا هَمُّوا بِالدُّخُولِ فَقَامَ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ قَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّمَا تَبِعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرَارًا مِنَ النَّارِ أَفَنَدْخُلُهَا فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ خَمَدَتِ النَّارُ وَسَكَنَ غَضَبُهُ فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا أَبَدًا إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ.





ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے سعد بن عبیدہ نے بیان کیا، ان سے ابوعبدالرحمن نے بیان کیا اور ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم



نے ایک دستہ بھیجا اور اس پر انصار کے ایک شخص کو امیر بنایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ ان کی اطاعت کریں۔ پھر امیر فوج کے لوگوں پر غصہ ہوئے اور کہا کہ کیا آنحضرت ﷺ نے تمہیں میری اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ضرور دیا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ لکڑی جمع کرو اور اس سے آگ جلاؤ اور اس میں کود پڑو۔ لوگوں نے لکڑی جمع کی اور آگ جلائی، جب کودنا چاہا تو ایک دوسرے کو لوگ دیکھنے لگے اور ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کی فرمانبرداری آگ سے بچنے کے لیے کی تھی، کیا پھر ہم اس میں خود ہی داخل ہو جائیں۔ اسی دوران میں آگ ٹھنڈی ہو گئی اور امیر کا غصہ بھی جاتا رہا۔ پھر آنحضرت ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ اس میں کود پڑتے تو پھر اس میں سے نہ نکل سکتے۔ اطاعت صرف اچھی باتوں میں ہے۔

قولہ "سَرِيَّةً" لشکر کے اس دستہ کو کہتے ہیں جو تین سو سے لے کر چار سو افراد پر مشتمل ہوتا ہے، اس دستہ کے امیر حضرت عبداللہ بن حذافہ تھے ۹ھ میں جدہ میں چند مشکوک افراد کے تعاقب میں اس لشکر کو بھیجا گیا تھا۔

قولہ "لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا أَبَدًا" یعنی وہ آگ جو انہوں نے امیر کے کہنے پر جلائی تھی، اس میں وہ اگر داخل ہو جاتے تو اس میں جل کر راکھ ہو جاتے اور کبھی اس سے نکل نہ سکتے، لہٰذا اس سے آخرت کی آگ مراد نہیں ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد آخرت کی آگ ہو اور اس میں لمبی دیر تک جلنے کو "ابدا" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(۵) بَابُ مَنْ لَمْ يَسْأَلِ الإِمَارَةَ أَعَانَهُ اللهُ عَلَيْهَا

جسے بن مانگے سرداری ملے تو اللہ اس کی مدد کرے گا

٧١٤٦- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمُرَةَ لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا وَإِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ وَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ.

ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، ان سے حسن نے اور ان سے عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے عبدالرحمن! حکومت کے طالب نہ بننا کیوں کہ اگر تمہیں مانگنے کے بعد حکومت ملی تو تم اس کے حوالے کر دیئے جاؤ گے اور تمہیں وہ بلا مانگے ملی تو اس میں تمہاری (اللہ کی طرف سے) مدد کی جائے گی اور اگر تم نے قسم کھائی ہو پھر اس کے سوا دوسری چیز میں بھلائی دیکھو تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دو اور وہ کام کرو جس میں بھلائی ہو۔

(٦) بَابُ مَنْ سَأَلَ الإِمَارَةَ وُكِلَ إِلَيْهَا

جو شخص مانگ کر حکومت یا سرداری لے اس کو اللہ پاک چھوڑ دے گا وہ جانے اس کا کام جانے

٧١٤٧- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمُرَةَ لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا وَإِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ.

ہم سے ابومعمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یونس نے بیان کیا، ان سے حسن نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عبدالرحمن بن سمرہ! حکومت طلب مت کرنا کیوں کہ اگر تمہیں مانگنے کے بعد امیری ملی تو تم اس کے حوالے کر دیئے جاؤ گے اور اگر تمہیں مانگے بغیر ملی تو اس میں تمہاری مدد کی جائے گی اور اگر تم کسی بات پر قسم کھالو اور پھر اس کے سوا دوسری چیز میں بھلائی دیکھو تو وہ کرو جس میں بھلائی ہو اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دو۔



(٧) بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحِرْصِ عَلَى الْإِمَارَةِ

حکومت اور سرداری کی حرص کرنا منع ہے۔ (خواہ امارت عظمٰی ہو یا صغریٰ)

٧١٤٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُونَ عَلَى الْإِمَارَةِ وَسَتَكُونُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حُمْرَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَوْلَهُ.



ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے سعید مقبری نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم حکومت کا لالچ کرو گے اور یہ قیامت کے دن تمہارے لیے باعث ندامت ہو گی۔ پس کیا ہی بہتر ہے دودھ پلانے والی اور کیا ہی بری ہے دودھ چھڑانے والی۔ اور محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن حمران نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالحمید نے بیان کیا، ان سے سعید المقبری نے، ان سے عمر بن حکم نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنا قول (موقوفاً) نقل کیا۔





قولہ "فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتْ الْفَاطِمَةُ" دودھ پلانے والی بچے کو اچھی لگتی ہے اور دودھ چھڑانے والی بری لگتی ہے، نبی اکرم ﷺ نے حکومتی عہدے کے حصول کی اور اس کی لذت کی مثال دی ہے، جیسا کہ دودھ پلانے والی بچے کو اچھی لگتی ہے ایسے حکومت اور سرداری جب حاصل ہوتی ہے، پروٹوکول ملتے اور پیسے وصول ہوتے ہیں اور صاحب منصب مزے اڑاتا ہے تو اسے یہ عہدہ بہت اچھا لگتا ہے لیکن یہ عہدہ ہمیشہ نہیں رہتا، کسی وقت چھن بھی سکتا ہے اور جب عہدہ چھنتا ہے اور اس کے تبعات اور تاوان پڑتے اور لینے کے دینے پڑتے ہیں تو پھر یہ حکومت اور سرداری بری لگتی ہے جیسے دودھ چھڑانے والی ماں بچے کو بری لگتی ہے، حدیث مذکور میں" الْمُرْضِعَة "کالفظ امارت عہدہ کے لیے مستعار ہے۔

٧١٤٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ قَوْمِي فَقَالَ أَحَدُ الرَّجُلَيْنِ أَمِّرْنَا يَا رَسُولَ اللهِ وَقَالَ الْآخَرُ مِثْلَهُ فَقَالَ إِنَّا لَا نُوَلِّي هَذَا مَنْ سَأَلَهُ وَلَا مَنْ حَرَصَ عَلَيْهِ.

ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے برید نے، ان سے ابوبردہ نے اور ان سے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنی قوم کے دو آدمیوں کو لے کر حاضر ہوا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہمیں کہیں کا حاکم بنا دیجئے اور دوسرے نے بھی یہی خواہش ظاہر کی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم ایسے شخص کو یہ ذمہ داری نہیں سونپتے جو اسے طلب کرے اور نہ اسے دیتے ہیں جو اس کا حریص ہو۔



(٨) بَابُ مَنِ اسْتُرْعِيَ رَعِيَّةً فَلَمْ يَنْصَحْ

جو شخص رعیت کا حاکم بنایا جائے اور وہ ان کی خیر خواہی نہ کرے (اس کی سزا کا بیان)

٧١٥٠- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ عَنْ الْحَسَنِ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ زِيَادٍ عَادَ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَقَالَ لَهُ مَعْقِلٌ إِنِّي مُحَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ عَبْدٍ اسْتَرْعَاهُ اللهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيحَةٍ إِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ.

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابوالاشہب نے بیان کیا، ان سے حسن نے کہ عبید اللہ بن زیاد معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے اس مرض میں آئے جس میں ان کا انتقال ہوا، تو معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔ آپ نے



فرمایا تھا، جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو کسی رعیت کا حاکم بناتا ہے اور وہ خیر خواہی کے ساتھ اس کی حفاظت نہیں کرتا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔

عبیداللہ بن زیاد نوجوان تھا اور بڑا ظالم سفاک تھا، خون ریزی کیا کرتا تھا تو معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے اسے نصیحت کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی تا کہ وہ اپنے ظلم سے باز آجائے۔

٧١٥١- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ قَالَ زَائِدَةُ ذَكَرَهُ عَنْ هِشَامٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ أَتَيْنَا مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ نَعُودُهُ فَدَخَلَ عَلَيْنَا عُبَيْدُ اللهِ فَقَالَ لَهُ مَعْقِلٌ أُحَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا مِنْ وَالٍ يَلِي رَعِيَّةً مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَيَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهُمْ إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.

ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہم کو حسین الجعفی نے خبر دی کہ زائدہ نے بیان کیا، ان سے ہشام نے اور ان سے حسن نے بیان کیا کہ ہم معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے ان کے پاس گئے پھر عبیداللہ بھی آئے تو معقل رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص مسلمانوں کا حاکم بنایا گیا اور اس نے ان کے معاملہ میں خیانت کی اور اسی حالت میں مرگیا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیتا ہے۔



(٩) بَابُ مَنْ شَاقَّ شَقَّ اللهُ عَلَيْهِ

جو شخص لوگوں کو مشقت میں ڈالے گا، اللہ تعالیٰ اس پر سختی کریں گے۔

٧١٥٢- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ طَرِيفٍ أَبِي تَمِيمَةَ قَالَ شَهِدْتُ صَفْوَانَ وَجُنْدَبًا وَأَصْحَابَهُ وَهُوَ يُوصِيهِمْ فَقَالُوا هَلْ سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللهُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ وَمَنْ يُشَاقِقْ يَشْقُقِ اللهُ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالُوا أَوْصِنَا فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا يُنْتِنُ مِنَ الْإِنْسَانِ بَطْنُهُ فَمَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ لَا يَأْكُلَ إِلَّا طَيِّبًا فَلْيَفْعَلْ وَمَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ لَا يُحَالَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ بِمِلْءِ كَفِّهِ مِنْ دَمٍ أَهْرَاقَهُ فَلْيَفْعَلْ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ مَنْ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُنْدَبٌ قَالَ نَعَمْ جُنْدَبٌ.

ہم سے اسحاق واسطی نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے، ان سے جریری نے، ان سے طریف ابو تمیمہ نے بیان کیا کہ میں صفوان اور جندب اور ان کے ساتھیوں کے پاس موجود تھا۔ جندب اپنے ساتھیوں



(شاگردوں) کو وصیت کر رہے تھے، پھر (صفوان اور ان کے ساتھیوں نے جندب رضی اللہ عنہ سے) پوچھا، کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ جو لوگوں کو ریا کاری کے طور پر دکھانے کے لیے کام کرے گا اللہ قیامت کے دن اس کی ریا کاری کا حال لوگوں کو سنادے گا اور فرمایا کہ جو لوگوں کو تکلیف میں مبتلا کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے تکلیف میں مبتلا کرے گا، پھر ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں کوئی وصیت کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے انسان کے جسم میں اس کا پیٹ سڑتا ہے پس جو کوئی طاقت رکھتا ہو کہ پاک وطیب کے سوا اور کچھ نہ کھائے تو اسے ایسا ہی کرنا چاہئے اور جو کوئی طاقت رکھتا ہو وہ چلو بھر لہو بہا کر (یعنی ناحق خون کر کے) اپنے تئیں بہشت میں جانے سے نہ روکے۔ فربری کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ سے پوچھا، کون صاحب اس حدیث میں یہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا؟ کیا جندب کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں وہی کہتے ہیں۔

قولہ "إِنَّ أَوَّلَ مَا يُنْتِنُ مِنَ الْإِنْسَانِ بَطْنُهُ" یعنی مرنے کے بعد قبر میں جانے والے کا سب سے پہلے پیٹ خراب ہوتا ہے تو پیٹ میں ہمیشہ حلال پاک رزق جانا چاہیے، اور حرام سے بچنا چاہیے۔

(١٠) بَابُ الْقَضَاءِ وَالْفُتْيَا فِي الطَّرِيقِ

راستہ میں کسی کا فیصلہ کرنے اور فتویٰ دینے کا بیان

وَقَضَى يَحْيَى بْنُ يَعْمَرَ فِي الطَّرِيقِ وَقَضَى الشَّعْبِيُّ عَلَى بَابِ دَارِهِ

یحییٰ بن یعمر نے راستے میں فیصلہ سنایا اور امام شعبی نے اپنے گھر کے دروازے پر کھڑے کھڑے ایک فیصلہ کیا

شرح بخاری: اگرچہ محکمہ قضاء میں بیٹھ کر اطمینان سے لوگوں کے نزاعات کا فیصلہ کرنا مستحسن فعل ہے، لیکن ضرورت پڑنے پر قاضی چلتے ہوئے راستے میں ہی کسی کا فیصلہ کردے یا اپنے گھر کی چوکھٹ پر کھڑے ہوئے بھی فیصلہ سنادے تو یہ بھی جائز ہے، اور اگر وہ محکمہ میں فیصلہ کرنے کی پابندی کرے تو یہ بھی جائز ہے، یحییٰ بن یعمر تابعی نے راستے میں فیصلہ سنایا تھا جیسا کہ طبقات ابن سعد میں ہے۔

٧١٥٣- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجَانِ مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَقِيَنَا رَجُلٌ عِنْدَ سُدَّةِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَعْدَدْتَ لَهَا فَكَأَنَّ الرَّجُلَ اسْتَكَانَ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا كَبِيرَ صِيَامٍ وَلَا صَلَاةٍ وَلَا صَدَقَةٍ وَلَكِنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ قَالَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ.

ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے

سالم بن ابی الجعد نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل رہے تھے کہ ایک شخص مسجد کی چوکھٹ پر آ کر ہم سے ملا اور دریافت کیا یا رسول اللہ! قیامت کب ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس پر وہ شخص خاموش سا ہو گیا، پھر اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے بہت زیادہ روزے، نماز اور صدقہ قیامت کے لیے نہیں تیار کیے ہیں لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے تم محبت رکھتے ہو۔

(۱۱) بَابُ مَا ذُكِرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ لَهُ بَوَّابٌ

یہ بیان کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی دربان نہیں تھا

اس بات کو ذکر کرنے کا بیان کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی دربان نہیں تھا۔ اور یہ اس لیے ہے تا کہ لوگوں کے مسائل کا فیصلہ کرنے میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو۔

۷۱۵٤- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ لِامْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِهِ تَعْرِفِينَ فُلَانَةَ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهَا وَهِيَ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ اتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِي فَقَالَتْ إِلَيْكَ عَنِّي فَإِنَّكَ خِلْوٌ مِنْ مُصِيبَتِي قَالَ فَجَاوَزَهَا وَمَضَى فَمَرَّ بِهَا رَجُلٌ فَقَالَ مَا قَالَ لَكِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَا عَرَفْتُهُ قَالَ إِنَّهُ لَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَاءَتْ إِلَى بَابِهِ فَلَمْ تَجِدْ عَلَيْهِ بَوَّابًا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ وَاللهِ مَا عَرَفْتُكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الصَّبْرَ عِنْدَ أَوَّلِ صَدْمَةٍ.



ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدالصمد نے خبر دی، کہا ہم سے شعبہ نے، کہا ہم سے ثابت البنانی نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ وہ اپنے گھر کی ایک عورت سے کہہ رہے تھے فلانی کو پہچانتی ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرے اور وہ ایک قبر کے پاس رو رہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ اس عورت نے جواب دیا۔ آپ میرے پاس سے چلے جاؤ، میری مصیبت آپ پر نہیں پڑی ہے۔ بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے ہٹ گئے اور چلے گئے۔ پھر ایک صاحب ادھر سے گزرے اور اس سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا کہا تھا؟ اس عورت نے کہا کہ میں نے انہیں پہچانا نہیں۔ ان صاحب نے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ پھر وہ عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ انہوں نے آپ کے یہاں کوئی دربان نہیں پایا پھر عرض کیا یا



رسول اللہ! میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ صبر تو صدمہ کے شروع میں ہی ہوتا ہے۔

قولہ "فَقَالَ اتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِي" نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کو قبر پر رونے سے منع کیا ہے اور اسے صبر کرنے کا حکم دیا ہے لیکن قبرستان میں آنے سے نہیں روکا جس سے معلوم ہوا کہ عورت کبھی کبھار قبرستان میں جا سکتی ہے، بشرطیکہ وہ صبر سے کام لے، روئے دھوئے نہیں۔

قولہ "فَلَمْ تَجِدْ عَلَيْهِ بَوَّابًا" قاضی یا امیر کے پاس عام لوگوں نے اپنے مسائل کے حل کے لئے آنا ہوتا ہے اس لیے انہیں دربان نہیں رکھنا چاہیے، کیونکہ دربان لوگوں کو ذمہ داروں کے ساتھ ملنے میں رکاوٹ بنتے ہیں، اس لیے نبی اکرم ﷺ کے دروازے پر دربان نہیں تھا، لیکن ضرورت پڑنے پر دربان رکھا بھی جاسکتا ہے، اس لیے کہ حالات بدلتے رہتے ہیں، ضرورت کے لیے نبی اکرم ﷺ نے بھی بعض دفعہ دربان رکھا ہے۔

(١٢) بَابُ الحَاكِمِ يَحْكُمُ بِالقَتْلِ عَلَى مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ، دُونَ الإِمَامِ الَّذِي فَوْقَهُ



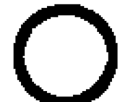
ماتحت حاکم قصاص کا حکم دے سکتا ہے بڑے حاکم سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں

جس شخص پر قصاص واجب ہو چکا ہو تو ماتحت حاکم اپنے سے بڑے خلیفہ کو بتائے بغیر قصاص لینے کا حکم دے سکتا ہے۔

٧١٥٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ الذُّهْلِيُّ حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ كَانَ يَكُونُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْزِلَةِ صَاحِبِ الشُّرَطِ مِنَ الْأَمِيرِ.

شرح بخاری

ہم سے محمد بن خالد ذہلی نے بیان کیا، کہا ہم سے انصاری محمد بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا، ان سے ثمامہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ اس طرح رہتے تھے جیسے امیر کے ساتھ کوتوال رہتا ہے۔



یعنی قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اس طرح رہتے تھے جیسے امیر کے ساتھ کوتوال رہتا ہے، شرطہ بمعنی علامت ہے، صاحب شرطہ کوتوال کو کہتے ہیں اور وہ بیج وغیرہ کی ایسی علامت لگاتے ہیں جس سے وہ پہچانے جاتے ہیں اور امیر کی طرف سے کوتوال مجاز ہوتے ہیں اور انہیں قصاص وغیرہ سے متعلق فیصلے کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔



٧١٥٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى هُوَ الْقَطَّانُ عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ

وَأَتْبَعَهُ بِمُعَاذٍ.

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے قرہ نے، ان سے حمید بن ہلال نے، ان سے ابو بردہ نے اور ان سے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھیجا تھا اور ان کے ساتھ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھی بھیجا تھا۔

٧١٥٧- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا مَحْبُوبُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّ رَجُلًا أَسْلَمَ ثُمَّ تَهَوَّدَ فَأَتَى مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَهُوَ عِنْدَ أَبِي مُوسَى فَقَالَ مَا لِهَذَا قَالَ أَسْلَمَ ثُمَّ تَهَوَّدَ قَالَ لَا أَجْلِسُ حَتَّى أَقْتُلَهُ قَضَاءُ اللهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے عبداللہ بن صباح نے بیان کیا، کہا ہم سے محبوب بن الحسن نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا، ان سے حمید بن ہلال نے، ان سے ابو بردہ نے اور ان سے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص اسلام لایا پھر یہودی ہو گیا پھر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آئے اور وہ شخص ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ انہوں نے پوچھا اس کا کیا معاملہ ہے؟ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اسلام لایا پھر یہودی ہو گیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ جب تک میں اسے قتل نہ کر لوں نہیں بیٹھوں گا۔ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے۔



ترجمہ باب سے مناسبت یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے مرتد ہونے والے یہودی کو قتل کیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہیں لی، کیونکہ امام کا کسی کو اپنا نائب بنانا ہی اسکی اجازت ہوتی ہے۔

(١٣) بَابٌ: هَلْ يَقْضِي الْقَاضِي أَوْ يُفْتِي وَهُوَ غَضْبَانُ؟

قاضی کے لیے فیصلہ یا فتویٰ غصہ کی حالت میں دینا درست ہے یا نہیں

٧١٥٨- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ كَتَبَ أَبُو بَكْرَةَ إِلَى ابْنِهِ وَكَانَ بِسِجِسْتَانَ بِأَنْ لَا تَقْضِيَ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَأَنْتَ غَضْبَانُ فَإِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ.



ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالملک بن عمیر نے کہا کہ میں نے عبدالرحمن بن ابی بکرہ سے سنا، کہا کہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لڑکے (عبیداللہ) کو لکھا اور وہ اس وقت سجستان میں تھے کہ دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ اس وقت نہ کرنا جب تم غصہ میں ہو کیوں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ کوئی ثالث دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ اس وقت نہ کرے جب وہ غصہ میں ہو۔





٧١٥٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي

خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي وَاللهِ لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا فِيهَا قَالَ فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ أَشَدَّ غَضَبًا فِي مَوْعِظَةٍ مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِينَ فَأَيُّكُمْ مَا صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيُوجِزْ فَإِنَّ فِيهِمُ الْكَبِيرَ وَالضَّعِيفَ وَذَا الْحَاجَةِ.

ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، کہا ہم کو اسماعیل بن ابی خالد نے خبر دی، انہیں قیس ابن ابی حازم نے، ان سے ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یارسول اللہ! میں واللہ صبح کی جماعت میں فلاں (امام معاذ بن جبل یا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ) کی وجہ سے شرکت نہیں کر پاتا کیوں کہ وہ ہمارے ساتھ اس نماز کو بہت لمبی کر دیتے ہیں۔ ابومسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وعظ ونصیحت کے وقت اس سے زیادہ غضب ناک ہوتا کبھی نہیں دیکھا جیسا کہ آپ اس دن تھے۔ پھر آپ نے فرمایا اے لوگو! تم میں سے بعض نمازیوں کو نفرت دلانے والے ہیں، پس تم میں سے جو شخص بھی لوگوں کو نماز پڑھائے اسے اختصار کرنا چاہئے کیوں کہ جماعت میں بوڑھے، بچے اور ضرورت مند سب ہی ہوتے ہیں۔



٧١٦٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ الْكَرْمَانِيُّ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَغَيَّظَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لِيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ فَتَطْهُرَ فَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا.

ہم سے محمد بن ابی یعقوب الکرمانی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حسان بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یونس نے بیان کیا، اس نے کہا محمد نے بیان کیا کہ مجھے سالم نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ انہوں نے اپنی بیوی کو جب کہ وہ حالت حیض میں تھیں (آمنہ بنت غفار) طلاق دے دی، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا تذکرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ بہت خفا ہوئے پھر فرمایا انہیں چاہئے کہ وہ رجوع کرلیں اور انہیں اپنے پاس رکھیں، یہاں تک کہ جب وہ پاک ہو جائیں پھر حائضہ ہوں اور پھر پاک ہوں تب اگر چاہے تو اسے طلاق دے دے۔



غصہ سے مراد انتقام لینے کے لیے دل کے خون کا جوش مارنا ہے، اور قاضی کو غصے کی حالت میں فیصلہ سنانے سے روکا گیا ہے، تاکہ وہ حق کے خلاف فیصلہ نہ کر دے، سخت بھوک اور پیاس کو اور تکلیف دہ بیماری اور خوف کو اور سخت خوشی یا غمی

کو اور نیند یا اونگھ کے غلبے کو بھی غصہ پر قیاس کیا گیا ہے، ان تمام حالتوں میں قاضی کو فیصلہ نہیں کرنا چاہیے، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ آپ معصوم ہیں آپ کی زبان مبارک سے ہر حال میں حق اور سچ ہی صادر ہوتا تھا اس لیے آپ غصے کی حالت میں فیصلہ کر سکتے تھے، آپ کے علاوہ باقی لوگ معصوم نہیں ہیں، لہٰذا ان کو غصے کی حالت میں فیصلہ نہیں کرنا چاہیے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں احادیث نقل کر دی ہیں، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غصے کی حالت میں فیصلہ کرتے تھے، لیکن امت کو آپ نے غصہ کی حالت فیصلہ کرنے سے روکا ہے۔

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اگر مسئلہ عام نوعیت کا ہو جسے عام لوگ بھی جانتے ہیں تو اس کا فیصلہ غصے کی حالت میں بھی کیا جا سکتا ہے، اور اگر مسئلہ پیچیدہ ہو یا اختلافی مسئلہ ہو تو توقف کرنا چاہیے۔

قولہ "كَتَبَ أَبُو بَكْرَةَ إِلَى ابْنِهِ" اس بیٹے سے مراد عبید اللہ بن ابی بکرہ ہے، جیسا کہ ترمذی میں ہے، ایک روایت میں عبد الرحمان بن ابی بکرہ کے لکھنے کا ذکر ہے تو ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ عبد الرحمان نے اپنے بھائی عبید اللہ کو خط لکھا ہو اور دوسری مرتبہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے خود اپنے بیٹے کو لکھا ہو یا حضرت ابو بکرہ کی طرف لکھنے کی نسبت مجاز ہو ورنہ انہوں نے عبد الرحمان کو خط لکھنے کا حکم دیا ہو۔

(۱۴) بَابُ مَنْ رَأَى لِلْقَاضِي أَنْ يَحْكُمَ بِعِلْمِهِ فِي أَمْرِ النَّاسِ، إِذَا لَمْ يَخَفِ الظُّنُونَ وَالتُّهَمَةَ



قاضی کو اپنے ذاتی علم کی رو سے معاملات میں حکم دینا درست ہے جب کہ بدظنی اور الزام کا ڈر نہ ہو۔

كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِهِنْدٍ: «خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ» وَذَلِكَ إِذَا كَانَ أَمْرًا مَشْهُورًا

جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہند رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا: "تم (ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے مال سے) اس قدر لے سکتی ہو جو دستور کے مطابق تجھے اور تیری اولاد کو کافی ہو۔" اور یہ بھی مشہور معاملات میں ہے۔

شرح بخاری

کیا قاضی اپنے ذاتی علم کی بنا پر کسی کیس کا فیصلہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ قاضی اپنے علم کے مطابق لوگوں کے معاملات اور ان کے باہمی مسائل کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

بشرطیکہ وہ حدود و قصاص کا معاملہ نہ ہو اور یہ جواز بھی تب ہے، جب کہ اپنے ذاتی علم کے مطابق فیصلہ کرنے سے لوگوں کی طرف سے بدظنی اور الزام کا ڈر نہ ہو اور درپیش معاملہ لوگوں میں مشہور و معروف ہو جیسا کہ آنے والی حدیث میں ہند بنت عتبہ کا معاملہ ہے لیکن اگر قاضی کے ذاتی علم کی بنا پر فیصلہ کرنے میں لوگوں کی طرف سے بدظنی اور الزام لگنے کا ڈر ہو کہ لوگ کہیں گے قاضی نے فلاں کی رعایت کی ہے اور گواہوں کے بغیر فیصلہ کر دیا ہے تو قاضی کو اپنے علم کے مطابق نہیں بلکہ گواہوں کی گواہی پر فیصلہ کرنا چاہیے، گواہوں کی گواہی کے مطابق فیصلہ کرنے پر کوئی بدگمانی نہیں کر سکے گا اور نہ قاضی



پر کوئی الزام لگا سکے گا۔

٧١٦١- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ وَاللهِ مَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَهْلُ خِبَاءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ يَذِلُّوا مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ وَمَا أَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَهْلُ خِبَاءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ يَعِزُّوا مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ ثُمَّ قَالَتْ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِسِّيكٌ فَهَلْ عَلَيَّ مِنْ حَرَجٍ أَنْ أُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهُ عِيَالَنَا قَالَ لَهَا لَا حَرَجَ عَلَيْكِ أَنْ تُطْعِمِيهِمْ مِنْ مَعْرُوفٍ.

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عروہ نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ہند بنت عتبہ بن ربیعہ آئیں اور کہا یارسول اللہ! روئے زمین کا کوئی گھرانہ ایسا نہیں تھا جس کے متعلق اس درجہ میں ذلت کی خواہشمند ہوں جتنا آپ کے گھرانہ کی ذلت ورسوائی کی میں خواہشمند تھی لیکن اب میرا یہ حال ہے کہ میں سب سے زیادہ خواہشمند ہوں کہ روئے زمین کے تمام گھرانوں میں آپ کا گھرانہ عزت وسربلندی والا ہو۔ پھر انہوں نے کہا کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ بخیل آدمی ہیں، تو کیا میرے لیے کوئی حرج ہے اگر میں ان کے مال میں سے (ان کی اجازت کے بغیر لے کر) اپنے اہل وعیال کو کھلاؤں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تمہارے لیے کوئی حرج نہیں ہے، اگر تم انہیں دستور کے مطابق کھلاؤ۔



اس مقدمہ کے بارہ میں آپ کو ذاتی طور پر علم تھا کہ ابوسفیان واقعی بخل سے کام لیتا ہے اس لیے آپ نے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

شرح بخاری

(١٥) بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الْخَطِّ الْمَخْتُومِ

مہری خط پر گواہی دینے کا بیان

وَمَا يَجُوزُ مِنْ ذَلِكَ وَمَا يَضِيقُ عَلَيْهِ، وَكِتَابِ الْحَاكِمِ إِلَى عَامِلِهِ وَالْقَاضِي إِلَى الْقَاضِي وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: كِتَابُ الْحَاكِمِ جَائِزٌ إِلَّا فِي الْحُدُودِ، ثُمَّ قَالَ: إِنْ كَانَ الْقَتْلُ خَطَأً فَهُوَ جَائِزٌ، لِأَنَّ هَذَا مَالٌ بِزَعْمِهِ، وَإِنَّمَا صَارَ مَالًا بَعْدَ أَنْ ثَبَتَ الْقَتْلُ، فَالْخَطَأُ وَالْعَمْدُ وَاحِدٌ وَقَدْ كَتَبَ عُمَرُ إِلَى عَامِلِهِ فِي الْجَارُودِ وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي سِنٍّ كُسِرَتْ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: كِتَابُ الْقَاضِي إِلَى الْقَاضِي جَائِزٌ إِذَا عَرَفَ الْكِتَابَ وَالْخَاتَمَ وَكَانَ الشَّعْبِيُّ يُجِيزُ الْكِتَابَ الْمَخْتُومَ بِمَا فِيهِ مِنَ الْقَاضِي وَيُرْوَى عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوُهُ وَقَالَ مُعَاوِيَةُ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيمِ الثَّقَفِيُّ: شَهِدْتُ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ يَعْلَى قَاضِيَ الْبَصْرَةِ، وَإِيَاسَ بْنَ مُعَاوِيَةَ، وَالْحَسَنَ، وَثُمَامَةَ بْنَ عَبْدِ



اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ، وَبِلَالَ بْنَ أَبِي بُرْدَةَ، وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بُرَيْدَةَ الأَسْلَمِيَّ، وَعَامِرَ بْنَ عَبِيدَةَ، وَعَبَّادَ بْنَ مَنْصُورٍ، يُجِيزُونَ كُتُبَ القُضَاةِ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِنَ الشُّهُودِ، فَإِنْ قَالَ: الَّذِي جِيءَ عَلَيْهِ بِالكِتَابِ: إِنَّهُ زُورٌ، قِيلَ لَهُ: اذْهَبْ فَالْتَمِسِ المَخْرَجَ مِنْ ذَلِكَ، وَأَوَّلُ مَنْ سَأَلَ عَلَى كِتَابِ القَاضِي البَيِّنَةَ ابْنُ أَبِي لَيْلَى، وَسَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحْرِزٍ: جِئْتُ بِكِتَابٍ مِنْ مُوسَى بْنِ أَنَسٍ قَاضِي البَصْرَةِ، وَأَقَمْتُ عِنْدَهُ البَيِّنَةَ: أَنَّ لِي عِنْدَ فُلَانٍ كَذَا وَكَذَا، وَهُوَ بِالكُوفَةِ، وَجِئْتُ بِهِ القَاسِمَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَأَجَازَهُ وَكَرِهَ الحَسَنُ، وَأَبُو قِلَابَةَ: أَنْ يَشْهَدَ عَلَى وَصِيَّةٍ حَتَّى يَعْلَمَ مَا فِيهَا، لِأَنَّهُ لَا يَدْرِي لَعَلَّ فِيهَا جَوْرًا وَقَدْ كَتَبَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى أَهْلِ خَيْبَرَ: «إِمَّا أَنْ تَدُوا صَاحِبَكُمْ، وَإِمَّا أَنْ تُؤْذِنُوا بِحَرْبٍ» وَقَالَ الزُّهْرِيُّ، فِي الشَّهَادَةِ عَلَى المَرْأَةِ مِنْ وَرَاءِ السِّتْرِ: «إِنْ عَرَفْتَهَا فَاشْهَدْ، وَإِلَّا فَلَا تَشْهَدْ».

مہری خط پر گواہی دینے کا بیان اس میں جو جائز ہے اور جو ناجائز ہے اور حاکم کا اپنے نائبوں کو خط لکھنے کا بیان اور ایک شہر کے قاضی کا دوسرے شہر کے قاضی کو خط لکھنے کا بیان



بعض لوگوں نے کہا کہ حاکم جو اپنے کارندوں کو خط لکھتا ہے اور اس پر عمل ہو سکتا ہے مگر حدود میں نہیں ہو سکتا، پھر خود ہی کہا کہ قتل خطا میں پروانے پر عمل ہو سکتا ہے کیونکہ ان کے گمان کے مطابق یہ مالی معاملہ ہے حالانکہ قتل خطا مالی معاملوں کی طرح نہیں بلکہ ثبوت قتل کے بعد مالی معاملہ بنتا ہے لہٰذا قتل خطا اور قتل عمد کا حکم ایک ہی رہنا چاہیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل کو حدود کے متعلق پروانہ لکھا تھا۔ اسی طرح سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے دانت توڑنے کے مقدمے میں ایک پروانہ لکھا (اور اسے اپنے عامل کی طرف روانہ کیا) ابراہیم نخعی نے کہا: ایک قاضی کا دوسرے کو خط لکھنا (اور اس کے مطابق عمل کرنا) جائز ہے بشرطیکہ دوسرا اس کی مہر اور خط کو پہچانتا ہوں۔ امام شعبی مہر شدہ خط جس میں ایک قاضی کا فیصلہ ہو جائز قرار دیتے ہیں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی منقول ہے معاویہ عبدالکریم ثقفی نے کہا: میں بصرہ کے قاضی عبدالملک بن یعلیٰ، ایاس بن معاویہ، حسن بصری ثمامہ بن عبداللہ بن انس، بلال بن ابو بردہ عبداللہ بن بریدہ اسلمی، عامر بن عبیدہ اور عباد بن منصور سے ملا ہوں، یہ سب حضرات ایک قاضی کا خط دوسرے کے نام گواہوں کے بغیر قبول کرتے تھے اور اگر مدعیٰ علیہ جس کے خلاف شہادت قائم کی گئی ہے وہ کہے: یہ جھوٹ ہے تو اسے کہا جائے گا: جاؤ اس سے نکلنے کا کوئی راستہ تلاش کرلاؤ، یعنی اسے تحقیق کا موقع دیا جائے گا۔ سب سے پہلے جس نے قاضی کی تحریر پر دلیل طلب کی وہ ابن ابی لیلیٰ اور سوار بن عبداللہ تھے، ابو نعیم نے ہم سے کہا: ہم سے عبیداللہ بن محرز نے بیان کیا کہ میں بصرہ کے قاضی موسیٰ بن انس سے خط لے کر آیا اور ان کے پاس گواہ پیش کیے کہ میرا فلاں شخص کے پاس اتنا مال ہے، حالانکہ وہ کوفہ میں تھا، میں اس فیصلہ کی تحریر قاسم بن





عبد الرحمن کے پاس لایا تو انہوں نے اسے نافذ کیا۔ امام حسن بصری اور ابو قلابہ نے وصیت نامے پر اس وقت تک گواہ بننا مکروہ خیال کیا جب تک اس کا مضمون نہ سمجھ لیا جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ظلم اور خلاف شرع ہو، خود نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے اہل خیبر کو خط بھیجا: "کہ اپنے ساتھی مقتول کی دیت دو بصورت دیگر جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ "امام زہری نے کہا: اگر عورت پردے کی آڑ میں ہو، پھر اگر تم اسے پہچانتے ہو تو گواہی دو بصورت دیگر گواہی نہ دو یعنی اس کو دیکھنا ضروری نہیں

مہر شدہ خط پر گواہی دینے کا بیان کہ یہ فلاں کا خط ہے، مثلاً تھیلے میں بند خط ہو اور اس پر بھیجنے والے کی مہر لگی ہوئی ہو اور کہا جائے کہ یہ فلاں قاضی کا خط ہے، تو محض خط پہچان کر اس کی گواہی دینا جائز ہے کہ یہ فلاں کا خط ہے اور مختوم کی قید اس لیے ہے کہ اس کے جعلی ہونے کا احتمال باقی نہ رہے لہٰذا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مہر شدہ خط معتبر ہے اس پر گواہی لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

قولہ "وَمَا يَجُوزُ مِنْ ذَلِكَ وَمَا يَضِيقُ عَلَيْهِ "اور اس بارہ میں کون سی گواہی جائز ہے اور کونسی گواہی اس پر ناجائز ہے، یعنی اس گواہی سے نہ مطلقاً رو کا جاسکتا ہے، کیونکہ اس طرح بہت سے لوگوں کے حقوق ضائع ہو جائیں گے اور نہ ہی اس پر مطلقاً عمل کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس میں جعل سازی کا بھی احتمال ہوتا ہے۔

قولہ "وَمَا يَضِيقُ عَلَيْهِ "عَلَيْهِ کی ضمیر سے مراد شاہد ہے، یعنی کونسی گواہی، شاہد پر ناجائز ہے۔

قولہ "وَكِتَابِ الحَاكِمِ إِلَى عَامِلِهِ "یعنی حاکم کا اپنے عملے کی طرف خط لکھنا۔

قولہ "وَالقَاضِي إِلَى القَاضِي "اور ایک قاضی کا دوسرے علاقے کے قاضی کی طرف خط لکھنا، کیونکہ بعض دفعہ قاضی کے پاس مدعی اور گواہ ہوتے ہیں، لیکن مدعیٰ علیہ کسی دوسری جگہ یا دوسرے شہر میں ہوتا ہے، تو قاضی گواہوں کی گواہی پر فیصلہ لکھ کر دوسرے شہر کے قاضی کے پاس بھیج دیتا ہے، تاکہ وہ اس خط کے مطابق مدعیٰ علیہ سے مدعی کو حق دلوائے۔

"وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: إِلَّا فِي الحُدُودِ "بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حاکم اور قاضی کا لکھا ہوا خط نافذ ہو جائے گا۔

لیکن حدود شرعیہ (فوجداری مقدمات) میں نافذ نہیں ہوگا، ان کا خیال ہے کہ حدود، شبہات سے رفع ہو جاتے ہیں، حالانکہ یہاں شبہ کی صورت نہیں ہے، کیونکہ قاضی کے پاس گواہ پیش ہو گئے ہیں اور اس نے خط میں لکھ دیا ہے کہ فلاں شخص کے خلاف گواہ پیش ہو گئے ہیں اس کو حد لگا دو۔

قولہ "ثُمَّ قَالَ: إِنْ كَانَ القَتْلُ خَطَأً "أي ثم ناقض بعض الناس حيث قال ان كان القتل خطأ.

قولہ "فَهُوَ جَائِزٌ، أي فكتاب الحاكم جائز "یعنی بعض الناس قتل خطا میں قاضی کے خط کو نافذ کرنے کے قائل ہیں، کیونکہ قتل خطا اس قائل کے نزدیک مالی معاملہ (دیوانی مقدمات سے) ہے۔

قولہ "وَإِنَّمَا صَارَ مَالًا" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں اس مناقضہ کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ قتل خطا مالی معاملہ تو حاکم کے پاس قتل کے ثابت ہونے کے بعد بنتا ہے، شروع معاملہ کے وقت عمد اور خطا دونوں برابر ہیں، امام بخاری کے اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ بعض الناس قتل خطا میں قاضی کے خط کو نافذ کرنے کے قائل ہیں۔

کیونکہ قتل خطا کا انجام مال ہوتا ہے جو کہ دیت ہے حالانکہ قتل خطا مالی مقدمہ تب بنتا ہے جب قاضی کو اس کے خطا ہونے کا ثبوت ملتا ہے، جب کہ رجوع مقدمہ کے وقت خواہ قتل خطا ہو یا قتل عمد ہو اسے مالی دعوی نہیں کہا جا سکتا، اب یہ کہنا کہ خطا ثابت ہونے کے بعد قاتل سے مال دلایا جاتا ہے اس لیے وہ مالی دعویٰ ہوا، یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ قتل عمد میں بھی جب مقتول کے وارث دیت لینے پر راضی ہو جائیں تو دیت دینے کا حکم دیا جاتا ہے، حالانکہ قتل عمد بالاتفاق مالی دعوی نہیں بلکہ فوجداری دعویٰ ہے۔

قولہ "بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِنَ الشُّهُودِ" یعنی یہ قاضی جن میں اکثر بصرہ کے اور بعض کوفہ اور مرو کے ہیں، تمام کے تمام قاضی کے لکھے ہوئے خط کا اعتبار کرتے تھے اور اس پر گواہ کا مطالبہ نہیں کرتے تھے، بعض کی رائے یہ ہے کہ خط کے ساتھ دو گواہ بھی ہونا چاہیے جو گواہی دیں کہ یہ فلاں قاضی کا خط ہے، تاکہ اس کے جعلی ہونے کی نفی ہو سکے، بلکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو کہتے ہیں کہ ان دو گواہوں کو خط کا مضمون بھی یاد ہونا چاہیے تاکہ اس کا اعتبار کیا جائے۔

قولہ "فَإِنْ قَالَ: الَّذِي جِيءَ عَلَيْهِ بِالكِتَابِ" یعنی وہ شخص جس کے خلاف یہ خط لایا گیا ہے یہ کہے کہ میں اس خط کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ یہ جعلی ہے تو اسے کہا جائیگا کہ اس کے خلاف کوئی مخرج (دلیل) لاکہ واقعی یہ جعلی ہے، ورنہ بلا دلیل اسے جعلی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

"ابْنُ أَبِي لَيْلَى" یہ محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ ہے جو کوفہ کا قاضی تھا، جس نے سب سے پہلے قاضی کے خط پر گواہ کا مطالبہ کیا تھا۔

قولہ "إِنْ عَرَفْتَهَا فَاشْهَدْ" امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اگر پردہ نشین عورت پر گواہی دینا ہو اور تو اسے آواز وغیرہ سے پہچان لے کہ واقعی فلاں عورت ہی ہے جس پر گواہی دینا ہے تو معرفت کی بنیاد پر اس پر گواہی دی جا سکتی ہے، اسے دیکھنا ضروری نہیں اور اگر اس کی پہچان نہ ہو سکے تو گواہی نہ دیں، ایسے ہی خط مختوم میں بھی بنیاد معرفت پر ہوگی، اگر مہر اور دستخط وغیرہ سے معرفت حاصل ہو جائے کہ یہ فلاں قاضی کا ہی خط ہے تو اس کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کے لکھے ہوئے فیصلہ پر عمل کیا جائے گا۔

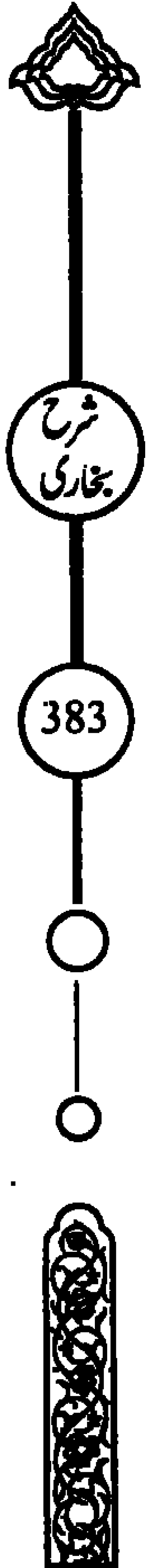
٧١٦٢- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى الرُّومِ قَالُوا إِنَّهُمْ لَا يَقْرَءُونَ كِتَابًا إِلَّا مَخْتُومًا فَاتَّخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِهِ وَنَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ.

مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے

قتادہ سے سنا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل روم کو خط لکھنا چاہا تو صحابہ نے کہا کہ رومی صرف مہر لگا ہوا خط ہی قبول کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک مہر بنوائی۔ گویا میں اس کی چمک کو اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں اور اس پر کلمہ "محمد رسول اللہ" نقش تھا۔

اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ استنباط کیا ہے کہ خط کے مضمون پر عمل کیا جائے گا جب کہ وہ مہر شدہ ہو ترجمہ مذکورہ تین احکام پر مشتمل ہے، ایک خط مختوم پر گواہی دینے کا جواز دوسرا قاضی کے دوسرے قاضی کی طرف خط لکھنے کا جواز ار تیسرا خط کے مضمون پر اقرار کی شہادت، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان سب کے جواز کے قائل ہیں، اور اس میں دیوانی اور فوجداری مقدمات میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(١٦) باب متی یستوجب الرجل القضاء
آدمی کب قاضی بننے کے لائق ہوتا ہے، یعنی قاضی بننے کی شرطیں کونسی ہیں۔ [1]



[1] قاضی متعین کرنے کے لیے حسب ذیل شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

١۔ مسلمان ہو لہٰذا کافر اور غیر مسلم مسلمانوں کے فیصلے نہیں کر سکتا، کیونکہ قاضی نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں فیصلہ کرنا ہوتا ہے جب کہ غیر مسلم کتاب وسنت سے نابلد ہوتا ہے۔

٢۔ متقی اور پرہیز گار ہو، لہٰذا فاسق اور دین اسلام سے دور شخص کو قاضی نہیں بنایا جاسکتا۔

٣۔ مجتہد ہو، لہٰذا مقلد قاضی نہیں بن سکتا کیونکہ وہ اپنے تقلیدی مذہب کے دائرہ میں مقید ہوتا ہے، وہ آزادانہ فیصلہ نہیں کر سکتا۔

٤۔ مکلف ہو، نابالغ اور دیوانے کو اس عہدہ پر فائز نہیں کیا جاسکتا۔

٥۔ آزاد ہو، غلام یا لونڈی نہ ہو جو سرداروں اور مالداروں کے پریشر میں آسکتا ہے

٦۔ مرد ہو، عورت نہ ہو کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "لن يُفلِحَ قومٌ ولَّوا أمرَهمُ امرأَةً" وہ قوم کبھی نجات نہیں پائے گی جس نے اپنے مسائل ومعاملات کا عورت کو سربراہ بنالیا کیونکہ حاکم اور قاضی سے ہر شخص نے ملنا ہوتا ہے جب کہ عورت حجاب اور پردے میں رہنے کی پابند بنائی گئی ہے۔

٧۔ قاضی سننے، بولنے اور دیکھنے والا ہو، لہٰذا بہرہ، گونگا اور نابینا قاضی نہیں بن سکتے۔

٨۔ عالم باعمل ہو اور دین اسلام کو اور اس کی تعلیمات وہدایات کو جانتا اور سمجھتا ہو، اور بوقت ضرورت دیگر علماء سے معلومات حاصل کرنے والا ہو۔

٩۔ حلیم اور بردبار ہو، ایسا نہ ہو کہ جو شخص اس کے خلاف بات کر دے اسی کے خلاف فیصلہ سنا دے، بلکہ وہ ہر حال میں حق کے مطابق فیصلہ کرے۔

١٠۔ عفیف اور پاکدامن ہو، ایسا نہ ہو کہ خوبرو اور خوبصورت عورت اس کے پاس اپنا کیس فیصلہ کرانے کے لیے لائے اور یہ اس پر فریفتہ ہو کر اس پر عشق ومحبت کے ڈورے ڈالنے لگ جائے۔

قولہ "قال الحسن: أخذ الله على الحكام" حسن بصری نے کہا، اللہ تعالیٰ نے حکمرانوں سے یہ وعدہ لیا ہے کہ وہ خواہشات کی پیروی نہ کریں اور نہ فیصلہ کرتے ہوئے لوگوں سے ڈریں، اور نہ میری آیات کو معمولی قیمت کے عوض بیچیں پھر سورۃ الصافات اور المائدۃ کی آیت پڑھی جس میں قاضیوں کی بعض صفات کا ذکر ہے۔

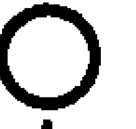
قولہ "إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ" مصنف عبدالرزاق میں صحیح سند کے ساتھ حضرت مسروق سے مروی ہے کہ یہ کھیتی انگوروں کی بیلوں پر مشتمل تھی جس میں ایک قوم کی بکریاں رات کو داخل ہو کر چر گئیں اور کھیتی اجاڑ دی جب کہ چرواہا ساتھ نہیں تھا، تو کھیتی والے، بکریوں کے مالکوں کے ساتھ حضرت داود علیہ السلام کے پاس یہ کیس فیصلہ کے لیے لائے، انہوں نے فیصلہ کیا کہ بکریاں کھیت والوں کو دے دی جائیں، یہ لوگ واپس ہوئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سے گزرے، اور انہیں یہ سارا ماجرہ سنایا تو انہوں نے کہا، میرا فیصلہ یہ ہے کہ کھیت والے ساری بکریاں اپنے پاس رکھ لیں اور ان کے دودھ اور اون سے فائدہ اٹھاتے رہیں اور کھیت بکریوں والوں کو دیا جائے وہ اس کی دیکھ بھال کرتے رہیں، جب کھیتی ویسے ہری بھری اور پوری ہو جائے جو چرنے سے پہلے تھی تو کھیتی والے اپنی کھیتی سنبھال لیں اور ان کی بکریاں ان کے حوالے کر دیں۔



قولہ "إن القضاة هلكوا" اگر اجتہادی خطا معاف نہ ہوتی تو قضاۃ ہلاک ہو جاتے کیونکہ اس صورت میں "وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنزَلَ اللهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُون" کے عموم میں عامد اور مخطئ دونوں داخل ہو جاتے۔

(۱۷) بَابُ رِزْقِ الْحُكَّامِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا

حاکموں اور زکاۃ کی وصولی پر مقرر عاملوں کے تنخواہ لینے کا بیان



وَكَانَ شُرَيْحٌ الْقَاضِي يَأْخُذُ عَلَى الْقَضَاءِ أَجْرًا وَقَالَتْ عَائِشَةُ: «يَأْكُلُ الْوَصِيُّ بِقَدْرِ عُمَالَتِهِ» وَأَكَلَ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ.

قاضی شریح عہدہ قضاء پر تنخواہ لیتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یتیم کے مال کا نگران اپنے کام کے مطابق خرچہ لے سکتا ہے۔ سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما بیت المال سے تنخواہ لے کر گزر اوقات کرتے تھے۔



حاکم اور عاملین کا رزق بیت المال سے ہونا چاہیے، لیکن یہ بقدر گزران ہونا چاہیے، اسراف کی بہر حال مذمت کی گئی ہے، قرآن کریم میں "وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا" کے ارشاد سے انہیں زکاۃ و صدقات کے مصارف میں شمار کیا گیا ہے۔



قولہ "وَكَانَ شُرَيْحٌ الْقَاضِي" قاضی شریح بھی قضاء کی تنخواہ لیتے تھے، ایسے ہی چند آدمی اگر کسی کو اپنا حکم بنالیں تو

۱۱۔ قوی اور مضبوط ارادے والا ہو، ایسا نہ ہو کہ مدعی یا مدعیٰ علیہ میں سے کوئی ایک رونا شروع کر دے اور یہ اس کے رونے سے متاثر ہو کر اسے سچا سمجھ لے اور اسی کے حق میں فیصلہ کر دے۔

وہ اس پر اجرت لے سکتا ہے۔

قولہ "قَالَتْ عَائِشَةُ" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ یتیم کا نگران اپنے کام کے مطابق خرچہ لے سکتا ہے۔

قولہ "يَأْكُلُ الوَصِيُّ" قاضی کو وصی پر قیاس کیا ہے، مثلاً کوئی شخص مرتے وقت کسی کو وصیت کر جائے کہ میرا مال تقسیم کر دینا یا میرا قرض وصول کر لینا تو وہ اپنے کام کی اجرت لے سکتا ہے۔

قولہ "وَأَكَلَ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ" حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی خلیفہ بننے پر بقدر کفایت تنخواہ لی تھی تنخواہ لیتے ہوئے حد سے بڑھنا جائز نہیں ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے اپنے بیٹے کو وصیت کی تھی کہ میری وفات کے بعد میرا ذاتی مکان بیچ کر جتنا وظیفہ میں نے مدت خلافت میں لیا ہے وہ بیت المال میں واپس لوٹا دینا۔

٧١٦٣- حَدَّثَنَا أَبُو اليَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ، ابْنُ أُخْتِ نَمِرٍ، أَنَّ حُوَيْطِبَ بْنَ عَبْدِ العُزَّى، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ السَّعْدِيِّ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَدِمَ عَلَى عُمَرَ فِي خِلاَفَتِهِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَلَمْ أُحَدَّثْ أَنَّكَ تَلِي مِنْ أَعْمَالِ النَّاسِ أَعْمَالًا، فَإِذَا أُعْطِيتَ العُمَالَةَ كَرِهْتَهَا، فَقُلْتُ: بَلَى، فَقَالَ عُمَرُ: فَمَا تُرِيدُ إِلَى ذَلِكَ، قُلْتُ: إِنَّ لِي أَفْرَاسًا وَأَعْبُدًا وَأَنَا بِخَيْرٍ، وَأُرِيدُ أَنْ تَكُونَ عُمَالَتِي صَدَقَةً عَلَى المُسْلِمِينَ، قَالَ عُمَرُ: لاَ تَفْعَلْ، فَإِنِّي كُنْتُ أَرَدْتُ الَّذِي أَرَدْتَ، فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِينِي العَطَاءَ، فَأَقُولُ: أَعْطِهِ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي، حَتَّى أَعْطَانِي مَرَّةً مَالًا، فَقُلْتُ: أَعْطِهِ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خُذْهُ، فَتَمَوَّلْهُ، وَتَصَدَّقْ بِهِ، فَمَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا المَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلاَ سَائِلٍ فَخُذْهُ، وَإِلَّا فَلاَ تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ».

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں نمر کے بھانجے سائب بن یزید نے خبر دی، انہیں حویطب بن عبدالعزیٰ نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن السعدی نے خبر دی کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے زمانہ خلافت میں آئے تو ان سے عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا مجھ سے یہ جو کہا گیا ہے وہ صحیح ہے کہ تمہیں لوگوں کے کام سپرد کئے جاتے ہیں اور جب اس کی تنخواہ دی جاتی ہے تو تم اسے لینا پسند نہیں کرتے؟ میں نے کہا کہ یہ صحیح ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہارا اس سے مقصد کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میرے پاس گھوڑے اور غلام ہیں اور میں خوشحال ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ میری تنخواہ مسلمانوں پر صدقہ ہو جائے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو کیوں کہ میں نے بھی اس کا ارادہ کیا تھا جس کا تم نے ارادہ کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطا کرتے تھے تو میں عرض کر دیتا تھا کہ اسے مجھ سے زیادہ اس کے ضرورت مند کو عطا

فرما دیجئے۔ آخر آپ نے ایک مرتبہ مجھے مال عطا کیا اور میں نے وہی بات دہرائی کہ اسے ایسے شخص کو دے دیجئے جو اس کا مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو تو آپ نے فرمایا کہ اسے لو اور اس کے مالک بننے کے بعد اس کا صدقہ کرو۔ یہ مال جب تمہیں اس طرح ملے کہ تم اس کے نہ خواہشمند ہو اور نہ اسے مانگا ہو تو اسے لے لیا کرو اور اگر اس طرح نہ ملے تو اس کے پیچھے نہ پڑا کرو۔

٧١٦٤- وَعَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِينِي العَطَاءَ، فَأَقُولُ أَعْطِهِ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي، حَتَّى أَعْطَانِي مَرَّةً مَالًا، فَقُلْتُ: أَعْطِهِ مَنْ هُوَ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خُذْهُ، فَتَمَوَّلْهُ، وَتَصَدَّقْ بِهِ، فَمَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا المَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلاَ سَائِلٍ فَخُذْهُ، وَمَالاَ فَلاَ تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ».

اور زہری سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے سالم بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطا کرتے تھے تو میں کہتا کہ آپ اسے دے دیں جو اس کا مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو، پھر آپ نے مجھے ایک مرتبہ مال دیا اور میں نے کہا کہ آپ اسے ایسے شخص کو دے دیں جو اس کا مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے لے لو اور اس کے مالک بننے کے بعد اس کا صدقہ کر دو۔ یہ مال جب تمہیں اس طرح ملے کہ تم اس کے خواہشمند نہ ہو اور نہ اسے تم نے مانگا ہو تو اسے لے لیا کرو اور جو اس طرح نہ ملے اس کے پیچھے نہ پڑا کرو۔



(١٨) بَابُ مَنْ قَضَى وَلاَعَنَ فِي المَسْجِدِ

جو مسجد میں فیصلہ کرے یا لعان کرائے

وَلاَعَنَ عُمَرُ عِنْدَ مِنْبَرِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَضَى شُرَيْحٌ، وَالشَّعْبِيُّ، وَيَحْيَى بْنُ يَعْمَرَ فِي المَسْجِدِ وَقَضَى مَرْوَانُ عَلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ بِاليَمِينِ عِنْدَ المِنْبَرِ وَكَانَ الحَسَنُ، وَزُرَارَةُ بْنُ أَوْفَى يَقْضِيَانِ فِي الرَّحَبَةِ خَارِجًا مِنَ المَسْجِدِ.



سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں منبر نبوی کے پاس لعان کروا دیا تھا۔ قاضی شریح، امام شعبی اور یحیی بن یعمر نے مسجد میں فیصلے کیے، نیز مروان نے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں منبر کے پاس قسم اٹھانے کے متعلق کہا۔ امام حسن بصری اور زرارہ بن اوفی دونوں مسجد کے باہر ایک دالان میں بیٹھ کر فیصلے کیا کرتے تھے





٧١٦٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ

قَالَ شَهِدْتُ الْمُتَلَاعِنَيْنِ وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً وَفُرِّقَ بَيْنَهُمَا.

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے دو لعان کرنے والوں کو دیکھا۔ میں اس وقت پندرہ سال کا تھا اور ان دونوں کے درمیان جدائی کرادی گئی تھی۔

قاضی مسجد میں بیٹھ سکتا ہے تاکہ سب لوگ اس کی قضاء سنیں، اور اسے احساس ہو کہ لوگ مجھے سنتے ہیں لہٰذا جانبداری سے بچے۔

شوافع کے نزدیک قاضی کو مسجد میں نہیں بیٹھنا چاہیے اس لیے کہ قاضی کے پاس غیر مسلموں اور عورتوں نے بھی اپنے مسائل لے کر آنا ہوتا ہے اور عورت بعض اوقات حائض ہوتی ہے، احناف کی رائے یہ ہے کہ قاضی کو چاہیے کہ وہ مسجد کے گیٹ کے پاس بیٹھے تاکہ عورت یا غیر مسلم مسجد سے باہر کھڑے ہوں اور اپنا مسئلہ باہر کھڑے ہو کر بیان کر سکیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھ کر ہی فیصلے کیا کرتے تھے۔

قولہ "شَهِدْتُ الْمُتَلَاعِنَيْنِ" اس حدیث میں مسجد کا ذکر اگرچہ نہیں ہے، لیکن اس سے اگلی حدیث میں مسجد کا ذکر ہے، وہ بھی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے، لہٰذا اس کے پیش نظر اس حدیث کا بھی ترجمہ باب سے تعلق ہے، کیونکہ ان دونوں احادیث میں ایک ہی مضمون ذکر ہوا ہے۔



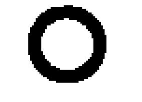
٧١٦٦-حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَهْلٍ أَخِي بَنِي سَاعِدَةَ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَا شَاهِدٌ.

شرح بخاری

ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، انہیں ابن جریج نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے خبر دی، انہیں بنی ساعدہ کے ایک فرد سہل رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ قبیلہ انصار کا ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بارے میں کیا خیال ہے اگر کوئی مرد اپنی بیوی کے ساتھ دوسرے مرد کو دیکھے، کیا اسے قتل کر سکتا ہے؟ پھر مسجد میں دونوں (میاں بیوی) میں میری موجودگی میں لعان کرایا گیا۔

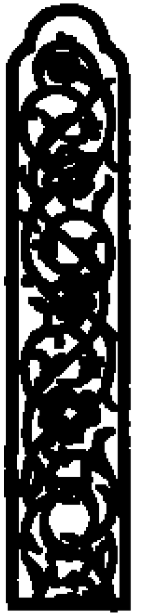


(١٩) بَابُ مَنْ حَكَمَ فِي الْمَسْجِدِ، حَتَّى إِذَا أَتَى عَلَى حَدٍّ أَمَرَ أَنْ يُخْرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَيُقَامَ



حد کا مقدمہ مسجد میں سننا پھر جب حد لگانے کا وقت آئے تو مجرم کو مسجد کے باہر لے جانا

وَقَالَ عُمَرُ: أَخْرِجَاهُ مِنَ الْمَسْجِدِ، وَيُذْكَرُ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوُهُ



سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس مجرم کو مسجد سے باہر لے جاؤ اور اسے حد لگاؤ۔ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا منقول ہے

٧١٦٧- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَى رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي زَنَيْتُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَلَمَّا شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعًا قَالَ أَبِكَ جُنُونٌ قَالَ لَا قَالَ اذْهَبُوا بِهِ فَارْجُمُوهُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنْتُ فِيمَنْ رَجَمَهُ بِالْمُصَلَّى رَوَاهُ يُونُسُ وَمَعْمَرٌ وَابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجْمِ.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے ابو سلمہ نے، ان سے سعید بن مسیب نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے اور انہوں نے آپ کو آواز دی اور کہا یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منہ موڑ لیا لیکن جب اس نے اپنے ہی خلاف چار مرتبہ گواہی دی تو آپ نے اس سے پوچھا کیا تم پاگل ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ انہیں لے جاؤ اور رجم کر دو۔

شرح بخاری

اس باب میں شوافع کے اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے، وہ کہتے ہیں کہ قاضی کو مسجد میں نہیں بیٹھنا چاہیے، کیونکہ بعض دفعہ مجرم کو حد لگانا پڑتی ہے اور وہ مسجد میں نہیں لگ سکتی تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ قاضی فیصلہ مسجد میں کر دے گا اور حد لگانے کے لیے مسجد سے باہر نکال دے گا۔

٧١٦٨- قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: «كُنْتُ فِيمَنْ رَجَمَهُ بِالْمُصَلَّى»، رَوَاهُ يُونُسُ، وَمَعْمَرٌ، وَابْنُ جُرَيْجٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجْمِ.

ابن شہاب نے بیان کیا کہ پھر مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا تھا، انہوں نے بیان کیا کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہوں نے اس شخص کو عید گاہ میں رجم کیا تھا۔ اس کی روایت یونس، معمر اور ابن جریج نے زہری سے کی، ان سے ابو سلمہ نے، ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رجم کے سلسلے میں یہی حدیث ذکر کی۔

(٢٠) بَابُ مَوْعِظَةِ الإِمَامِ لِلْخُصُومِ

امام کا فریقین کو وعظ و نصیحت کرنے کا بیان

٧١٦٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِي عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ.

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے، ان سے ہشام نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے زینب بنت ابی سلمہ نے اور ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلاشبہ میں ایک انسان ہوں، تم میرے پاس اپنے جھگڑے لاتے ہو۔ ممکن ہے تم میں سے بعض اپنے مقدمہ کو پیش کرنے میں فریق ثانی کے مقابلہ میں زیادہ چرب زبان ہو اور میں تمہاری بات سن کر فیصلہ کردوں تو جس شخص کے لیے میں اس کے بھائی (فریق مخالف) کا کوئی حق دلادوں۔ چاہئے کہ وہ اسے نہ لے کیوں کہ یہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے جو میں اسے دیتا ہوں۔



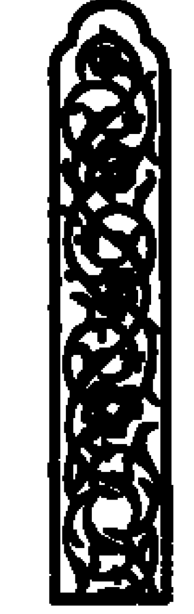
قاضی اور امام کو چاہیے کہ وہ جھگڑا کرنے والے فریقین کو وعظ ونصیحت کرے اور کسی کا حق کھانے پر اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائے تاکہ جھوٹا دعویدار حرام کھانے سے بچ جائے ورنہ قیامت کے دن حرام خور جہنم رسید ہوگا۔
اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اجتہادی خطا کی صورت میں قاضی کا فیصلہ ظاہرا نافذ ہوتا ہے، باطنا نہیں، یہی مذہب امام مالک، امام شافعی، امام احمد، اہلحدیث اور جمہور علماء کا ہے، قاضی کے فیصلے سے حرام، حلال نہیں ہوسکتا اور نہ ہی حلال حرام ہوسکتا ہے، امام ابو حنیفہ قاضی کے فیصلے کو ظاہرا اور باطنا نافذ سمجھتے ہیں جو کہ اس حدیث کے خلاف ہے۔

شرح بخاری

(٢١) بَابُ الشَّهَادَةِ تَكُونُ عِنْدَ الحَاكِمِ، فِي وِلَايَتِهِ القَضَاءَ أَوْ قَبْلَ ذَلِكَ، لِلْخَصْمِ

باب: اگر قاضی خود عہدہ قضا حاصل ہونے کے بعد یا اس سے پہلے ایک امر کا گواہ ہو تو کیا اس کی بنا پر فیصلہ کرسکتا ہے؟

وَقَالَ شُرَيْحٌ القَاضِي، وَسَأَلَهُ إِنْسَانٌ الشَّهَادَةَ، فَقَالَ: «ائْتِ الأَمِيرَ حَتَّى أَشْهَدَ لَكَ» وَقَالَ عِكْرِمَةُ: قَالَ عُمَرُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ: لَوْ رَأَيْتَ رَجُلًا عَلَى حَدٍّ زِنًا أَوْ سَرِقَةٍ، وَأَنْتَ أَمِيرٌ؟ فَقَالَ: شَهَادَتُكَ شَهَادَةُ رَجُلٍ مِنَ المُسْلِمِينَ، قَالَ: صَدَقْتَ قَالَ عُمَرُ: «لَوْلَا أَنْ يَقُولَ النَّاسُ زَادَ عُمَرُ فِي كِتَابِ اللهِ، لَكَتَبْتُ آيَةَ الرَّجْمِ بِيَدِي» وَأَقَرَّ مَاعِزٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِالزِّنَا أَرْبَعًا، فَأَمَرَ بِرَجْمِهِ، وَلَمْ يُذْكَرْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْهَدَ مَنْ حَضَرَهُ وَقَالَ حَمَّادٌ: «إِذَا أَقَرَّ مَرَّةً عِنْدَ الحَاكِمِ رُجِمَ» وَقَالَ



الحَكَمُ «أَرْبَعًا».

قاضی شریح سے ایک آدمی نے کہا کہ تم اس مقدمے میں گواہی دو تو انہوں نے کہا: تم بادشاہ کے پاس جاکر کہو، میں وہاں تیرے لیے گواہی دوں گا عکرمہ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر تم خود کسی کو زنا کرتے دیکھو یا وہ تمہارے سامنے چوری کا ارتکاب کرے اور تم خود فیصلہ کرنے والے ہو تو؟ انہوں نے کہا: یہ ایک عام مسلمان کی گواہی کی طرح ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے سچ کہا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر مجھے اس امر کا اندیشہ نہ ہو کہ لوگ کہیں گے: عمر نے اللہ کی کتاب میں کچھ اضافہ کر دیا تو میں آیت رجم اپنے ہاتھ سے اس میں لکھ دیتا، سیدنا ماعز رضی اللہ عنہ نے چار مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زنا کا اقرار کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا لیکن یہ منقول نہیں کہ آپ نے اس اقرار پر حاضرین کو گواہ بنایا ہو۔ حماد بن ابی سلیمان نے کہا: اگر زنا کرنے والا حاکم کے سامنے ایک دفعہ بھی اقرار کر لے تو رجم کیا جائے گا اور حکم بن عتیبہ نے کہا ہے کہ چار بار اقرار کرے تو رجم ہو گا۔

٧١٧٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ مَنْ لَهُ بَيِّنَةٌ عَلَى قَتِيلٍ قَتَلَهُ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُمْتُ لِأَلْتَمِسَ بَيِّنَةً عَلَى قَتِيلِي فَلَمْ أَرَ أَحَدًا يَشْهَدُ لِي فَجَلَسْتُ ثُمَّ بَدَا لِي فَذَكَرْتُ أَمْرَهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ سِلَاحُ هَذَا الْقَتِيلِ الَّذِي يَذْكُرُ عِنْدِي قَالَ فَأَرْضِهِ مِنْهُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ كَلَّا لَا يُعْطِهِ أُصَيْبِغَ مِنْ قُرَيْشٍ وَيَدَعَ أَسَدًا مِنْ أُسْدِ اللهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللهِ وَرَسُولِهِ قَالَ فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَدَّاهُ إِلَيَّ فَاشْتَرَيْتُ مِنْهُ خِرَافًا فَكَانَ أَوَّلَ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ قَالَ لِي عَبْدُ اللهِ عَنِ اللَّيْثِ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَدَّاهُ إِلَيَّ وَقَالَ أَهْلُ الْحِجَازِ الْحَاكِمُ لَا يَقْضِي بِعِلْمِهِ شَهِدَ بِذَلِكَ فِي وِلَايَتِهِ أَوْ قَبْلَهَا وَلَوْ أَقَرَّ خَصْمٌ عِنْدَهُ لِآخَرَ بِحَقٍّ فِي مَجْلِسِ الْقَضَاءِ فَإِنَّهُ لَا يَقْضِي عَلَيْهِ فِي قَوْلِ بَعْضِهِمْ حَتَّى يَدْعُوَ بِشَاهِدَيْنِ فَيُحْضِرَهُمَا إِقْرَارَهُ وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِرَاقِ مَا سَمِعَ أَوْ رَآهُ فِي مَجْلِسِ الْقَضَاءِ قَضَى بِهِ وَمَا كَانَ فِي غَيْرِهِ لَمْ يَقْضِ إِلَّا بِشَاهِدَيْنِ وَقَالَ آخَرُونَ مِنْهُمْ بَلْ يَقْضِي بِهِ لِأَنَّهُ مُؤْتَمَنٌ وَإِنَّمَا يُرَادُ مِنَ الشَّهَادَةِ مَعْرِفَةُ الْحَقِّ فَعِلْمُهُ أَكْثَرُ مِنَ الشَّهَادَةِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ يَقْضِي بِعِلْمِهِ فِي الْأَمْوَالِ وَلَا يَقْضِي فِي غَيْرِهَا وَقَالَ الْقَاسِمُ لَا يَنْبَغِي لِلْحَاكِمِ أَنْ يُمْضِيَ قَضَاءً بِعِلْمِهِ دُونَ عِلْمِ غَيْرِهِ مَعَ أَنَّ عِلْمَهُ أَكْثَرُ مِنْ شَهَادَةِ غَيْرِهِ وَلَكِنَّ فِيهِ تَعَرُّضًا لِتُهَمَةِ نَفْسِهِ





عِنْدَ الْمُسْلِمِينَ وَإِيقَاعًا لَهُمْ فِي الظُّنُونِ وَقَدْ كَرِهَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظَّنَّ فَقَالَ إِنَّمَا هَذِهِ صَفِيَّةُ.

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید انصاری نے، ان سے عمر بن کثیر نے، ان سے ابو قتادہ کے غلام ابو محمد نافع نے اور ان سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی جنگ کے دن فرمایا، جس کے پاس کسی مقتول کے بارے میں جسے اس نے قتل کیا ہو گواہی ہو تو اس کا سامان اسے ملے گا۔ چنانچہ میں مقتول کے لیے گواہ تلاش کرنے کے لیے کھڑا ہوا تو میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو میرے لیے گواہی دے سکے، اس لیے میں بیٹھ گیا۔ پھر میرے سامنے ایک صورت آئی اور میں نے اس کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو وہاں بیٹھے ہوئے ایک صاحب نے کہا کہ اس مقتول کا سامان جس کا ابو قتادہ ذکر کر رہے ہیں، میرے پاس ہے۔ انہیں اس کے لیے راضی کر دیجئے (کہ وہ یہ ہتھیار وغیرہ مجھے دے دیں) اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کو نظر انداز کر کے جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کرتا ہے وہ قریش کے معمولی آدمی کو ہتھیار نہیں دیں گے۔ بیان کیا کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور انہوں نے ہتھیار مجھے دے دیئے اور میں نے اس سے ایک باغ خریدا۔ یہ پہلا مال تھا جو میں نے (اسلام کے بعد) حاصل کیا تھا۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور مجھ سے عبداللہ بن صالح نے بیان کیا، ان سے لیث بن سعد نے کہ "پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور مجھے وہ سامان دلا دیا، اور اہل حجاز امام مالک وغیرہ نے کہا کہ حاکم کو صرف اپنے علم کی بنیاد پر فیصلہ کرنا درست نہیں۔ خواہ وہ معاملہ پر عہدہ قضا حاصل ہونے کے بعد گواہ ہوا ہو یا اس سے پہلے اور اگر کسی فریق نے اس کے سامنے دوسرے کے لیے مجلس قضا میں کسی حق کا اقرار کیا تو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس بنیاد پر وہ فیصلہ نہیں کرے گا بلکہ دو گواہوں کو بلا کر ان کے سامنے اقرار کرائے گا۔ اور بعض اہل عراق نے کہا ہے کہ جو کچھ قاضی نے عدالت میں دیکھا یا سنا اس کے مطابق فیصلہ کرے گا لیکن جو کچھ عدالت کے باہر ہو گا اس کی بنیاد پر دو گواہوں کے بغیر فیصلہ نہیں کر سکتا اور انہیں میں سے دوسرے لوگوں نے کہا کہ اس کی بنیاد پر بھی فیصلہ کر سکتا ہے کیوں کہ وہ امانت دار ہے۔ شہادت کا مقصد تو صرف حق کا جاننا ہے پس قاضی کا ذاتی علم گواہی سے بڑھ کر ہے۔ اور بعض ان میں سے کہتے ہیں کہ اموال کے بارے میں تو اپنے علم کی بنیاد پر فیصلہ کرے گا اور اس کے سوا میں نہیں کرے گا اور قاسم نے کہا کہ حاکم کے لیے درست نہیں کہ وہ کوئی فیصلہ صرف اپنے علم کی بنیاد پر کرے اور دوسرے کے علم کو نظر انداز کر دے گو قاضی کا علم دوسرے کی گواہی سے بڑھ کر ہے لیکن چونکہ عام مسلمانوں کی نظر میں اس صورت میں قاضی کے متہم ہونے کا خطرہ ہے اور مسلمانوں کو اس طرح بدگمانی میں مبتلا کرنا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدگمانی کو ناپسند کیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ صفیہ میری بیوی ہیں۔

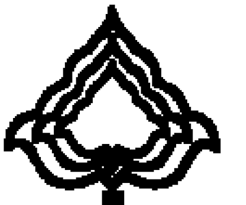




یعنی قاضی اگر عہدہ قضاء حاصل ہونے کے بعد یا اس سے پہلے کسی امر کا گواہ ہو، تو کیا وہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ قاضی کو اپنی شہادت اور اپنی ذاتی واقفیت پر فیصلہ نہیں کرنا چاہیے، بلکہ ایسا کیس کسی دوسرے قاضی کے پاس دائر کیا جائیگا، اور ذاتی علم والا قاضی دوسرے قاضی کے پاس دیگر گواہوں کی طرح پیش ہو کر گواہی دیگا، وہ خود ہی قاضی اور خود ہی گواہ نہیں بن سکتا، کیونکہ ذاتی علم کی بنیاد پر فیصلہ کرنے سے عام مسلمانوں کے ہاں وہ مورد الزام ٹھہرے گا اور لوگ اس کے بارہ میں بدگمانی کریں گے کہ اس نے ذاتی واقفیت کی بنیاد پر گواہوں کے بغیر فیصلہ کر دیا ہے، لہٰذا اس نے فلاں کی رعایت کی ہے۔

قولہ "وَقَالَ شُرَيْحٌ" یہ شریح بن حارث بن قیس نخعی کوفہ کے قاضی تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں قاضی مقرر کیا تھا وہ ان کے بعد بھی قاضی رہے ہیں، یہ مخضرم تھے جنہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں کو پایا ہے، بعض کہتے ہیں انہیں صحبت بھی حاصل تھی سو سال سے زیادہ عمر پا کر ۸۰ھ سے پہلے فوت ہوئے ہیں۔

ان سے کسی نے کہا کہ آپ کو میرے بارہ میں علم ہے تو آپ میرے گواہ بن کر فیصلہ کر دیں تو انہوں نے کہا کہ آپ فلاں امیر کے پاس اپنا مقدمہ لے جائیں میں وہاں تیرا گواہ بن کر گواہی دوں گا، میں خود ہی قاضی اور خود ہی گواہ نہیں بن سکتا۔



قولہ "شَهَادَتُكَ شَهَادَةُ رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا اگر آپ کسی کو زنا کرتے دیکھیں یا چوری کرتے دیکھیں اور آپ خود قاضی بھی ہوں کیا آپ گواہ بن کر فیصلہ کرو گے؟ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے کہا اس صورت میں آپ کی گواہی ایک عام مسلمان کی طرح ہو گی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے درست کہا۔

قولہ "قَالَ عُمَرُ: لَوْلاَ أَنْ يَقُولَ النَّاسُ" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اگر لوگ یہ نہ کہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اضافہ کر دیا ہے، تو میں رجم کی آیت اپنے ہاتھ سے مصحف میں لکھ دیتا۔

شرح بخاری

لیکن انہوں نے ایسا کیا نہیں، تا کہ لوگ اعتراض نہ کریں، جس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کا بھی لحاظ کرنا چاہیے اور انہوں نے کہا کہ لوگ آیت رجم کو قرآن کریم سے نہیں مانتے اگر میں لکھوں گا تو لوگ اعتراض کریں گے۔ [1]

قولہ "فَأَمَرَ بِرَجْمِهِ" حضرت ماعز نے چار مرتبہ آپ کے پاس زنا کا اعتراف کیا تو آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا لیکن یہ منقول نہیں ہے کہ آپ نے اس کے اقرار پر حاضرین کو گواہ بنایا ہو، اور یہ نہیں کہا کہ تم گواہ ہو جاؤ کہ یہ زنا کا اقرار کر رہا ہے۔



قولہ "وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِرَاقِ" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں علماء کا اختلاف نقل کر دیا ہے، کہ قاضی مجلس قضاء



[1] آیت رجم قرآن کریم میں نازل ہوئی تھی، بعد میں اس کی تلاوت منسوخ کر دی گئی لیکن رجم کا حکم باقی رکھا گیا جس پر ائمہ اربعہ بلکہ امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ رجم کا حکم باقی ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ حضرت عمر فاروق کی یہ رائے ہو گی کہ جیسا کہ کئی دیگر منسوخ آیات قرآن کریم میں موجود ہیں تو آیت رجم منسوخ التلاوت ہے حکم اس کا باقی ہے تو اسے بھی مصحف میں درج کیا جا سکتا ہے، لیکن لوگوں کا لحاظ کرتے ہوئے انہوں نے اسے درج نہیں کیا۔



میں جو سنے یا دیکھے تو اس کے مطابق فیصلہ کرے، لیکن جو کچھ مجلس قضاء سے باہر دیکھے تو اس پر دو گواہوں کی گواہی سے فیصلہ کرے، بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ وہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے، کیونکہ قاضی امانت دار ہوتا ہے، اور شہادت کا مقصد حق کو جاننا ہوتا ہے اور قاضی کا ذاتی علم گواہی سے بڑھ کر ہے، اور بعض کی رائے یہ ہے کہ مالی معاملات میں اپنے علم کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے، لیکن دیگر معاملات (مثلاً فوجداری مقدمات) میں اپنے علم کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کر سکتا۔

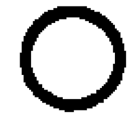
علماء حجاز کے نزدیک حاکم اور قاضی کو اپنے علم کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کرنا چاہیے، قاسم نے کہا ہے کہ حاکم کو چاہیے کہ اپنے ذاتی علم کی بنیاد پر فیصلہ نہ کرے، اگرچہ اس کا علم دوسروں کی گواہی سے بڑھ کر ہے، کیونکہ ایسا کرنے سے وہ اپنے آپ کو لوگوں کے ہاں مورد الزام ٹھہرائیگا، اور انہیں بدگمانی میں مبتلا کرے گا، جب کہ نبی اکرم ﷺ بدگمانی سے بچتے تھے اور آپ نے بدگمانی سے بچتے ہوئے اپنی بیوی صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارہ میں فرمایا تھا کہ یہ میری بیوی صفیہ ہے، جیسا کہ آئندہ حدیث میں اس کی وضاحت آرہی ہے۔



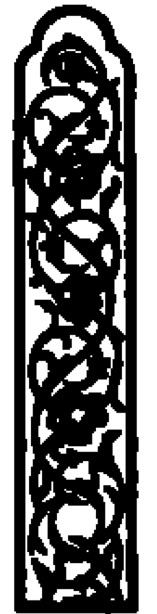
٧١٧١- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَتْهُ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ فَلَمَّا رَجَعَتْ انْطَلَقَ مَعَهَا فَمَرَّ بِهِ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَدَعَاهُمَا فَقَالَ إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ قَالَا سُبْحَانَ اللهِ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ رَوَاهُ شُعَيْبٌ وَابْنُ مُسَافِرٍ وَابْنُ أَبِي عَتِيقٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيٍّ يَعْنِي ابْنَ حُسَيْنٍ عَنْ صَفِيَّةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

شرح بخاری

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے اور ان سے زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے کہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا (رات کے وقت) نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں (اور آنحضرت ﷺ مسجد میں معتکف تھے) جب وہ واپس آنے لگیں تو آنحضرت ﷺ بھی ان کے ساتھ آئے۔ اس وقت دو انصاری صحابی ادھر سے گزرے تو آنحضرت ﷺ نے انہیں بلایا اور فرمایا کہ یہ صفیہ ہیں۔ ان دونوں انصاریوں نے کہا، سبحان اللہ (کیا ہم آپ پر شبہ کریں گے؟) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ شیطان انسان کے اندر اس طرح دوڑتا ہے جیسے خون دوڑتا ہے۔ اس کی روایت شعیب ابن مسافر ابن ابی عتیق اور اسحاق بن یحییٰ نے زہری سے کی ہے، ان سے علی بن حسین نے اور ان سے صفیہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے یہی واقعہ نقل کیا ہے۔







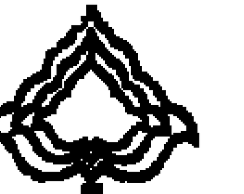
نبی اکرم ﷺ اپنی بیوی صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کھڑے تھے جب کہ آپ کے پاس سے دو انصاری آدمی گزرے تو آپ نے ان کے ظن سے بچتے ہوئے فرمایا، یہ صفیہ ہے، جس سے معلوم ہوا کہ خطرات سے بچنا چاہیے، اور لوگوں کے خدشات

کو دور کرنا چاہیے، ایسے ہی اگر یہ خطرہ ہو کہ ذاتی علم کی بنیاد پر فیصلہ کرنے سے لوگ تہمت اور الزام لگائیں گے کہ قاضی بغیر گواہوں کے فیصلے کر کے بعض کی رعایت کرتا ہے تو اسے اپنے ذاتی علم کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کرنا چاہیے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی رائے کے قائل ہیں۔

(۲۲) بَابُ أَمْرِ الْوَالِي إِذَا وَجَّهَ أَمِيرَيْنِ إِلَى مَوْضِعٍ: أَنْ يَتَطَاوَعَا وَلَا يَتَعَاصَيَا

جب حاکم اعلیٰ دو شخصوں کو کسی ایک جگہ کا حاکم مقرر کرے تو انہیں یہ حکم دے کہ وہ مل کر رہیں اور ایک دوسرے کی مخالفت نہ کریں

۷۱۷۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبِي وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى إِنَّهُ يُصْنَعُ بِأَرْضِنَا الْبِتْعُ فَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَقَالَ النَّضْرُ وَأَبُو دَاوُدَ وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَوَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.



ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالملک بن عمرو عقدی نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی بردہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد (ابوموسی رضی اللہ عنہ) اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا اور ان سے فرمایا کہ آسانی پیدا کرنا اور تنگی نہ کرنا اور خوش خبری دینا اور نفرت نہ دلانا اور آپس میں اتفاق رکھنا۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ہمارے ملک میں شہد کا نبیذ (بتع) بنایا جاتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ نضر بن شمیل، ابوداؤد طیالسی، یزید بن ہارون اور وکیع نے شعبہ سے بیان کیا، ان سے سعید نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے ان کے دادا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی حدیث نقل کی۔

جب حاکم اعلیٰ دو افراد کو کسی ایک مقام میں حاکم اور قاضی مقرر کرے تو انہیں یہ حکم دے کہ وہ مل کر اتفاق سے رہیں اور باہمی ایک دوسرے سے مخالفت نہ کریں، کیونکہ اگر وہ آپس میں ایک دوسرے کی مخالفت کریں گے تو ان کی رعایا میں بھی اختلاف ہی رہے گا اور اس طرح بڑوں کے اختلاف سے عوام پر برا اثر پڑے گا۔



قولہ "الْعَقَدِيُّ هو عبدالملك بن عمرو"

قولہ "سَمِعْتُ أَبِي" ابی سے مراد ابوبردہ عامر بن عبداللہ ہیں عامر تابعی ہیں اور ان کے والد عبداللہ بن قیس ہیں جو کہ ابوموسیٰ اشعری صحابی رسول ہیں۔

(۲۳)بَابُ إِجَابَةِ الحَاكِمِ الدَّعْوَةَ
حاکم دعوت قبول کرسکتا ہے

وَقَدْ أَجَابَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ عَبْدًا لِلْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے ایک غلام کی دعوت قبول کی تھی

۷۱۷۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُكُّوا الْعَانِيَ وَأَجِيبُوا الدَّاعِيَ.

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، کہا مجھ سے منصور نے بیان کیا، ان سے ابوائل نے اور ان سے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیدیوں کو چھڑاؤ اور دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرو۔

اگر مدعی اور مدعیٰ علیہ میں سے کوئی ایک قاضی کی دعوت کرے تو اسے قبول کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے، لیکن ان کے علاوہ کسی اور نے دعوت کی ہو جیسا کہ ولیمہ کی دعوت ہے تو اسے قبول کیا جاسکتا ہے لہٰذا جہاں الزام کا خطرہ نہ ہو تو قاضی دعوت قبول کرتے ہوئے وہاں جاسکتا ہے۔



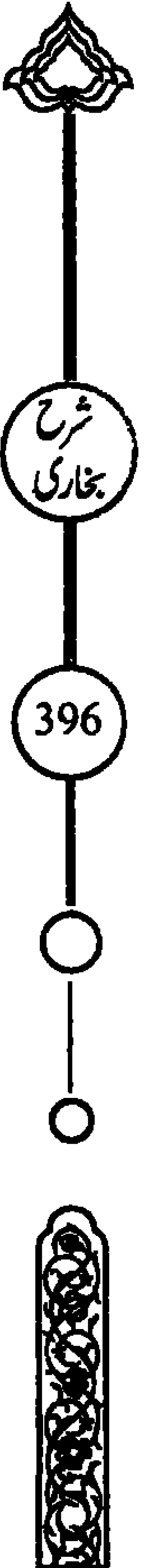
(۲۴)بَابُ هَدَايَا الْعُمَّالِ
حاکموں کو جو ہدیے تحفے دیئے جائیں ان کا بیان

۷۱۷٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ أَخْبَرَنَا أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ قَالَ اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنْ بَنِي أَسْدٍ يُقَالُ لَهُ ابْنُ الْأُتَبِيَّةِ عَلَى صَدَقَةٍ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ هَذَا لَكُمْ وَهَذَا أُهْدِيَ لِي فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ سُفْيَانُ أَيْضًا فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ الْعَامِلِ نَبْعَثُهُ فَيَأْتِي يَقُولُ هَذَا لَكَ وَهَذَا لِي فَهَلَّا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ وَأُمِّهِ فَيَنْظُرُ أَيُهْدَى لَهُ أَمْ لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَأْتِي بِشَيْءٍ إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ إِنْ كَانَ بَعِيرًا لَهُ رُغَاءٌ أَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ أَوْ شَاةً تَيْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْنَا عُفْرَتَيْ إِبْطَيْهِ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ ثَلَاثًا قَالَ سُفْيَانُ قَصَّهُ عَلَيْنَا الزُّهْرِيُّ وَزَادَ هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعَ أُذُنَايَ وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنِي وَسَلُوا زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَإِنَّهُ سَمِعَهُ مَعِي وَلَمْ يَقُلِ الزُّهْرِيُّ سَمِعَ أُذُنِي خُوَارٌ صَوْتٌ وَالْجُؤَارُ مِنْ تَجْأَرُونَ



كَصَوْتِ الْبَقَرَةِ.

ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے زہری نے، انہوں نے عروہ سے سنا، انہیں حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ بنی اسد کے ایک شخص کو صدقہ کی وصولی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحصیلدار بنایا، ان کا نام ابن الاتبیہ تھا۔ جب وہ لوٹ کر آئے تو انہوں نے کہا کہ یہ مال آپ لوگوں کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ میں دیا گیا ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے، سفیان ہی نے یہ روایت بھی کی کہ "پھر آپ منبر پر چڑھے" پھر اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا، اس عامل کا کیا حال ہو گا جسے ہم تحصیل کے لیے بھیجتے ہیں پھر وہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ مال تمہارا ہے اور یہ میرا ہے۔ کیوں نہ وہاں اپنے باپ یا ماں کے گھر بیٹھا رہا اور دیکھا ہوتا کہ اسے ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، عامل جو چیز بھی (ہدیہ کے طور پر) لے گا اسے قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے گا۔ اگر اونٹ ہو گا تو وہ اپنی آواز نکالتا آئے گا، اگر گائے ہو گی تو وہ اپنی آواز نکالتی آئے گی، بکری ہو گی تو وہ بولتی آئے گی، پھر آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے۔ یہاں تک کہ ہم نے آپ کے دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی اور آپ نے فرمایا کہ میں نے پہنچا دیا! تین مرتبہ یہی فرمایا۔ سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ یہ حدیث ہم سے زہری نے بیان کی اور ہشام نے اپنے والد سے روایت کی، ان سے ابو حمید رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میرے دونوں کانوں نے سنا اور دونوں آنکھوں نے دیکھا اور زید بن ثابت صحابی رضی اللہ عنہ سے بھی پوچھ لو کیوں کہ انہوں نے بھی یہ حدیث میرے ساتھ سنی ہے۔ سفیان نے کہا زہری نے یہ لفظ نہیں کہا کہ میرے کانوں نے سنا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا حدیث میں خوار کا لفظ ہے یعنی گائے کی آواز یا جوار کا لفظ جو لفظ تجارون سے نکلا ہے جو سورۃ مومنون میں ہے یعنی گائے کی آواز نکالتے ہوں گے۔



یہ ترجمہ باب اس حدیث سے لیا گیا ہے جو مسند احمد وغیرہ میں حضرت ابو حمید سے مرفوع مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "هَدَايَا العُمَّالِ غلول"[1] اور "الْأُتَبِيَّة" ہمزہ کے ساتھ اور لام سے بھی پڑھا گیا ہے اس کا نام عبد اللہ بن اللتبیۃ ہے۔

کسی کی طرف سے ہدیہ اور تحفہ قبول کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن جہاں ہدیہ قبول کرنا خطرہ کا باعث ہو اور حرام کا ذریعہ بنتا ہو تو وہاں ہدیہ لینے سے بچنا چاہیے۔

قولہ "خُوَارٌ صَوْتٌ" یہ سورۃ طٰہٰ کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے، "عِجْلا جَسَدًا لَهُ خُوَارٌ"[2] اور خوار بچھڑے کی آواز کو کہتے ہیں اور جؤار "تَجْأَرُونَ" سے ہے اور یہ سورۃ المومنون کی آیت "إِذَا هُمْ يَجْأَرُونَ"[3] کی

① مسند احمد: ۲۳۶۰۱، مسند بزار: ۳۷۲۳، السنن الصغیر للبیہقی: ۳۲۶۶

② طٰہٰ: ۸۸

③ المومنون: ۶۴

طرف اشارہ ہے، مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اعمش کی قراءت کی طرف اشارہ کیا ہے، اعمش نے "عِجْلا جَسَدًا لَهُ جُؤَارٌ" جیم کے ساتھ پڑھا ہے جیم اور خا دونوں کے ساتھ اس لفظ کا معنیٰ ایک ہے۔

(۲۵) بَابُ اسْتِقْضَاءِ الْمَوَالِي وَاسْتِعْمَالِهِمْ

آزاد شدہ غلام کو قاضی یا حاکم بنانا

۷۱۷۵- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ أَنَّ نَافِعًا أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ قَالَ كَانَ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ يَؤُمُّ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ وَأَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَأَبُو سَلَمَةَ وَزَيْدٌ وَعَامِرُ بْنُ رَبِيعَةَ.

ہم سے عثمان بن صالح نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ کو ابن جریج نے خبر دی، انہیں نافع نے خبر دی، انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی، کہا کہ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے (آزاد کردہ غلام) سالم مہاجرا ولین کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے صحابہ کی مسجد قبا میں امامت کیا کرتے تھے۔ ان اصحاب میں ابوبکر، عمر، ابوسلمہ، زید اور عامر بن ربیعہ بھی ہوتے تھے۔



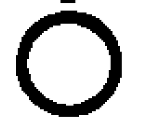
آزاد شدہ غلاموں کو قاضی اور عامل بنانا جائز ہے، حدیث مذکور میں سالم کو امام بنانے کا ذکر ہے اور وہ آزاد شدہ غلام تھے اس پر قیاس کرتے ہوئے آزاد شدہ غلام کو قاضی اور عامل بنانا بھی جائز ہے، بشرطیکہ وہ اس کا اہل ہو۔

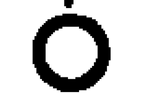
(۲۶) بَابُ الْعُرَفَاءِ لِلنَّاسِ

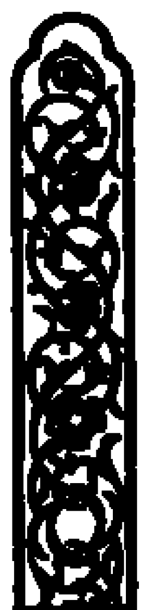
لوگوں کے مانیٹر مقرر کرنے کا بیان

شرح بخاری

۷۱۷۶، ۷۱۷۷- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَمِّهِ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حِينَ أَذِنَ لَهُمُ الْمُسْلِمُونَ فِي عِتْقِ سَبْيِ هَوَازِنَ إِنِّي لَا أَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ فَرَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ النَّاسَ قَدْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا.







ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے ان کے چچا موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا اور انہیں مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مسلمانوں نے قبیلہ ہوازن

کے قیدیوں کو آزاد کرنے کی اجازت دی تو فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے نہیں دی ہے۔ پس واپس جاؤ اور تمہارا معاملہ ہمارے پاس تمہارے نقیب یا چودھری اور تمہارے سردار لائیں۔ چنانچہ لوگ واپس چلے گئے اور ان کے ذمہ داروں نے ان سے بات کی اور پھر آنحضرت ﷺ کو آکر اطلاع دی کہ لوگوں نے دلی خوشی سے اجازت دے دی ہے۔

چونکہ امیر اور خلیفہ سارے امور خود سرانجام نہیں دے سکتا لہٰذا وہ لوگوں سے رابطہ کے لیے اور ان کے مسائل نمٹانے کے لیے اپنے ماتحت نقیب اور ناظم مقرر کرسکتا ہے۔

قولہ "أَنَّ النَّاسَ قَدْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا" یہ مسئلہ اس سے قبل بھی ذکر ہو چکا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بنو ہوازن کو غنیمت میں ملنے والے قیدی واپس کیے تھے، کیا یہ ہبہ تھا، جیسا کہ امام بخاری کی رائے ہے، یا رد تھا جیسا کہ خریدی ہوئی چیز رد کر کے اپنی رقم لے لی جاتی ہے، اس طرح یہ رد بھی بیع کی شکل بن جائے، یا یہ اعتاق کی صورت تھی، حنفیوں کے نزدیک یہ اعتاق کی صورت تھی کہ آپ نے ان غلاموں کو آزاد کر دیا تھا، بعض جگہ اعتاق یا رد کا لفظ بھی آتا ہے۔

ان تینوں احتمالات سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہبہ ہونے کو ترجیح دی ہے، باقی احتمالات کو نظر انداز کر دیا ہے، آپ نے اعتاق کے احتمال کو اس لیے نہیں لیا کہ اس وقت غانمین کی کوئی فہرست نہیں بنی تھی جس سے معلوم ہوسکے کہ وہ غانمین کتنے ہیں، تاکہ آزاد ہونے والوں کے وہ موالی اور وہ معتق بن جائیں، اور یہ بات کہیں ثابت نہیں ہے اس لیے اعتاق نہیں ہوسکتا کہ وہ مالک بن کر آزاد کر رہے ہوں، جیسا کہ حنفیوں نے سمجھا ہے، اور رد سے مراد یہ ہے کہ تملک کے ذریعہ کو باطل کر دیا جائے، اور یہاں تملک کا ذریعہ جہاد تھا، اور جہاد کو باطل نہیں کیا جاسکتا، بیع تو اقالہ سے باطل ہوسکتی ہے لیکن جہاد باطل نہیں ہوسکتا، لہٰذا رد بھی نہیں ہوسکتا، اس لیے اعتاق بھی نہیں کہہ سکتے، اور نہ ہی رد کہہ سکتے ہیں، باقی ہبہ کی صورت ہی رہ جاتی ہے لہٰذا یہ ہبہ ہوا ہے۔ احراز سے مسلمانوں کا ملک قائم ہو گیا تھا، اس کے بعد انہوں نے یہ مال ہبہ کر دیا، اسی لیے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ہبہ مراد لیا ہے۔



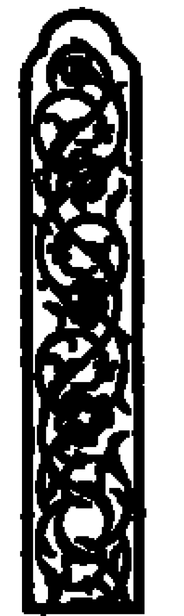
قولہ "يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ" سنن ابی داؤد میں حدیث "العرفاءَ في النَّارِ"[1] وارد ہے جو اس باب کی حدیث کے خلاف ہے لیکن یہ تب ہے جب کہ عرفاء اور نقباء حد سے تجاوز کرنے والے اور عدل وانصاف قائم کرنے کی بجائے دست درازی اور ظلم وزیادتی کرنے والے ہوں، ورنہ امراء اپنے کام سرانجام دینے کے لیے عرفاء کو منتخب کر سکتے ہیں جیسا کہ ترجمہ باب کی حدیث سے اس کا جواز ثابت ہے۔



(٢٧) بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ ثَنَاءِ السُّلْطَانِ، وَإِذَا خَرَجَ قَالَ غَيْرَ ذَلِكَ

بادشاہ کے سامنے منہ در منہ خوشامد کرنا، پیٹھ پیچھے اس کو برا کہنا منع ہے

٧١٧٨- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ



(1) سنن ابی داؤد: ٢٩٣٤

عَنْ أَبِيهِ قَالَ أُنَاسٌ لِابْنِ عُمَرَ إِنَّا نَدْخُلُ عَلَى سُلْطَانِنَا فَنَقُولُ لَهُمْ خِلَافَ مَا نَتَكَلَّمُ إِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ قَالَ كُنَّا نَعُدُّهَا نِفَاقًا.

ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا ہم سے عاصم بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر نے، اور ان سے ان کے والد نے کہ کچھ لوگوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ ہم اپنے حاکموں کے پاس جاتے ہیں اور ان کے حق میں وہ باتیں کہتے ہیں کہ باہر آنے کے بعد ہم اس کے خلاف کہتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم اسے نفاق کہتے تھے۔

حاکم وقت کے سامنے اس کی تعریف کرنا اور اس سے الگ ہو کر پیٹھ پیچھے اس کی عیب جوئی کرنا ممنوع ہے، مسند احمد میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایسے لوگوں سے ملاقات ہوئی جو مروان کے پاس سے ہو کر آرہے تھے آپ نے دریافت کیا کہ یہ لوگ کہاں سے آرہے ہیں، انہوں نے کہا ہم امیر مروان سے ملاقات کر کے آئے ہیں آپ نے فرمایا کیا تم نے اس سے حق کی بات کی اور اس پر اس کی اعانت کی ہے اور برائی کو دیکھ کر اس کا رد کیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں بخدا، بلکہ اس نے غلط کہا تو ہم نے کہا بالکل درست کہا آپ نے، لیکن جب ہم اس سے الگ ہوتے ہیں تو کہتے ہیں اللہ اسے مارے کسی قدر یہ فاسق و فاجر ہے، تو اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کہنے والوں کے لیے نفاق شمار کیا کرتے تھے۔ [1]

٧١٧٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ ذُو الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ.

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی حبیب نے، ان سے عراک نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدترین شخص دو رخا ہے۔ کسی کے سامنے اس کا ایک رخ ہوتا ہے اور دوسرے کے سامنے دوسرا رخ برتتا ہے۔

(٢٨) بَابُ الْقَضَاءِ عَلَى الْغَائِبِ

ایک طرفہ فیصلہ کرنے کا بیان

٧١٨٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ هِنْدًا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ فَأَحْتَاجُ أَنْ آخُذَ مِنْ مَالِهِ قَالَ خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ.

ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان نے خبر دی، انہیں ہشام نے، انہیں ان کے والد نے اور ان

[1] مسند احمد: ۵۳۷۳

سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ہند نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ (ان کے شوہر) ابوسفیان بخیل ہیں اور مجھے ان کے مال میں سے لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دستور کے مطابق اتنا لے لیا کرو جو تمہارے اور تمہارے بچوں کے لیے کافی ہو۔

بعض دفعہ مدعیٰ علیہ حاضر نہیں ہوتا بلکہ غائب ہو جاتا ہے تو اس کے خلاف فیصلہ کیا جا سکتا ہے جب کہ وہ غلطی پر ہو اور فیصلے کا تعلق حقوق العباد سے ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے خلاف فیصلہ کیا تھا اور وہ آپ کی مجلس میں موجود نہیں تھا۔

(۲۹) بَابُ مَنْ قُضِيَ لَهُ بِحَقِّ أَخِيهِ فَلاَ يَأْخُذْهُ فَإِنَّ قَضَاءَ الحَاكِمِ لاَ يُحِلُّ حَرَامًا وَلاَ يُحَرِّمُ حَلاَلًا

اگر قاضی اجتہادی غلطی کی بنا پر ایک مسلمان کا مال کسی دوسرے کو دلا دے تو اسے وہ مال نہیں لینا چاہیے کیونکہ قاضی کے غلط فیصلے سے نہ حرام حلال ہو سکتا ہے اور نہ حلال حرام ہو سکتا ہے۔



۷۱۸۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَمِعَ خُصُومَةً بِبَابِ حُجْرَتِهِ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّهُ يَأْتِينِي الْخَصْمُ فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ فَأَحْسِبُ أَنَّهُ صَادِقٌ فَأَقْضِي لَهُ بِذَلِكَ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ فَلْيَأْخُذْهَا أَوْ لِيَتْرُكْهَا.

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے صالح نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی، انہیں زینب بنت ابی سلمہ نے خبر دی اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی۔ آپ نے اپنے حجرہ کے دروازے پر جھگڑے کی آواز سنی تو باہر ان کی طرف نکلے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں بھی ایک انسان ہوں اور میرے پاس لوگ مقدمے لے کر آتے ہیں۔ ممکن ہے ان میں سے ایک فریق دوسرے فریق سے بولنے میں زیادہ عمدہ ہو اور میں یقین کر لوں کہ وہی سچا ہے اور اس طرح اس کے موافق فیصلہ کر دوں۔ پس جس شخص کے لیے بھی میں کسی مسلمان کا حق دلا دوں تو وہ جہنم کا ایک ٹکڑا ہے وہ چاہے اسے لے یا چھوڑ دے، میں اس کو درحقیقت دوزخ کا ایک ٹکڑا دلا رہا ہوں۔



۷۱۸۲- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ

الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ مِنِّي فَاقْبِضْهُ إِلَيْكَ فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدٌ فَقَالَ ابْنُ أَخِي قَدْ كَانَ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ فَقَامَ إِلَيْهِ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ فَتَسَاوَقَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُولَ اللهِ ابْنُ أَخِي كَانَ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ احْتَجِبِي مِنْهُ لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ فَمَا رَآهَا حَتَّى لَقِيَ اللهَ تَعَالَى.

ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی (کا لڑکا) میرا ہے تم اسے اپنی پروش میں لے لینا۔ چنانچہ فتح مکہ کے دن سعد رضی اللہ عنہ نے اسے لے لیا اور کہا کہ یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اور مجھے اس کے بارے میں انہوں نے وصیت کی تھی، پھر عبد بن زمعہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ میرا بھائی، میرے والد کی لونڈی کا لڑکا ہے اور انہیں کے فراش پر پیدا ہوا۔ چنانچہ یہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! میرے بھائی کا لڑکا ہے، انہوں نے مجھے اس کی وصیت کی تھی اور عبد بن زمعہ نے کہا کہ میرا بھائی ہے، میرے والد کی لونڈی کا لڑکا ہے اور انہیں کے فراش پر پیدا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبد بن زمعہ! یہ تمہارا ہے، پھر آپ نے فرمایا کہ بچہ فراش کا ہوتا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔ پھر آپ نے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اس لڑکے سے پردہ کیا کرو کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے کی عتبہ سے مشابہت دیکھ لی تھی۔ چنانچہ اس نے سودہ رضی اللہ عنہا کو موت تک نہیں دیکھا۔



اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال بہت دقیق ہے، وہ یوں کہ اگر قاضی کا فیصلہ ظاہرا و باطنا یعنی عند الناس و عند اللہ دونوں طرح نافذ ہو جاتا ہے، جیسے حنفیہ کہتے ہیں تو جب آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ بچہ زمعۃ کا بیٹا ہے تو آپ کے فیصلے سے وہ حضرت سودۃ کا بھی بھائی بن جاتا کیونکہ وہ زمعہ کی بیٹی تھیں اور آپ حضرت سودۃ رضی اللہ عنہا کو اس سے پردہ کا حکم نہ دیتے، کیونکہ بھائی سے پردہ نہیں ہے، لیکن آپ نے حضرت سودۃ رضی اللہ عنہا کو اس سے پردہ کا حکم دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ قاضی کا فیصلہ ظاہرا نافذ ہوا ہے اور ظاہر میں وہ حضرت سودۃ کا بھائی ٹھہرا ہے لیکن باطنا قاضی کا فیصلہ نافذ نہیں ہوا۔



اور وہ عند اللہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی نہیں ٹھہرا اسی لیے آپ نے حضرت سودۃ کو اس سے پردہ کا حکم دیا ہے۔

(۳۰) بَابُ الحُكْمِ فِي البِئْرِ وَنَحْوِهَا

کنویں اور اس جیسی چیزوں کے مقدمات فیصل کرنا

٧١٨٣- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ وَالْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْلِفُ عَلَى يَمِينِ صَبْرٍ يَقْتَطِعُ مَالًا وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ إِلَّا لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَأَنْزَلَ اللهُ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا الْآيَةَ.

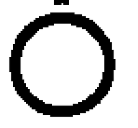
ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا' کہا ہم کو سفیان نے خبر دی' انہیں منصور اور اعمش نے' ان سے ابو وائل نے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایسی قسم کھائے جو جھوٹی ہو جس کے ذریعہ وہ کسی دوسرے کا مال مار لے تو اللہ سے وہ اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (اس کی تصدیق میں) نازل فرمائی "بلا شبہ جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی پونجی کے بدلے خریدتے ہیں۔" (الآیۃ



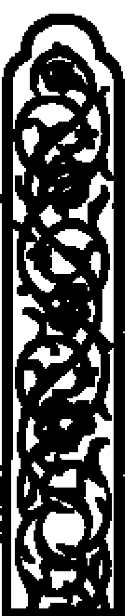
٧١٨٤- فَجَاءَ الْأَشْعَثُ وَعَبْدُ اللهِ يُحَدِّثُهُمْ فَقَالَ فِيَّ نَزَلَتْ وَفِي رَجُلٍ خَاصَمْتُهُ فِي بِئْرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَكَ بَيِّنَةٌ قُلْتُ لَا قَالَ فَلْيَحْلِفْ قُلْتُ إِذًا يَحْلِفُ فَنَزَلَتْ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ الْآيَةَ.

شرح بخاری

اتنے میں اشعث رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ ابھی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان سے حدیث بیان کر ہی رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میرے ہی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی اور ایک شخص کے بارے میں میرا ان سے کنویں کے بارے میں جھگڑا ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) کہا کہ تمہارے پاس کوئی گواہی ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر فریق مقابل کی قسم پر فیصلہ ہوگا۔ میں نے کہا کہ پھر تو یہ (جھوٹی) قسم کھا لے گا۔ چنانچہ آیت "بلاشبہ جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے حقیر سا معاوضہ لیتے ہیں" نازل ہوئی۔



کنویں پر کسی شخص کا ملک ثابت ہو جاتا ہے اگرچہ کنویں میں پانی ہوتا ہے اور پانی میں سب لوگ شریک ہوتے ہیں کنویں والے کو زائد از ضرورت پانی روکنے کی اجازت نہیں ہے لیکن کنویں پر اس کا ملک ہو سکتا ہے کیونکہ کنویں والے نے کنویں کو خرچہ کر کے کھودوایا کھدوایا ہوتا ہے، اس لیے اس کا اس پر حق ہوتا ہے اور وہ اپنا حق لینے کے لیے کیس کر سکتا ہے۔



(۳۱) بَابٌ: القَضَاءُ فِي قَلِيلِ المَالِ وَكَثِيرِهِ سَوَاءٌ

تھوڑے اور زیادہ مال میں فیصلہ کرنے کا بیان

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ: «الْقَضَاءُ فِي قَلِيلِ الْمَالِ وَكَثِيرِهِ سَوَاءٌ».

ابن عیینہ نے ابن شبرمہ سے بیان کیا کہ دعویٰ تھوڑے مال کا ہو یا زیادہ کا، فیصلے کے اعتبار سے دونوں کی حیثیت ایک جیسی ہے

٧١٨٥- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ عَنْ أُمِّهَا أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَبَةَ خِصَامٍ عِنْدَ بَابِهِ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّهُ يَأْتِينِي الْخَصْمُ فَلَعَلَّ بَعْضًا أَنْ يَكُونَ أَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ أَقْضِي لَهُ بِذَلِكَ وَأَحْسِبُ أَنَّهُ صَادِقٌ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ فَلْيَأْخُذْهَا أَوْ لِيَدَعْهَا.



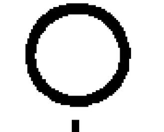
ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا ہم کو شعیب نے خبر دی' انہیں زہری نے، انہیں عروہ بن زبیر نے' انہیں زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی' ان سے ان کی والدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دروازے پر جھگڑا کرنے والوں کی آواز سنی اور ان کی طرف نکلے۔ پھر ان سے فرمایا' میں تمہارے ہی جیسا انسان ہوں' میرے پاس لوگ مقدمہ لے کر آتے ہیں' ممکن ہے ایک فریق دوسرے سے زیادہ عمدہ بولنے والا ہو اور میں اس کے لیے اس حق کا فیصلہ کر دوں اور یہ سمجھوں کہ میں نے فیصلہ صحیح کیا ہے (حالانکہ وہ صحیح نہ ہو) تو جس کے لیے میں کسی مسلمان کے حق کا فیصلہ کر دوں تو بلاشبہ یہ فیصلہ جہنم کا ایک ٹکڑا ہے۔ اب وہ اسے لے یا چھوڑ دے۔

شرح بخاری

حدیث میں مذکور وعید "فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ" تھوڑے اور زیادہ مال دونوں کو شامل ہے، لہٰذا غیر کا مال گرچہ تھوڑا ہی ہو اسے ناحق کھانے میں اس وعید کا سامنا کرنا پڑے گا۔

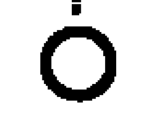
قولہ "بِحَقِّ مُسْلِمٍ" اس کا ترجمہ باب سے تعلق ہے اور یہ حق قلیل اور کثیر مال دونوں کو شامل ہے۔

(٣٢) بَابُ بَيْعِ الْإِمَامِ عَلَى النَّاسِ أَمْوَالَهُمْ وَضِيَاعَهُمْ

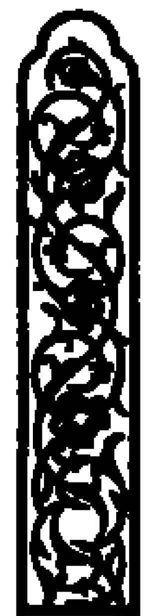


حاکم لوگوں کی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ دونوں کو بیچ سکتا ہے

وَقَدْ بَاعَ النَّبِيُّ ﷺ مُدَبَّرًا مِنْ نُعَيْمِ بْنِ النَّحَّامِ



نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مدبر غلام کو نعیم بن نحام کے ہاتھ فروخت کیا تھا۔



٧١٨٦- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ فَبَاعَهُ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ ثُمَّ أَرْسَلَ بِثَمَنِهِ إِلَيْهِ.

ہم سے ابن نمیر نے بیان کیا' کہا ہم سے محمد بن بشر نے بیان کیا' کہا ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے سلمہ بن کہیل نے بیان کیا' ان سے عطاء نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ آپ کے صحابہ میں سے ایک نے اپنے غلام کو مدبر بنادیا ہے (کہ ان کی موت کے بعد وہ آزاد ہو جائے گا) چونکہ ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی مال نہیں تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو آٹھ سو درہم میں بیچ دیا اور اس کی قیمت انہیں بھیج دی۔

امام اور حکمران کا لوگوں پر عائد حقوق ادا کرنے کے لیے ان کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کو بیچ دینا جائز ہے۔

قولہ " أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ "مسلم کی حدیث میں ہے کہ اس آدمی کو ابو مذکور کہا جاتا تھا۔

قولہ "غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ" صحیح بخاری کتاب العتق میں ہے کہ اس غلام کا نام یعقوب تھا، مسلم کی ایک حدیث میں ہے "مَاتَ الْغُلَامُ عَامَ أَوَّلَ فِي إِمَارَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ"

آپ نے اس مدبر بنائے ہوئے غلام کو اس لیے بیچ دیا تھا کہ اس کے مالک کے پاس اس کے علاوہ کوئی مال باقی نہیں بچا تھا اور بخاری نے غیر منقولہ جائداد کو غلام پر قیاس کیا ہے۔

(۳۳) بَابُ مَنْ لَمْ يَكْتَرِثْ بِطَعْنِ مَنْ لَا يَعْلَمُ فِي الْأُمَرَاءِ حَدِيثًا

کسی شخص کی سرداری میں نافرمانی سے لوگ طعنہ دیں اور حاکم ان کے طعنہ کی پرواہ نہ کرے

۷۱۸۷- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطُعِنَ فِي إِمَارَتِهِ وَقَالَ إِنْ تَطْعَنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُونَ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلِهِ وَايْمُ اللهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِلْإِمْرَةِ وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَإِنَّ هَذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ.

ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبد العزیز بن مسلم نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور اس کا امیر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بنایا لیکن ان کی سرداری پر طعن کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ اگر آج تم ان کی امارت کو مطعون قرار دیتے ہو تو تم نے اس سے پہلے اس کے والد

(زید رضی اللہ عنہ) کی امارت کو بھی مطعون قرار دیا تھا اور خدا کی قسم وہ امارت کے لیے سزاوار تھے اور وہ مجھے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عزیز تھے اور یہ (اسامہ رضی اللہ عنہ) ان کے بعد سب سے زیادہ مجھے عزیز ہے۔

اس حاکم کا بیان جو اپنے مقرر کردہ عملہ کے بارہ میں لوگوں کے طعن و تشنیع کی کوئی پرواہ نہ کرے۔ اور یہ تب ہے جب کہ ان کی طعن و تشنیع غلط ہو، لیکن اگر ان کا اعتراض درست ہو تو ضرور اس کا حل ہونا چاہیے، اس حدیث میں مذکور اسامہ بن زید کی قیادت پر لوگوں کا اعتراض درست نہیں تھا اس لیے آپ نے اسے نظر انداز کر دیا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر لوگ عامل کی شکایت کریں اور امام یا حاکم ان کے موقف کے غلط ہونے کی بنا پر ان کی کوئی پرواہ نہ کرے تو یہ جائز ہے لیکن بعض اوقات لوگوں کی بات کو اہمیت دینا پڑتی ہے جب کہ فساد کا ڈر ہو، جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کوفیوں کے ناحق طعن و تشنیع پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا تھا، حالانکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ حق پر تھے، آپ نے انہیں معزول کر دیا تا کہ کوفی بغاوت پر نہ اتر آئیں۔

(۳۴) بَابُ الأَلَدِّ الخَصِمِ
وَهُوَ الدَّائِمُ فِي الخُصُومَةِ

اس شخص کا بیان جو لوگوں سے لڑنے بھڑنے کو وتیرہ بنا لے۔



{لُدًّا} [مريم: ۹۷]: «عُوجًا».

لُدًّا کے معنی ہیں: کجی اور ٹیڑھا پن

۷۱۸۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْغَضُ الرِّجَالِ إِلَى اللهِ الأَلَدُّ الخَصِمُ.

شرح بخاری

ہم سے مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا' ان سے ابن جریج نے بیان کیا' انہوں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا' وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے نزدیک سب سے مبغوض وہ شخص ہے جو سخت جھگڑالو ہو۔

قولہ "لُدًّا" عُوجًا یعنی ٹیڑھا پن، سورۃ مریم میں ہے "وَتُنْذِرَ بِهِ قَوْمًا لُدًّا" اور تو اس قرآن کے ساتھ ایسی قوم کو ڈرائے جو کجرو اور ٹیڑھے پن کا شکار ہے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے "أَلَدَّ الخَصِمِ" کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے "لُدًّا" کا معنیٰ بھی بیان کر دیا، کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارکہ ہے کہ وہ حدیث میں آنے والے لفظ کے ساتھ ادنیٰ مناسبت کی بنا پر قرآن کریم کے لفظ کی وضاحت کر دیتے ہیں۔



(۳۵) بَابُ إِذَا قَضَى الحَاكِمُ بِجَوْرٍ، أَوْ خِلاَفِ أَهْلِ العِلْمِ فَهُوَ رَدٌّ

جب قاضی کا فیصلہ ناانصافی پر مبنی ہو یا علماء شریعت کے خلاف ہو تو وہ رد کر دیا جائیگا۔

٧١٨٩- حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدًا ح و حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ اللهِ نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى بَنِي جَذِيمَةَ فَلَمْ يُحْسِنُوا أَنْ يَقُولُوا أَسْلَمْنَا فَقَالُوا صَبَأْنَا صَبَأْنَا فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ وَيَأْسِرُ وَدَفَعَ إِلَى كُلِّ رَجُلٍ مِنَّا أَسِيرَهُ فَأَمَرَ كُلَّ رَجُلٍ مِنَّا أَنْ يَقْتُلَ أَسِيرَهُ فَقُلْتُ وَاللهِ لَا أَقْتُلُ أَسِيرِي وَلَا يَقْتُلُ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِي أَسِيرَهُ فَذَكَرْنَا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اللهُمَّ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ مَرَّتَيْنِ.

ہم سے محمود نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا' کہا ہم کو معمر نے خبر دی' انہیں زہری نے انہیں سالم نے اور انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ (دوسری سند) امام بخاری نے کہا اور مجھ سے نعیم بن حماد نے بیان کیا' کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی' کہا ہم کو معمر نے خبر دی' انہیں زہری نے' انہیں سالم نے' انہیں ان کے والد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنی جذیمہ' کی طرف بھیجا (جب انہیں اسلام کی دعوت دی) تو وہ "أسلمنا" (ہم اسلام لائے) کہہ کر اچھی طرح اظہار اسلام نہ کر سکے بلکہ کہنے لگے کہ صبانا صبانا (ہم اپنے دین سے پھر گئے' ہم اپنے دین سے پھر گئے) اس پر خالد رضی اللہ عنہ انہیں قتل اور قید کرنے لگے اور ہم میں سے ہر شخص کو اس کے حصہ کا قیدی دیا اور ہمیں حکم دیا کہ ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کر دے۔ اس پر میں نے کہا کہ واللہ! میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا اور نہ میرے ساتھیوں میں کوئی اپنے قیدی کو قتل کرے گا۔ پھر ہم نے اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے اللہ! میں اس سے براءت ظاہر کرتا ہوں جو خالد بن ولید نے کیا۔ دو مرتبہ۔



اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک قاضی کا فیصلہ غلط ہو تو دوسرا قاضی اس پر نظر ثانی کر سکتا ہے اور اس غلط فیصلے کو رد کر کے صحیح فیصلہ جاری کر سکتا ہے، یہ نہیں کہ پہلے قاضی کا فیصلہ ہر حال میں نافذ کیا جائے۔

جیسا کہ حدیث مذکور میں خالد بن ولید کے بنی جذیمہ کے لوگوں کو قتل کرنے کا فیصلہ درست نہیں تھا انہیں چاہیے تھا ان سے دریافت کرتے کہ ان کی "صبأنا" کہنے سے مراد کیا ہے، لیکن انہوں نے بغیر استفسار کے انہیں قتل کرنا شروع کر دیا جو ان کی اجتہادی غلطی تھی، اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہادی غلطی کی بنا پر حضرت خالد بن ولید پر سختی نہیں کی، لیکن ان کے فیصلے کو بھی درست نہیں کہا بلکہ اسے رد کر دیا، جس سے ثابت ہوا کہ ایک قاضی یا حاکم کے غلط فیصلے کو دوسرا قاضی یا حاکم رد کر سکتا ہے۔



(٣٦) بَابُ الإِمَامِ يَأْتِي قَوْمًا فَيُصْلِحُ بَيْنَهُمْ

امام کسی جماعت کے پاس آئے اور ان میں باہم صلح کرادے

۷۱۹۰- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ كَانَ قِتَالٌ بَيْنَ بَنِي عَمْرٍو فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ أَتَاهُمْ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فَلَمَّا حَضَرَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ فَأَذَّنَ بِلَالٌ وَأَقَامَ وَأَمَرَ أَبَا بَكْرٍ فَتَقَدَّمَ وَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ فِي الصَّلَاةِ فَشَقَّ النَّاسَ حَتَّى قَامَ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ فَتَقَدَّمَ فِي الصَّفِّ الَّذِي يَلِيهِ قَالَ وَصَفَّحَ الْقَوْمُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ لَمْ يَلْتَفِتْ حَتَّى يَفْرُغَ فَلَمَّا رَأَى التَّصْفِيحَ لَا يُمْسَكُ عَلَيْهِ الْتَفَتَ فَرَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَهُ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ أَنْ امْضِهْ وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ هَكَذَا وَلَبِثَ أَبُو بَكْرٍ هُنَيَّةً يَحْمَدُ اللهَ عَلَى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَشَى الْقَهْقَرَى فَلَمَّا رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ تَقَدَّمَ فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ إِذْ أَوْمَأْتُ إِلَيْكَ أَنْ لَا تَكُونَ مَضَيْتَ قَالَ لَمْ يَكُنْ لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يَؤُمَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لِلْقَوْمِ إِذَا رَابَكُمْ أَمْرٌ فَلْيُسَبِّحِ الرِّجَالُ وَلْيُصَفِّحِ النِّسَاءُ.



ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا' کہا ہم سے حماد نے بیان کیا' ان سے ابوحازم المدنی نے بیان کیا اور ان سے سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں باہم لڑائی ہو گئی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے ظہر کی نماز پڑھی اور ان کے یہاں صلح کرانے کے لئے تشریف لائے۔ جب عصر کی نماز کا وقت ہوا (مدینہ میں) تو بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور اقامت کہی۔ آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ وہ آگے بڑھے' اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز ہی میں تھے' پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی صف کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور اس صف میں آگئے جو ان سے قریب تھی۔ سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کو بتانے کے لیے ہاتھ پر ہاتھ مارے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو ختم کرنے سے پہلے کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ہاتھ پر ہاتھ مارنا رکتا ہی نہیں تو آپ متوجہ ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیچھے دیکھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ نماز پوری کریں اور آپ نے اس طرح ہاتھ سے اپنی جگہ ٹھہرے رہنے کا اشارہ کیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے



حکم پر اللہ کی حمد کرنے کے لیے ٹھہرے رہے' پھر آپ الٹے پاؤں پیچھے آ گئے۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ دیکھا تو آپ آگے بڑھے اور لوگوں کو آپ نے نماز پڑھائی۔ نماز پوری کرنے کے بعد آپ نے فرمایا' ابو بکر! جب میں نے اشارہ کر دیا تھا تو آپ کو نماز پوری پڑھانے میں کیا چیز مانع تھی؟ انہوں نے عرض کیا' ابن ابی قحافہ کے لیے مناسب نہیں تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کی امامت کرے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ (نماز میں) جب کوئی معاملہ پیش آئے تو مردوں کو سبحان اللہ کہنا چاہیے اور عورتوں کو ہاتھ پر ہاتھ مارنا چاہیے۔

امام اور حاکم کو چاہیے کہ اگر کسی قوم میں باہمی لڑائی جھگڑا ہو جائے تو ان کے پاس جا کر ان میں صلح کرا دے، یہ ضروری نہیں کہ لوگ ہی اس کے پاس صلح یا فیصلہ کرانے کے لیے آئیں، بلکہ وہ ان کے پاس جا کر بھی ان میں صلح کرا سکتا ہے، تا کہ دیر کرنے میں لوگوں میں لڑائی اور فساد مزید نہ پھیل جائے۔

(۳۷) بَابُ يُسْتَحَبُّ لِلْكَاتِبِ أَنْ يَكُونَ أَمِينًا عَاقِلًا

قاضی کا منشی امانت دار اور سمجھ دار ہونا چاہیے

۷۱۹۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ أَبُو ثَابِتٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ بَعَثَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ لِمَقْتَلِ أَهْلِ الْيَمَامَةِ وَعِنْدَهُ عُمَرُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي فَقَالَ إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّاءِ الْقُرْآنِ وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِقُرَّاءِ الْقُرْآنِ فِي الْمَوَاطِنِ كُلِّهَا فَيَذْهَبَ قُرْآنٌ كَثِيرٌ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ كَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ هُوَ وَاللهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي فِي ذَلِكَ حَتَّى شَرَحَ اللهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ لَهُ صَدْرَ عُمَرَ وَرَأَيْتُ فِي ذَلِكَ الَّذِي رَأَى عُمَرُ قَالَ زَيْدٌ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَإِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لَا نَتَّهِمُكَ قَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ قَالَ زَيْدٌ فَوَاللهِ لَوْ كَلَّفَنِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ بِأَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا كَلَّفَنِي مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلَانِ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ هُوَ وَاللهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ يَحُثُّ مُرَاجَعَتِي حَتَّى شَرَحَ اللهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ اللهُ لَهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَرَأَيْتُ فِي ذَلِكَ الَّذِي رَأَيَا فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعُهُ مِنَ الْعُسُبِ وَالرِّقَاعِ وَاللِّخَافِ وَصُدُورِ الرِّجَالِ فَوَجَدْتُ آخِرَ سُورَةِ التَّوْبَةِ لَقَدْ جَاءَكُمْ





رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ إِلَى آخِرِهَا مَعَ خُزَيْمَةَ أَوْ أَبِي خُزَيْمَةَ فَأَلْحَقْتُهَا فِي سُورَتِهَا وَكَانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ حَيَاتَهُ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَيَاتَهُ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ اللِّخَافُ يَعْنِي الْخَزَفَ.

ہم سے محمد بن عبداللہ ابو ثابت نے بیان کیا' کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے عبید بن سابق نے اور ان سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہ جنگ یمامہ میں بکثرت (قاری صحابہ کی) شہادت کی وجہ سے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا بھیجا۔ ان کے پاس عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ عمر میرے پاس آئے اور کہا کہ جنگ یمامہ میں قرآن کے قاریوں کا قتل بہت ہوا ہے اور میرا خیال ہے کہ دوسری جنگوں میں بھی اسی طرح وہ شہید کئے جائیں گے اور قرآن اکثر ضائع ہو جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ قرآن مجید کو (کتابی صورت میں) جمع کرنے کا حکم دیں۔ اس پر میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں ایسا کام کیسے کر سکتا ہوں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! یہ تو کار خیر ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ اس معاملہ میں برابر مجھ سے کہتے رہے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح اس معاملے میں میرا بھی سینہ کھول دیا جس طرح عمر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھولا تھا اور میں بھی وہی مناسب سمجھنے لگا جسے عمر رضی اللہ عنہ مناسب سمجھتے تھے۔ زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم جوان ہو' عقلمند ہو اور ہم تمہیں کسی بارے میں متہم بھی نہیں سمجھتے تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھتے تھے' پس تم اس قرآن مجید (کی آیات) کو تلاش کرو اور ایک جگہ جمع کر دو۔ زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ واللہ! اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ مجھے کسی پہاڑ کو اٹھا کر دوسری جگہ رکھنے کا مکلف کرتے تو اس کا بوجھ میں اتنا نہ محسوس کرتا جتنا کہ مجھے قرآن مجید کو جمع کرنے کے حکم سے محسوس ہوا۔ میں نے ان لوگوں سے کہا کہ آپ کس طرح ایسا کام کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ ابو بکر نے کہا کہ واللہ! یہ کار خیر ہے۔ چنانچہ مجھے آمادہ کرنے کی کوشش کرتے رہے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے میرا بھی سینہ کھول دیا جس کے لئے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا سینہ کھولا تھا اور میں بھی وہی مناسب خیال کرنے لگا جسے وہ لوگ مناسب خیال کر رہے تھے۔ چنانچہ میں نے قرآن مجید کی تلاش شروع کی۔ اسے میں کھجور کی چھال' چمڑے وغیرہ کے ٹکڑوں' پتلے پتھر کے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنے لگا۔ میں نے سورۂ توبہ کی آخری آیت «لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ» آخر تک خزیمہ یا ابو خزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پائی اور اس کو سورت میں شامل کر لیا۔ (قرآن مجید کے یہ مرتب) صحیفے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے جب تک وہ زندہ رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وفات دی' پھر وہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے اور آخر وقت تک ان کے پاس رہے۔ جب آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے وفات دی تو وہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس محفوظ رہے۔ محمد بن عبیداللہ نے کہا کہ "اللخاف" کے لفظ سے ٹھیکری مراد ہے





جسے خزف کہتے ہیں۔

قولہ "إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لَا نَتَّهِمُكَ" ان الفاظ سے ہی ترجمہ باب ثابت ہوتا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت کو عقلمند کہا اور کہا کہ ہم آپ پر کوئی الزام نہیں لگاتے بلکہ امانتدار سمجھتے ہیں، آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے جب آپ نے آپ پر اعتماد کیا ہے، تو ہم کیونکر آپ پر اعتماد نہ کریں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنا کاتب وحی بنانا حضرت زید بن ثابت کے عاقل اور امانت دار ہونے کی دلیل ہے۔

(۳۸) بَابُ كِتَابِ الحَاكِمِ إِلَى عُمَّالِهِ وَالقَاضِي إِلَى أُمَنَائِهِ

حاکم اور امیر کا اپنے نائبوں کو اور قاضی کا اپنے عملہ کو خط لکھنے کا بیان۔

۷۱۹۲-حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي لَيْلَى ح حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي لَيْلَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ هُوَ وَرِجَالٌ مِنْ كُبَرَاءِ قَوْمِهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةَ خَرَجَا إِلَى خَيْبَرَ مِنْ جَهْدٍ أَصَابَهُمْ فَأُخْبِرَ مُحَيِّصَةُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ قُتِلَ وَطُرِحَ فِي فَقِيرٍ أَوْ عَيْنٍ فَأَتَى يَهُودَ فَقَالَ أَنْتُمْ وَاللهِ قَتَلْتُمُوهُ قَالُوا مَا قَتَلْنَاهُ وَاللهِ ثُمَّ أَقْبَلَ حَتَّى قَدِمَ عَلَى قَوْمِهِ فَذَكَرَ لَهُمْ وَأَقْبَلَ هُوَ وَأَخُوهُ حُوَيِّصَةُ وَهُوَ أَكْبَرُ مِنْهُ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَهْلٍ فَذَهَبَ لِيَتَكَلَّمَ وَهُوَ الَّذِي كَانَ بِخَيْبَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُحَيِّصَةَ كَبِّرْ كَبِّرْ يُرِيدُ السِّنَّ فَتَكَلَّمَ حُوَيِّصَةُ ثُمَّ تَكَلَّمَ مُحَيِّصَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِمَّا أَنْ يَدُوا صَاحِبَكُمْ وَإِمَّا أَنْ يُؤْذِنُوا بِحَرْبٍ فَكَتَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ بِهِ فَكُتِبَ مَا قَتَلْنَاهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحُوَيِّصَةَ وَمُحَيِّصَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ أَتَحْلِفُونَ وَتَسْتَحِقُّونَ دَمَ صَاحِبِكُمْ قَالُوا لَا قَالَ أَفَتَحْلِفُ لَكُمْ يَهُودُ قَالُوا لَيْسُوا بِمُسْلِمِينَ فَوَدَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ مِائَةَ نَاقَةٍ حَتَّى أُدْخِلَتِ الدَّارَ قَالَ سَهْلٌ فَرَكَضَتْنِي مِنْهَا نَاقَةٌ.



ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں ابن ابی لیلیٰ نے (دوسری سند) امام بخاری نے کہا کہ ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے ابولیلیٰ بن عبد اللہ بن عبدالرحمن بن سہل نے، ان سے سہل بن ابی حثمہ نے، انہیں سہل اور ان کی قوم کے بعض دوسرے ذمہ داروں نے خبر دی کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ رضی اللہ عنہ خیبر کی طرف (کھجور لینے کے لیے) گئے۔ کیونکہ تنگ دستی میں مبتلا تھے۔ پھر محیصہ کو بتایا گیا کہ عبداللہ کو کسی نے قتل کر کے گڑھے یا کنویں میں ڈال دیا ہے۔ پھر وہ یہودیوں کے پاس گئے اور کہا کہ واللہ! تم نے ہی قتل کیا ہے۔ انہوں نے کہا واللہ! ہم نے انہیں نہیں قتل



کیا۔ پھر وہ واپس آئے اور اپنی قوم کے پاس آئے اور ان سے ذکر کیا۔ اس کے بعد وہ اور ان کے بھائی حویصہ جوان سے بڑے تھے اور عبدالرحمن بن سہل رضی اللہ عنہ آئے' پھر محیصہ رضی اللہ عنہ نے بات کرنی چاہی کیونکہ آپ ہی خیبر میں موجود تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ بڑے کو آگے کرو' بڑے کو آپ کی مراد عمر کی بڑائی تھی۔ چنانچہ حویصہ نے بات کی، پھر محیصہ نے بھی بات کی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہودی تمہارے ساتھی کی دیت ادا کریں ورنہ لڑائی کے لیے تیار ہو جائیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو اس مقدمہ میں لکھا۔ انہوں نے جواب میں یہ لکھا کہ ہم نے انہیں نہیں قتل کیا ہے۔ پھر آپ نے حویصہ' محیصہ اور عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا آپ لوگ قسم کھا کر اپنے شہید ساتھی کے خون کے مستحق ہو سکتے ہیں؟ ان لوگوں نے کہا کہ نہیں (کیونکہ جرم کرتے دیکھا نہیں تھا) پھر آپ نے فرمایا' کیا آپ لوگوں کے بجائے یہودی قسم کھائیں (کہ انہوں نے قتل نہیں کیا ہے)؟ انہوں نے کہا کہ وہ مسلمان نہیں ہیں اور وہ جھوٹی قسم کھا سکتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے سو اونٹوں کی دیت ادا کی اور وہ اونٹ گھر میں لائے گئے۔ سہل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان میں سے ایک اونٹنی نے مجھے لات ماری۔

حدیث مذکور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مخالفین یعنی یہودیوں کی طرف خط لکھنے کا ذکر ہے، لہٰذا جب اپنے مخالفوں کو خط لکھنا جائز ہے تو اپنے عملہ اور نائب کو خط لکھنا بالاولیٰ جائز ہے۔

قولہ "فَوَدَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ" اور مراد اس سے بیت المال سے دیت دینا ہے، اور ایسا آپ نے جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے کیا تھا۔

(۳۹) بَابٌ: هَلْ يَجُوزُ لِلْحَاكِمِ أَنْ يَبْعَثَ رَجُلًا وَحْدَهُ لِلنَّظَرِ فِي الْأُمُورِ؟

شرح بخاری

کیا حاکم وقت کے لیے جائز ہے کہ وہ معاملات کی تحقیق کے لیے کسی ایک آدمی کو بھیجے؟

۷۱۹۳، ۷۱۹۴- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَا جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ فَقَامَ خَصْمُهُ فَقَالَ صَدَقَ فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هَذَا فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ فَقَالُوا لِي عَلَى ابْنِكَ الرَّجْمُ فَفَدَيْتُ ابْنِي مِنْهُ بِمِائَةٍ مِنَ الْغَنَمِ وَوَلِيدَةٍ ثُمَّ سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَقَالُوا إِنَّمَا عَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللهِ أَمَّا الْوَلِيدَةُ وَالْغَنَمُ فَرَدٌّ عَلَيْكَ وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَأَمَّا أَنْتَ يَا أُنَيْسُ لِرَجُلٍ فَاغْدُ عَلَى امْرَأَةِ هَذَا

فَارْجُمْهَا فَغَدَا عَلَيْهَا أُنَيْسٌ فَرَجَمَهَا.

ہم سے آدم نے بیان کیا' کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا' کہا ہم سے زہری نے بیان کیا' ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ نے اور ان سے ابوہریرہ اور زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک دیہاتی آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کر دیجئے۔ پھر دوسرے فریق کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی کہا کہ یہ صحیح کہتے ہیں' ہمارا فیصلہ کتاب اللہ سے کر دیجئے۔ پھر دیہاتی نے کہا' میرا لڑکا اس شخص کے یہاں مزدور تھا' پھر اس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کر لیا تو لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تمہارے لڑکے کا حکم اسے رجم کرنا ہے لیکن میں نے اپنے لڑکے کی طرف سے سو بکریوں اور ایک باندی کا فدیہ دے دیا۔ پھر میں نے اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ تمہارے لڑکے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ باندی اور بکریاں تو تمہیں واپس ملیں گی اور تیرے لڑکے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کے لیے جلاوطن ہونا ہے اور انیس (جو ایک صحابی تھے) سے فرمایا کہ تم اس کی بیوی کے پاس جاؤ اور اسے رجم کرو۔ چنانچہ انیس رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے اور اسے رجم کیا۔



معاملات کی تحقیق کے لیے حاکم یا قاضی کو خود جانا ضروری نہیں، وہ کسی معتبر شخص کو بھیج کر اس کی تحقیق کرا سکتا ہے اور اس پر سزا دینے کا حکم بھی صادر کر سکتا ہے۔

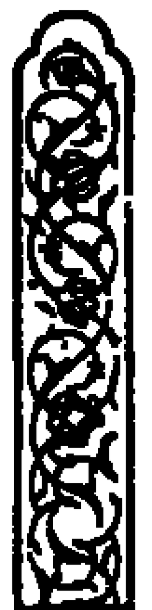
قولہ "یا أُنَیْسُ" یہ انس بن ضحاک اسلمی کی تصغیر ہے اور عورت بھی اسلم قبیلہ سے تھی اس لیے آپ نے اس عورت کے قبیلہ سے ہی انیس بن ضحاک کو اس کی طرف بھیجا تھا۔

شرح بخاری

(۴۰) بَابُ تَرْجَمَةِ الْحُكَّامِ، وَهَلْ يَجُوزُ تَرْجُمَانٌ وَاحِدٌ؟

حاکم کے سامنے مترجم کا رہنا اور کیا ایک ہی شخص ترجمانی کے لئے کافی ہے۔

۷۱۹۵- وَقَالَ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ «أَنْ يَتَعَلَّمَ كِتَابَ اليَهُودِ» حَتَّى كَتَبْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُتُبَهُ، وَأَقْرَأْتُهُ كُتُبَهُمْ، إِذَا كَتَبُوا إِلَيْهِ وَقَالَ عُمَرُ وَعِنْدَهُ عَلِيٌّ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ، وَعُثْمَانُ: «مَاذَا تَقُولُ هَذِهِ؟»، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَاطِبٍ: فَقُلْتُ: تُخْبِرُكَ بِصَاحِبِهَا الَّذِي صَنَعَ بِهَا وَقَالَ أَبُو جَمْرَةَ: كُنْتُ أُتَرْجِمُ بَيْنَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَبَيْنَ النَّاسِ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: لاَ بُدَّ لِلْحَاكِمِ مِنْ مُتَرْجِمَيْنِ.



اور خارجہ بن زید بن ثابت نے اپنے والد زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ یہودیوں کی تحریر سیکھیں' یہاں تک کہ میں یہودیوں کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط لکھتا تھا اور

جب یہودی آپ کو لکھتے تو ان کے خطوط آپ کو پڑھ کرسناتا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن حاطب سے پوچھا اس وقت ان کے پاس علی ،عبدالرحمن اور عثمان بھی موجود تھے کہ یہ لونڈی کیا کہتی ہے؟ عبدالرحمن بن حاطب نے کہا کہ امیرالمؤمنین یہ آپ کو اس کے متعلق بتاتی ہے جس نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے۔ (جو یرغوس نام کا غلام تھا) اور ابو جمرہ نے کہا کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما اور لوگوں کے درمیان ترجمانی کرتا تھا اور بعض لوگوں (امام محمد اور شافعی) نے کہا کہ حاکم کے لیے دو ترجمانوں کا ہونا ضروری ہے۔

ترجمہ سے مراد ہے ایک کلام کی دوسری زبان میں تفسیر کرنا، ترجمان تا کی فتحہ کے ساتھ ہے، بعض نے کہا ہے کہ جیم کے ضمہ کی وجہ سے تا کو ضمہ دینا بھی جائز ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب حرف استفہام کے ساتھ قائم کیا ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے امام مالک اور امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک ترجمانی کے لیے ایک ہی ترجمان کافی ہوتا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب قاضی فریقین کی یا ایک فریق کی زبان نہ سمجھتا ہو، تو اس کے لیے دو مترجم کا ہونا ضروری ہے، امام بخاری کے ہاں امام شافعی کے موقف کی تردید کرنا مقصود ہے عورت بھی ترجمان ہوسکتی ہے جب کہ عادل ہو لیکن کافر کی ترجمانی جائز نہیں ہے۔



قولہ "قَالَ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ" یہ معلق روایت ہے امام بخاری نے اسے (التاریخ) میں موصول بیان کرتے ہوئے کہا ہے "عن اسماعيل بن أبي أويس حدثني عبدالرحمان بن أبي الزناد عن أبيه عن خارجة بن زيد بن ثابت عن زيد بن ثابت"۔

شرح بخاری

قولہ "لاَ بُدَّ لِلْحَاكِمِ مِنْ مُتَرْجِمَيْنِ" یہ امام شافعی اور امام محمد کا قول ہے۔

قولہ "أَنْ يَتَعَلَّمَ كِتَابَ الْيَهُودِ" کتاب سے مراد کتابت ہے، یعنی یہود کی خط وکتابت سیکھنے کا حکم دیا، اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے پندرہ دن میں ان کی خط وکتابت سیکھ لی تھی۔

قولہ "تُخْبِرُكَ بِصَاحِبِهَا" یعنی یہ لونڈی حاملہ ہے اور اپنے بارہ میں آپ کو بتارہی ہے کہ فلاں (یرغوس نامی) غلام نے مجھ سے زنا کیا ہے۔

قولہ "وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ" اس سے مراد امام شافعی اور امام محمد ہیں جو دو ترجمانوں کے قائل ہیں، اور وہ ترجمہ کو شہادت پر قیاس کرتے ہیں۔

٧١٩٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِي رَكْبٍ مِنْ قُرَيْشٍ، ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ: قُلْ لَهُمْ إِنِّي سَائِلٌ هَذَا، فَإِنْ كَذَبَنِي فَكَذِّبُوهُ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، فَقَالَ لِلتُّرْجُمَانِ: قُلْ لَهُ: إِنْ كَانَ مَا تَقُولُ حَقًّا، فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ.



ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا ہم کو شعیب نے خبر دی انہیں زہری نے' انہیں عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی اور انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ابوسفیان بن حرب نے انہیں خبر دی کہ ہرقل نے انہیں قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بلا بھیجا' پھر اپنے ترجمان سے کہا' ان سے کہو کہ میں ان کے بارے میں پوچھوں گا۔ اگر یہ مجھ سے جھوٹ بات کہے تو اسے جھٹلا دیں۔ پھر پوری حدیث بیان کی' پھر اس نے ترجمان سے کہا' اس سے کہو کہ اگر تمہاری باتیں صحیح ہیں تو وہ شخص اس ملک کا بھی مالک ہو جائے گا جو اس وقت میرے قدموں کے نیچے ہے۔

اگرچہ ہرقل غیر مسلم تھا لیکن وہ پہلی آسمانی کتابوں کا عالم تھا، اور اس نے ایک مترجم کے ترجمہ پر اکتفاء کیا ہے، گویا سابقہ پیغمبروں کی شریعتوں میں بھی ایک مترجم کی ترجمانی کو کافی سمجھا جاتا تھا۔

ابوسفیان کے ساتھ یہ واقعہ اگرچہ اس کے اسلام قبول کرنے سے پہلے پیش آیا ہے لیکن انہوں نے اس واقعہ کو اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس نقل کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اس پر انکار نہ کرنا بلکہ اسے قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے ترجمانی کے لیے ایک مترجم ہی کافی ہے۔

(۴۱) بَابُ مُحَاسَبَةِ الإِمَامِ عُمَّالَهُ

امام کا اپنے عاملوں سے حساب طلب کرنا



۷۱۹۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ ابْنَ الأُتْبِيَّةِ عَلَى صَدَقَاتِ بَنِي سُلَيْمٍ فَلَمَّا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَاسَبَهُ قَالَ هَذَا الَّذِي لَكُمْ وَهَذِهِ هَدِيَّةٌ أُهْدِيَتْ لِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلَّا جَلَسْتَ فِي بَيْتِ أَبِيكَ وَبَيْتِ أُمِّكَ حَتَّى تَأْتِيَكَ هَدِيَّتُكَ إِنْ كُنْتَ صَادِقًا ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَ النَّاسَ وَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَسْتَعْمِلُ رِجَالًا مِنْكُمْ عَلَى أُمُورٍ مِمَّا وَلَّانِي اللهُ فَيَأْتِي أَحَدُكُمْ فَيَقُولُ هَذَا لَكُمْ وَهَذِهِ هَدِيَّةٌ أُهْدِيَتْ لِي فَهَلَّا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ وَبَيْتِ أُمِّهِ حَتَّى تَأْتِيَهُ هَدِيَّتُهُ إِنْ كَانَ صَادِقًا فَوَاللهِ لَا يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مِنْهَا شَيْئًا قَالَ هِشَامٌ بِغَيْرِ حَقِّهِ إِلَّا جَاءَ اللهَ يَحْمِلُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَلَا فَلَأَعْرِفَنَّ مَا جَاءَ اللهَ رَجُلٌ بِبَعِيرٍ لَهُ رُغَاءٌ أَوْ بِبَقَرَةٍ لَهَا خُوَارٌ أَوْ شَاةٍ تَيْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ.

ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا' کہا ہم کو عبدہ بن سلیمان نے خبر دی' ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا'



ان سے ان کے والد نے ' ان سے ابو حمید ساعدی نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن الاتبیہ کو بنی سلیم کے صدقہ کی وصولی کے لیے عامل بنایا۔ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (وصولی کر کے) آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حساب طلب فرمایا تو انہوں نے کہا یہ مال تو آپ لوگوں کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھے رہے ' اگر تم سچے ہو تو وہاں بھی تمہارے پاس ہدیہ آتا۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو خطبہ دیا۔ آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ اما بعد! میں کچھ لوگوں کو بعض ان کاموں کے لیے عامل بناتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے سونپے ہیں ' پھر تم میں سے کوئی ایک آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ مال تمہارا ہے اور یہ ہدیہ ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔ اگر وہ سچا ہے تو پھر کیوں نہ وہ اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں بیٹھا رہا تاکہ وہیں اس کا ہدیہ پہنچ جاتا۔ پس خدا کی قسم تم میں سے کوئی اگر اس مال میں سے کوئی چیز لے گا۔ ہشام نے آگے کا مضمون اس طرح بیان کیا کہ بلا حق کے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اس طرح لائے گا کہ وہ اس کو اٹھائے ہوئے ہوگا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میں اسے پہچان لوں گا جو اللہ کے پاس وہ شخص لے کر آئے گا۔ اونٹ جو آواز نکال رہا ہو گا یا گائے جو اپنی آواز نکال رہی ہو گی یا بکری جو اپنی آواز نکال رہی ہو گی۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی اور فرمایا کیا میں نے پہنچا دیا۔

شرح بخاری

محمد سے مراد بن سلام اور عبدہ سے مراد عبدۃ بن سلیمان ہے۔

امام اور حاکم کو چاہیے کہ وہ اپنے عاملوں کا محاسبہ کرتا رہے، حکومت کے عاملوں اور افسروں کو راہ راست پر رکھنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ ان کا محاسبہ ہوتا رہے۔ [1]

(۴۲) بَابُ بِطَانَةِ الإِمَامِ وَأَهْلِ مَشُورَتِهِ البِطَانَةُ الدُّخَلاءُ

حاکم وقت کے رازدان اور اس کے مشیروں کا بیان

۷۱۹۸- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَعَثَ اللهُ مِنْ نَبِيٍّ وَلَا اسْتَخْلَفَ مِنْ خَلِيفَةٍ إِلَّا كَانَتْ لَهُ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ

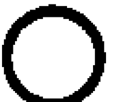
[1] حکومت کا اپنے عملہ سے ہمہ وقت منسلک رہنا اور ان کا محاسبہ کرتے رہنا انتہائی ضروری ہے، حاکم کا اپنے عاملوں اور کارندوں کو اپنے حال پر چھوڑ دینا ایسے ہی تباہ کن اور نقصان دہ ہے جیسے بکریوں کے ریوڑ کو چرواہے کے بغیر ہانک دیا جائے تو وہ اپنا پیٹ بھرنے کے لیے متعدد فصلیں اجاڑیں گی، اور کئی لوگوں کا نقصان کریں گی، انسان کی حیرت کی انتہاء اس وقت ہوتی ہے جب وہ یہ سنتا ہے کہ وطن عزیز کے افسران اور شعبوں کے سرکردہ لوگ اپنے ماتحت عملہ کو ہر روز رشوت جیسے حرام ذرائع سے کما کر دینے کے احکامات جاری کرتے ہیں اور اپنا پیٹ بھرنے کے لیے حرام ذرائع استعمال کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے، ایسے غیر ذمہ دار لوگ بہت جلد اپنا وقار کھو بیٹھتے ہیں اور عوام کی نگاہوں میں ذلیل و رسوا ہو کر رہ جاتے ہیں۔

بِالْمَعْرُوفِ وَتَحُضُّهُ عَلَيْهِ وَبِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّهُ عَلَيْهِ فَالْمَعْصُومُ مَنْ عَصَمَ اللهُ تَعَالَى وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ بِهَذَا وَعَنْ ابْنِ أَبِي عَتِيقٍ وَمُوسَى عَنْ ابْنِ شِهَابٍ مِثْلَهُ وَقَالَ شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَوْلَهُ وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ وَمُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ أَبِي حُسَيْنٍ وَسَعِيدُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَوْلَهُ وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي جَعْفَرٍ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے اصبغ نے بیان کیا' کہا ہم کو ابن وہب نے خبر دی' انہیں یونس نے خبر دی' انہیں ابن شہاب نے' انہیں ابوسلمہ نے اور انہیں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ نے جب بھی کوئی نبی بھیجا یا کسی کو خلیفہ بنایا تو اس کے ساتھ دو رفیق تھے ایک تو انہیں نیکی کے لیے کہتا اور اس پر ابھارتا اور دوسرا انہیں برائی کے لیے کہتا اور اس پر ابھارتا۔ پس معصوم وہ ہے جسے اللہ بچائے رکھے۔ اور سلیمان بن بلال نے



اس حدیث کو یحییٰ بن سعید انصاری سے روایت کیا، کہا مجھ کو ابن شہاب نے خبر دی (اس کو اسماعیلی نے وصل کیا) اور ابن ابی عتیق اور موسیٰ بن عقبہ سے بھی' ان دونوں نے ابن شہاب سے یہی حدیث (اس کو بیہقی نے وصل کیا) اور شعیب بن ابی حمزہ نے زہری سے یوں روایت کی۔ مجھ سے ابوسلمہ نے بیان کیا۔ انہوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ان کا قول (یعنی حدیث کو موقوفاً نقل کیا) اور امام اوزاعی اور معاویہ بن سلام نے کہا، مجھ سے زہری نے بیان کیا' کہا مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی حسین اور سعید بن زیاد نے اس کو ابوسلمہ سے روایت کیا' انہوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے موقوفاً (یعنی ابوسعید کا قول) اور عبداللہ بن ابی جعفر نے کہا' مجھ سے صفوان بن سلیم نے بیان کیا' انہوں نے ابوسلمہ سے' انہوں نے ابوایوب سے' کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔



امام اور حکمران کے رازدان اور اس کے مشیروں کا بیان، اور دخلاء سے مراد وہ لوگ ہیں جو حاکم کے اندرونی معاملات اور اس کے رازوں سے واقف ہوں۔



قولہ "كَانَتْ لَهُ بِطَانَتَانِ" نیک رفیق سے مراد فرشتہ اور برے رفیق سے مراد شیطان ہے، بعض کے نزدیک نیک رفیق نفس مطمئنہ اور برا رفیق نفس امارہ ہے یا بطانتین سے مراد دو وزیر ہیں، یہ سارے معانی یہاں مراد ہو سکتے ہیں۔

قولہ "البِطَانَةُ" یہ مصدر ہے جو اسم کے قائمقام ہے اور یہ واحد، تثنیہ، جمع اور مذکر و مونث سب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔



قولہ "مَشُورَتُه" شین کے ضمہ اور واو ساکن اور را کی فتحہ کے ساتھ ہے۔

قولہ "البِطَانَةُ الدُخَلاء" بضم الدال وفتح الخاء جمع دخیل، وہ شخص جو رئیس اور سردار پر اس کی خلوت کی جگہ میں داخل ہو اور اسے راز کی باتیں پہنچائے اور امیر اس کی تصدیق کرے۔

(۴۳) بَابٌ: كَيْفَ يُبَايِعُ الإِمَامُ النَّاسَ

امام لوگوں سے کن باتوں پر بیعت لے؟

الناس مفعولیت کی بنا پر منصوب ہے اور "الامام" فاعل ہے اور ابوذر کے نزدیک "الامام" مفعول مقدم اور "الناس" فاعلیت کی وجہ سے مرفوع ہے۔

یعنی حکمران اور امام لوگوں سے کیسے اور کن باتوں پر بیعت لے گا، عموماً بیعت زبانی لی جاتی ہے اور کبھی ہاتھ میں ہاتھ دیکر بھی بیعت کرتے ہیں، اس کے بعد رفتہ رفتہ کتابت کی صورت میں بیعت ہونے لگی ہے، مثلاً اسٹام پر لکھ دیا کہ میں فلاں امیر کے ساتھ ہوں یا فارم پر دستخط کر دیئے جائیں کہ میں فلاں کو امیر بناتا ہوں، ان تینوں صورتوں پر بیعت کی جا سکتی ہے، بلکہ ایک شخص دوسروں کی طرف سے بھی بیعت کا اقرار کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عبدالملک بن مروان پر لوگوں کے اتفاق کر لینے کے بعد اپنی اور اپنے بیٹوں کی سمع و طاعت کا اقرار کرتے ہوئے خط لکھا تھا "إني أقر بالسمع و الطاعة لعبدالله عبدالملك أمير المؤمنين على سنة الله و سنة رسوله ما استطعت و إن بني قد أقروا بمثل ذلك" یعنی میں اللہ کے بندے عبدالملک کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے طریقے پر اپنی ہمت کے مطابق سمع و طاعت کا اقرار کرتا ہوں اور میرے بیٹے بھی اس کا اقرار کرتے ہیں۔

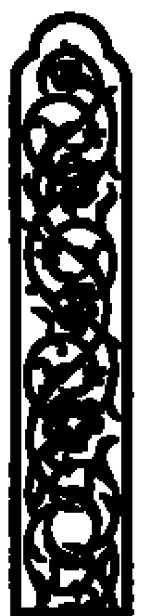


٧١٩٩۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَادَةُ بْنُ الْوَلِيدِ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ بَايَعْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ.

ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن سعید نے' انہوں نے کہا کہ مجھ کو عبادہ بن الولید نے خبر دی' انہیں ان کے والد نے خبر دی' ان سے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی بات سننے اور اطاعت کرنے کی بیعت کی خوشی اور ناخوشی دونوں حالتوں میں۔

٧٢٠٠۔ وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ وَأَنْ نَقُومَ أَوْ نَقُولَ بِالْحَقِّ حَيْثُمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ.

اور اس شرط پر کہ جو شخص سرداری کے لائق ہو گا (مثلاً قریش میں سے ہو اور شرع پر قائم ہو) اس کی سرداری



قبول کرلیں گے اس سے جھگڑا نہ کریں گے اور یہ کہ ہم حق کو لے کر کھڑے ہوں گے یا حق بات کہیں گے جہاں بھی ہوں اور اللہ کے راستے میں ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے۔

٧٢٠١- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَدَاةٍ بَارِدَةٍ وَالْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ الْخَنْدَقَ فَقَالَ اللهُمَّ إِنَّ الْخَيْرَ خَيْرُ الْآخِرَهْ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ فَأَجَابُوا نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدَا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدَا.

ہم سے عمر بن علی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے حمید نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سردی میں صبح کے وقت باہر نکلے اور مہاجرین اور انصار خندق کھود رہے تھے' پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے اللہ! خیر تو آخرت ہی کی خیر ہے۔ پس انصار و مہاجرین کی مغفرت کردے۔ اس کا جواب صحابہ کرام نے ان الفاظ میں دیا: "ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد پر بیعت کی ہے ہمیشہ کے لیے جب تک ہم زندہ ہیں۔"

٧٢٠٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا إِذَا بَايَعْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُولُ لَنَا فِيمَا اسْتَطَعْتُمْ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں عبداللہ بن دینار نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے اور اطاعت کرنے کی بیعت کرتے تو آپ ہم سے فرماتے کہ جتنی تمہیں طاقت ہو۔



٧٢٠٣-حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ شَهِدْتُ ابْنَ عُمَرَ حَيْثُ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَى عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ كَتَبَ إِنِّي أُقِرُّ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِعَبْدِ اللهِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى سُنَّةِ اللهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ مَا اسْتَطَعْتُ وَإِنَّ بَنِيَّ قَدْ أَقَرُّوا بِمِثْلِ ذَلِكَ.



ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا' ان سے سفیان نے' ان سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا' کہا کہ میں اس وقت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا جب سب لوگ عبدالملک بن مروان سے بیعت کے لیے جمع ہوگئے۔ بیان کیا کہ انہوں نے عبدالملک کو لکھا کہ "میں سننے اور اطاعت کرنے کا اقرار کرتا ہوں اللہ کے بندے عبدالملک امیر المؤمنین کے لیے اللہ کے دین اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق جتنی بھی مجھ میں قوت ہوگی اور یہ کہ میرے لڑکے بھی اس کا اقرار کرتے ہیں۔"





٧٢٠٤- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا سَيَّارٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فَلَقَّنَنِي فِيمَا اسْتَطَعْتُ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا ہم سے ہشیم نے بیان کیا' کہا ہم کو سیار نے خبر دی' انہیں شعبی نے' ان سے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے اور اطاعت کرنے کی بیعت کی تو آپ نے مجھے اس کی تلقین کی کہ جتنی مجھ میں طاقت ہو اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بھی بیعت کی۔

۷۲۰۵- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ لَمَّا بَايَعَ النَّاسُ عَبْدَ الْمَلِكِ كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ إِلَى عَبْدِ اللهِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِنِّي أُقِرُّ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِعَبْدِ اللهِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى سُنَّةِ اللهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ فِيمَا اسْتَطَعْتُ وَإِنَّ بَنِيَّ قَدْ أَقَرُّوا بِذَلِكَ.

ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا' ان سے سفیان نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا' کہا کہ جب لوگوں نے عبدالملک کی بیعت کی تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے لکھا "اللہ کے بندے عبدالملک امیر المؤمنین کے نام' میں اقرار کرتا ہوں سننے اور اطاعت کرنے کی۔ اللہ کے بندے عبدالملک امیر المومنین کے لیے اللہ کے دین اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق' جتنی مجھ میں طاقت ہوگی اور میرے بیٹوں نے بھی اس کا اقرار کیا۔"



۷۲۰۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لِسَلَمَةَ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ بَايَعْتُمْ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ قَالَ عَلَى الْمَوْتِ.

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' کہا ہم سے حاتم نے بیان کیا' ان سے یزید نے بیان کیا کہ میں نے سلمہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ لوگوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس بات پر بیعت کی تھی؟ انہوں نے کہا کہ موت پر۔

قولہ "عَلَى الْمَوْتِ" یعنی ہم جنگ سے بھاگیں گے نہیں خواہ موت آجائے لہٰذا یہ بیعت جائز ہے کہ ہم مر جائیں گے پیچھے نہیں ہٹیں گے، دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دشمن نے امیر پر حملہ کیا تو ہم آگے ہو کر مریں گے اور امیر پر آنچ نہیں آنے دیں گے ایسی بیعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص ہے یہ کسی اور کے لیے ضروری نہیں ہے۔



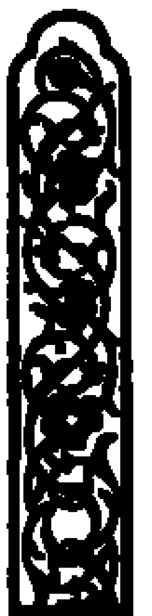
۷۲۰۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ

الرَّهْطَ الَّذِينَ وَلَّاهُمْ عُمَرُ اجْتَمَعُوا فَتَشَاوَرُوا فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ لَسْتُ بِالَّذِي أُنَافِسُكُمْ عَلَى هَذَا الْأَمْرِ وَلَكِنَّكُمْ إِنْ شِئْتُمِ اخْتَرْتُ لَكُمْ مِنْكُمْ فَجَعَلُوا ذَلِكَ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَلَمَّا وَلَّوْا عَبْدَ الرَّحْمَنِ أَمْرَهُمْ فَمَالَ النَّاسُ عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَتَّى مَا أَرَى أَحَدًا مِنَ النَّاسِ يَتْبَعُ أُولَئِكَ الرَّهْطَ وَلَا يَطَأُ عَقِبَهُ وَمَالَ النَّاسُ عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ يُشَاوِرُونَهُ تِلْكَ اللَّيَالِي حَتَّى إِذَا كَانَتْ اللَّيْلَةُ الَّتِي أَصْبَحْنَا مِنْهَا فَبَايَعْنَا عُثْمَانَ قَالَ الْمِسْوَرُ طَرَقَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بَعْدَ هَجْعٍ مِنَ اللَّيْلِ فَضَرَبَ الْبَابَ حَتَّى اسْتَيْقَظْتُ فَقَالَ أَرَاكَ نَائِمًا فَوَاللَّهِ مَا اكْتَحَلْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ بِكَبِيرِ نَوْمٍ انْطَلِقْ فَادْعُ الزُّبَيْرَ وَسَعْدًا فَدَعَوْتُهُمَا لَهُ فَشَاوَرَهُمَا ثُمَّ دَعَانِي فَقَالَ ادْعُ لِي عَلِيًّا فَدَعَوْتُهُ فَنَاجَاهُ حَتَّى ابْهَارَّ اللَّيْلُ ثُمَّ قَامَ عَلِيٌّ مِنْ عِنْدِهِ وَهُوَ عَلَى طَمَعٍ وَقَدْ كَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَخْشَى مِنْ عَلِيٍّ شَيْئًا ثُمَّ قَالَ ادْعُ لِي عُثْمَانَ فَدَعَوْتُهُ فَنَاجَاهُ حَتَّى فَرَّقَ بَيْنَهُمَا الْمُؤَذِّنُ بِالصُّبْحِ فَلَمَّا صَلَّى لِلنَّاسِ الصُّبْحَ وَاجْتَمَعَ أُولَئِكَ الرَّهْطُ عِنْدَ الْمِنْبَرِ فَأَرْسَلَ إِلَى مَنْ كَانَ حَاضِرًا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَأَرْسَلَ إِلَى أُمَرَاءِ الْأَجْنَادِ وَكَانُوا وَافَوْا تِلْكَ الْحَجَّةَ مَعَ عُمَرَ فَلَمَّا اجْتَمَعُوا تَشَهَّدَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ يَا عَلِيُّ إِنِّي قَدْ نَظَرْتُ فِي أَمْرِ النَّاسِ فَلَمْ أَرَهُمْ يَعْدِلُونَ بِعُثْمَانَ فَلَا تَجْعَلَنَّ عَلَى نَفْسِكَ سَبِيلًا فَقَالَ أُبَايِعُكَ عَلَى سُنَّةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْخَلِيفَتَيْنِ مِنْ بَعْدِهِ فَبَايَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَبَايَعَهُ النَّاسُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ وَأُمَرَاءُ الْأَجْنَادِ وَالْمُسْلِمُونَ.









ہم سے عبداللہ بن محمد بن اسماء نے بیان کیا' کہا ہم سے جویریہ بن اسماء نے بیان کیا' ان سے امام مالک نے' ان سے زہری نے' انہیں حمید بن عبدالرحمن نے خبر دی اور انہیں مسور بن مخرمہ نے خبر دی کہ وہ چھ آدمی جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلافت کے لیے نامزد کر گئے تھے (یعنی علی' عثمان' زبیر' طلحہ، سعد اور عبدالرحمن بن عوف کہ ان میں سے کسی ایک کو اتفاق سے خلیفہ بنالیا جائے) یہ سب جمع ہوئے اور مشورہ کیا۔ ان سے عبدالرحمن بن عوف نے کہا خلیفہ ہونے کے لیے میں آپ لوگوں سے کوئی مقابلہ نہیں کروں گا۔ البتہ اگر آپ لوگ چاہیں تو آپ لوگوں کے لیے کوئی خلیفہ آپ ہی میں سے میں چن دوں۔ چنانچہ سب نے مل کر اس کا اختیار عبدالرحمن بن عوف کو دے دیا۔ جب ان لوگوں نے انتخاب کی ذمہ داری عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی تو سب لوگ ان کی طرف جھک گئے۔ جتنے لوگ بھی اس جماعت کے پیچھے چل رہے تھے، ان میں اب میں نے کسی کو بھی ایسا نہ دیکھا جو عبدالرحمن کے پیچھے نہ چل رہا ہو۔ سب لوگ ان ہی کی طرف مائل ہو گئے اور ان دنوں میں ان سے مشورہ کرتے رہے جب وہ رات آئی جس کی صبح کو ہم نے عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت

کی۔مسور رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ رات گئے میرے یہاں آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا یہاں تک کہ میں بیدار ہو گیا۔انہوں نے کہا میرا خیال ہے آپ سو رہے تھے' خدا کی قسم میں ان راتوں میں بہت کم سو سکا ہوں۔جائیں!زبیر اور سعد کو بلائیں۔میں ان دونوں بزرگوں کو بلالایا اور انہوں نے ان سے مشورہ کیا' پھر مجھے بلایا اور کہا کہ میرے لیے علی رضی اللہ عنہ کو بھی بلادیجئے۔میں نے انہیں بھی بلایا اور انہوں نے ان سے بھی سرگوشی کی۔یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی۔پھر علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنے ہی لیے امید تھی۔عبدالرحمن کے دل میں بھی ان کی طرف سے یہی ڈر تھا' پھر انہوں نے کہا کہ میرے لیے عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی بلالائیں۔میں انہیں بھی بلالایا اور انہوں نے ان سے بھی سرگوشی کی۔آخر صبح کے مؤذن نے ان کے درمیان جدائی کی۔جب لوگوں نے صبح کی نماز پڑھ لی اور یہ سب لوگ منبر کے پاس جمع ہوئے تو انہوں نے موجود مہاجرین انصار اور لشکروں کے قائدین کو بلایا۔ان لوگوں نے اس سال حج عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا۔جب سب لوگ جمع ہو گئے تو عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا پھر کہا امابعد!اے علی!میں نے لوگوں کے خیالات معلوم کئے اور میں نے دیکھا کہ وہ عثمان کو مقدم سمجھتے ہیں اور ان کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے' اس لیے آپ اپنے دل میں کوئی میل پیدا نہ کریں۔پھر کہا میں آپ (عثمان رضی اللہ عنہ) سے اللہ کے دین اور اس کے رسول کی سنت اور آپ کے دو خلفاء کے طریق کے مطابق بیعت کرتا ہوں۔چنانچہ پہلے ان سے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیعت کی' پھر سب لوگوں نے اور مہاجرین' انصار اور فوجیوں کے سرداروں اور تمام مسلمانوں نے بیعت کی۔



شرح بخاری

قولہ "مَا اكْتَحَلْتُ هَذِهِ الثلاث" بیعت کی یہ صورت بھی اختیار کی جاسکتی ہے کہ چند افراد کو لوگوں سے مشورہ لینے کے لیے مقرر کر دیا جائے،اور وہ لوگوں سے مل کر اور ان سے مشورہ لے کر بتائیں کہ اکثر لوگ فلاں شخص کو امیر بنانا چاہتے ہیں اور اس سے بیعت کر لی جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چھ آدمی نامزد کر دیئے تھے جو کہ حضرت عثمان اور حضرت علی اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمان بن عوف تھے اور فرمایا تھا میری شہادت کے بعد امر خلافت ان چھ افراد کے حوالے ہے جن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راضی اور خوش تھے اور واقعی اس وقت اہل اسلام میں سے کوئی اور دین و ہجرت،فضیلت اور سیاسی علم میں ان کے مقام کا نہیں تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یہ چھ افراد جمع ہوئے تاکہ ان میں سے کسی ایک کا انتخاب عمل میں لایا جائے،حضرت عبدالرحمان بن عوف کی ترغیب پر حضرت طلحہ،حضرت عثمان کے حق میں دستبردار ہو گئے اور حضرت زبیر حضرت علی کے حق میں،اور حضرت سعد حضرت عبدالرحمان کے حق میں دست بردار ہو گئے۔اور حضرت عبدالرحمان بن عوف نے کہہ دیا۔"لَسْتُ بِالَّذِي أُنَافِسُكُمْ عَلَى هَذَا الْأَمْرِ" یعنی خلافت کے معاملہ میں میں آپ لوگوں سے مقابلہ نہیں کروں گا،مقصد ان کا یہ تھا کہ مجھے خلیفہ بننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے،باقی دو رہ گئے جو کہ حضرت



عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما تھے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے رات، دن دوڑ دھوپ کے بعد جب جان لیا کہ زیادہ لوگ حضرت عثمان کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں تو انہوں نے حضرت عثمان کا انتخاب کیا، تب سب لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرلی، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمان کے انتخاب سے نہیں بلکہ لوگوں کے ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے خلیفہ بنے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چھ آدمیوں کی کمیٹی بنادی تھی، تاکہ وہ باہمی مشورہ سے کسی ایک کو خلیفہ بنالیں اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو نمازیں پڑھانے کے لیے امام بنادیا تھا، اور ان سے فرمایا، میری وفات کے بعد ان چھ افراد کو ایک کمرہ میں جمع کرنا، اور امیر کا فیصلہ کئے بغیر جانے نہ دینا، اور فرمایا اگر زیادہ ایک طرف ہوں اور کم دوسری طرف ہوں تو "فليتبع الأقل الأكثر"[1] تو اقلیت کو اکثر کے تابع ہونا ہوگا۔

کیونکہ فیصلہ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ اقلیت، اکثریت کے تابع ہو۔

امیر بننے کے بعد اس کی مجلس شوریٰ جب کسی چیز پر متفق ہوجائے تو کیا اس کی مخالفت کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس بارہ میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک اس کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ اس کی مخالفت ہوسکتی ہے اور "فليتبع الأقل الأكثر" کا حکم تب ہے جب کہ کسی کو امیر بنانا مقصود ہو تب اقلیت کو اکثریت کی مخالفت کرنے کی بجائے اس کے تابع ہوجانا چاہیے۔

(۴۴) بَابُ مَنْ بَايَعَ مَرَّتَيْنِ
جس نے دومرتبہ بیعت کی

۷۲۰۸- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ بَايَعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَقَالَ لِي يَا سَلَمَةُ أَلَا تُبَايِعُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ بَايَعْتُ فِي الْأَوَّلِ قَالَ وَفِي الثَّانِي.

ہم سے ابوالعاصم نے بیان کیا' کہا ہم سے یزید بن ابی عبید نے، ان سے سلمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے بیعت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا' سلمہ! کیا تم بیعت نہیں کروگے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے پہلی مرتبہ میں بیعت کرلی ہے۔ فرمایا کہ اور دوسری مرتبہ میں بھی کرلو۔

قولہ "قَالَ وَفِي الثَّانِي" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے حدیبیہ کے دن دومرتبہ بیعت لی دوسری بیعت پہلی بیعت کی تاکید تھی گویا اس سے پہلی بیعت کا فسخ ہونا لازم نہیں آئیگا۔

علامہ ابن منیر نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ عقد نکاح وغیرہ میں ایجاب وقبول کے دہرانے سے پہلے عقد کا فسخ ہونا

---

(1) فتح الباری: ج ۱۳، ص ۱۹۶

لازم نہیں آئیگا، جیسا کہ بعض شوافع کی رائے ہے، بلکہ وہ پہلے عقد کی تاکید ہو گا، حافظ کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں صحیح بات شوافع کے نزدیک بھی یہی ہے کہ اعادہ فسخ نہیں ہو گا جیسا کہ جمہور کہتے ہیں۔

حضرت سلمہ بن اکوع سے آپ کا دوبارہ بیعت لینا ان کی بہادری اور ثابت قدمی کی بنا پر تھا تا کہ ان کی دوسروں پر فضیلت ظاہر ہو جائے۔

(۴۵) بَابُ بَيْعَةِ الْأَعْرَابِ

دیہاتیوں کا اسلام اور جہاد پر بیعت کرنا

۷۲۰۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَأَصَابَهُ وَعْكٌ فَقَالَ أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى فَخَرَجَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةُ كَالْكِيرِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَيَنْصَعُ طِيبُهَا.



ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے محمد بن منکدر نے' ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک دیہاتی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر بیعت کی پھر اسے بخار ہو گیا تو اس نے کہا کہ میری بیعت فسخ کر دیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری بیعت فسخ کر دیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا آخر وہ (خود ہی مدینہ سے) چلا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ بھٹی کی طرح ہے اپنی میل کچیل دور کر دیتا ہے اور صاف مال کو رکھ لیتا ہے۔

شرح بخاری

اعراب سے مراد وہ عرب ہیں جو دیہات اور جنگل کے رہنے والے تھے وہ شہروں میں نہیں رہتے تھے اور ضرورت کے بغیر شہر میں آتے جاتے بھی نہیں تھے، اور عرب اسی قبیلے کا نام ہے، اعراب کا واحد نہیں پایا جاتا، اس کی طرف نسبت اعرابی اور عربی ہے۔

قولہ "أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى" چونکہ اس نے اسلام پر بیعت کی تھی، اور اس کا توڑنا معصیت تھا اور آپ معصیت پر اس سے تعاون نہیں کر سکتے تھے، اس لیے آپ نے بیعت کے اقالہ سے انکار کیا۔

قولہ "فَخَرَجَ" اور اس کا مدینہ سے بغیر اجازت کے نکل جانا بھی معصیت تھا، لیکن نیک مقاصد کے لیے مدینہ سے نکلنا جائز ہے جیسا کہ تبلیغ دین کے لیے علم پڑھنے، پڑھانے کے لیے نکلنا، اور جہاد کے لیے، یا سرحد پر پہرہ دینے کے لیے جانا جائز ہے، اور اعراض کی صورت اختیار کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ اس اعرابی کا مدینہ سے اعراض کرنا باعث مذمت ہے۔



(٤٦) بَابُ بَيْعَةِ الصَّغِيرِ [1]

نابالغ لڑکے کا بیعت کرنا

٧٢١٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ هُوَ ابْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو عَقِيلٍ زُهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ هِشَامٍ وَكَانَ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَتْ بِهِ أُمُّهُ زَيْنَبُ بِنْتُ حُمَيْدٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ بَايِعْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ صَغِيرٌ فَمَسَحَ رَأْسَهُ وَدَعَا لَهُ وَكَانَ يُضَحِّي بِالشَّاةِ الْوَاحِدَةِ عَنْ جَمِيعِ أَهْلِهِ.

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا' ان سے سعید ابن ابی ایوب نے بیان کیا' ان سے ابوعقیل زہرہ بن معبد نے بیان کیا' انہوں نے اپنے دادا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کا زمانہ پایا تھا اور ان کی والدہ زینب بنت حمید ان کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئی تھیں اور عرض کیا تھا یا رسول اللہ ﷺ! اس سے بیعت لے لیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ابھی کمسن ہے پھر آنحضرت ﷺ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے لیے دعا فرمائی اور وہ اپنے تمام گھر والوں کی طرف سے ایک ہی بکری قربانی کیا کرتے تھے۔

شرح بخاری

چھوٹی عمر کے بچوں کو امام کے پاس لایا جاسکتا ہے تاکہ وہ انہیں دعا دے اور ان کے سر پر دست شفقت رکھے، لیکن بیعت ان سے بلوغت کے بعد ہی لی جائے گی۔

قولہ "وَكَانَ يُضَحِّي" یعنی حضرت عبداللہ بن ہشام اپنے تمام گھر والوں کی طرف سے ایک بکری بطور قربانی ذبح کیا کرتے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ عام طور پر موقوف روایات کو ذکر نہیں کرتے، لیکن اس موقوف کے مختصر ہونے کی بنا پر اسے ذکر کر دیا ہے۔

(٤٧) بَابُ مَنْ بَايَعَ ثُمَّ اسْتَقَالَ الْبَيْعَةَ

بیعت کرنے کے بعد اس کا فسخ کرانا

---

[1] علامہ عینی نے کہا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت کے مطابق ترجمہ باب میں "بیعۃ الصغیر" کا حکم بیان نہیں کیا کیونکہ اس باب کے تحت ذکر ہونے والی حدیث میں اس کا حکم بیان ہو گیا ہے اور انہوں نے اسی پر اکتفاء کیا ہے، یا کبھی وہ اس لیے حکم بیان نہیں کرتے، کہ اس میں علماء کا اختلاف ہوتا ہے اگرچہ نابالغ سے بیعت نہیں لی جاتی، لیکن نابالغ اپنے باپ کے ساتھ ہو تو بیعت کرسکتا ہے جیسا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کے ساتھ بیعت کی تھی۔

۷۲۱۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَأَصَابَ الْأَعْرَابِيَّ وَعْكٌ بِالْمَدِينَةِ فَأَتَى الْأَعْرَابِيُّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى فَخَرَجَ الْأَعْرَابِيُّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْمَدِينَةُ كَالْكِيرِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَيَنْصَعُ طِيبُهَا.

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی انہیں محمد بن منکدر نے اور انہیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک دیہاتی نے رسول کریم ﷺ سے اسلام پر بیعت کی پھر اسے مدینہ میں بخار ہو گیا تو وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ یارسول اللہ! میری بیعت فسخ کر دیجیے۔ آنحضرت ﷺ نے انکار کیا پھر وہ دوبارہ آیا اور کہا کہ میری بیعت فسخ کر دیجیے۔ آنحضرت ﷺ نے اس مرتبہ بھی انکار کیا پھر وہ آیا اور بیعت فسخ کرنے کا مطالبہ کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس مرتبہ بھی انکار کیا۔ اس کے بعد وہ خود ہی (مدینہ سے) چلا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا کہ مدینہ بھٹی کی طرح ہے اپنی میل کچیل کو دور کر دیتا ہے اور خالص مال رکھ لیتا ہے۔



شرح بخاری

اس اعرابی نے اسلام پر بیعت کی تھی اور یہ بیعت واپس نہیں ہو سکتی، اس کا واپس لینا معصیت ہے اور آپ اس معصیت پر اس سے تعاون نہیں کر سکتے تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ"[1] یعنی گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں پر تعاون نہ کیا کرو، آپ نے اس اعرابی کو بیعت واپس نہیں کی نہ اسے توڑا، لیکن وہ خود ہی چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

(۴۸) بَابُ مَنْ بَايَعَ رَجُلًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِلدُّنْيَا

جس نے کسی سے بیعت کی اور مقصد خالص دنیا کمانا ہو اس کی برائی کا بیان

۷۲۱۲- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ عَلَى فَضْلِ مَاءٍ بِالطَّرِيقِ يَمْنَعُ مِنْهُ ابْنَ السَّبِيلِ وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِدُنْيَاهُ إِنْ أَعْطَاهُ مَا يُرِيدُ وَفَى لَهُ وَإِلَّا لَمْ يَفِ لَهُ وَرَجُلٌ يُبَايِعُ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ فَحَلَفَ بِاللهِ لَقَدْ أُعْطِيَ بِهَا كَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ فَأَخَذَهَا وَلَمْ يُعْطَ بِهَا.



[1] المائدۃ:۲

ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا ہم سے ابوحمزہ محمد بن سیرین نے بیان کیا' ان سے اعمش نے' ان سے ابو صالح نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے بہت سخت دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔ ایک وہ شخص جس کے پاس راستے میں زیادہ پانی ہو اور وہ مسافر کو اس میں سے نہ پلائے دوسرا وہ شخص جو امام سے بیعت کرے اور بیعت کی غرض صرف دنیا کمانا ہو اگر امام اسے دنیا کا مال دے دے تو بیعت پوری کرے ورنہ توڑ دے۔ تیسرا وہ شخص جو کسی دوسرے سے کچھ مال متاع عصر کے بعد بیچ رہا ہو اور قسم کھائے کہ اسے اس سامان کی اتنی اتنی قیمت مل رہی تھی اور پھر خریدنے والا اسے سچا سمجھ کر اس مال کو لے لے حالانکہ اسے اس کی اتنی قیمت نہیں مل رہی تھی۔

جو امام سے دنیا کا مال ومتاع حاصل کرنے کے لیے بیعت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کے پیش نظر نہیں ہوتی، تو وہ اس وعید میں شامل ہے، ترجمہ باب میں ذکر ہونے والے لفظ "رَجُلًا" سے مراد امام وقت ہے۔

قولہ "لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ" سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف التفات نہیں کرے گا اور انہیں نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا بلکہ غضب کی نظر سے دیکھے گا۔

قولہ "وَلَا يُزَكِّيهِمْ" عدم تزکیہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال قبول نہیں کرے گا اور جب ان کے اعمال قبول نہیں ہوں گے تو وہ گناہوں سے پاک نہیں ہوں گے ان میں سے ایک وہ شخص ہے جس کے پاس زائد پانی ہو اور وہ اس سے مسافروں اور ضرورت مندوں کو روکے اور انہیں پانی استعمال نہ کرنے دے، دوسرا وہ شخص جو امام کی بیعت دنیا حاصل کرنے کے لیے کرے، تیسرا وہ شخص جو عصر کے بعد جھوٹی قسمیں اٹھا کر مال بیچے، ایک حدیث میں ٹخنوں کے نیچے کپڑا چھوڑنے والے اور صدقہ کر کے احسان جتلانے والے اور جھوٹی قسم اٹھا کر مال بیچنے والے کا ذکر ہے۔[1] دوسری حدیث میں ہے "ثَلَاثَةٌ لا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ولا يُزَكِّيهِمْ، شيخٌ زانٍ، ومَلِكٌ كَذَّابٌ، وعائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ" عمر رسیدہ زناکار، عوام سے جھوٹ بولنے والا حکمران اور غریب اور فقیر جو تکبر کرنے والا ہو۔[2] یہ سب افراد اس وعید میں داخل ہیں۔

(۴۹) بَابُ بَيْعَةِ النِّسَاءِ

عورتوں سے بیعت لینا

رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس مضمون کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے

---

(1) صحیح مسلم: (۱۰۶) ۱۷۱

(2) صحیح مسلم: ۲: ۱۷۲ (۱۰۷)

٧٢١٣- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ يَقُولُ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي مَجْلِسٍ تُبَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَسَتَرَهُ اللهُ فَأَمْرُهُ إِلَى اللهِ إِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ وَإِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ فَبَايَعْنَاهُ عَلَى ذَلِكَ.

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی انہیں زہری نے (دوسری سند) اور لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' کہا مجھ کو ابوادریس خولانی نے خبر دی' انہوں نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم مجلس میں موجود تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے' چوری نہیں کرو گے' زنا نہیں کرو گے' اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے اور اپنی طرف سے گھڑ کر کسی پر بہتان نہیں لگاؤ گے اور نیک کام میں نافرمانی نہیں کرو گے۔ پس جو کوئی تم میں سے اس وعدے کو پورا کرے اس کا ثواب اللہ کے یہاں اسے ملے گا اور جو کوئی ان کاموں میں سے کسی برے کام کو کرے گا' اس کی سزا اسے دنیا میں ہی مل جائے گی تو یہ اس کے لیے کفارہ ہو گا اور جو کوئی ان میں سے کسی برائی کا کام کرے گا اور اللہ اسے چھپا لے گا تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے۔ چاہے تو اس کی سزا دے اور چاہے اسے معاف کر دے۔ چنانچہ ہم نے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔



شرح بخاری

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے زبانی کلامی بیعت لیتے تھے اور ان سے مصافحہ نہیں کرتے تھے، جیسا کہ اس سے اگلی حدیث میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہے "كَانَ النبيُّ ﷺ يُبايِعُ النِّساءَ بالكَلامِ بهذِه الآيَةِ: {لا يُشْرِكْنَ باللهِ شيئًا} قالَتْ: وما مَسَّتْ يَدُ رَسولِ اللهِ ﷺ يَدَ امْرَأَةٍ إلّا امْرَأَةً يَمْلِكُها" یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے زبانی کلامی بیعت لیتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ نے اپنی بیوی یا اپنی لونڈی کے علاوہ کبھی کسی عورت کو چھوا نہیں ہے۔

بعض روایات میں عورتوں کے ہاتھ پھیلانے کا ذکر آتا ہے لیکن آپ کے چھونے کا ذکر نہیں ہے عورتوں نے ہاتھ پھیلایا ہو گا لیکن آپ نے مس نہیں کیا، یا کپڑا پھیلا دیا ہو گا، اور انہوں نے کپڑے کو پکڑ لیا ہو گا۔

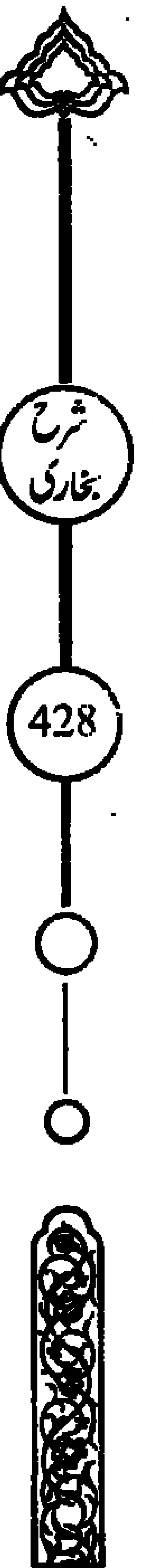


قولہ " تُبَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا " یہ حدیث مردوں کی بیعت کے بارہ میں ہے، جب کہ ترجمہ باب عورتوں سے بیعت لینے سے متعلق ہے، لیکن جس آیت کریمہ سے اس حدیث کے الفاظ کو لیا گیا ہے وہ آیت عورتوں کے بارہ

میں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لا يُشْرِكْنَ بِاللهِ شَيْئًا وَلا يَسْرِقْنَ وَلا يَزْنِينَ وَلا يَقْتُلْنَ أَوْلادَهُنَّ وَلا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللهَ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ" [1]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبادہ بن صامت کی حدیث کو عورتوں سے بیعت کے ترجمہ کے تحت لا کر اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں عورتوں سے بیعت لینے کا ذکر ہے، کیونکہ یہ حدیث اس آیت سے ہی اخذ کی گئی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر احادیث قرآن کریم سے ہی مستنبط کی گئی ہیں، گویا یہ حدیث روایت بالمعنی کی صورت ہے۔

قولہ "فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ" علامہ عینی لکھتے ہیں، "هذا صريح في الرد على من قال إن الحدود زاجرات لا مكفرات" [2] یہ حدیث واضح طور پر ان لوگوں کی تردید کرتی ہے جو کہتے ہیں کہ حدود اللہ کا نفاذ زجر کے لیے ہے ورنہ یہ حدیں گناہ کا کفارہ نہیں بنتیں جب کہ اس حدیث میں کفارہ بننے کا اثبات ہے۔



٧٢١٤- حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَايِعُ النِّسَاءَ بِالْكَلَامِ بِهَذِهِ الْآيَةِ لَا يُشْرِكْنَ بِاللهِ شَيْئًا قَالَتْ وَمَا مَسَّتْ يَدُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَ امْرَأَةٍ إِلَّا امْرَأَةً يَمْلِكُهَا.

ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق بن ہمام نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے انہیں عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے زبانی اس آیت کے احکام کی بیعت لیتے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی آخر آیت تک۔ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ نے کبھی کسی عورت کا ہاتھ نہیں چھوا، سوا اس عورت کے جس کے آپ مالک تھے۔

٧٢١٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ بَايَعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ عَلَيْنَا أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللهِ شَيْئًا وَنَهَانَا عَنِ النِّيَاحَةِ فَقَبَضَتِ امْرَأَةٌ مِنَّا يَدَهَا فَقَالَتْ فُلَانَةُ أَسْعَدَتْنِي وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَجْزِيَهَا فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا فَذَهَبَتْ ثُمَّ رَجَعَتْ فَمَا وَفَتِ امْرَأَةٌ إِلَّا أُمُّ سُلَيْمٍ وَأُمُّ الْعَلَاءِ وَابْنَةُ أَبِي سَبْرَةَ امْرَأَةُ مُعَاذٍ أَوْ ابْنَةُ أَبِي سَبْرَةَ وَامْرَأَةُ مُعَاذٍ.

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے حفصہ نے اور

[1] الممتحنہ: ١٢

[2] عمدة القاری: ج ٢٤، ص ٣١٢

ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو آپ نے میرے سامنے سورۃ ممتحنہ کی یہ آیت پڑھی "یہ کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی" آخر تک اور ہمیں آپ نے نوحہ سے منع کیا پھر ہم میں سے ایک عورت نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور کہا کہ فلاں عورت نے کسی نوحہ میں میری مدد کی تھی (میرے ساتھ مل کر نوحہ کیا تھا) اور میں اسے اس کا بدلہ دینا چاہتی ہوں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں کہا' پھر وہ گئیں اور واپس آئیں (میرے ساتھ بیعت کرنیوالی عورتوں میں سے) کسی عورت نے اس بیعت کو پورا نہیں کیا' سوا ام سلیم اور ام العلاء اور معاذ رضی اللہ عنہ کی بیوی ابو سبرہ کی بیٹی کے یا ابو سبرہ کی بیٹی اور معاذ کی بیوی کے اور سب عورتوں نے احکام بیعت کو پورے طور پر ادا نہ کر کے بیعت کو نہیں نبھایا۔

قولہ "فَمَا وَفَت امْرَأَةٌ إِلَّا أُمُّ سُلَيْمٍ" حافظ نے قاضی عیاض سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ مراد نہیں ہے کہ پانچ عورتوں کے علاوہ باقی سب نوحہ کرنے والی تھیں اور انہوں نے بیعت کے وعدہ کو پورا نہیں کیا، بلکہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اس مجلس میں حضرت ام عطیہ کے ساتھ جن عورتوں نے بیعت کی تھی ان میں سے پانچ نے بیعت کو پورا کیا، اس مجلس کی باقی عورتیں بیعت کے وعدہ پر پورا نہیں اتریں۔ [1]

قولہ "فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا" ایک عورت نے جب یہ کہا کہ میں فلاں عورت کا نوحہ میں بدلہ چکانا چاہتی ہوں تو آپ نے اسے کچھ نہ کہا، کیونکہ آپ اسے نوحہ کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے اور نہ ہی آپ نے اسے نوحہ سے روکا کیونکہ آپ عورتوں کو نوحہ کرنے سے اس سے پہلے روک چکے تھے، یا یہ نوحہ غم کا اظہار کرنے اور روئے پیٹے بغیر چند آنسو بہانے تک محدود ہوگا اس لیے آپ اس پر خاموش رہے۔

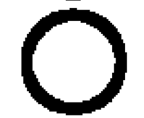


قولہ "أَوْ ابْنَةُ أَبِي سَبْرَةَ وَامْرَأَةُ مُعَاذٍ" حافظ نے کہا ہے کہ اسے واؤ عاطفہ سے پڑھنا ہی صحیح ہے کیونکہ حضرت معاذ بن جبل کی بیوی کا نام ام عمرو بنت خلاد تھا، ابو سبرۃ کی بیٹی جس کا نام ام کلثوم ہے یہ حضرت معاذ کی بیوی نہیں ہے، بلکہ یہ اس کے علاوہ الگ عورت ہے۔ [2]

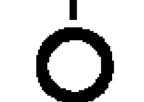
قولہ "غيرَ خَمْسِ نِسْوَةٍ" اور وہ ام سلیم جن کا نام ملیکہ ہے اور ام العلاء اور ام کلثوم (وهي بنت أَبِي سَبْرَةَ) اور ام عمرو بنت خلاد (امراۃ معاذ) اور ہند (بنت سہیل) ہیں۔ [3]

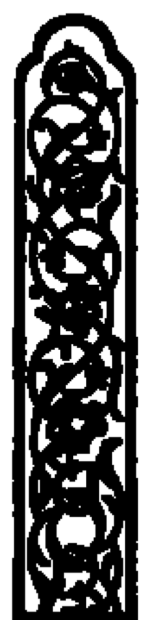
(۵۰) بَابُ مَنْ نَكَثَ بَيْعَةً

اس کا گناہ جس نے بیعت توڑی



وَقَوْلِهِ تَعَالَى: إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا،





1. فتح الباری: ج ۴، ص ۱۷۷
2. فتح الباری: ۱۷۶/۴
3. الفتح: ۱۷۷/۴

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں در حقیقت وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پس جو کوئی اس بیعت کو توڑے گا بے شک اس کا نقصان اسے ہی پہنچے گا جو کوئی اس عہد کو پورا کرے جو اللہ سے اس نے کیا ہے تو اللہ اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔"

٧٢١٦- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعْتُ جَابِرًا قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَايِعْنِي عَلَى الْإِسْلَامِ فَبَايَعَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ ثُمَّ جَاءَ الْغَدَ مَحْمُومًا فَقَالَ أَقِلْنِي فَأَبَى فَلَمَّا وَلَّى قَالَ الْمَدِينَةُ كَالْكِيرِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَيَنْصَعُ طِيبُهَا.

ہم سے ابو نعیم (فضل بن دکین) نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے محمد بن منکدر نے' انہوں نے کہا میں نے جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہتے تھے ایک گنوار (نام نامعلوم) یا قیس بن ابی حازم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' کہنے لگا یا رسول اللہ! اسلام پر مجھ سے بیعت لیجیے۔ آپ نے اس سے بیعت لے لی' پھر دوسرے دن بخار کی حالت میں آیا کہنے لگا میری بیعت فسخ کر دیجئے۔ آپ نے انکار کیا (بیعت فسخ نہیں کی) جب وہ پیٹھ موڑ کر چلتا ہوا تو فرمایا مدینہ کیا ہے (لوہار کی بھٹی ہے) پلید اور ناپاک (میل کچیل) کو چھانٹ ڈالتا ہے اور پاکیزہ کو رکھ لیتا ہے۔



(٥١) بَابُ الِاسْتِخْلَافِ

خلیفہ بنانے کا بیان

٧٢١٧- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَارَأْسَاهْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكِ لَوْ كَانَ وَأَنَا حَيٌّ فَأَسْتَغْفِرُ لَكِ وَأَدْعُو لَكِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ وَا ثُكْلِيَاهْ وَاللهِ إِنِّي لَأَظُنُّكَ تُحِبُّ مَوْتِي وَلَوْ كَانَ ذَاكَ لَظَلَلْتَ آخِرَ يَوْمِكَ مُعَرِّسًا بِبَعْضِ أَزْوَاجِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ أَنَا وَارَأْسَاهْ لَقَدْ هَمَمْتُ أَوْ أَرَدْتُ أَنْ أُرْسِلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَابْنِهِ فَأَعْهَدَ أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُونَ أَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّونَ ثُمَّ قُلْتُ يَأْبَى اللهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُونَ أَوْ يَدْفَعُ اللهُ وَيَأْبَى الْمُؤْمِنُونَ.

ہم سے یحییٰ بن یحییٰ نے بیان کیا' کہا ہم کو سلیمان بن بلال نے خبر دی' انہیں یحییٰ بن سعید نے' کہا میں نے قاسم بن محمد سے سنا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا (اپنے سر درد پر) ہائے سر پھٹا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اگر تم مر جاؤ اور میں زندہ رہا تو میں تمہارے لیے مغفرت کرونگا اور تمہارے لیے دعا کروں گا۔ عائشہ



رضی اللہ عنہا نے اس پر کہا افسوس میرا خیال ہے کہ آپ میری موت چاہتے ہیں اور اگر ایسا ہو گیا تو آپ دن کے آخری وقت ضرور کسی دوسری عورت سے شادی کرلیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تو نہیں بلکہ میں اپنا سر دکھنے کا اظہار کرتا ہوں۔ میرا ارادہ ہوا تھا کہ ابو بکر اور ان کے بیٹے کو بلا بھیجوں اور انہیں (ابو بکر کو) خلیفہ بنا دوں تاکہ اس پر کسی دعویٰ کرنے والے یا اسکی خواہش رکھنے والے کے لئے کوئی گنجائش نہ رہے لیکن پھر میں نے سوچا کہ اللہ خود (کسی دوسرے کو خلیفہ) نہیں ہونے دے گا اور مسلمان بھی اسے دفع کریں گے۔ یا (آپ نے اس طرح فرمایا کہ) اللہ دفع کرے گا اور مسلمان کسی اور کو خلیفہ نہ ہونے دیں گے۔

یعنی جانشین بنانے کا کیا طریقہ ہے اہل علم کے نزدیک اس کے لیے کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں ہے، دنیا سے جانیوالا خلیفہ اگر لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دے تاکہ وہ خود خلیفہ کا انتخاب کرلیں تو یہ طریقہ بھی درست ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے کسی کو خلافت کے لیے نامزد نہیں کیا، ہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں اپنی رائے کا اظہار کیا تھا اور اگر وہ کسی اہلیت والے شخص کو نامزد کر دے تو بھی ٹھیک ہے، جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام لکھ کر ایک لفافہ میں بند کر دیا اور فرمایا میں نے اس خط میں ایک آدمی کا نام لکھا ہے، میرے بعد اس کے ہاتھ پر بیعت کرلینا، لوگوں نے انہیں خلافت کے لیے پسند کرلیا تھا، یہ خط حضرت عمر فاروق کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: "بایعناه وإن كان عمر"



تیسری صورت وہ ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اختیار کی ہے، انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے کسی ایک کو خلافت کے لیے نامزد نہیں کیا، اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے چھ آدمیوں کی کمیٹی بنادی اور یہ چھ افراد عشرۂ مبشرہ میں سے تھے، جن پر نبی اکرم ﷺ دنیا سے انتقال کرتے وقت راضی تھے اور آپ نے فرمایا کہ یہ چھ افراد اپنے میں سے کسی ایک کو امیر مقرر کرلیں۔

اہل علم کے ہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح کسی کو ولی عہد بنایا جاسکتا ہے اور نبی اکرم ﷺ کی طرح اسے لوگوں کے انتخاب پر چھوڑا بھی جاسکتا ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح چند افراد کو مقرر کیا جاسکتا ہے تاکہ وہ اپنے میں سے ایسے شخص کا انتخاب کرلیں جو امت کے لیے زیادہ فائدہ مند ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ سب صورتیں اظہار رائے کے ضمن میں آتی ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق کا نام لکھ کر اپنی رائے کا اظہار کیا تھا، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چھ افراد کی کمیٹی بنا کر اپنی رائے کا اظہار کیا تھا، اس اظہار رائے سے کوئی شخص خلیفہ نہیں بن جاتا، وہ خلیفہ اور امیر تب ہی بنے گا جب لوگ اس کے ہاتھ بیعت کریں گے ورنہ ولی عہد بنانے سے وہ امیر نہیں بنے گا، جب تک لوگ اس کے ہاتھ پر بیعت نہیں کریں گے وہ امیر اور خلیفہ نہیں بنے گا، ولی عہد بنانا بھی اپنی رائے کا اظہار ہوتا ہے، کہ میرے رائے میں اس کی بیعت کرلی جائے، اب لوگوں کو اگر وہ امارت اور خلافت کے لیے پسند ہو تو بیعت کرلیں ورنہ کسی اور کو منتخب کرلیں، استخلاف دراصل بیعت کرنے سے ہی ہوتا



ہے۔

قولہ " لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أُرْسِلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَابْنِهِ فَأَعْهَدَ " اسی جملہ سے ترجمہ باب لیا گیا ہے اور یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے برحق ہونے کی قطعی دلیل ہے، اور آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل کو مانوس کرنے کے لیے یہ جملہ یہاں استعمال کیا ہے۔

قولہ " أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُونَ " اس سے قبل "کراھۃ" مقدر ہے۔ أي كراهة أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُونَ

قولہ " يَأْبَى اللهُ " أي يأبى الله الخلافة لغير أبي بكر و يدفع المؤمنون أيضا غيره اور مسلم میں ہے " يَأْبَى اللهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُونَ إلا أبا بكر "

٧٢١٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قِيلَ لِعُمَرَ أَلَا تَسْتَخْلِفُ قَالَ إِنْ أَسْتَخْلِفْ فَقَد اسْتَخْلَفَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي أَبُو بَكْرٍ وَإِنْ أَتْرُكْ فَقَدْ تَرَكَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَثْنَوْا عَلَيْهِ فَقَالَ رَاغِبٌ رَاهِبٌ وَدِدْتُ أَنِّي نَجَوْتُ مِنْهَا كَفَافًا لَا لِي وَلَا عَلَيَّ لَا أَتَحَمَّلُهَا حَيًّا وَلَا مَيِّتًا.



ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا' کہا ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی' انہیں ہشام بن عروہ نے' انہیں ان کے والد نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب زخمی ہوئے تو ان سے کہا گیا کہ آپ اپنا خلیفہ منتخب کیوں نہیں کر دیتے؟ انہوں نے فرمایا: اگر میں کسی کو خلیفہ نامزد کرتا ہوں (تو اس کی بھی مثال ہے کہ) اس شخص نے اپنا خلیفہ منتخب کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھے یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ اور اگر میں اسے مسلمانوں کی رائے پر چھوڑتا ہوں تو (اس کی بھی مثال موجود ہے کہ) اس شخصیت نے (خلیفہ کا انتخاب مسلمانوں کے لیے) چھوڑ دیا تھا جو مجھ سے بہتر تھے یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر لوگوں نے آپ کی تعریف کی' تو انہوں نے کہا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی رغبت کرنے والا اور اس کے عذاب سے ڈرنے والا ہوں۔ اب میں تو یہی غنیمت سمجھتا ہوں کہ خلافت کی ذمہ داریوں میں اللہ کے ہاں برابر برابر ہی چھوٹ جاؤں' نہ مجھے کچھ ثواب ملے اور نہ کوئی عذاب میں نے خلافت کا بوجھ اپنی زندگی بھر اٹھایا۔ اب مرنے پر میں اس بار کو نہیں اٹھاؤں گا۔

قولہ " رَاغِبٌ رَاهِبٌ " أي راغب فيما عند الله راهب من عقابه فلا أعول على ثناءكم



قولہ " كَفَافًا " أي مكفوفا عني شرها و خيرها اس کی خیر اور شر مجھ سے روک لی جائے۔

٧٢١٩- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ خُطْبَةَ عُمَرَ الْآخِرَةَ حِينَ جَلَسَ عَلَى

الْمِنْبَرِ وَذَلِكَ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَشَهَّدَ وَأَبُو بَكْرٍ صَامِتٌ لَا يَتَكَلَّمُ قَالَ كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَعِيشَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَدْبُرَنَا يُرِيدُ بِذَلِكَ أَنْ يَكُونَ آخِرَهُمْ فَإِنْ يَكُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى قَدْ جَعَلَ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ نُورًا تَهْتَدُونَ بِهِ هَدَى اللهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ صَاحِبُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَانِيَ اثْنَيْنِ فَإِنَّهُ أَوْلَى الْمُسْلِمِينَ بِأُمُورِكُمْ فَقُومُوا فَبَايِعُوهُ وَكَانَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ قَدْ بَايَعُوهُ قَبْلَ ذَلِكَ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الْعَامَّةِ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ لِأَبِي بَكْرٍ يَوْمَئِذٍ اصْعَدِ الْمِنْبَرَ فَلَمْ يَزَلْ بِهِ حَتَّى صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَبَايَعَهُ النَّاسُ عَامَّةً

ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا ہم کو ہشام نے خبر دی' انہیں معمر نے' انہیں زہری نے' انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرا خطبہ سنا جب آپ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے' یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسرے دن کا ہے۔ انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خاموش تھے اور کچھ نہیں بول رہے تھے' پھر کہا مجھے امید تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہیں گے اور ہمارے کاموں کی تدبیر وانتظام کرتے رہیں گے۔ ان کا منشا یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سب لوگوں کے بعد تک زندہ رہیں گے تو اگر آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے نور (قرآن) کو باقی رکھا ہے جس کے ذریعہ تم ہدایت حاصل کرتے رہو گے اور اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے ہدایت کی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی (جو غار ثور میں) دو میں کے دوسرے ہیں' بلاشک وہ تمہارے امور خلافت کے لیے تمام مسلمانوں میں سب سے بہتر ہیں۔ پس اٹھو اور ان سے بیعت کرو۔ ایک جماعت ان سے پہلے ہی سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کر چکی تھی' پھر عام لوگوں نے منبر پر بیعت کی۔ زہری نے بیان کیا' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے' انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اس دن کہہ رہے تھے' منبر پر چڑھ آئیں۔ چنانچہ وہ اس کا برابر اصرار کرتے رہے' یہاں تک کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھ گئے اور سب لوگوں نے آپ سے بیعت کی۔

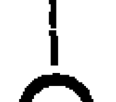

شرح بخاری

433

قولہ "حَتَّى يَدْبُرَنَا" ابن بطال وغیرہ نے اسے یا کی فتحہ اور دال کے سکون اور با کے ضمہ کے ساتھ ضبط کیا ہے۔ أي حتیٰ یکون اٰخرنا

قولہ "فَإِنَّهُ أَوْلَى الْمُسْلِمِينَ بِأُمُورِكُمْ" اسی سے ترجمہ باب کی مطابقت ہے۔

٧٢٢٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَت النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ





امْرَأَةٌ فَكَلَّمَتْهُ فِي شَيْءٍ فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ كَأَنَّهَا تُرِيدُ الْمَوْتَ قَالَ إِنْ لَمْ تَجِدِينِي فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ.

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن جبیر بن مطعم نے ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک خاتون آئیں اور کسی معاملہ میں آپ سے گفتگو کی' پھر آنحضرت ﷺ نے ان سے کہا کہ وہ دوبارہ آپ کے پاس آئیں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو پھر آپ کیا فرماتے ہیں؟ جیسے اس کا اشارہ وفات کی طرف ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے نہ پاؤ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیو۔

قولہ "إِنْ لَمْ تَجِدِينِي فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ" یہ الفاظ اس بات کی دلیل ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے بعد خلیفہ ہوں گے۔

٧٢٢١ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لِوَفْدِ بُزَاخَةَ تَتْبَعُونَ أَذْنَابَ الْإِبِلِ حَتَّى يُرِيَ اللهُ خَلِيفَةَ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُهَاجِرِينَ أَمْرًا يَعْذِرُونَكُمْ بِهِ.

ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا' ان سے سفیان نے' ان سے قیس بن مسلم نے' ان سے طارق بن شہاب نے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قبائل بزاخہ کے وفد سے (جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گیا تھا اور اب معافی کے لیے آیا تھا) فرمایا کہ اونٹوں کی دموں کے پیچھے پیچھے جنگلوں میں گھومتے رہو' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کے خلیفہ اور مہاجرین کو کوئی امر بتلا دے جس کی وجہ سے وہ تمہارا قصور معاف کر دیں۔

قولہ "بُزَاخَةَ" با کے ضمہ زا کی تخفیف کے ساتھ، قبیلہ طیٔ اور اسد اور غطفان کے بہت سے لوگ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے اور طلیحہ بن خویلد اسدی کے پیروکار بن گئے جو جھوٹی نبوت کا دعویدار تھا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب مسیلمہ کذاب کو قتل کر کے فارغ ہوئے تو ان مرتدین کی طرف متوجہ ہوئے اور ان پر غلبہ حاصل کیا تب ان لوگوں نے مغلوب اور عاجز ہو کر اپنا ایک وفد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا جو امیر المومنین اور خلیفہ تھے، اس وفد کو "بُزَاخَة" کہا جاتا ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا، جنگ اختیار کر لو اور اپنے اہل وعیال اور مال واسباب سے ہاتھ دھوؤ۔ یا ذلت کی صلح اختیار کر لو، انہوں نے کہا کہ ذلت کی صلح سے کیا مراد ہے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے ہتھیار اور جنگی سامان ہمارے حوالے کر دو، اور جو مال غنیمت ملا ہے وہ مسلمانوں میں تقسیم ہو گا، اور ہمارے مقتولوں کی دیت ادا کرو، اور جو لوگ تمہارے قتل ہوئے ہیں انہیں جہنم رسید ہونے والے سمجھو، اور تم جلاوطن ہو کر جنگلوں میں اونٹ چراتے رہو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کے خلیفہ کو اور مہاجرین کو وہ بات بتلا دے جس سے وہ تمہارے قصور کو معاف کر دیں۔

قولہ "بُزَاخَةَ" بحرین میں ایک جگہ کا نام ہے یا بنو اسد اور غطفان کے پانی کی گھاٹ ہے جہاں حضرت ابوبکر صدیق کے دور خلافت میں مسلمانوں کی ان سے جنگ ہوئی تھی، اس لیے کہ وہ لوگ پہلے مرتد ہو گئے تھے پھر توبہ کر لی، اور معذرت کے لیے ابوبکر صدیق کی خدمت میں اپنا وفد بھیجا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ مشاورت کے بعد انکا فیصلہ کیا جائے تب آپ نے فرمایا، اب واپس جاؤ اور جنگلات میں اونٹ چراؤ حتیٰ کہ نبی پاک کا خلیفہ تمہارا فیصلہ کرے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بعد میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے اپنی اور ان کی بات چیت کو ذکر فرمایا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا، کہ ہمارے شہداء اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر لڑتے ہوئے شہید ہوئے ہیں اور ان کے اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں ثابت ہیں لہٰذا ہم اپنے شہداء کی ان سے دیت نہیں لیں گے، تب سب لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بات کی تائید کی۔

قولہ "خَلِيفَةَ نَبِيِّهِ" اس سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا ہے، بعض علماء کے نزدیک لوگوں نے خلافت کے لیے آپ کو منتخب کیا ہے، صحیح بات یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اشارات ملتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ ابوبکر صدیق میرے بعد خلیفہ ہو، لیکن آپ نے اس کی صراحت نہیں کی، تاکہ لوگوں کا حق انتخاب قائم رہے، ان اشارات سے بعض نے یہ سمجھا ہے کہ آپ نے ابوبکر صدیق کو خلیفہ بنایا ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ آپ انتخاب سے خلیفہ بنے ہیں۔



بَابٌ:

باب

٧٢٢٣،٧٢٢٢ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَكُونُ اثْنَا عَشَرَ أَمِيرًا فَقَالَ كَلِمَةً لَمْ أَسْمَعْهَا فَقَالَ أَبِي إِنَّهُ قَالَ كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ.

شرح بخاری

ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر محمد بن جعفر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ بن حجاج نے بیان کیا، ان سے عبدالملک بن عمیر نے، انہوں نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ (میری امت میں) بارہ امیر ہوں گے، پھر آپ نے کوئی ایسی بات فرمائی جو میں نے نہیں سنی۔ بعد میں میرے والد نے بتایا کہ آپ نے یہ فرمایا کہ وہ سب کے سب قریش خاندان سے ہوں گے۔







یہ باب بلا ترجمہ ہے اور اپنے ماقبل سے بمنزلہ فصل ہے، بعض نسخوں میں یہاں باب کا لفظ نہیں ہے حضرت جابر کی حدیث

میں ہے "لا يَزالُ الإسْلامُ عَزِيزًا إلى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً "①
بارہ خلفاء تک یہ دین عزت سے قائم رہے گا۔②

(۵۲) بَابُ إِخْرَاجِ الْخُصُومِ وَأَهْلِ الرِّيَبِ مِنَ الْبُيُوتِ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ

لڑنے بھڑنے والوں کو اور فسق و فجور والوں کو ان کا پتہ چلنے کے بعد گھروں سے نکالنے (کی سزا دینے) کا بیان۔

وَقَدْ أَخْرَجَ عُمَرُ أُخْتَ أَبِي بَكْرٍ حِينَ نَاحَتْ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بہن کو اس وقت گھر سے نکال دیا جب وہ نوحہ کر رہی تھیں۔

۷۲۲۴- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ يُحْتَطَبُ ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُكُمْ أَنَّهُ يَجِدُ عَرْقًا سَمِينًا أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ.



ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے ابو الزناد نے' ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میرا ارادہ ہوا کہ میں لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم دوں' پھر نماز کے لیے اذان دینے کا' پھر کسی سے کہوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں اس کے بجائے ان لوگوں کے پاس جاؤں (جو جماعت میں شریک نہیں ہوتے) اور انہیں ان کے گھروں سمیت جلا دوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم سے کسی کو اگر یہ امید ہو کہ وہاں موٹی ہڈی یا دو مرماة حسنة (بکری کے کھر) کے درمیان کا گوشت ملے گا تو وہ ضرور (نماز) عشاء میں شریک ہو۔

① صحیح مسلم: (۹) ۱۸۲۱، سنن ابی داود: ۴۲۸۰ (صحیح) مسند احمد: ۲۰۹۲۴

② اور وہ ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان ذو النورین، علی مرتضیٰ، امیر معاویہ، یزید بن معاویہ، عبد الملک بن مروان، ولید بن عبد الملک، سلیمان بن عبد الملک، عمر بن عبد العزیز، یزید بن عبد الملک، ہشام بن عبد الملک ہیں ان میں حضرت حسن، مروان اور عبد اللہ بن زبیر کو ان کی مدت خلافت کم ہونے کی بنا پر شمار نہیں کیا گیا۔

یہاں شیعہ کہلانے والے اپنے بارہ امام بناتے اور شمار کرتے ہیں حالانکہ یہ احادیث صحابہ کرام سے مروی ہیں اور وہ نبی کریم علیہ السلام کے تربیت یافتہ صحابہ کرام کی احادیث کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز باجماعت سے پیچھے رہنے والوں کے گھروں میں ایندھن ڈال کرانہیں جلانے کی خواہش کا اظہار کیا ہے اور ظاہر ہے کہ جب گھروں میں ایندھن ڈال کر آگ لگائی جائے گی تو گھر والے جانیں بچا کر گھروں سے نکل بھاگیں گے، لہٰذا انہیں گھروں سے نکالنے کی سزا دینا جائز ہے تب ہی تو آپ نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے، اگرچہ آپ نے گھروں میں عورتوں اور بچوں کے موجود ہونے کی وجہ سے یہ کام کیا نہیں ہے۔

(۵۳) بَابٌ: هَلْ لِلْإِمَامِ أَنْ يَمْنَعَ الْمُجْرِمِينَ وَأَهْلَ الْمَعْصِيَةِ مِنَ الْكَلَامِ مَعَهُ وَالزِّيَارَةِ وَنَحْوِهِ

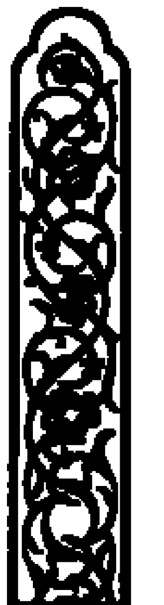
کیا امام کے لیے جائز ہے کہ وہ مجرموں اور گنہگاروں کو اپنے ساتھ بات چیت کرنے اور ملاقات وغیرہ کرنے سے روک دے۔

۷۲۲۵- حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا تَخَلَّفَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَذَكَرَ حَدِيثَهُ وَنَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِينَ عَنْ كَلَامِنَا فَلَبِثْنَا عَلَى ذَلِكَ خَمْسِينَ لَيْلَةً وَآذَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَوْبَةِ اللهِ عَلَيْنَا.



ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے عبدالرحمن بن عبداللہ بن کعب بن مالک نے کہ عبداللہ بن کعب بن مالک' کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے نابینا ہو جانے کے زمانے میں ان کے سب لڑکوں میں یہی راستے میں ان کے ساتھ چلتے تھے' نے بیان کیا کہ میں نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ جب وہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں جا سکے تھے' پھر انہوں نے اپنا پورا واقعہ بیان کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہم سے گفتگو کرنے سے روک دیا تھا تو ہم پچاس دن اسی حالت میں رہے' پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا کہ اللہ نے ہماری توبہ قبول کر لی ہے۔

اس حدیث کے آخری جملے "وَنَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِينَ عَنْ كَلَامِنَا" کی ترجمہ باب سے مناسبت ظاہر ہے۔



(۹۵) كِتَابُ التَّمَنِّي

نیک آرزوؤں کے جائز ہونے کے بیان میں

حسد کئے بغیر نیک کام میں تمنی ہوسکتی ہے، تمنی اور ترجی میں عموم اور خصوص کی نسبت ہے تمنی ممکنات اور ممتنعات دونوں میں جائز ہے جیسا کہ "لیت لي مالا فأنفقه" میری تمنا ہے کہ میرے پاس مال ہو اور میں اسے خرچ کروں، اور بڑھاپے میں جوانی لوٹ آنے کی تمنا کرنا، اور کہنا "لیت الشباب یعود" میری تمنا ہے کہ جوانی لوٹ آئے، مال کا حصول تو ممکن ہے لیکن جوانی لوٹ آنا ممتنع اور محال ہے، لیکن تمنی دونوں کی جائز ہے خواہ وہ چیز ممکن ہو یا محال ہو، اور ترجی کا تعلق ممکنات سے ہوتا ہے، ممتنعات سے نہیں جیسا کہ "لعل الله یرزقني صلاحا" تو کہہ سکتے ہیں لیکن "لعل الشباب یعود" نہیں کہہ سکتے، کیونکہ جوانی کا لوٹ آنا محالات سے ہے، اور ترجی کا تعلق محالات سے نہیں ہوتا۔ (1)

---

(1) تمنی اگرچہ ممکن اور ممتنع میں ہوسکتی ہے لیکن واجبات میں تمنی نہیں ہوسکتی لہٰذا "لیت غدا یجیء" کہنا منع ہے، کیونکہ کل کے دن کا آنا واجبات سے ہے۔

ترجی کا تعلق ممتنعات سے نہیں ہے لیکن فرعون "علیه اللعنة" کا یہ کہنا "لَعَلِّي أَبْلُغُ الأَسْبَابَ، أَسْبَابَ السَّمَاوَاتِ فَأَطَّلِعَ إِلَى إِلَهِ مُوسَى وَإِنِّي لأَظُنُّهُ كَاذِبًا" فرعون نے کہا اے ہامان میرے لیے ایک محل بنا تاکہ میں ان دروازوں تک پہنچ جاؤں جو آسمان کے دروازے ہیں اور موسیٰ کے معبود کو دیکھوں اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں سورۃ المومن: ۳۷،۳۶



فرعون ملعون کا آسمان کے دروازوں تک پہنچنے کی امید کرنا اس کی جہالت اور اس کی غباوت پر محمول ہے یا یہ اس کا جھوٹ اور بہتان شمار ہوگا۔

بعض علماء تمنی اور ترجی میں فرق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تمنی کا تعلق ماضی سے ہے اور ترجی کا تعلق مستقبل سے ہے۔

لیکن خلاف عقل کام یا خلاف شریعت کام کی تمنا کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ عورت کا مرد بننے کی تمنا کرنا خلاف عقل ہے جو کہ جائز نہیں ہے اور کسی شخص کا نبی بننے کی تمنا کرنا خلاف شریعت ہے اور ایسی تمنا کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

تمنی تفعل کا وزن امنیۃ سے ہے جس کی جمع امانی آتی ہے، تمنی سے مراد ہے ایسی چیز کو طلب کرنا جس کی طمع نہ کی جاسکتی ہو جیسے "لیت الشباب یعود" میری آرزو ہے کہ جوانی لوٹ آئے۔ اور عمر رسیدہ کے لیے جوانی کا لوٹنا محال ہے جس کی طمع اور حرص نہیں کی جاسکتی یا ایسی چیز کی طلب کرنا جس میں دشوری پائی جاتی ہو جیسے خالی ہاتھ شخص کا یہ کہنا "لیت لي مالا فأحج به" مال کا حصول ممکن ہے لیکن اس میں دشواری پائی جاتی ہے۔



اور ترجی کا تعلق پسندیدہ چیز سے ہوتا ہے جیسے "لعل الحبیب قادم" کاش کہ دوست آرہا ہو اور کبھی مکروہ چیز سے ڈر کی بنا پر ترجی ہوتی ہے جیسے "فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ" الکھف: ٦ یعنی اے نبی، اپنی قوم کے اسلام نہ لانے پر تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والا ہے، لہٰذا محبوب چیز کی توقع کو ترجی اور مکروہ چیز سے بچنے کی توقع کو اشفاق کہا جاتا ہے۔

(١) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّمَنِّي، وَمَنْ تَمَنَّى الشَّهَادَةَ

آرزو کرنے کے بارے میں اور جس نے شہادت کی آرزو کی

٧٢٢٦- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا أَنَّ رِجَالًا يَكْرَهُونَ أَنْ يَتَخَلَّفُوا بَعْدِي وَلَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ مَا تَخَلَّفْتُ لَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ.

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا' کہا مجھ سے لیث بن سعد نے' کہا مجھ سے عبدالرحمن بن خالد نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے ابوسلمہ اور سعید بن مسیب نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ نے فرمایا' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر ان لوگوں کا خیال نہ ہوتا جو میرے ساتھ غزوہ میں شریک نہ ہو سکنے کو برا جانتے ہیں مگر اسباب کی کمی کی وجہ سے وہ شریک نہیں ہو سکتے اور کوئی ایسی چیز میرے پاس نہیں ہے جس پر انہیں سوار کروں تو میں کبھی (غزوات میں شریک ہونے سے) پیچھے نہ رہتا۔ میری خواہش ہے کہ اللہ کے راستے میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں' اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر شہید کیا جاؤں۔

شرح بخاری

قولہ "ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ "ثم چھ مرتبہ آیا ہے اور آخر میں" أُقْتَلُ "ذکر ہوا ہے، کیونکہ مقصود شہادت کا حصول ہے، آپ کے دشمن کے ہاتھ سے شہید ہونے کی تمنا کرنے کے بارہ میں اشکال یہ ہے کہ آپ کو علم تھا کہ آپ دشمن کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا تھا،" وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ "[1] اس کے باوجود آپ نے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الجامع الصحیح آخری مراحل میں ہے، اور اختتام پذیر ہے اس لیے وہ اپنی کتاب کے پڑھنے اور پڑھانے والوں کو بلکہ تمام انسانوں کو ان کی زندگی کے آخری مراحل کے بارہ میں چند ضروری اور انتہائی مفید باتوں کی طرف راہنمائی کرنا چاہتے ہیں ایک یہ کہ انسان کو اس دنیا کی زندگی میں لمبی چوڑی امیدیں لگانے سے پرہیز کرنا چاہیے، اسے ممدوح اور قابل تعریف چیزوں کی تمنا کرنا چاہیے جو دنیا کی عارضی زندگی کے بعد نفع پہنچانے والی ہوں، جیسے نیکی کی تمنا کرنا، اور شہادت کی موت کی آرزو کرنا، قرآن کریم اور علم وحی کی خواہش کرنا اور مذموم تمناؤں سے گریز کرنا چاہیے، جیسے دشمن سے مڈبھیڑ ہونے کی تمنا کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح اگر مگر کے الفاظ کو تقدیر الٰہی کے خلاف استعمال کرنا ایسے ہی ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ خاص طور پر اپنی زندگی کے اختتام پذیر ہوتے وقت احادیث نبویہ کی روشنی میں اپنے شب و روز بسر کرے اور کتاب و سنت کے ساتھ استمساک کرے اور عقیدہ توحید کو جس پر قیامت کے دن نجات کا دارومدار ہے خلوص کے ساتھ اختیار کرے، جس نے اپنی زندگی کے اختتام پر کلمہ توحید کو اپنا لیا، سمجھو اس نے اپنی زندگی کے مقصد کو پا لیا۔

[1] المائدة: ٦٧

" أُقْتَلُ " کہہ کرشہید ہونے کی تمنا کیوں کی؟ بعض نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ نے یہ تمنا مذکورہ آیت کے نزول سے پہلے کی ہے، لیکن یہ جواب اس لیے درست نہیں کہ یہ آیت آپ پر مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آنے کے بعد نازل ہو چکی تھی جب کہ حدیث مذکور کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۷ھ کے شروع میں مدینہ میں آئے تھے اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سن کر بیان کی ہے، اور یہ آیت سورۃ المائدہ کی ہے جو کہ مدنی سورت ہے صحیح بات یہ ہے کہ آپ کا دشمن کے ہاتھ سے شہید ہونا اگرچہ محال تھا لیکن محال کی تمنا کی جا سکتی ہے، جیسا کہ آپ کا فرمان " لَوَدِدْتُ " اس تمنا پر دلالت کرتا ہے۔

٧٢٢٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ وَدِدْتُ أَنِّي أُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللهِ فَأُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقُولُهُنَّ ثَلَاثًا أَشْهَدُ بِاللهِ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم کو مالک نے خبر دی' انہیں ابوالزناد نے' انہیں اعرج نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میری آرزو ہے کہ میں اللہ کے راستے میں جنگ کروں اور قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں' میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ کہ ابوہریرہ ان کلمات کو تین مرتبہ کہا کرتے تھے۔

شرح بخاری

قولہ "فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقُولُهُنَّ" میں "هُنَّ" ضمیر سے مراد کلمہ " أُقْتَلُ " ہے یہ کلمہ ابوہریرہ تین مرتبہ کہتے تھے، اور یہ کلام حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے عبدالرحمان بن ھرمز اعرج کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ حضرت ابوہریرہ کلمہ " أُقْتَلُ " تین مرتبہ کہتے تھے۔

(٢) بَابُ تَمَنِّي الْخَيْرِ

باب: نیک کام کی آرزو کرنا

وَقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَوْ كَانَ لِي أُحُدٌ ذَهَبًا».

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو میں اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دوں۔

٧٢٢٨- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ كَانَ عِنْدِي أُحُدٌ ذَهَبًا لَأَحْبَبْتُ أَنْ لَا يَأْتِيَ عَلَيَّ ثَلَاثٌ وَعِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ لَيْسَ شَيْءٌ أَرْصُدُهُ فِي دَيْنٍ

عَلَيَّ أَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهُ.

ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا' ان سے معمر نے' ان سے ہمام بن منبہ نے انہوں نے ابوہریرہ سے سنا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا' اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہوتا تو میں پسند کرتا کہ اگر ان کے لینے والے مل جائیں تو تین دن گزرنے سے پہلے ہی میرے پاس اس میں سے ایک دینار بھی نہ بچے' سوا اس کے جسے میں اپنے اوپر قرض کی ادائیگی کے لیے روک لوں۔

یہ ترجمہ باب پہلے ترجمہ سے عام ہے، کیونکہ یہ باب خیر کی تمنا کرنے کے بارہ میں ہے اور شہادت کی تمنا کرنا بھی خیر کی تمنا ہے، اور اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ تمنا کرنا شہادت کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر خیر کی تمنا مطلوب و مقصود ہے اور ترجمہ باب میں مذکور" لَوْ كَانَ عِنْدِي أُحُدٌ ذَهَبًا "کا جواب حدیث میں"لَأَحْبَبْتُ "کے ساتھ ذکر ہو گیا ہے۔

قولہ" لَوْ كَانَ عِنْدِي أُحُدٌ ذَهَبًا "اگرچہ یہ" لَوْ "شرط کے لیے ہے اور غیر واقع چیز کے وقوع کو پسند کرنا بھی تمنی کی قسم ہے، اس لیے اسے کتاب التمنی میں خیر کی تمنا کرنے کے باب میں لائے ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ جملہ جزائیہ جو کہ" لَأَحْبَبْتُ "ہے یہ تمنی کا معنیٰ دیتا ہے۔



(۳) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ».

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا ارشاد کہ اگر مجھے پہلے سے وہ معلوم ہوتا جو بعد کو معلوم ہوا ہے

۷۲۲۹ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سُقْتُ الْهَدْيَ وَلَحَلَلْتُ مَعَ النَّاسِ حِينَ حَلُّوا.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے عروہ نے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے (حجتہ الوداع کے موقع پر) فرمایا اگر مجھ کو اپنا حال پہلے سے معلوم ہوتا جو بعد کو معلوم ہوا تو میں اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لاتا اور عمرہ کر کے دوسرے لوگوں کی طرح میں بھی احرام کھول ڈالتا۔

"لَوْ "بھی تمنی کے لیے آتا ہے، بعض روایات میں" لَوْ "کہنے کی ممانعت آئی ہے اور یہ اس وقت ہے جب کہ تقدیر کا مقابلہ ہو ورنہ لوگوں کو کسی جائز کام کا شوق دلانے کے لیے لو استعمال کیا جا سکتا ہے، معارضہ قدر میں لو کہنا درست نہیں ہے جیسے یہ کہنا کہ اگر میں ایسے کرتا تو میرا لڑکا فوت ہونے سے بچ جاتا، یہ کہنا جائز نہیں ہے۔[1]



[1] ان احادیث میں"لَوْ "کہنے کی اباحت پائی جاتی ہے جب کہ ابن ماجہ وغیرہ میں ہے "إِيَّاكَ وَاللَّو، فَإِنَّ اللَّو تفتحُ عملَ الشَّيطانِ "اس میں"لَوْ "کہنے کی ممانعت پائی جاتی ہے دونوں احادیث میں تطبیق یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی تدبیر پر ناز اں ہو اور اللہ تعالیٰ کی مشیت سے غافل ہو تو لو کہنا جائز نہیں ہے گویا تقدیر الٰہی پر بے اعتمادی کی صورت

٧٢٣٠- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ عَنْ حَبِيبٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَبَّيْنَا بِالْحَجِّ وَقَدِمْنَا مَكَّةَ لِأَرْبَعٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَطُوفَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَنْ نَجْعَلَهَا عُمْرَةً وَنَحِلَّ إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ قَالَ وَلَمْ يَكُنْ مَعَ أَحَدٍ مِنَّا هَدْيٌ غَيْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَلْحَةَ وَجَاءَ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ مَعَهُ الْهَدْيُ فَقَالَ أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا نَنْطَلِقُ إِلَى مِنًى وَذَكَرُ أَحَدِنَا يَقْطُرُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَو اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ وَلَوْلَا أَنَّ مَعِي الْهَدْيَ لَحَلَلْتُ قَالَ وَلَقِيَهُ سُرَاقَةُ وَهُوَ يَرْمِي جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَلَنَا هَذِهِ خَاصَّةً قَالَ لَا بَلْ لِأَبَدٍ قَالَ وَكَانَتْ عَائِشَةُ قَدِمَتْ مَعَهُ مَكَّةَ وَهِيَ حَائِضٌ فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَنْسُكَ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنَّهَا لَا تَطُوفُ وَلَا تُصَلِّي حَتَّى تَطْهُرَ فَلَمَّا نَزَلُوا الْبَطْحَاءَ قَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللهِ أَتَنْطَلِقُونَ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَأَنْطَلِقُ بِحَجَّةٍ قَالَ ثُمَّ أَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ أَنْ يَنْطَلِقَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرَتْ عُمْرَةً فِي ذِي الْحِجَّةِ بَعْدَ أَيَّامِ الْحَجِّ.



ہم سے حسن بن عمر جرمی نے بیان کیا' کہا ہم سے یزید بن زریع بصری نے 'ان سے حبیب بن ابی قریبہ نے' ان سے عطاء بن ابی رباح نے 'ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (حجۃ الوداع کے موقع پر) ساتھ تھے 'پھر ہم نے حج کے لیے تلبیہ کہا اور ۴ ذی الحجہ کو مکہ پہنچے 'پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیت اللہ اور صفا اور مروہ کے طواف کا حکم دیا اور یہ کہ ہم اسے عمرہ بنالیں اور اس کے بعد حلال ہو جائیں (سوائے ان کے جن کے ساتھ قربانی کا جانور ہو تو وہ حلال نہیں ہو سکتے) بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور طلحہ رضی اللہ عنہ کے سوا ہم میں سے کسی کے پاس قربانی کا جانور نہ تھا اور علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تھے اور ان کے ساتھ بھی ہدی تھی اور کہا کہ میں بھی اس کا احرام باندھ کر آیا ہوں جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے 'پھر دوسرے لوگ کہنے لگے کہ کیا ہم اپنی عورتوں کے ساتھ صحبت کرنے کے بعد منیٰ جا سکتے ہیں؟ (اس حال میں کہ ہمارے ذکر منی ٹپکاتے ہوں؟) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ جو بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی اگر پہلے ہی معلوم ہوتی تو میں ہدی ساتھ نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں بھی حلال ہو جاتا۔ بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سراقہ بن مالک نے ملاقات کی۔ اس وقت آپ بڑے شیطان پر رمی

میں اور اپنی تدبیر پر بھروسہ کی صورت میں لو کہنا جائز نہیں ہے ورنہ جائز ہے۔



کر رہے تھے اور پوچھا یا رسول اللہ! یہ ہمارے لیے خاص ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی مکہ آئی تھیں لیکن وہ حائضہ تھیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تمام اعمال حج ادا کرنے کا حکم دیا' صرف وہ پاک ہونے سے پہلے طواف نہیں کرسکتی تھیں اور نہ نماز پڑھ سکتی تھیں۔ جب سب لوگ بطحاء میں اترے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ سب لوگ عمرہ وحج دونوں کر کے لوٹیں گے اور میرا صرف حج ہوگا؟ بیان کیا کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ عائشہ کو ساتھ لے کر مقام تنعیم جائیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی ایام حج کے بعد ذی الحجہ میں عمرہ کیا۔

(۴) بَابُ قَوْلِهِ ﷺ: «لَيْتَ كَذَا وَكَذَا».

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یوں فرمانا کہ کاش ایسا اور ایسا ہوتا

٧٢٣١- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ أَرِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَالَ لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا مِنْ أَصْحَابِي يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ إِذْ سَمِعْنَا صَوْتَ السِّلَاحِ قَالَ مَنْ هَذَا قَالَ سَعْدٌ يَا رَسُولَ اللهِ جِئْتُ أَحْرُسُكَ فَنَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى سَمِعْنَا غَطِيطَهُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ بِلَالٌ أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيلُ فَأَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.



ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا' کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا' کہا مجھ سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے سنا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند نہ آئی' پھر آپ نے فرمایا' کاش میرے صحابہ میں سے کوئی نیک مرد میرے لیے آج رات پہرہ دیتا۔ اتنے میں ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ بتایا گیا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں یا رسول اللہ! (انہوں نے کہا) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دینے آیا ہوں' پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوئے یہاں تک کہ ہم نے آپکے خراٹے کی آواز سنی۔ ابوعبداللہ امام بخاری نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بلال رضی اللہ عنہ جب نئے نئے مدینہ آئے تو بحالت بخار حیرانی میں یہ شعر پڑھتے تھے۔ ''کاش میں جانتا کہ میں ایک رات اس وادی میں گزار سکوں گا (وادی مکہ میں) اور میرے چاروں طرف اذخر اور جلیل گھاس ہوگی۔'' پھر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکی خبر کی۔







(۵) بَابُ تَمَنِّي الْقُرْآنِ وَالْعِلْمِ

قرآن مجید اور علم کی آرزو کرنا

٧٢٣٢- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَاسُدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَتْلُوهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ يَقُولُ لَوْ أُوتِيتُ مِثْلَ مَا أُوتِيَ هَذَا لَفَعَلْتُ كَمَا يَفْعَلُ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالًا يُنْفِقُهُ فِي حَقِّهِ فَيَقُولُ لَوْ أُوتِيتُ مِثْلَ مَا أُوتِيَ لَفَعَلْتُ كَمَا يَفْعَلُ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بِهَذَا.

ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' کہا ہم سے جریر بن عبدالحمید نے بیان کیا' ان سے اعمش نے' ان سے ابو صالح نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' رشک صرف دو شخصوں پر ہوسکتا ہے ایک وہ جسے اللہ نے قرآن دیا ہے اور وہ اسے دن رات پڑھتا رہتا ہے اور اس پر (سننے والا) کہے کہ اگر مجھے بھی اس کا ایسا ہی علم ہوتا جیسا کہ اس شخص کو دیا گیا ہے تو میں بھی اسی طرح کرتا جیسا کہ یہ کرتا ہے اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا اور وہ اسے اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے تو (دیکھنے والا) کہے کہ اگر مجھے بھی اتنا دیا جاتا جیسا اسے دیا گیا ہے تو میں بھی اسی طرح کرتا جیسا کہ یہ کر رہا ہے۔ ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا ہم سے جریر نے پھر یہی حدیث بیان کی۔



اس حدیث میں لفظ "لَوْ" تمنی کے معنیٰ پر مشتمل ہے اور علم کا ذکر اس کے دوسرے طریق میں ہے، جس میں حکمت کا لفظ ذکر ہوا ہے اور حکمت سے مراد علم ہے جیسا کہ حکمت کا لفظ کتاب العلم میں ذکر ہو چکا ہے۔ (1)

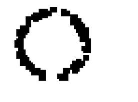
(٦) بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّمَنِّي

جس کی تمنا کرنا منع ہے

{وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللهَ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ اللهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا} [النساء:٣٢]



ارشاد باری تعالیٰ ہے "اور اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے تم اس کی تمنا نہ کرو مرد اپنی کمائی کا اجر پائیں گے اور عورتیں اپنی کمائی کا، اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"



٧٢٣٣- حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ قَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَتَمَنَّوْا الْمَوْتَ لَتَمَنَّيْتُ.



(1) صحیح بخاری: کتاب العلم، ٧٣

ہم سے حسن بن ربیع نے بیان کیا اُن سے ابوالاحوص نے اُن سے عاصم نے بیان کیا اُن سے نضر بن انس نے بیان کیا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ موت کی تمنا نہ کرو تو میں موت کی آرزو کرتا۔

قولہ تعالیٰ "ولا تتمنوا ما فضّل اللہ بہ" اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف خوبیوں سے نوازا ہے، جیسا کہ کسی کو مالدار بنایا ہے اور کسی کو غریب، تو ان خوبیوں میں دوسروں پر حسد کرنا ممنوع ہے اسی طرح غرباء کو حقیر اور اپنے سے کمتر خیال کرنا بھی حرام ہے۔

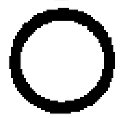
٧٢٣٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنِ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ قَالَ أَتَيْنَا خَبَّابَ بْنَ الْأَرَتِّ نَعُودُهُ وَقَدْ اكْتَوَى سَبْعًا فَقَالَ لَوْلَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا أَنْ نَدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهِ.

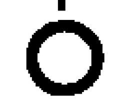
ہم سے محمد نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدہ نے بیان کیا اُن سے ابن ابی خالد نے اُن سے قیس نے بیان کیا کہ ہم خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ انہوں نے سات داغ لگوائے تھے' پھر انہوں نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں موت کی دعا کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں اس کی دعا کرتا۔



٧٢٣٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ اسْمُهُ سَعْدُ بْنُ عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَزْهَرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَمَنَّى أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ يَزْدَادُ وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ يَسْتَعْتِبُ.

ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ہشام بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم کو معمر نے خبر دی' انہیں زہری نے' انہیں ابی عبید نے جن کا نام سعد بن عبید ہے' جو عبدالرحمن بن ازہر کے مولیٰ ہے وہ ابوہریرہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کوئی شخص تم میں سے موت کی آرزو نہ کرے' اگر وہ نیک ہے تو ممکن ہے نیکی میں اور زیادہ ہو اور اگر برا ہے تو ممکن ہے اس سے توبہ کر لے۔





(٧) بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ لَوْلَا اللهُ مَا اهْتَدَيْنَا

کسی شخص کا کہنا کہ اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم کو ہدایت نہ ہوتی

٧٢٣٦- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ مَعَنَا التُّرَابَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ



وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ وَارَى التُّرَابُ بَيَاضَ بَطْنِهِ يَقُولُ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا إِنَّ الْأُلَى وَرُبَّمَا قَالَ الْمَلَا قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا أَبَيْنَا يَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهُ.

ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا ہم کو ہمارے والد عثمان بن جبلہ نے خبر دی' انہیں شعبہ نے' ان سے ابو اسحاق نے بیان کیا اور ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہ غزوہ خندق کے دن (خندق کھودتے ہوئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خود ہمارے ساتھ مٹی اٹھایا کرتے تھے۔ میں نے آنحضرت کو اس حال میں دیکھا کہ مٹی نے آپ کے پیٹ کی سفیدی کو چھپا دیا تھا۔ آپ فرماتے تھے "اگر تو نہ ہوتا (اے اللہ!) تو ہم نہ ہدایت پاتے' نہ ہم صدقہ دیتے' نہ نماز پڑھتے۔ پس ہم پر دل جمعی نازل فرما۔ اس معاندین کی جماعت نے ہمارے خلاف حد سے آگے بڑھ کر حملہ کیا ہے۔ جب یہ فتنہ چاہتے ہیں تو ہم ان کی بات نہیں مانتے' نہیں مانتے۔ اس پر آپ آواز کو بلند کر دیتے تھے۔"

(٨) بَابُ كَرَاهِيَةِ تَمَنِّي لِقَاءِ الْعَدُوِّ

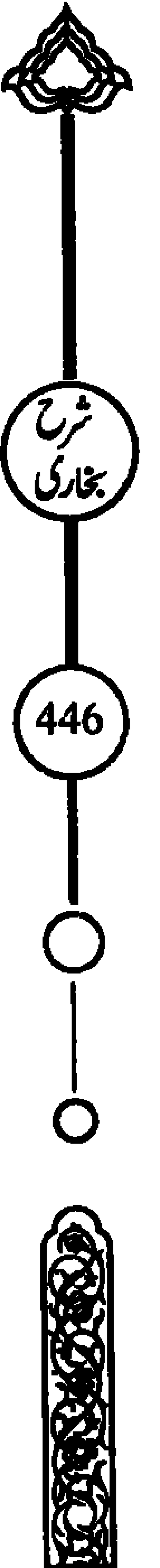
دشمن سے مڈبھیڑ ہونے کی آرزو کرنا منع ہے۔

وَرَوَاهُ الْأَعْرَجُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

اس مضمون کو اعرج نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔

٧٢٣٧- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ وَكَانَ كَاتِبًا لَهُ قَالَ كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى فَقَرَأْتُهُ فَإِذَا فِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللهَ الْعَافِيَةَ.

مجھ سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابو اسحاق نے بیان کیا' ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا' ان سے عمر بن عبیداللہ کے آزاد کردہ غلام سالم ابوالنضر نے بیان کیا' جو اپنے آقا کے کاتب تھے۔ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا اور میں نے اسے پڑھا تو اس میں یہ مضمون تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دشمن سے مڈبھیڑ ہونے کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عافیت کی دعا مانگا کرو۔"



شہادت کی تمنا کرنا محبوب اور پسندیدہ عمل ہے، جب کہ دشمن سے مڈبھیڑ ہونے کی تمنا کرنا ممنوع ہے کیونکہ بعض دفعہ اہل اسلام کو بھی نقصان اٹھانا پڑتا ہے اس لیے دشمن سے مڈبھیڑ ہونے کی تمنا کرنے سے روکا گیا ہے۔

(٩) بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ اللَّوْ

باب: لفظ ''اگر مگر'' کے استعمال کا جواز

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: {لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً} [هود: ٨٠]

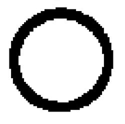
ارشاد باری تعالیٰ ہے: (سیدنا لوط علیہ السلام نے کہا:) کاش! میرے پاس تمہارا مقابلہ کرنے کی کچھ طاقت ہوتی۔

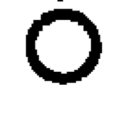
٧٢٣٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ ذَكَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْمُتَلَاعِنَيْنِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ أَهِيَ الَّتِي قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا امْرَأَةً مِنْ غَيْرِ بَيِّنَةٍ قَالَ لَا تِلْكَ امْرَأَةٌ أَعْلَنَتْ.

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا' کہا ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا' ان سے قاسم بن محمد نے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دو لعان کرنے والوں کا ذکر کیا تو اس پر عبداللہ بن شداد نے پوچھا' کیا یہی وہ ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''اگر میں کسی عورت کو بغیر گواہ کے رجم کر سکتا تو اسے کرتا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نہیں وہ ایک اور عورت تھی جو کھلے عام فحش کام کرتی تھی۔

٧٢٣٩- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا عَطَاءٌ قَالَ أَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعِشَاءِ فَخَرَجَ عُمَرُ فَقَالَ الصَّلَاةَ يَا رَسُولَ اللهِ رَقَدَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ يَقُولُ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي أَوْ عَلَى النَّاسِ وَقَالَ سُفْيَانُ أَيْضًا عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالصَّلَاةِ هَذِهِ السَّاعَةَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الصَّلَاةَ فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ رَقَدَ النِّسَاءُ وَالْوِلْدَانُ فَخَرَجَ وَهُوَ يَمْسَحُ الْمَاءَ عَنْ شِقِّهِ يَقُولُ إِنَّهُ لَلْوَقْتُ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي وَقَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا عَطَاءٌ لَيْسَ فِيهِ ابْنُ عَبَّاسٍ أَمَّا عَمْرٌو فَقَالَ رَأْسُهُ يَقْطُرُ وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ يَمْسَحُ الْمَاءَ عَنْ شِقِّهِ وَقَالَ عَمْرٌو لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ إِنَّهُ لَلْوَقْتُ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.









ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے کہ عمر بن دینار نے کہا' ہم سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا' ایک رات ایسا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں دیر کی۔ آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نکلے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! نماز پڑھائیں عورتیں اور بچے سونے لگے ہیں۔ اس وقت

آپ ﷺ (حجرے سے) برآمد ہوئے آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا (غسل کر کے باہر تشریف لائے) فرمانے لگے اگر میری امت پر یا یوں فرمایا لوگوں پر دشوار نہ ہوتا۔ سفیان بن عیینہ نے یوں کہا میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں اس وقت ان کو یہ نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔ اور ابن جریج نے عطاء سے روایت کی اُنہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ آنحضرت ﷺ نے اس نماز (یعنی عشاء کی نماز میں دیر کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! عورتیں بچے سو گئے۔ یہ سن کر آپ باہر تشریف لائے اپنے سر کی ایک جانب سے پانی پونچھ رہے تھے فرما رہے تھے اس نماز کا (عمدہ) وقت یہی ہے اگر میری امت پر شاق نہ ہو۔ عمرو بن دینار نے اس حدیث میں یوں نقل کیا۔ ہم سے عطاء نے بیان کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں کیا لیکن عمرو نے یوں کہا آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ اور ابن جریج کی روایت میں یوں ہے آپ ﷺ سر کی ایک جانب سے پانی پونچھ رہے تھے۔ اور عمرو نے کہا آپ ﷺ نے فرمایا اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا۔ اور ابن جریج نے کہا آپ ﷺ نے فرمایا اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو اس نماز کا (افضل) وقت یہی ہے۔ اور ابراہیم بن منذر (امام بخاری کے شیخ) نے کہا ہم سے معن بن عیسیٰ نے بیان کیا کہا مجھ سے محمد بن مسلم نے اُنہوں نے عمرو بن دینار سے اُنہوں نے عطاء بن ابی رباح سے اُنہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے پھر یہی حدیث نقل کی۔



٧٢٤٠- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ.

شرح بخاری

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا اُنہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا اُن سے جعفر بن ربیعہ نے اُن سے عبدالرحمن اعرج نے اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو میں ان پر مسواک کرنا واجب قرار دیتا۔



٧٢٤١ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ وَاصَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آخِرَ الشَّهْرِ وَوَاصَلَ أُنَاسٌ مِنَ النَّاسِ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ مُدَّ بِيَ الشَّهْرُ لَوَاصَلْتُ وِصَالًا يَدَعُ الْمُتَعَمِّقُونَ تَعَمُّقَهُمْ إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أَظَلُّ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ مُغِيرَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.





ہم سے عیاش بن الولید نے بیان کیا کہا ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا کہا ہم سے حمید طویل نے اُن سے ثابت نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان کے آخری دنوں میں صوم وصال

رکھا تو بعض صحابہ نے بھی صوم وصال رکھا۔ آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا اگر اس مہینے کے دن اور بڑھ جاتے تو میں اتنے دن متواتر وصال کرتا کہ ہوس کرنیوالے اپنی ہوس چھوڑ دیتے' میں تم لوگوں جیسا نہیں ہوں۔ میں اس طرح دن گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اس روایت کی متابعت سلیمان بن مغیرہ نے کی' ان سے ثابت نے' ان سے انس رضی اللہ عنہ نے' ان سے نبی کریم ﷺ نے ایسا فرمایا جو اوپر مذکور رہوا۔

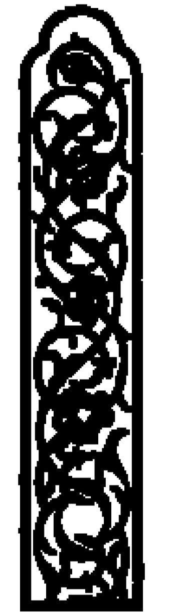
٧٢٤٢ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ قَالُوا فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ أَيُّكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ فَلَمَّا أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ فَقَالَ لَوْ تَأَخَّرَ لَزِدْتُكُمْ كَالْمُنَكِّلِ لَهُمْ. {1}

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا ہم کو شعیب نے خبر دی' کہا ہم کو زہری نے خبر دی اور لیث نے کہا کہ مجھ سے عبدالرحمن بن خالد نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب (زہری) نے' انہیں سعید بن مسیب نے خبر



{1} قولہ "كَالْمُنَكِّلِ لَهُمْ" ان کو سخت سزا دینے والے کی طرح، وصال سے مراد یہ ہے کہ سحری کھائے بغیر ایک روزے کو دوسرے روزے سے ملا دینا، اور نبی اکرم ﷺ کی خصوصیات میں سے تھا کہ آپ ایک روزے کو سحری کھائے پیئے بغیر دوسرے روزے سے ملا دیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھائے پیئے بغیر وہ قوت دی ہوئی تھی جو دیگر لوگ کھا پی کر حاصل کرتے ہیں، اس لیے نبی اکرم ﷺ وصال کرتے تھے لیکن لوگوں کو وصال کرنے سے منع کرتے تھے، اس لیے کہ انہیں یہ قوت حاصل نہ تھی، لیکن لوگوں نے سمجھا کہ آپ کا وصال سے روکنا شفقت کے لیے ہے، لہٰذا وہ بھی وصال کرنے لگے تو ان کے وصال سے نہ رکنے پر آپ نے ان کے ساتھ چند دنوں کا وصال شروع کیا، مثلاً اٹھائیس کو روزہ رکھا اور انتیس کا روزہ سحری کھائے بغیر رکھوایا، اس کے بعد چاند نظر آ گیا، ورنہ آپ انہیں تیس کا روزہ بھی کھائے پیئے بغیر رکھواتے، تا کہ آئندہ وہ وصال کا نام نہ لیتے، تب آپ نے فرمایا: "لو تَأَخَّرَ لَزِدْتُكُمْ" اگر چاند مؤخر ہو جاتا تو ایک دن کا اور وصال کراتا اور ان کو تعزیر اور سزا دینے والے کی طرح سزا دیتا۔

دیکھیے نبی اکرم ﷺ کا ان کو وصال کرانا بطور تعزیر اور سزا کے تھا، اسے اب وصال کے جواز کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا، کوئی بھی شخص اب اس لیے وصال نہیں کرسکتا کہ نبی کریم علیہ السلام نے انہیں بطور تعزیر وصال کرایا تھا، اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اکٹھی تین طلاقیں دینے والوں پر بطور تعزیر کے تین طلاقوں کو لازم کیا تھا، ان کے اس عمل کو اب اکٹھی تین طلاقوں کے نافذ ہونے کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا، جیسا کہ وصال کے تعزیری حکم کو اب وصال کی دلیل بنا کر وصال کرنا جائز نہیں ہے ایسے ہی حضرت عمر فاروق کے تعزیری حکم کو اب تین طلاقوں کے نفاذ کی دلیل بنانا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ تعزیری حکم وقتی ہوتا ہے اسے دائمی اصول بنا لینا جائز نہیں ہے۔



دی اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے صوم وصال سے منع کیا تو صحابہ نے عرض کی کہ آپ تو وصال کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں کون مجھ جیسا ہے' میں تو اس حال میں رات گزراتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے لیکن جب لوگ نہ مانے تو آپ نے ایک دن کے ساتھ دوسرا دن ملا کر (وصال کا) روزہ رکھا' پھر لوگوں نے (عید کا) چاند دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ اگر چاند نہ ہوتا تو میں اور وصال کرتا۔ گویا آپ نے انہیں تنبیہ کرنے کے لیے ایسا فرمایا۔

یہ احادیث لفظ "لو" کے استعمال کے جواز کی دلیل ہیں۔

٧٢٤٣: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا أَشْعَثُ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" عَنِ الْجَدْرِ، أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ؟، قَالَ: نَعَمْ، قُلْتُ: فَمَا لَهُمْ لَمْ يُدْخِلُوهُ فِي الْبَيْتِ؟، قَالَ: إِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ، قُلْتُ: فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا؟، قَالَ: فَعَلَ ذَاكِ قَوْمُكِ لِيُدْخِلُوا مَنْ شَاءُوا وَيَمْنَعُوا مَنْ شَاءُوا، وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِالْجَاهِلِيَّةِ، فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوبُهُمْ أَنْ أُدْخِلَ الْجَدْرَ فِي الْبَيْتِ وَأَنْ أُلْصِقَ بَابَهُ فِي الْأَرْضِ".



ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوالاحوص نے بیان کیا، کہا ہم سے اشعث نے، ان سے اسود بن یزید نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (خانہ کعبہ کے) حطیم کے بارے میں پوچھا کہ کیا یہ بھی خانہ کعبہ کا حصہ ہے؟ فرمایا کہ ہاں۔ میں نے کہا: پھر کیوں ان لوگوں نے اسے بیت اللہ میں داخل نہیں کیا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری قوم کے پاس خرچ کی کمی ہوگئی تھی، میں نے کہا کہ یہ خانہ کعبہ کا دروازہ اونچائی پر کیوں ہے؟ فرمایا کہ یہ اس لیے انہوں نے کیا ہے تا کہ جسے چاہیں اندر داخل کریں اور جسے چاہیں روک دیں۔ اگر تمہاری قوم (قریش) کا زمانہ جاہلیت سے قریب نہ ہوتا اور مجھے خوف نہ ہوتا کہ ان کے دلوں میں اس سے انکار پیدا ہوگا تو میں حطیم کو بھی خانہ کعبہ میں شامل کر دیتا اور اس کے دروازے کو زمین کے برابر کر دیتا۔

شرح بخاری

٧٢٤٤: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ، وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ وَادِيًا، أَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ، أَوْ شِعْبَ الْأَنْصَارِ".







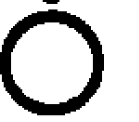
ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ہجرت (کی فضیلت) نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد بننا (پسند کرتا) اور اگر دوسرے لوگ

کسی وادی میں چلیں اور انصار ایک وادی یا گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی یا گھاٹی میں چلوں گا۔

٧٢٤٥: حَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا، أَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ وَشِعْبَهَا". تَابَعَهُ أَبُو التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الشِّعْبِ.

ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے عمرو بن یحییٰ نے، ان سے عباد بن تمیم نے اور ان سے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا اور اگر لوگ کسی وادی یا گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی یا گھاٹی میں چلوں گا۔ اس روایت کی متابعت ابو التیاح نے کی، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اس میں بھی درے کا ذکر ہے۔









(۹۶) كِتَابُ أَخْبَارِ الآحاد

کتاب: خبر واحد کے بیان میں

(۱) بَابُ مَا جَاءَ فِي إِجَازَةِ خَبَرِ الوَاحِدِ الصَّدُوقِ فِي الأَذَانِ وَالصَّلاَةِ وَالصَّوْمِ وَالفَرَائِضِ وَالأَحْكَامِ

باب: ایک سچے شخص کی خبر پر اذان نماز روزے فرائض سارے احکام میں عمل ہونا

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿فَلَوْلاَ نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ [التوبة: ۱۲۲]، «وَيُسَمَّى الرَّجُلُ طَائِفَةً لِقَوْلِهِ تَعَالَى»: ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ المُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا﴾ [الحجرات: ۹]، «فَلَوِ اقْتَتَلَ رَجُلاَنِ دَخَلَ فِي مَعْنَى الآيَةِ»، وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾، «وَكَيْفَ بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ أُمَرَاءَهُ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ، فَإِنْ سَهَا أَحَدٌ مِنْهُمْ رُدَّ إِلَى السُّنَّةِ».

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ کیوں نہیں نکلے (تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور لوٹ کر اپنی قوم کے لوگوں کو ڈرائیں اس لیے کہ وہ تباہی سے بچے رہیں) ایک شخص کو بھی طائفہ کہہ سکتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "اگر مسلمانوں کے دو طائفے (گروہ) لڑ پڑیں۔" اس آیت کریمہ میں وہ دو مسلمان بھی داخل ہیں جو آپس میں لڑ پڑیں۔ تو ہر ایک مسلمان ایک طائفہ ہوا۔

شرح بخاری

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔" اور اگر خبر واحد قبول نہ ہوتی تو نبی ﷺ ایک شخص کو حاکم بنا کر اس کے بعد دوسرے شخص کو کیوں بھیجتے (اور یہ کیوں فرماتے) ان میں سے ایک بھول جائے تو اسے سنت کی طرف پھیر دیا جائے۔

آحاد جمع ہے اُحد کی، جو کہ واحد کے معنیٰ میں ہے، اور اخبار خبر کی جمع ہے، یعنی خبر واحد کا بیان [1]

---

[1] خبر واحد کی حجیت کو تعامل امت حاصل ہے اور حدیث کو خبر بھی کہتے ہیں، اور خبر کی دو قسمیں ہیں۔

۱: خبر متواتر، ۲: خبر واحد

حدیث کی ان دونوں قسموں کا دین اسلام میں حجیت شرعیہ ہونا امت مسلمہ میں مسلّم رہا ہے، معتزلہ اور ان کے ہم نوا منکرین حدیث کو چھوڑ کر امت مسلمہ کے تمام ائمہ و محدثین اور علماء و محققین اخبار احاد سے احکام شرعیہ کا استنباط کرتے آئے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں "کتاب أخبار الآحاد" کے تحت خبر واحد کے حجت شرعیہ ہونے پر کتاب و سنت سے دلائل پیش کئے ہیں، وہ فرماتے ہیں "باب ما جاء فی إجازة خبر الواحد الصدوق فی الأذان و الصلاة و الصوم و الفرائض

و الأحکام" جس سے مراد ان کی یہ ہے کہ ایک ثقہ اور عادل شخص کے خبر دینے پر اذان، نماز، روزہ اور دیگر فرائض و احکام پر عمل کرنے کا بیان، اس کے بعد انہوں نے اس پر دلائل کا سلسلہ شروع کیا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ ایک امانت دار مؤذن کے اذان کہنے پر نماز کا وقت ہو جانے کا اعتبار کیا جاتا ہے، اور اس پر اعتماد کرتے ہوئے وہ نماز ادا کی جاتی ہے جس کے لیے اذان کہی جاتی ہے اور نماز کی ادائیگی کے لیے ایک معتبر شخص جہت قبلہ کا تعین کر دے تو اسے قبول کیا جاتا ہے، کوئی بھی مسلمان یہ نہیں کہتا کہ جب تک سو افراد خبر نہ دیں کہ قبلہ اس طرف ہے تو نماز ادا نہ کی جائے، اسی طرح روزہ رکھنے کے لیے طلوع فجر اور غروب شمس کی خبر دینے کے لیے ایک ثقہ مسلمان ہی کافی سمجھا جاتا ہے اور اس کی خبر پر روزہ رکھا جاتا اور افطار کیا جاتا ہے، ایسے ہی اسلام کے دیگر فرائض واحکام میں امت مسلمہ خبر واحد کو حجت تسلیم کرتی ہے، گویا خبر واحد اگرچہ سند کے اعتبار سے حد تواتر کو نہیں پہنچتی، لیکن اس کے حجت اور دلیل شرعی ہونے کے اعتبار سے یہ سنت متواترہ بن گئی ہے جسے ہر دور میں امت کا تعامل حاصل رہا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک اہل اسلام میں سے کسی نے بھی خبر واحد کی حجیت سے انکار نہیں کیا، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین، ائمہ کرام اور محدثین عظام اور علماء اسلام سب کے سب اخبار آحاد کو شرعی دلیل کے طور پر پیش کرتے آرہے ہیں اور اسے کتاب اللہ کا بیان تسلیم کرتے رہے ہیں۔ خبر واحد کی حجیت سے وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو دین اسلام کی جامعیت اور اس کی وسعت کو سمجھنے سے قاصر ہے اور وہ تمام علماء امت، ائمہ و محدثین کی خدمت دین کے لیے ان تھک محنتوں کو نا قابل اعتبار بنا دینے کے درپے ہے۔ اب ہم دلائل کے ساتھ ثابت کرتے ہیں کہ اخبارِ آحاد اسلام کے تمام ادوار میں شرعی حجت مانی جاتی رہی ہیں اور انہیں ہر دور میں امت کا تعامل حاصل رہا ہے۔

خبر واحد عہدِ نبوی میں: خبر واحد کے شرعی حجت ہونے کی بنیاد تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں ہی پڑ گئی تھی، بلکہ آپ نے خود خبر واحد کی حجیت کو زیر عمل لاتے ہوئے بہت سے موقعوں پر ایک ہی شخص کو دوسرے علاقے کا مبلغ بنا کر بھیجا، یہاں تک کہ امیر لشکر بھی ایک ہی ہوتا، باقی سب مجاہدین پر اس کی اطاعت کرنا واجب ہوتا تھا، حضرت عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں۔ "لَمَّا بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَاذًا نَحْوَ الْيَمَنِ. قَالَ لَهُ: "إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلَى قَوْمٍ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ. فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَى أَنْ يُوَحِّدُوا اللّٰهَ تَعَالَى، فَإِذَا عَرَفُوا ذٰلِكَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ، فَإِذَا صَلَّوْا، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً فِي أَمْوَالِهِمْ، تُؤْخَذُ مِنْ غَنِيِّهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فَقِيرِهِمْ، فَإِذَا أَقَرُّوا بِذٰلِكَ، فَخُذْ مِنْهُمْ، وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ" (صحیح بخاری: ۷۳۷۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن بھیجا تو فرمایا، آپ اہل کتاب کی طرف جا رہے ہو، سب سے پہلے انہیں توحید باری تعالیٰ کی دعوت دینا، جب وہ اس کا اعتراف کر لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالی نے ان پر دن، رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جب وہ نماز کی پابندی کریں تو انہیں بتانا اللہ تعالیٰ نے ان کے مالوں میں ان پر زکاۃ فرض کی ہے، جو ان کے امیروں سے لے کر غریبوں کو دی جائے گی، جب وہ اس کا بھی اقرار کر لیں تو ان سے زکاۃ لیتے وقت ان کے عمدہ مال لینے سے بچیں۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعوت اسلام دینے کے لیے غیر مسلم حکمرانوں کو خط بھیجا کرتے تھے تو اس کے لیے بھی ایک قاصد کا انتخاب فرمایا کرتے تھے تا کہ وہ مراسلہ اس حکمران تک پہنچائے جسے دعوت دینا مقصود ہوتا تھا۔

شرح بخاری

حضرت عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں:

"أَنَّ رَسولَ اللهِ ﷺ: بَعَثَ بِكِتابِهِ إلى كِسْرى، مع عبدِ اللهِ بنِ حُذافَةَ السَّهمِيِّ فأمَرَهُ أنْ يَدْفَعَهُ إلى عَظِيمِ البَحْرَيْنِ، فَدَفَعَهُ عَظِيمُ البَحْرَيْنِ إلى كِسْرى، فَلَمّا قَرَأَهُ مَزَّقَهُ" (صحیح البخاری: ۴۴۲۴) رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن حذافہ سہمی کے ہاتھ اپنا خط کسریٰ کی طرف بھیجا، اور فرمایا کہ آپ یہ خط بحرین کے سردار کو دے دیں اور وہ آگے کسریٰ تک پہنچا دے گا، یوں یہ خط جب کسریٰ کے پاس پہنچا تو اس نے اسے پھاڑ دیا۔

رسول اللہ ﷺ سے ایسی متعدد مثالیں ثابت ہیں کہ آپ نے اپنی مبارک زندگی میں ایک ہی آدمی کو دوسرے لوگوں کی طرف مبلغ یا قاصد یا کمانڈر بنا کر بھیجا اور ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ نے کبھی ایک بڑی جماعت کو قاصد یا مبلغ بنا کر بھیجا ہوتا کہ کثیر تعداد سے تواتر حاصل ہو جائے اور ان کی بات یقینی قرار پائے۔

معلوم ہوا کہ ایک دو آدمیوں کی خبر معتبر اور قابل قبول ہے، تب ہی تو آپ نے اسے اختیار فرمایا ہے، منکرین حدیث میں سے کوئی شخص یہ اشکال پیش کر سکتا ہے کہ یہاں تو قاصد اور مبلغ کو بھیجنے والے نبی اکرم ﷺ تھے اور جسے بھیجا جاتا تھا وہ صحابی رسول تھا لہٰذا ان کی بات تو معتبر ہے خواہ خبر دینے والا ایک ہی آدمی ہو جب کہ دیگر رواۃ حدیث کا یہ حکم نہیں ہے جو صحابہ کرام کا ہے۔

لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ جن لوگوں کی طرف اس قاصد اور مبلغ کو بھیجا گیا تھا، وہ تو غیر مسلم تھے جو نہ تو نبی اکرم ﷺ کی نبوت کو مانتے تھے اور نہ ہی قاصد اور مبلغ کو صحابی تسلیم کرتے تھے جن کی ثقاہت ان کے ہاں مسلّم ہو ان کے نزدیک تو صحابی عام آدمی کی حیثیت رکھتا تھا لیکن آپ نے انہیں یقین دلانے کے لیے ان کی طرف ایک جماعت کو نہیں بھیجا جن سے تواتر حاصل ہو جائے، بلکہ ان کی اصلاح کے لیے ایک آدمی کو بھیج کر ان پر حجت قائم کر دی تا کہ وہ عند اللہ پیغام حق نہ پہنچنے کا عذر نہ کر سکیں۔



خبر واحد عہد صحابہ کرام میں:

سیدنا ابو بکر صدیق کا دور: حضرت ابو بکر صدیق خبر واحد (حدیث) کے قبول کرنے میں سبقت لے جانے والے تھے، ان کے ہاں جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا، اور اس سے متعلق انہیں نبی اکرم ﷺ کی حدیث مل جاتی، تو آپ اس کے مطابق درپیش مسئلے کا فیصلہ صادر فرما دیا کرتے تھے، اور وہ اس خبر کے حد تواتر تک پہنچنے کا انتظار نہیں کیا کرتے تھے مؤطا امام مالک وغیرہ میں یہ واقعہ موجود ہے کہ ایک عورت اپنے فوت ہونے والے پوتے کے مال سے اپنا حصہ معلوم کرنے کے لیے حضرت ابو بکر صدیق کے پاس آئی جو خلیفۂ وقت تھے، آپ نے اس سے فرمایا، میرے علم کے مطابق اس مسئلہ پر کوئی حدیث نہیں ہے جس کے مطابق تجھے حصہ دلوایا جائے اور فرمایا میں اس سے متعلق صحابہ کرام سے دریافت کروں گا اگر حدیث نبوی سے تیرا حصہ ثابت ہوا تو وہ حصہ تجھے دلوا دیا جائے گا، چنانچہ آپ نے صحابہ کرام کے سامنے اس مسئلہ کو رکھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے دادی کو اس کے پوتے کے مال سے جب چھٹا حصہ دیا تھا تو میں بھی وہاں آپ ﷺ کے پاس موجود تھا حضرت ابو بکر صدیق نے کہا کیا آپ کے ساتھ کسی دوسرے صحابی کو بھی اس حدیث کا علم ہے تو حضرت محمد بن مسلمہ نے اس کی تائید کی، تب آپ نے اس عورت کو چھٹا حصہ دینے کا فیصلہ کر دیا۔ (مؤطا امام مالک: ۳۰۳۸)

بعض لوگ یہاں یہ مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق نے ایک آدمی کی خبر پر اعتماد نہیں کیا بلکہ جب دوسرے صحابی محمد بن مسلمہ نے اس کی تائید کی تب اسے قبول کیا ہے، ایسے لوگ حقیقت سمجھنے سے عاری ہوتے ہیں یا اپنے حواریوں کو دھوکہ



دینا چاہتے ہیں، مقام غور ہے کہ دوسرے صحابی کی گواہی اور اس کی تائید سے بھی وہ حدیث خبر واحد ہی ہوتی ہے، سنت متواترہ نہیں بن جاتی، کیونکہ خبر واحد کی تعریف ہی یہ ہے "ہو ما لم یجمع شروط التواتر" یعنی جس میں متواتر کی شرطیں نہ پائی جائیں وہ خبر واحد ہوگی اور اس کے حجت ہونے پر امت کا اتفاق ہے، خطیب بغدادی لکھتے ہیں "وعلی العمل بخبر الواحد کان کافة التابعین ومن بعدهم من الفقهاء" (الكفاية فی علم الرواية) یعنی تمام تابعین کرام اور تمام فقہاء عظام خبر واحد پر عمل کرتے رہے ہیں۔

خبر واحد دورِ فاروقی میں:

حضرت عمر فاروق بھی خبر واحد کو حجت سمجھتے اور اسے قبول فرمایا کرتے تھے اور جب کسی مسئلہ کے بارہ میں انہیں حدیث نبوی پہنچ جاتی تھی تو اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں۔ "أَنَّ عُمَرَ خَرَجَ إِلَى الشَّامِ، فَلَمَّا كَانَ بِسَرْغَ، بَلَغَهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ، فَأَخْبَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ۔" (صحیح بخاری: ۵۷۳۰)



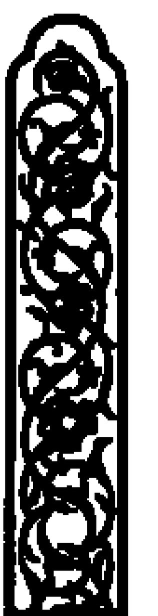
سیدنا حضرت عمر فاروق ملک شام جانے کے لیے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، جب وہ سرغ مقام تک پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ شام کے علاقے میں وباء پھیلی ہوئی ہے، اس پر سیدنا عبدالرحمان بن عوف نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب تم سنو کہ کسی علاقے میں وبا پھیلی ہوئی ہے تو وہاں جاؤ نہیں، اور اگر تمہارے علاقے میں وباء (طاعون وغیرہ) پھیل جائے تو وباء سے بچنے کے لیے وہاں سے نکلو نہیں، یہ حدیث سن کر حضرت عمر فاروق نے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا اور وہاں سے باقی صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ واپس آ گئے۔

شرح بخاری

مسلمانوں کے خلیفہ حضرت عمر فاروق ایک آدمی (حضرت عبدالرحمان بن عوف) کی حدیث جو کہ خبر واحد تھی سن کر اور اس پر یقین کرتے ہوئے واپس آ گئے تھے اور شام جانے کا ارادہ ترک کر دیا، اس پر انہوں نے کوئی گواہ طلب نہیں کیا اور نہ ہی اسے ظنی کہہ کر رد کیا، جیسا کہ یہ منکرین حدیث کی روش ہے، اور اگر کبھی انہوں نے کسی حدیث پر گواہ کا مطالبہ کیا بھی ہے تو وہ صحت حدیث جانچنے کے لیے ہے اور کسی حدیث کی صحت کو پرکھنے کا آج بھی کوئی شخص انکار نہیں کرتا، محدثین کرام نے ہر لحاظ سے احادیث کی صحت کی جانچ پڑتال کر کے ان کی صحت ثابت ہونے کے بعد ہی انہیں قبول کیا ہے۔

خبر واحد دورِ عثمانی میں:

خلیفہ ثالث حضرت عثمان کے دور میں بھی خبر واحد کی حجیت مسلّم تھی اور اس کی روشنی میں لوگوں کے مسائل نمٹائے جاتے تھے خود حضرت عثمان خبرِ واحد کی حجیت کے قائل تھے، اور جب انہیں حدیث پہنچ جاتی تو اسے کسی مسئلہ کے بارہ میں فیصلہ کن قرار دیتے اور اس کے مقابلہ میں اپنی رائے کو قربان کر دیا کرتے تھے، متوفیٰ عنہا زوجھا کے بارہ میں آپ کی رائے یہ تھی کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ جہاں چاہے وہاں رہ کر عدت وفات پوری کر سکتی ہے، لیکن جب سیدنا ابوسعید خدری کی بہن حضرت فریعہ بنت مالک نے بتایا کہ میرے خاوند کی وفات پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے خاوند کے چھوڑے ہوئے گھر میں رہ کر عدت گزارنے کا حکم دیا تھا، تو سیدنا حضرت عثمان نے اس خبر کو قبول کیا اور یہ حدیث سن کر انہوں نے اپنی رائے کو خیر باد کہہ دیا اور فیصلہ کیا کہ



فوت شدہ خاوند والی عورت اسی گھر میں رہ کر عدت پوری کرے جس میں وہ خاوند کی زندگی میں رہائش پذیر تھی۔ (ترمذی: ۱۲۰۴)

خبر واحد حضرت علی کے دور میں:

حضرت علی بھی باقی صحابہ کرام کی طرح خبر واحد کو حجیت شرعیہ تسلیم کرتے تھے، اور درپیش مسئلہ کے بارہ میں جب کوئی شخص انہیں نبی اکرم ﷺ کی کوئی حدیث بیان کر دیتا تو اس پر اعتماد کرتے ہوئے اسے قبول کر لیتے تھے اگرچہ وہ خبر واحد ہو، بخاری شریف میں ہے اور اسے حضرت علی خود بیان کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں "كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً، فَأَمَرْتُ رَجُلًا أَنْ يَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ ابْنَتِهِ، فَسَأَلَ فَقَالَ: تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ" (بخاری: ۲۶۹)

حضرت علی نے کہا مجھے مذی بکثرت آتی تھی چونکہ میرے گھر میں نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی (سیدہ فاطمہ) تھیں اس لیے میں نے ایک آدمی سے کہا کہ وہ اس کے متعلق نبی اکرم ﷺ سے پوچھے اس نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ مذی آنے سے شرمگاہ کو دھو کر وضوء کر لیا کریں۔

سیدنا حضرت علی نے ایک آدمی کے مذی کے بارہ میں بتانے پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی خبر کو قبول کیا ہے جو اس نے نبی اکرم ﷺ سے بیان کی تھی۔

خبر واحد دور تابعین میں:

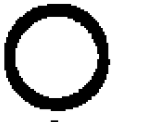


تابعین کرام کی بھی خبر واحد کو قبول کرنے میں کوئی خاص شرطیں نہیں تھیں، اور نہ ہی ان میں سے کسی نے خبر واحد کو قبول کرنے کے لیے دو یا دو سے زائد راویوں کی شرط لگائی ہے بلکہ وہ ہر ثقہ راوی سے حدیث نبوی اخذ کرتے تھے، ایک دفعہ سلیمان بن موسیٰ طاؤس تابعی سے ملے اور کہا کہ مجھے فلاں آدمی نے فلاں حدیث بیان کی ہے، کیا اسے قبول کروں؟ تو طاؤس نے کہا "إن كان صاحبك مليئا فخذ عنه" یعنی اگر وہ ثقہ راوی ہے تو قبول کر۔

ائمہ اربعہ اور خبر واحد:

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اخبارِ احاد سے استدلال میں بڑے سخت تھے یہاں تک کہ وہ ثقہ راویوں کی روایت کردہ مرسل روایات کو بھی حجت مانتے تھے، حالانکہ مرسل روایت محدثین کرام کے ہاں ضعیف کی اقسام سے شمار ہوتی ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ فقہ حنفی کے مستدلات میں اخبارِ آحاد کو مسائل کی دلیل بنایا جاتا ہے حالانکہ ان میں سے بعض احادیث ضعیف بھی ہوتی ہیں۔

امام مالک بھی اخبارِ آحاد کو حجت مانتے تھے اور وہ امام ابو حنیفہ کی طرح مرسلات سے استدلال کرنے کے قائل تھے ان کی تصنیف مؤطا میں مرسل احادیث کو بکثرت ذکر کیا گیا اور ان سے استدلال کیا گیا ہے، مؤطا میں امام مالک نے خبر واحد کو بطور دلیل قبول کیا ہے جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر سے مروی ہے "بَيْنَمَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ، إِذْ جَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرآن، وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ، فَاسْتَقْبِلُوهَا، وَكَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّامِ، فَاسْتَدَارُوا إِلَى الْكَعْبَةِ" (المؤطا: ۱/۱۲۸) قباء والے فجر کی نماز بیت المقدس کی طرف متوجہ ہو کر پڑھ رہے تھے کہ ایک آنے والے نے انہیں بتایا کہ نبی اکرم ﷺ پر قرآن نازل ہو چکا ہے اور آپ کو خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنے کا حکم دے دیا گیا ہے لہٰذا تم بھی کعبہ کی طرف منہ پھیر لو، جبکہ ان کے چہرے شام یعنی بیت المقدس کی طرف تھے تو وہ ایک آدمی کے خبر دینے سے بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔





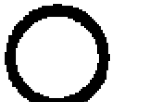
رہے امام شافعی تو وہ تو خبر واحد کے منکروں سے خبر واحد کے حجت ہونے پر مناظرے کیا کرتے تھے، جیسا کہ ان کی عظیم تصنیف "الرسالۃ" میں اس موضوع پر اخبارِ احاد کے منکر سے ان کے مناظرے کا ذکر ملتا ہے، بلکہ امام صاحب نے "الرسالہ" میں یہ عنوان قائم کیا ہے "الحجۃ فی تثبیت خبر الواحد" اس کے بعد فرماتے ہیں "فإن قال قائل أذكر الحجة في تثبيت خبر الواحد بنص خبر أو دلالة فيه أو إجماع فقلت له: أخبرنا سفيان عن عبد الملك بن عمير عن عبدالرحمان بن عبدالله بن مسعود عن أبيه أن النبي ﷺ قال نضّر الله عبدا سمع مقالتي فحفظها ووعاها وأداها فرب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه إلى من هو أفقه منه" یعنی اگر کوئی شخص خبر واحد کی حجیت پر نص یا اجماع سے دلیل طلب کرے تو میں اسے دلیل دیتے ہوئے کہوں گا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم رکھے جو میری کلام سن کر اسے حفظ کرتا ہے پھر یاد کی ہوئی میری حدیث کو دوسرے لوگوں تک پہنچاتا ہے اور بہت سے حامل فقہ خود غیر فقیہ ہوتے ہیں اور بہت سے حامل فقہ ایسے لوگوں تک علم پہنچا دیتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ ہوتے ہیں۔

امام شافعی کا مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جب اپنی حدیث سن کر اسے حفظ کرنے اور اسے آگے پہنچانے کی دعوت دی ہے تو یہ اسی لیے ہے کہ آپ کی احادیث امتِ مسلمہ کے لیے حجت اور شرعی دلیل ہیں۔



امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ کسی بھی مسئلہ کی بنیاد آیتِ قرآنی یا حدیث نبوی پر رکھی جائے گی، اور اگر کسی مسئلہ کے بارہ میں حدیث وارد نہ ہو تو قول صحابی کو لیا جائے گا، اگر یہ بھی نہ ہو تو قول تابعی کو بھی قبول کیا جائیگا لہٰذا امام احمد بھی خبر واحد کو شرعاً حجت ماننے میں جمہور امت کے ساتھ ہیں، جیسا کہ "أصول مذهب الإمام أحمد" میں خبر واحد کے متعلق ان کا مذہب بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے، "الإمام أحمد والحنابلة جميعا مع جمهور الإمة في وجوب العمل بخبر الواحد" (أصول مذهب الإمام أحمد) یعنی امام احمد اور تمام حنابلہ خبر واحد پر عمل کو فرض قرار دینے میں جمہور امت کے ساتھ ہیں، اور جمہور کا مذہب ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔

"جمهور الأمة يقولون بوجوب العمل بخبر الواحد سواء منهم من قال إنه يفيد العلم أم من قال إنه يفيد الظن" (أصول مذهب الإمام أحمد) یعنی خبر واحد پر عمل کی فرضیت کا مذہب جمہور امت کا ہے اس بارے میں خبر واحد کو مفید للیقین یا مفید للظن کہنے والے سب جمہور کے ساتھ ہیں۔



سلف وخلف کا عمل اخبارِ آحاد کی حجیت پر رہا ہے، صحابہ وتابعین وتبع وتابعین، ائمہ کرام اور محدثین عظام کے ادوار میں جب بھی کوئی سائل کسی مسئلہ کے بارہ میں کسی صاحب علم سے دریافت کرتا تھا، تو وہ اس عالم کے جواب پر مطمئن ہو کر عمل پیرا ہو جاتا تھا، دور حاضر میں بھی ایک آدمی کی خبر کا اس کی عدالت وثقاہت کے پیش نظر اعتبار کیا جاتا اور اس کی خبر کو زیر عمل لایا جاتا ہے۔

خبر واحد کی حجیت قرآن کریم سے:

منکرین حدیث کے نزدیک قرآن کریم کا ثبوت متواتر ہے اور یہ علم کا فائدہ دیتا ہے اور قرآن کریم بھی خبر واحد کے حجت ہونے پر دلالت کرتا ہے، مصر میں فرعون اور اس کے حواری حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنا رہے تھے، تو ایک آدمی نے آکر موسیٰ علیہ السلام کو یہ خبر دی کہ اے موسیٰ تیرے قتل کے منصوبے بن رہے ہیں لہٰذا یہاں سے جان بچا کر نکل جائیں، قرآن

اور یہاں خبر واحد کا اصطلاحی معنیٰ مراد نہیں ہے، بلکہ یہاں خبر واحد سے مراد ایک آدمی کی خبر ہے، جب کہ اصطلاح میں جو متواتر نہ ہو اسے خبر واحد کہتے ہیں، خواہ وہ عزیز ہو یا مشہور ہو، فقہاء نے تین قسمیں بنائی ہیں، خبر واحد، مشہور اور متواتر۔

متواتر سے مراد وہ حدیث ہے جس کے تمام طبقات میں بیان کرنے والے لوگ اس قدر زیادہ ہوں جن کا عقلاً جھوٹ پر اتفاق کر لینا محال ہو۔ یہ حدیث یقین کا فائدہ دیتی ہے اور اس کے راویوں کو پرکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

اور خبر واحد سے مراد وہ حدیث ہے جو متواتر کے درجہ کو نہ پہنچے اور اس میں متواتر کی شرطیں نہ پائی جائیں، خبر واحد تبع تابعین تک کسی قرن میں متواتر نہیں ہوتی، اس کے بعد تو سب متواتر ہو گئی ہیں۔

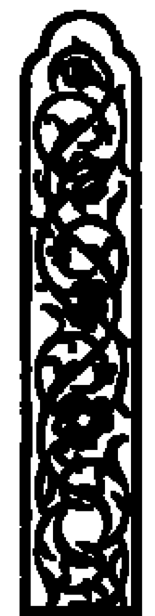
خبر واحد سے یہاں کیا مراد ہے؟ کیا خبر رسول مراد ہے یا اس سے عام ہے؟ اگر اس سے خبر رسول مراد ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ایک معتبر اور ثقہ شخص بھی بیان کرے تو انہیں قبول کیا جائیگا اور یہ اتفاقی مسئلہ ہے احناف کا بھی اس پر اتفاق ہے، ان کے ہاں بھی خبر واحد حجت ہے اور وہ اس کے لیے چند شرطیں لگاتے ہیں، ایک یہ کہ وہ قرآن کے عموم یا قرآن کے اطلاق کے خلاف نہ ہو، دوسری یہ کہ وہ خبر واحد، مشہور اور متواتر کے خلاف نہ



کریم اس خبر واحد کو یوں ذکر کرتا ہے۔ "وَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ يَسْعَى قَالَ يَا مُوسَى إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ. فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ" (سورۃ القصص:۲۱،۲۰)

اس ایک آدمی کی خبر کا اعتبار کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے نکل کھڑے ہوئے، لیکن اگر وہ یہ کہتے کہ یہ تو خبر واحد ہے جو ظنی ہوتی ہے اس میں غلطی یا جھوٹ اور افتراء کا احتمال ہے یا یہ بیان کرنے والے کا وہم ہو سکتا ہے، اور وہ اس کا اعتبار نہ کرتے اور وہاں سے نہ نکلتے تو جو نتیجہ نکلتا وہ ظاہر ہے، یہاں منکرین حدیث کی طرف سے یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ یہ تو قرآن ہے جسے تواتر حاصل ہے لیکن غور طلب بات یہ ہے قرآن کریم کو تواتر تب حاصل ہوا ہے جب کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کو ایک آدمی کے خبر دینے کا واقعہ تو اس سے بہت پہلے کا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اور سابقہ انبیاء اور رسولوں کے ہاں بھی خبر واحد معتبر رہی ہے اور ہمیشہ سے قابل حجت رہی ہے صرف منکرین حدیث اس کی حجیت سے انکاری ہیں۔

علماء حدیث نے سورہ الحجرات کی حسب ذیل آیت کریمہ سے بھی عادل ثقہ کی خبر کے مقبول ہونے پر استدلال کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا" (آیت:٦) اور اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فاسق کی خبر کو قبول کرنے سے پہلے اس کی تحقیق کر لینے کا حکم دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ایک عادل اور ثقہ کی خبر کو قبول کرنے کے لیے تحقیق کی ضرورت نہیں ہے، اگر دونوں کی خبر تحقیق کے بعد ہی قبول کی جائے تو عادل اور فاسق میں فرق نہیں رہے گا، لہٰذا خبر واحد ایک عادل اور ثقہ کی ہو تو اسے قبول کیا جائیگا اور شرعی طور پر وہ حجت ہوگی۔



ہو، حالانکہ صحیح و ثابت خبر واحد قرآن یا متواتر کے خلاف نہیں ہوسکتی، ظاہری تعارض ہوسکتا ہے جس کا حل موجود ہوتا ہے، تیسری شرط یہ کہ خبر واحد عموم بلوٰی یعنی حادثہ عامہ کے خلاف نہ ہو، جب کہ محدثین کرام ان تمام مقامات میں اسے حجت مانتے ہیں لہٰذا خبر رسول مراد ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ ایک ثقہ کی خبر حجت ہے۔

اور اگر اس سے مراد عام ہو تو اس سے مراد باہمی خبریں ہوں گی جن میں ایک شخص کا اعتبار کیا جائیگا، مثال کے طور پر ایک آدمی کسی کے ہاتھ دوسرے کے لیے ہدیہ بھیجتا ہے تو اس ایک آدمی کے بتانے سے کہ فلاں نے آپ کو ہدیہ بھیجا ہے قبول کرلیا جائیگا، ایسے ہی ایک آدمی کے اذان کہنے سے روزہ افطار کرلیا جائے گا، عبادات اور عقوبات میں ایک آدمی کی خبر کو قبول کیا جائے گا۔

لیکن جہاں الزام آنے کا اندیشہ ہو وہاں کہتے ہیں کہ دو آدمی ہونا چاہیے، جیسا کہ حقوق العباد کے مسائل ہیں مثلاً کوئی دوسرے سے کہے کہ فلاں شخص نے تجھے وکیل بنایا ہے، یا غلام سے کہا جائے کہ تیرے مولیٰ نے تجھے تجارت کرنے کی اجازت دی ہے، تو ایسی صورتوں میں خبر دینے والے دو آدمی ہونا چاہییں، اور جہاں الزام کا اندیشہ نہ ہو وہاں ایک آدمی کی خبر کافی ہے، جیسا کہ تحفہ بھیجنے کا مسئلہ ہے یا اجازت دینے کا، مثلاً گھر میں داخل ہونے کی اجازت دینے کے لیے ایک فرد کا اجازت دینا کافی ہے، دو آدمیوں کی ضرورت نہیں ہے، ایسی صورت میں الزام کا ڈر نہیں ہے لہٰذا ایک آدمی کے کہنے سے گھر میں داخل ہوسکتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خبر واحد کے لفظ کو یہاں عام لیا ہے، خبر رسول بھی اس میں داخل ہے اور اس کے علاوہ دیگر اخبار بھی اس میں داخل ہیں، خبر رسول مراد ہو تو یہ ان لوگوں کے خلاف ہے جو کہتے ہیں کہ متعدد افراد روایت کریں تب حدیث حجت ہوگی تب یہ باب ان کے خلاف ہے اور اس پر انہوں نے دلائل ذکر کردیئے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امراء کو بھیجا کرتے تھے، لشکر کا ایک امیر ہوتا تھا اور لوگوں کو اس کی اطاعت کا حکم دیا جاتا تھا اس کے بعد کبھی دوسرے آدمی کو بھی بھیج دیتے تھے، اور وہ بھی ایک ہی ہوتا تھا جن کی خبر، خبر واحد ہی ہوتی تھی، اور ان کی بات ماننا ضروری تھا، جس سے معلوم ہوا کہ خبر واحد حجت ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم سے بھی اس پر استدلال کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے "فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ" وہ کہتے ہیں کہ "طائفہ" کا لفظ جیسے ایک جماعت پر بولا جاتا ہے، ویسے ایک فرد پر بھی استعمال ہوتا ہے، جس کا استدلال انہوں نے حسب ذیل آیت سے کیا ہے "وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا" یعنی اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں توان کی صلح کرادو، امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اگر دو مسلمان آپ میں لڑ پڑیں توان میں بھی صلح کرانی چاہیے، لہٰذا دو آدمی "طائفتان" ہوئے تو ایک آدمی "طائفۃ" ہوا، مذکورہ آیت کریمہ میں مسلمانوں کی جماعت کو دین میں سمجھ حاصل کرکے اس کے ذریعے لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرانے کی ترغیب دی گئی ہے، اور طائفہ میں ایک آدمی بھی آسکتا ہے، لہٰذا ایک آدمی بھی اگر دینی امور کے بارہ میں خبر دے تو اس کی خبر پر اعتماد کیا جائے گا اور اس کی بیان کردہ حدیث حجت ہوگی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "طائفہ" کا لفظ ایک فرد پر بھی بولا جاتا ہے، یہ بخاری نے عقلی طور پر استدلال کیا ہے اور یہ استدلال قوی نہیں ہے، کیونکہ طائفتان کا معنی دو آدمی نہیں ہے بلکہ اس کا معنی دو جماعتیں ہے لیکن جب دو جماعتوں میں صلح کرانی ضروری ہے تو لڑنے والے دو آدمیوں میں بالاولیٰ صلح کرانی چاہیے کیونکہ سورۃ الحجرات کی مذکورہ آیت سے اگلی آیت کریمہ میں ہے "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ" لہٰذا سارے مسلمانوں میں صلح کرانی چاہیے جب وہ آپس میں جھگڑ پڑیں، خواہ جھگڑنے والے دو آدمی ہوں، امام بخاری کا یہ کہنا "يسمى الرجل طائفة" لغت کے اعتبار سے صحیح ہے، لیکن اس کے بعد آیت کریمہ سے استدلال اتنا قوی نہیں ہے۔

ہاں اس کے بعد آنے والی دوسری آیت سے استدلال قوی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ" یعنی اگر خبر دینے والا شخص فاسق ہو تو اس کی دی ہوئی خبر کی تحقیق کرو، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر خبر دینے والا شخص ثقہ عادل ہو تو اس کی خبر کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے اس کی خبر پر اس سے سن کر عمل کیا جائیگا۔

اس کے بعد امام بخاری کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امراء بھیجنے سے استدلال بہت قوی ہے کہ آپ ایک ایک کر کے امراء بھیجا کرتے تھے، اور باقی سب لوگ اعمال وعقائد میں انہی کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔

"باب ما جاء في إجازة خبر الواحد الصدوق في الأذان والصلاة والصوم والفرائض والأحكام"

اجازت سے مراد خبر واحد کا نفاذ اور اسے حجت اور دلیل ماننا اور اس پر عمل کرنا ہے۔

اور "الصدوق" مبالغہ کا وزن ہے اور اس سے مراد وہ راوی ہے جو ثقہ اور عادل ہو۔

اس ترجمہ باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ خبر واحد اس وقت حجت ہوتی ہے جب کہ اسے ایک سے زیادہ اشخاص روایت کریں تاکہ وہ شہادت اور گواہی دینے کی طرح ہو جائے، جیسا کہ بعض لوگوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ خبر واحد کو جب تین افراد، تین اشخاص سے روایت کریں اور شروع سے لے کر آخر تک یہی سلسلہ جاری رہے تب خبر واحد حجت ہوگی، اور بعض نے چار افراد اور بعض نے پانچ اور بعض نے سات افراد کی شرط لگائی ہے اور ہر ایک نے اپنے خیال میں اس تعداد کی شرط لگائی ہے جس سے اس کے نزدیک تواتر حاصل ہو جاتا ہے اور بعض کے نزدیک دو کا دو سے روایت کرنا مشروط ہے جیسا کہ شہادت میں ہوتا ہے۔

قولہ "في الأذانِ" اس سے مراد یہ ہے کہ جب مسلمان، امانت دار مؤذن اذان کہتا ہے تو اس پر اعتماد کرتے ہوئے وہ نماز ادا کی جاتی ہے جس کے لیے اذان کہی گئی ہے، حالانکہ مؤذن کی اذان خبر واحد ہے جس پر اعتماد کیا جاتا ہے اور "في الصلاة" سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص کے بتانے سے کہ قبلہ اس طرف ہے، جہت قبلہ کا تعین ہو جاتا ہے اور اس جہت کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھ لی جاتی ہے۔

قولہ "فِي الصَّوْمِ" یعنی ایک شخص کے طلوعِ فجر اور غروبِ شمس کی خبر دینے سے روزہ رکھا اور افطار کرلیا جاتا ہے، یہ بھی خبر واحد کے حجت ہونے کی دلیل ہے۔

قولہ "وَالْفَرَائِض" یہ عام کے خاص پر عطف کے قبیل سے ہے۔

قولہ "وَالْأَحْكَام" یہ بھی عام کا عطف اس عام پر ہے جو اس سے خاص ہے کیونکہ فرائض، احکام کا فرد ہے۔

قولہ "وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى فَلَوْلَا نَفَرَ" قول اللہ تعالیٰ کا باب کے مضاف الیہ پر عطف ہے اس لیے یہ بھی مجرور ہے، امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ "طَائِفَةٌ" کا لفظ ایک شخص کو بھی شامل ہے جیسا کہ آیت کریمہ "وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا" میں "طَائِفَتَانِ" میں دو مرد بھی داخل ہیں یعنی دو مرد آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرانے کا حکم ہے، جیسا کہ دو جماعتیں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرانے کا حکم ہے تو "طَائِفَتَانِ" سے مراد دو آدمی بھی ہوئے اور "طَائِفَة" سے ایک آدمی مراد ہوا، لہٰذا "فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ" سے ایک آدمی بھی مراد ہوا، بنا بریں ایک آدمی بھی دین کی سمجھ حاصل کر کے لوگوں کو وعظ و نصیحت کرے اور انہیں عذاب الٰہی سے ڈرائے تو اس کی بات معتبر ہوگی جس کا قبول کرنا واجب ہوگا، حاصل کلام یہ ہے کہ خبر واحد کا راوی جب سچا اور ثقہ ہو تو اس کو قبول کرنا اور اس کی خبر کو شرعی حجت سمجھنا بالاتفاق واجب ہے۔

"وَقَوْلُهُ تَعَالَى إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا" اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فاسق کی خبر کی تحقیق کرنے کا حکم دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ عادل اور ثقہ کی خبر بغیر تحقیق کے قبول کی جائے گی، اور یہ آیت کریمہ خبر واحد کے شرعی طور پر حجت ہونے کی دلیل ہے اور اگر خبر واحد علم کا فائدہ نہ دیتی تو پھر عادل اور فاسق دونوں کی خبر کی تحقیق کا حکم دیا جاتا۔

قولہ "وَكَيْفَ بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ أُمَرَاءَهُ" اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو نبی اکرم ﷺ ایک شخص کو حاکم بنا کر اس کے بعد دوسرے شخص کو کیوں بھیجتے اور یہ کیوں فرماتے کہ اگر پہلا حاکم بھول جائے تو دوسرا اسے سنت کے طریق پر لگادے۔

نبی اکرم ﷺ اپنے امراء کو ایک ایک کر کے بھیجا کرتے تھے اور باقی لوگ تمام مسائل و احکام میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے، اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو آپ ایک شخص کو حاکم بنا کر نہ بھیجتے۔

٧٢٤٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفِيقًا فَلَمَّا ظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَهَيْنَا أَهْلَنَا أَوْ قَدِ اشْتَقْنَا سَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا بَعْدَنَا فَأَخْبَرْنَاهُ قَالَ ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ فَأَقِيمُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ وَذَكَرَ أَشْيَاءَ أَحْفَظُهَا أَوْ لَا أَحْفَظُهَا وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا' کہا ہم سے ایوب نے بیان کیا' ان سے ابو قلابہ نے' ان سے مالک بن حویرث نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم سب جوان اور ہم عمر تھے۔ ہم آپ کی خدمت میں بیس دن تک ٹھہرے رہے۔ آنحضرت ﷺ بہت شفیق تھے۔ جب آپ نے معلوم کیا کہ اب ہمارا دل اپنے گھر والوں کی طرف مشتاق ہے تو آپ نے ہم سے پوچھا کہ اپنے پیچھے ہم کن لوگوں کو چھوڑ کر آئے ہیں۔ ہم نے آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا کہ اپنے گھر چلے جاؤ اور ان کے ساتھ رہو اور انہیں اسلام سکھاؤ اور دین بتاؤ اور بہت سی باتیں آپ نے کہیں جن میں بعض مجھے یاد نہیں ہیں اور بعض یاد ہیں اور (فرمایا کہ) جس طرح مجھے تم نے نماز پڑھتے دیکھا اسی طرح نماز پڑھو۔ پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک تمہارے لیے اذان کہے اور جو عمر میں سب سے بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

قولہ "أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ان کی آمد ن وفود (۹ ہجری) میں جنگ تبوک سے پہلے ہوئی تھی اور غزوہ تبوک رجب ۹ ہجری میں ہوا تھا، اور یہ آنے والے آپ کے پاس بیس دن رہے، اس لیے یہ سب لوگ علم و قراءت میں برابر تھے۔

قولہ "قَدِ اشْتَهَيْنَا أَهْلَنَا" اَھل سے مراد ان کی بیویاں ہیں یا اس سے عام معنیٰ مراد ہے۔

قولہ "عَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ" یعنی انہیں دین اسلام کے شرائع اور امورِ اسلام کی تعلیم دیں اور انہیں واجبات کے بجا لانے اور منہیات سے بچنے کا حکم دیں، یہ نہیں کہ دو دو، چار چار مل کر تعلیم دیں، بلکہ ہر ایک اپنی جگہ تعلیم دیگا۔

قولہ "وَذَكَرَ أَشْيَاءَ" اس کے قائل ابو قلابہ ہیں ان کا نام عبداللہ بن زید ہے اور "أحفظها أو لا أحفظها" یہ "أو" تنویع کے لیے ہے نہ کہ شک کے لیے۔

قولہ "فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ" ترجمہ باب یہیں سے حاصل ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے تم میں ایک شخص اذان دے، ایک شخص کے اذان دینے پر نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا یا افطار کرنا جائز ہے تو یہ بھی خبر واحد ہی ہے لہٰذا یہ حدیث خبر واحد کے حجت ہونے کی دلیل ہے۔

٧٢٤٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنِ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سَحُورِهِ فَإِنَّهُ يُؤَذِّنُ أَوْ قَالَ يُنَادِي لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ وَيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ وَلَيْسَ الْفَجْرُ أَنْ يَقُولَ هَكَذَا وَجَمَعَ يَحْيَى كَفَّيْهِ حَتَّى يَقُولَ هَكَذَا وَمَدَّ يَحْيَى إِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَتَيْنِ.

ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ قطان نے' ان سے سلیمان تیمی نے' ان سے ابو عثمان نہدی نے' ان سے حضرت عبداللہ بن مسعود نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کسی شخص کو حضرت بلال کی اذان سحری کھانے سے نہ روکے کیونکہ وہ صرف اس لیے اذان دیتے ہیں یا نداء کرتے ہیں تاکہ جو نماز کے لیے

بیدار ہیں وہ واپس آجائیں اور جو سوئے ہوئے ہیں وہ بیدار ہو جائیں اور فجر وہ نہیں ہے جو اس طرح لمبی دھار ہوتی ہے۔ یحیٰی نے اس کے اظہار کے لیے اپنے دونوں ہاتھ ملائے اور کہا یہاں تک کہ وہ اس طرح ظاہر ہو جائے اور اس کے اظہار کے لیے انہوں نے اپنی دونوں شہادت کی انگلیوں کو پھیلا کر بتلایا۔

۷۲۴۸: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ بِلَالًا يُنَادِي بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ.

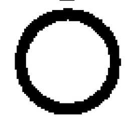
ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالعزیز بن مسلم نے بیان کیا' کہا ہم سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن عمر سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بلال (رمضان میں) رات ہی میں اذان دیتے ہیں (وہ نماز فجر کی اذان نہیں ہوتی) پس تم کھاؤ پیو' یہاں تک کہ عبداللہ ابن ام مکتوم اذان دیں (تو کھانا پینا بند کردو)

حضرت بلال صبح کے وقت پہلی اذان کہتے تھے جس کے بارہ میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا "لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سَحُورِهِ" یعنی بلال کی اذان سحری کھانے سے مانع نہیں ہے اس کے بعد صبح صادق ہونے پر حضرت ابن ام مکتوم اذان تب کہتے تھے جب کہ انہیں حضرت بلال بتاتے تھے کہ اذان کا وقت ہو گیا ہے، کیونکہ وہ خود نابینا تھے ان کی اذان پر آپ نے فرمایا کہ کھانا پینا بند کر دیا کرو۔

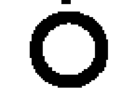


امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے کہ جب ایک شخص حضرت بلال یا ابن ام مکتوم کی اذان کھانے پینے کی اباحت یا ممانعت کے لیے کافی ہے اور ایک شخص کی اذان کا اعتبار کرتے ہوئے اس پر عمل کیا جا سکتا ہے جو کہ خبر واحد ہے۔ تو ایک شخص کی حدیث قبول کرنے میں کون سی چیز رکاوٹ بنے؟ لہٰذا خبر واحد حجت ہے، جن لوگوں کے ہاں خبر واحد حجت نہیں ہے انہیں چاہیے کہ وہ ایک آدمی کی اذان کا اعتبار بھی نہ کریں۔

۷۲۴۹: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ خَمْسًا فَقِيلَ أَزِيدَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا صَلَّيْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ.



ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے' ان سے حکم بن عتبہ نے' ان سے ابراہیم نخعی نے' ان سے علقمہ بن قیس نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں ظہر کی پانچ رکعت نماز پڑھائی تو آپ سے پوچھا گیا کیا نماز (کی رکعتوں) میں کچھ بڑھ گیا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا' کیا بات ہے؟ صحابہ نے کہا کہ آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھائی ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے سلام کے بعد دو سجدے (سہو کے) کیے۔





یہ حفص بن عمر سے مروی حدیث ہے اور اس سے قبل کتاب الصلاۃ میں ابوالولید سے مروی یہی حدیث گزر چکی ہے [1]۔
اس میں "قَالَ صَلَّيْتَ خَمْسًا" کے لفظ آئے ہیں جو ایک آدمی کے بھولنے کی خبر دینے کے بارہ میں ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کو سہو کے بارہ میں بتانے والا ایک آدمی تھا جس کی بات کا اعتبار کرتے ہوئے آپ نے سہو کے دو سجدے کئے، لہٰذا ایک آدمی کی بات معتبر ہوئی اور خبر واحد کا شرعی اعتبار سے حجت ہونا ثابت ہوا۔
قولہ "قَالُوا صَلَّيْتَ خَمْسًا" اگرچہ نماز میں آپ کے بھولنے کی خبر دینے والا ایک ہی آدمی تھا جیسا کہ امام بخاری کے شیخ ابوالولید سے مروی حدیث میں ہے اور باقی لوگ اس خبر دینے میں اس آدمی کے موافق تھے اس لیے حفص بن عمر سے مروی حدیث میں جمع کے صیغے کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

٧٢٥٠. حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنَ اثْنَتَيْنِ فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ أَقَصُرَتِ الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللهِ أَمْ نَسِيتَ فَقَالَ أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ ثُمَّ سَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ ثُمَّ رَفَعَ.



ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا انہوں نے کہا مجھ سے مالک نے بیان کیا ان سے ایوب سختیانی نے ان سے محمد بن سیرین نے اور ان سے ابوہریرہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو ہی رکعت پر (مغرب یا عشاء کی نماز میں) نماز ختم کر دی تو ذوالیدین نے کہا کہ یارسول اللہ! نماز کم کر دی گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ آپ نے پوچھا کیا ذوالیدین صحیح کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا جی ہاں۔ پھر آنحضرت ﷺ کھڑے ہوئے اور آخری رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیرا، تکبیر کہی اور سجدہ کیا (نماز کے عام) سجدے جیسا یا اس سے طویل، پھر آپ نے سر اٹھایا، پھر تکبیر کہی اور نماز کے سجدے جیسا سجدہ کیا، پھر سر اٹھایا۔

اس حدیث سے امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز میں بھولنے سے متعلق ایک آدمی ذوالیدین کی خبر کو تسلیم کرتے ہوئے دو رکعت نماز پڑھائی جو رہ گئی تھی اور سہو کے دو سجدے بھی کئے اگر ایک آدمی کی خبر قابل قبول نہ ہوتی تو آپ ذوالیدین کی بات کو کوئی اہمیت نہ دیتے اور آپ کا دوسرے لوگوں سے پوچھنا اور آپ کا یہ فرمانا کہ کیا ذوالیدین نے درست کہا ہے یہ خبر واحد کی حجیت کے منافی نہیں ہے؛ کیونکہ نبی اکرم ﷺ خود نماز پڑھا رہے تھے اور آپ کا خیال یہی تھا کہ میں نے نماز پوری پڑھائی ہے، لیکن ذوالیدین نے جب یہ کہا کہ نماز پوری نہیں بلکہ ادھوری ہے، تب آپ نے دیگر لوگوں سے پوچھ لیا "أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ" کیا یہ درست کہتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ خبر واحد جب اپنے علم کے خلاف ہو تو اس کی تحقیق کی جا سکتی ہے، چونکہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کا علم ذوالیدین کے قول کے خلاف تھا اس لیے دوسروں سے پوچھ لیا کہ کیا یہ صحیح کہتا ہے، تب دیگر لوگوں نے اس کی تصدیق کی۔

[1] صحیح بخاری: ١٢٢٦

۷۲۵۱: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ إِذْ جَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قرآن وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا وَكَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوا إِلَى الْكَعْبَةِ.

ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن دینار نے' ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مسجد قبا میں لوگ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک آنے والے نے ان کے پاس پہنچ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رات قرآن کی آیت نازل ہوئی ہے اور آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ نماز میں کعبہ کی طرف منہ کریں پس تم بھی اسی طرف رخ کرلو۔ ان لوگوں کے چہرے شام (یعنی بیت المقدس) کی طرف تھے' پھر وہ لوگ کعبہ کی طرف مڑ گئے۔

اس حدیث کا ترجمہ باب سے تعلق واضح ہے کہ اہل قباء نے ایک آدمی کے خبر دینے سے قبلہ تبدیل کرلیا اور بیت المقدس کو چھوڑ کر نماز میں ہی اپنے چہرے بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ کی طرف پھیر لئے۔

اگر اعتراض کیا جائے کہ بیت المقدس کا قبلہ ہونا یقینی چیز تھی اور ایک آدمی کا تحویل قبلہ کی خبر دینا ظنی تھا تو ظن سے یقین کو کیوں چھوڑا گیا؟ اس کا جو جواب شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے وہ معقول جواب ہے، امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ہے کہ بیت المقدس کا قبلہ ہونا یقینی تھا لیکن اس کا آئندہ کے لیے قبلہ باقی رہنا یقینی نہیں تھا، بلکہ آئندہ قبلہ رہنا استصحاب حال کی بنا پر تھا اور استصحاب حال خبر واحد سے بھی کمزور ہوتا ہے جیسا کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے کل گذشتہ فلاں نہر کو بہتے ہوئے دیکھا تھا لہٰذا وہ آج بھی بہتی ہے، ایک دوسرا شخص کہتا ہے کہ میں آج اس نہر کو دیکھ کر آیا ہوں وہ بند پڑی ہے اور خشک ہے یہ خبر واحد ہے جس سے استصحاب حال کو چھوڑ دیا جائیگا، ہوسکتا ہے کہ کل وہ نہر چلتی ہو اور آج بند ہوگئی ہو۔ اسی طرح اعتراض مذکور میں بھی یقین کو نہیں بلکہ استصحاب حال کو خبر واحد سے چھوڑا گیا ہے۔



دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں خبر واحد کے ساتھ دیگر قرائن مل گئے ہیں ایک یہ کہ تحویل قبلہ کی خبر دینے والے صحابی نے اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر قبلہ بدلنے کی خبر دی تھی اور کہا تھا "هو يَشْهَدُ أَنَّه صَلَّى مع النبيِ ﷺ، وأَنَّهُ قدْ وُجِّهَ إلى الكَعْبَةِ" {1} اور دوسرا قرینہ یہ کہ اس سے پہلے یہ آیت کریمہ نازل ہو چکی تھی "سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا" جس سے معلوم ہو چکا تھا کہ عنقریب قبلہ تبدیل ہونے والا ہے، خبر واحد محتف بالقرائن کے ساتھ یقینی چیز منسوخ ہوسکتی ہے۔





۷۲۵۲: حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ صَلَّى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يُوَجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى قَدْ نَرَى



{1} صحیح بخاری: ۷۲۵۲

تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوُجِّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ وَصَلَّى مَعَهُ رَجُلٌ الْعَصْرَ ثُمَّ خَرَجَ فَمَرَّ عَلَى قَوْمٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ هُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ قَدْ وُجِّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ فَانْحَرَفُوا وَهُمْ رُكُوعٌ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ.

ہم سے یحییٰ بن موسیٰ بلخی نے بیان کیا' کہا ہم سے وکیع بن جراح نے بیان کیا' ان سے اسرائیل بن یونس نے' ان سے ابواسحاق سبیعی نے اور ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ سولہ یا سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے لیکن آپ کی آرزو تھی کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں یہ آیت نازل کی ''ہم آپ کے منہ کے بار بار آسمان کی طرف اٹھنے کو دیکھتے ہیں' عنقریب ہم آپ کے منہ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس سے آپ خوش ہوں گے۔'' چنانچہ رخ کعبہ کی طرف کر دیا گیا۔ ایک صاحب نے عصر کی نماز آنحضرت ﷺ کے ساتھ پڑھی' پھر وہ مدینہ سے نکل کر انصار کی ایک جماعت تک پہنچے اور کہا کہ وہ گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہو گیا ہے چنانچہ سب لوگ کعبہ رخ ہو گئے حالانکہ وہ عصر کی نماز کے رکوع میں تھے۔

قولہ ''صَلَّى مَعَهُ رَجُلٌ الْعَصْرَ'' اس حدیث میں تحویل قبلہ کے پہلے دن کا واقعہ ذکر ہوا ہے جو کہ انصار کے قبیلہ بنو حارثہ کی مسجد قبلتین میں پیش آیا تھا جس کے نمازی صحابہ کرام تھے انہوں نے ایک آدمی کی خبر پر دوران نماز اپنے چہرے بیت المقدس سے ہٹ کر خانہ کعبہ طرف پھیر لئے تھے گویا صحابہ کرام کا عمل خبر واحد کے حجت ہونے پر تھا۔ اور جو لوگ خبر واحد کی حجیت کے منکر ہیں وہ جمہور صحابہ کے طرز عمل کے منکر ہیں' یہ لوگ در اصل ظن اور وہم کی بلا دلیل پیروی کرنے والے ہیں' انہی کے بارہ میں قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ''إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ'' [1]

اس سے پہلے آنے والی حدیث مسجد قباء کے نمازیوں کے بارہ میں ہے جن کو دوسرے دن تحویل قبلہ کی اطلاع فجر کی نماز پڑھتے ہوئے ملی تھی اور ناسخ پہنچنے سے پہلے ان کی پڑھی ہوئی نمازیں قابل قبول ہیں۔

٧٢٥٣: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ أَسْقِي أَبَا طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيَّ وَأَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ شَرَابًا مِنْ فَضِيخٍ وَهُوَ تَمْرٌ فَجَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ يَا أَنَسُ قُمْ إِلَى هَذِهِ الْجِرَارِ فَاكْسِرْهَا قَالَ أَنَسٌ فَقُمْتُ إِلَى مِهْرَاسٍ لَنَا فَضَرَبْتُهَا بِأَسْفَلِهِ حَتَّى انْكَسَرَتْ.

[1] یونس:٦٦

مجھ سے یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں ابوطلحہ انصاری' ابوعبیدہ بن الجراح اور ابی بن کعب کو کھجور کی شراب پلا رہا تھا۔ اتنے میں ایک آنے والے شخص نے آ کر خبر دی کہ شراب حرام کر دی گئی ہے۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی خبر سنتے ہی کہا انس! ان مٹکوں کو بڑھ کر سب کو توڑ دے۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں ایک ہاون دستہ کی طرف بڑھا جو ہمارے پاس تھا اور میں نے اس کے نچلے حصہ سے ان مٹکوں پر مارا جس سے وہ سب ٹوٹ گئے۔

اس حدیث سے صحابہ کرام کی اللہ تعالیٰ اور اس رسول کے احکام کی تعمیل اور بجا آوری میں سبقت کا پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کی خبر پر یقین کرتے ہوئے شراب کے مٹکے بیچ چوراہے کے توڑ پھوڑ دیئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کی آواز سنتے ہی منہ کو لگے ہوئے جام پیچھے ہٹا دیئے اور شراب کی حرمت کی آواز سننے کے بعد ایک گھونٹ شراب کا حلق میں نہیں جانے دیا، اس کے برعکس آج کے دور میں شراب کے حرام ہونے کا قانون پاس کر کے دیکھ لیں، اشتہار بازی کر لیں، نگرانی کے لیے پولیس مقرر کر دیں، شراب نوشی کی سزا بھی سنا دیں، تب بھی لوگ مے خوری کے چور دروازے کھول لیں گے۔ لیکن شراب نوشی سے اور اس کے کاروبار سے باز نہیں آئیں گے اس سے صحابہ کرام کی خدا خوفی اور امانت داری کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور زمین پر چلتے پھرتے جنت کی بشارتیں بھی نبی اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ہی پانے والے ہیں اور تعمیل حکم میں سبقت کی وجہ سے ہی وہ "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم وَ رَضُوا عَنْهُ"[1] کا اعزاز بھی حاصل کر چکے ہیں۔

قولہ "فَجَاءَهُمْ آتٍ" اس آنے والے کا نام مذکور نہیں ہے اور یہ حدیث خبر واحد کے قابل قبول ہونے کی بہت قوی دلیل ہے۔

۷۲۵۴: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ صِلَةَ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَهْلِ نَجْرَانَ لَأَبْعَثَنَّ إِلَيْكُمْ رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهَا أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ.

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ بن حجاج نے بیان کیا' کہا ہم سے ابواسحاق نے' ان سے صلہ بن زفر نے اور ان سے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران سے فرمایا میں تمہارے پاس ایک امانت دار آدمی جو حقیقی امانت دار ہو گا بھیجوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ منتظر رہے (کہ کون اس صفت سے موصوف ہے) تو آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اہل نجران کا معلم اور مبلغ بنا کر بھیجا ہے، ایک آدمی کی خبر قابل

[1] التوبہ: ۱۰۰

قبول اور معتبر ہے تب ہی تو آپ نے حضرت ابو عبیدہ اکیلے کو بھیجا ہے۔

۷۲۵۵: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ وَأَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ.

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے خالد بن مہران نے بیان کیا' ان سے ابو قلابہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ہر امت میں ایک امانت دار ہوتا ہے اور اس امت کے امانت دار ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ ہیں۔

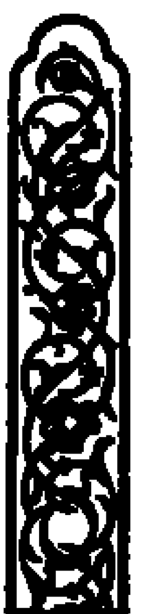
بظاہر اس حدیث کا ترجمہ باب سے کوئی تعلق نہیں ہے، لیکن اس حدیث کو اس سے قبل آنے والی حدیث سے ملاکر ترجمہ باب سے مناسبت ظاہر ہو جاتی ہے۔

۷۲۵۶: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ وَكَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِذَا غَابَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَهِدْتُهُ أَتَيْتُهُ بِمَا يَكُونُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِذَا غِبْتُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَهِدَهُ أَتَانِي بِمَا يَكُونُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.



ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا' ان سے عبید بن حنین نے بیان کیا' ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قبیلہ انصار کے ایک صاحب تھے (اوس بن خولی نام) جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شرکت نہ کر سکتے اور میں شریک ہوتا تو انہیں آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کی خبریں بتاتا اور جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شریک نہ ہو پاتا اور وہ شریک ہوتے تو وہ آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کی خبر مجھے بتاتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم وحی سیکھنے کے لیے اپنے ایک انصاری پڑوسی سے باری مقرر کی ہوئی تھی ایک دن حضرت عمر فاروق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر خدمت ہوتے اور جو وحی اور غیر وحی کا علم حاصل کرتے تو شام کو واپس آ کر وہ علم اپنے انصاری پڑوسی کو سکھا دیتے اور انصاری صحابی اپنے گھر کے کام کاج سے فراغت حاصل کر لیتے۔ دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پڑوسی یہی کام کرتے، اسی طرح دونوں علم شریعت سیکھتے اور دونوں ایک دوسرے پر پورا اعتماد اور یقین کرتے تھے، اور جو علم سیکھتے اس پر عمل پیرا ہوتے تھے، اور یہ خبر واحد کے حجت ہونے کی دلیل ہے۔



۷۲۵۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ

عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ جَيْشًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا فَأَوْقَدَ نَارًا وَقَالَ ادْخُلُوهَا فَأَرَادُوا أَنْ يَدْخُلُوهَا وَقَالَ آخَرُونَ إِنَّمَا فَرَرْنَا مِنْهَا فَذَكَرُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِلَّذِينَ أَرَادُوا أَنْ يَدْخُلُوهَا لَوْ دَخَلُوهَا لَمْ يَزَالُوا فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَقَالَ لِلْآخَرِينَ لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةٍ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ.

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا ہم سے غندر نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے زبید نے' ان سے سعد بن عبیدہ نے' ان سے ابوعبدالرحمن نے اور ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور اس کا امیر ایک صاحب عبداللہ بن حذافہ سہمی کو بنایا' پھر (اس نے کیا کیا کہ) آگ جلوائی اور (لشکریوں سے) کہا کہ اس داخل ہو جاؤ' جس پر بعض لوگوں نے داخل ہونا چاہا لیکن کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم آگ ہی سے بھاگ کر آئے ہیں۔ پھر اس کا ذکر آنحضرت سے کیا تو آپ نے ان سے فرمایا' جنہوں نے آگ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تھا کہ اگر تم اس میں داخل ہو جاتے تو اس میں قیامت تک رہتے اور دوسرے لوگوں سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت حلال نہیں ہے اطاعت صرف نیک کاموں میں ہے۔



قولہ "وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا" یہ عبداللہ بن حذافہ سہمی تھے جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر لشکر بنایا تھا اور سب لشکر والوں کو ان کی بات ماننے کا حکم دیا تھا۔ امیر لشکر ایک ہوتا ہے جس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے ہاں اللہ ورسول کی معصیت میں اس کی بات نہیں مانی جائے گی۔

شرح بخاری

حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ابن التین پر اس حدیث کی ترجمہ باب سے مطابقت مخفی رہ گئی ہے وہ کہتے ہیں یہ حدیث اس موقف کو ثابت نہیں کرتی جس کے لیے باب قائم کیا گیا ہے کیونکہ اس حدیث کے مطابق لشکر والوں نے آگ میں کود جانے کے بارہ میں اپنے امیر کی اطاعت نہیں کی۔ حافظ نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ آگ میں کود جانے کے علاوہ باقی سب معروفات میں وہ اس کی اطاعت کرنے والے تھے، اس سے ترجمہ باب ثابت ہو گیا کہ وہ ایک امیر کی بات کو مانتے اور اسے حجت سمجھتے تھے۔

۷۲۵۸، ۷۲۵۹: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَزَيْدَ بْنَ خَالِدٍ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.



ہم سے زہیر بن حرب نے بیان کیا' کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا' ان سے ان کے والد نے بیان کیا' ان سے صالح نے' ان سے ابن شہاب نے' انہیں عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی اور انہیں ابوہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ دو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا جھگڑا لائے۔ دوسری سند اور امام

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا (تفصیل آگے حدیث ذیل میں ہے)

۷۲۶۰: وحَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَعْرَابِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اقْضِ لِي بِكِتَابِ اللَّهِ فَقَامَ خَصْمُهُ فَقَالَ صَدَقَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اقْضِ لَهُ بِكِتَابِ اللَّهِ وَأْذَنْ لِي فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ فَقَالَ إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هَذَا وَالْعَسِيفُ الْأَجِيرُ فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةٍ مِنَ الْغَنَمِ وَوَلِيدَةٍ ثُمَّ سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى امْرَأَتِهِ الرَّجْمَ وَأَنَّمَا عَلَى ابْنِي جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللَّهِ أَمَّا الْوَلِيدَةُ وَالْغَنَمُ فَرُدُّوهَا وَأَمَّا ابْنُكَ فَعَلَيْهِ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَأَمَّا أَنْتَ يَا أُنَيْسُ لِرَجُلٍ مِنْ أَسْلَمَ فَاغْدُ عَلَى امْرَأَةِ هَذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا فَغَدَا عَلَيْهَا أُنَيْسٌ فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا.

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا ہم کو شعیب نے خبر دی' انہیں زہری نے' کہا مجھ کو عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے کہ دیہاتیوں میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے اور کہا کہ یارسول اللہ! کتاب اللہ کے مطابق میرا فیصلہ فرمادیجئے۔ اسکے بعد ان کا مقابل فریق کھڑا ہوا اور کہا انہوں نے صحیح کہا یارسول اللہ! ہمارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کردیجئے اور مجھے کہنے کی اجازت دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہو۔ انہوں نے کہا کہ میرا لڑکا ان کے یہاں مزدوری کیا کرتا تھا (عسیف بمعنی اجیر' مزدور ہے) پھر اس نے ان کی عورت سے زنا کرلیا تو لوگوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے پر رجم کی سزا ہوگی لیکن میں نے اس کی طرف سے سو بکریوں اور ایک باندی کا فدیہ دیا (اور لڑکے کو چھڑالیا) پھر میں نے اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اس کی بیوی پر رجم کی سزا لاگو ہوگی اور میرے لڑکے کو سو کوڑے اور ایک سال کے لیے جلاوطنی کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ باندی اور بکریاں تو اسے واپس کردو اور تمہارے لڑکے پر سو کوڑے اور ایک سال جلاوطنی کی سزا ہے اور اے انیس! (قبیلہ اسلم کے ایک صحابی) اس کی بیوی کے پاس جاؤ' اگر وہ زنا کا اقرار کرے تو اسے رجم کردو۔ چنانچہ انیس رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور اس نے اقرار کرلیا پھر انیس رضی اللہ عنہ نے اس کو سنگسار کر ڈالا۔







اس حدیث کی ترجمہ باب کے ساتھ مناسبت واضح ہے کہ دو جھگڑنے والوں میں ہر ایک نے دوسرے کی بات کی تصدیق

کی ہے، اور نبی اکرم ﷺ نے ان کی بات سن کر اسے قبول کیا اور ان میں سے ہر ایک کے بارہ میں فیصلہ صادر فرمایا ہے اور آپ نے حکم دیا کہ زانی سے لی ہوئی لونڈی اور بکریاں واپس کی جائیں گی اور زانی کو بطور حد سو کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال کی جلاوطنی ہوگی، اور دوسرے آدمی کی بیوی کو اعترافِ زنا کرنے پر رجم کیا جائیگا۔

اور دوسری مناسبت یہ ہے کہ آپ نے دوسرے آدمی کی بیوی کے پاس تحقیق حال کے لیے ایک ہی آدمی کو بھیجا جو کہ حضرت انیس بن ضحاک اسلمی تھے، اور انہوں نے اس کے زنا کا اعتراف کرنے پر اسے رجم کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

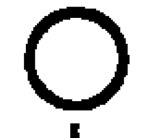
(۲) بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ ﷺ الزُّبَيْرَ طَلِيعَةً وَحْدَهُ

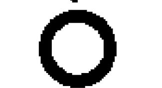
نبی اکرم ﷺ کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اکیلے کو دشمن کی خبر گیری کے لیے بھیجنا

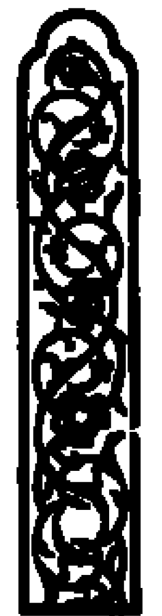
۷۲۶۱: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَدَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَهُمْ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَهُمْ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثَلَاثًا فَقَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ قَالَ سُفْيَانُ حَفِظْتُهُ مِنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ وَقَالَ لَهُ أَيُّوبُ يَا أَبَا بَكْرٍ حَدِّثْهُمْ عَنْ جَابِرٍ فَإِنَّ الْقَوْمَ يُعْجِبُهُمْ أَنْ تُحَدِّثَهُمْ عَنْ جَابِرٍ فَقَالَ فِي ذَٰلِكَ الْمَجْلِسِ سَمِعْتُ جَابِرًا فَتَابَعَ بَيْنَ أَحَادِيثَ سَمِعْتُ جَابِرًا قُلْتُ لِسُفْيَانَ فَإِنَّ الثَّوْرِيَّ يَقُولُ يَوْمَ قُرَيْظَةَ فَقَالَ كَذَا حَفِظْتُهُ مِنْهُ كَمَا أَنَّكَ جَالِسٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ قَالَ سُفْيَانُ هُوَ يَوْمٌ وَاحِدٌ وَتَبَسَّمَ سُفْيَانُ.



ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' کہا ہم سے محمد بن المنکدر نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' بیان کیا کہ غزوہ خندق کے دن نبی کریم ﷺ نے (دشمن سے خبر لانے کے لیے) صحابہ سے کہا تو زبیر رضی اللہ عنہ تیار ہو گئے پھر ان سے کہا تو زبیر ہی تیار ہوئے۔ پھر کہا' پھر بھی انہوں نے ہی آمادگی دکھلائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کے حواری (مددگار) ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر رضی اللہ عنہ ہیں اور سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ میں نے یہ روایت ابن المنکدر سے یاد کی اور ایوب نے ابن المنکدر سے کہا' اے ابو بکر! (یہ محمد بن منکدر کی کنیت ہے) ان سے جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کیجئے کیونکہ لوگ پسند کرتے ہیں کہ آپ جابر رضی اللہ عنہ کی احادیث بیان کریں تو انہوں نے اسی مجلس میں کہا کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا اور چار احادیث میں پے در پے یہ کہا کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ علی بن عبداللہ مدینی نے کہا کہ میں نے سفیان بن عیینہ سے کہا کہ سفیان ثوری تو "غزوہ قریظہ" کہتے ہیں (بجائے غزوہ خندق کے) انہوں نے کہا کہ میں نے اتنے ہی یقین کے ساتھ یاد کیا ہے جیسا کہ تم اس وقت بیٹھے ہو کہ انہوں نے "غزوہ خندق کہا" سفیان نے کہا کہ یہ دونوں ایک ہی غزوہ ہیں (کیونکہ) غزوہ خندق کے







فوراً بعد اسی دن غزوہ قریظہ پیش آیا اور وہ مسکرائے۔

قولہ "نَدَبَ" أي دعا و طلب، قولہ "انْتَدَبَ" أي أجاب، یعنی قبول کیا۔

قولہ "يَوْمَ قُرَيْظَةَ" بنو قریظہ کے دن سے مراد وہ دن ہے جب جنگ خندق میں نبی اکرم ﷺ نے بنو قریظہ کی خبر لانے کے لیے فرمایا تھا، اس سے بنو قریظہ کے محاصرے کا دن مراد نہیں ہے، کیونکہ یہ محاصرہ تو جنگ خندق کے بعد ہوا تھا، اور متعدد ایام تک جاری رہا تھا۔

اس حدیث کی ترجمہ باب سے مناسبت ظاہر ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے دشمنان اسلام کی خبر لانے کے لیے ایک آدمی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ایک شخص کی خبر کو آپ نے قابل اعتماد سمجھا اگر خبر واحد - یعنی ایک آدمی کی خبر - معتبر نہ ہوتی جیسا کہ اخبار آحاد کے منکرین کا خیال ہے تو آپ ان کے ساتھ اور لوگوں کو بھی بھیجتے، لیکن آپ نے ایک کی خبر کو ہی قابل اعتماد سمجھا ہے۔

قولہ "فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ" تینوں مرتبہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ہی آپ کے مطالبہ پر لبیک کہا، اس دعوت پر چونکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سبقت لے گئے تھے اس لئے دوسرے صحابہ اس کے لیے کھڑے نہیں ہوئے تاکہ یہ سعادت حضرت زبیر کو ہی حاصل ہو جائے اس لئے کہ انہوں نے اس پر سبقت کی تھی اور صحابہ کرام ایک دوسرے پر حسد نہیں کیا کرتے تھے۔

قولہ "يَوْمٌ وَاحِدٌ" یعنی غزوہ خندق اور غزوہ قریظہ دونوں ایک ہی دن میں واقع ہوئے ہیں۔

(۳) بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ﴾ [الأحزاب: ۵۳]

باب: اللہ تعالیٰ کا سورۃ احزاب میں فرمانا کہ

«فَإِذَا أَذِنَ لَهُ وَاحِدٌ جَازَ».

اجازت کے لیے ایک شخص کا اذن ہی کافی ہے

قولہ "فَإِذَا أَذِنَ لَهُ وَاحِدٌ جَازَ" جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ آیت مذکور مطلق ہے، اس میں یہ قید نہیں ہے کہ کتنے لوگ اجازت دیں، بلکہ گھر کا ایک عادل شخص بھی گھر میں داخل ہونے کی اجازت دیدے تو کافی ہے۔ اس سے خبر واحد کا حجت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۷۲۶۲: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا وَأَمَرَنِي بِحِفْظِ الْبَابِ فَجَاءَ رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَإِذَا أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ جَاءَ عُثْمَانُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ.

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا ہم سے حماد نے بیان کیا' ان سے ایوب نے' ان سے ابوعثمان نے اور ان سے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھے دروازہ کی نگرانی کا حکم دیا' پھر ایک صحابی آئے اور اجازت چاہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں اجازت دے دو اور انہیں جنت کی بشارت دے دو۔ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں اجازت دے دو اور انہیں جنت کی بشارت دے دو۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں بھی اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دے دو۔

قولہ "وَأَمَرَنِي بِحِفْظِ الْبَابِ" اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دربان بنایا تھا، لیکن اس سے قبل کتاب الفتن میں گذر چکا ہے "وَلَمْ يَأْمُرْنِي" {1} یعنی میں خود ہی دروازے پر بیٹھ گیا تھا آپ نے دربان بننے کا حکم نہیں دیا تھا، ان دونوں احادیث میں تطبیق یہ ہے کہ شروع میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ خود ہی دروازے پر دربان بن کر بیٹھ گئے تھے اس کے بعد جب صحابہ کرام کی آمد ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دروازے پر تعینات کر دیا تھا۔



اس حدیث کی ترجمہ باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اکیلے ہی آنے والوں کو اجازت دیتے تھے اور صحابہ کرام اس خبر واحد پر یقین اور اعتماد کر کے باغ میں داخل ہوتے گئے۔

۷۲۶۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ جِئْتُ فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ وَغُلَامٌ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْوَدُ عَلَى رَأْسِ الدَّرَجَةِ فَقُلْتُ قُلْ هَذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَأَذِنَ لِي.

شرح بخاری

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا' ان سے یحییٰ نے' ان سے عبید بن حنین نے' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا اور ان سے عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالاخانہ میں تشریف رکھتے تھے اور آپ کا ایک کالا غلام سیڑھی کے اوپر (نگرانی کر رہا) تھا میں نے اس سے کہا کہ کہو کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑا ہے اور اجازت چاہتا ہے۔ تو آپ نے مجھے اجازت دے دی۔



حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک خبر سنی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دیدی ہے ازواج مطہرات میں ان کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں، اور یہ خبر درحقیقت ایک افواہ ہی تھی تو وہ اس خبر کی تحقیق کے لئے آئے اور ایک دربان رباح نامی کو سیڑھیوں پر پایا اس سے کہا۔ میرے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت طلب

{1} صحیح بخاری: ۷۰۹۷

کریں، تواکیلے رباح نامی کے اجازت دینے پر حضرت عمر فاروق نے اعتماد کیا اور نبی اکرم ﷺ پر آپ کے بالاخانہ میں داخل ہو گئے اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خبر واحد کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے۔

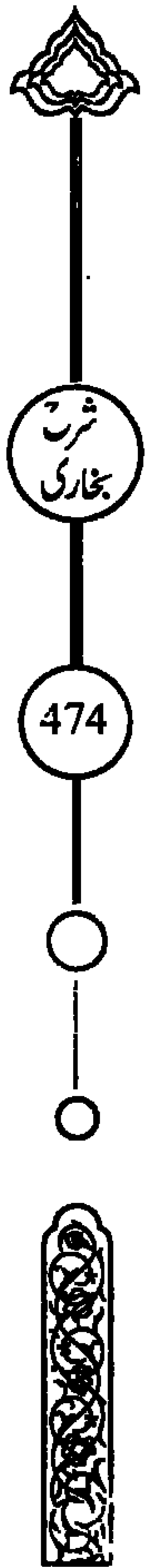
(۴) بَابُ مَا كَانَ يَبْعَثُ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الأُمَرَاءِ وَالرُّسُلِ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ

نبی اکرم ﷺ کا اپنے امراء اور قاصدوں کو یکے بعد دیگرے بھیجنے کا بیان

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اص:۱۹۰ بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ دِحْيَةَ الْكَلْبِيَّ بِكِتَابِهِ إِلَى عَظِيمِ بُصْرَى، أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى قَيْصَرَ

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو اپنا خط دے کر عظیم بصری کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ خط قیصر روم تک پہنچا دے۔

قولہ "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ "حضرت عبداللہ بن عباس نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو اپنا خط دیکر بصریٰ کے لیڈر کے پاس بھیجا تا کہ وہ یہ خط قیصر روم تک پہنچا دے۔



۷۲۶۴: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهِ إِلَى كِسْرَى فَأَمَرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ الْبَحْرَيْنِ يَدْفَعُهُ عَظِيمُ الْبَحْرَيْنِ إِلَى كِسْرَى فَلَمَّا قَرَأَهُ كِسْرَى مَزَّقَهُ فَحَسِبْتُ أَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُمَزَّقُوا كُلَّ مُمَزَّقٍ.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے یونس نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا' انہیں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی' انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے کسریٰ پرویز شاہ ایران کو خط بھیجا اور قاصد عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ خط بحرین کے گورنر منذر بن ساوی کے حوالہ کریں وہ اسے کسریٰ تک پہنچائے گا۔ جب کسریٰ نے وہ خط پڑھا تو اسے پھاڑ دیا۔ مجھے یاد ہے کہ سعید بن المسیب نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے اسے بددعا دی کہ اللہ انہیں بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنا خط صرف ایک ہی قاصد کے ہاتھ بھیجا کرتے تھے، اور آپ اس پر اعتماد کرتے تھے، اور وہ قاصد واپس آکر جو رپورٹ دیتا تھا آپ اسے قبول فرماتے تھے۔

۷۲۶۵: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ الأَكْوَعِ

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ مِنْ أَسْلَمَ أَذِّنْ فِي قَوْمِكَ أَوْ فِي النَّاسِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ أَنَّ مَنْ أَكَلَ فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ أَكَلَ فَلْيَصُمْ.

ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا' ان سے یزید بن ابی عبید نے' ان سے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ اسلم کے ایک صاحب ہند بن اسماء سے فرمایا کہ اپنی قوم میں یا لوگوں میں اعلان کر دو عاشورہ کے دن کہ جس نے کھالیا ہو وہ اپنا بقیہ دن (بے کھائے) پورا کرے اور اس نے نہ کھایا ہو وہ روزہ رکھے۔

اس حدیث کا ترجمہ باب سے تعلق ظاہر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کا روزہ رکھنے سے متعلق اعلان کرنے کے لیے ایک ہی آدمی کو بھیجا اور لوگوں نے اس اکیلے اعلان کرنے والے کی بات کو قبول کیا اور اس پر عمل کرتے ہوئے روزہ رکھا، جس سے ثابت ہوا کہ خیر القرون میں خبر واحد کو عقائد و اعمال میں شرعی اعتبار سے حجت تسلیم کیا جاتا تھا، اس کا انکار کرنے والے بہت بعد کی پیداوار ہیں۔

(۵) بَابُ وَصَاةِ النَّبِيِّ ﷺ وُفُودَ الْعَرَبِ أَنْ يُبَلِّغُوا مَنْ وَرَاءَهُمْ

وفود عرب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وصیت کہ ان لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں دین کی باتیں پہنچا دیں۔

قَالَهُ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ

یہ مضمون سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عرب کے آنے والے وفدوں کو وصیت کرنا کہ وہ اپنے پچھلوں کو جاکر تبلیغ دین کریں۔

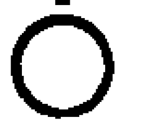
شرح بخاری

قولہ "مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ" حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث اس سے قبل گزر چکی ہے کہ وہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ علم وحی اور علم دین سیکھنے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیس دن، رات تک آپ کے قول و فعل کے ذریعے اور آپ کو دیکھ کر علم حاصل کرتے رہے، جب آپ نے دیکھا کہ وہ اپنے اپنے گھروں کو واپس جانا چاہتے ہیں تو آپ نے انہیں اجازت دیدی اور فرمایا کہ واپس جاکر اپنے اہل و عیال اور دیگر لوگوں کو بھی احکام و مسائل کی تعلیم دینا، آپ کا یہ حکم عام تھا ان میں سے ایک شخص بھی دوسروں کو یہ احکام پہنچا سکتا ہے، اس سے خبر واحد کا حجت ہونا ثابت ہوا۔

٧٢٦٦: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ح و حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُقْعِدُنِي عَلَى سَرِيرِهِ فَقَالَ لِي إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ الْوَفْدُ قَالُوا رَبِيعَةُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْوَفْدِ أَوْ الْقَوْمِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامَى قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارَ مُضَرَ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ وَنُخْبِرُ بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا فَسَأَلُوا عَنْ الْأَشْرِبَةِ فَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ وَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ

بِاللهِ قَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللهِ قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَأَظُنُّ فِيهِ صِيَامُ رَمَضَانَ وَتُؤْتُوا مِنَ الْمَغَانِمِ الْخُمُسَ وَنَهَاهُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيرِ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرِ قَالَ احْفَظُوهُنَّ وَأَبْلِغُوهُنَّ مَنْ وَرَاءَكُمْ.

ہم سے علی بن الجعد نے بیان کیا' کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی (دوسری سند) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اور مجھ سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا' کہا ہم کو نضر بن شمیل نے خبر دی' کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی' ان سے ابو جمرہ نے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مجھے خاص اپنے تخت پر بٹھا لیتے تھے۔ انہوں نے ایک بار بیان کیا کہ قبیلہ عبدالقیس کا وفد آیا جب وہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کس قوم کا وفد ہے؟ انہوں نے کہا کہ ربیعہ قبیلہ کا (عبدالقیس) اسی قبیلے کی ایک شاخ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مبارک ہو اس وفد کو یا یوں فرمایا کہ مبارک ہو اس قوم کو بلا رسوائی اور شرمندگی اٹھائے آئے ہو۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ! ہمارے اور آپ کے بیچ میں مضر کافروں کا ملک پڑتا ہے۔ آپ ہمیں ایسی بات کا حکم دیجئے جس سے ہم جنت میں داخل ہوں اور پیچھے رہ جانے والوں کو بھی بتائیں۔ پھر انہوں نے شراب کے برتنوں کے متعلق پوچھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چار چیزوں سے روکا اور چار چیزوں کا حکم دیا۔ آپ نے ایمان باللہ کا حکم دیا۔ دریافت فرمایا جانتے ہو ایمان باللہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا کہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنے کا (حکم دیا) اور زکوٰۃ دینے کا۔ میرا خیال ہے کہ حدیث میں رمضان کے روزوں کا بھی ذکر ہے اور غنیمت میں سے پانچواں حصہ (بیت المال) میں دینا اور آپ نے انہیں دباء' حنتم' مزفت اور نقیر کے برتن (جن میں عرب لوگ شراب رکھتے اور بناتے تھے) کے استعمال سے منع کیا اور بعض اوقات مقیر کہا۔ فرمایا کہ انہیں یاد رکھو اور انہیں پہنچا دو جو نہیں آسکے ہیں۔


شرح بخاری

476

قولہ "وَأَبْلِغُوهُنَّ مَنْ وَرَاءَكُمْ" اسی جملہ کا ترجمہ باب سے تعلق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے وفد کو بعض مامورات اور منہیات سے آگاہ فرمایا اور واپس لوٹتے ہوئے انہیں حکم دیا کہ یہ احکام و مسائل اپنے پچھلوں کو بھی پہنچادینا اور آپ کا یہ حکم عام تھا، ان میں سے ایک آدمی بھی یہ احکام و مسائل دوسروں کو پہنچائے گا تو آپ کا یہ حکم اسے بھی شامل ہے، جس سے خبر واحد کا حجت ہونا ثابت ہوا۔



(٦) بَابُ خَبَرِ الْمَرْأَةِ الْوَاحِدَةِ
باب: ایک عورت کی خبر کے معتبر ہونے کا بیان



٧٢٦٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ تَوْبَةَ الْعَنْبَرِيِّ قَالَ قَالَ لِي الشَّعْبِيُّ أَرَأَيْتَ حَدِيثَ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَاعَدْتُ ابْنَ عُمَرَ قَرِيبًا مِنْ سَنَتَيْنِ أَوْ سَنَةٍ وَنِصْفٍ فَلَمْ أَسْمَعْهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ هَذَا قَالَ كَانَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمْ سَعْدٌ فَذَهَبُوا يَأْكُلُونَ مِنْ لَحْمٍ فَنَادَتْهُمُ امْرَأَةٌ مِنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ لَحْمُ ضَبٍّ فَأَمْسَكُوا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا أَوْ اطْعَمُوا فَإِنَّهُ حَلَالٌ أَوْ قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ شَكَّ فِيهِ وَلَكِنَّهُ لَيْسَ مِنْ طَعَامِي.

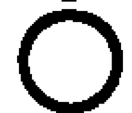
ہم سے محمد بن الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن جعفر نے، کہا ہم سے شعبہ نے، ان سے توبہ بن کیسان العنبری نے بیان کیا کہ مجھ سے شعبی نے کہا کہ تم نے دیکھا امام حسن بصری نبی کریم ﷺ سے کتنی حدیث (مرسلاً) روایت کرتے ہیں۔ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں تقریباً اڑھائی سال رہا لیکن میں نے ان کو آنحضرت ﷺ سے اس حدیث کے سوا اور کوئی حدیث بیان کرتے نہیں سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے کئی اصحاب جن میں سعد رضی اللہ عنہ بھی تھے (دسترخوان پر بیٹھے ہوئے تھے) لوگوں نے گوشت کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو ازواج مطہرات میں سے ایک زوجہ مطہرہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے آگاہ کیا کہ یہ سانڈے کا گوشت ہے۔ سب لوگ کھانے سے رک گئے، پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کھاؤ (آپ نے کلوا فرمایا یا اطعموا) اس لیے کہ حلال ہے یا فرمایا کہ اس کھانے میں کوئی حرج نہیں البتہ یہ جانور میری خوراک نہیں ہے۔ مجھ کو اس کے کھانے سے ایک قسم کی نفرت آتی ہے۔

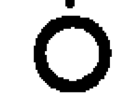


شرح بخاری

قولہ "أَرَأَيْتَ حَدِيثَ الْحَسَنِ" امام شعبی کا مطلب یہ ہے کہ حسن بصری تابعی ہونے کے باوجود بکثرت احادیث بیان کرتے ہیں جس میں غلطی کا امکان ہوتا ہے جب کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صحابی ہونے کے باوجود بہت احادیث بیان نہیں کرتے تھے اور یہ ان کا انتہائی احتیاط تھا۔

قولہ "فَنَادَتْهُمُ امْرَأَةٌ" یہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا تھیں جنہوں نے انہیں بتادیا کہ یہ سانڈھے کا گوشت ہے تو انہوں نے کھانے سے ہاتھ روک لئے، تب آپ نے انہیں کھانے کی اجازت دی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے کہ ایک عورت کے بتانے سے کہ یہ سانڈھے کا گوشت ہے، انہوں نے اپنے ہاتھ کھانے سے روک لئے، اور سب نے ان کی خبر کو تسلیم کیا، جس سے ثابت ہوا کہ ثقہ عورت کی خبر بھی قابل قبول ہے۔







(۹۷) كِتَابُ الِاعْتِصَامِ بِالكِتَابِ وَالسُّنَّةِ

اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کا بیان

اعتصام، افتعال کے وزن پر عصمت سے لیا گیا ہے، جس کا معنیٰ منع کرنا اور روکنا ہے، اور عاصم سے مراد روکنے والا اور بچانے والا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے "لا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللهِ إِلا مَنْ رَحِمَ"① یعنی نوح علیہ السلام نے کہا آج اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر اس نے رحم کیا۔

اور اعتصام سے مراد کسی چیز کو مضبوطی سے تھام لینا ہے، کرمانی نے کہا ہے یہ ترجمہ باب اللہ تعالیٰ کے قول "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا"② سے اخذ کیا گیا ہے کیونکہ "حَبْلُ اللهِ" سے مراد کتاب وسنت ہیں، اور کتاب وسنت کو بطور استعارہ حبل اللہ کہا گیا ہے۔ اس لیے کہ "حَبْل" کا استعمال اجسام میں ہوتا ہے، اور اسے معانی میں استعمال کرنا مجاز اور استعارہ کے قبیل سے ہے، اور حبل اللہ سے مراد قرآن وحدیث ہیں جیسا کہ ایک لمبی حدیث میں جو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، قرآن کریم کو حبل اللہ کہا گیا ہے، "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فتنوں کا ذکر کیا اور ان کی سختی بیان کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول "ما المَخرَجُ منها؟" ان سے بچنے کا راستہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا" كتابُ اللهِ فيه حديث ما قبلَكم ونبأ ما بعدَكم وفصلُ ما بينكم، من تركه من جبّارٍ قصمه اللهُ، ومن تتبع الهدى في غيرِهِ أضلَّهُ اللهُ وهوَ حبلُ اللهِ المتينُ والذِّكرُ الحكيمُ والصِّراطُ المستقيمُ هوَ الَّذي لمّا سمعتهُ الجنُّ قالت ﴿إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا﴾ هوَ الَّذي لا تختلفُ بهِ الألسنُ ولا يُخلِقُه كثرةُ الرَّدِّ"③

اور سنت نبوی قرآن کریم کا بیان ہے اور بیانِ قرآن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت میں شامل ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نزلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ"④

لہٰذا حبل اللہ سے کتاب وسنت دونوں مراد ہیں، ہر وہ چیز جو تجھے مقصود تک پہنچائے اسے حبل کہا جاتا ہے جیسے رسی کنویں سے پانی حاصل کرنے کا سبب بنتی ہے، ایسے ہی کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونا عذاب الٰہی سے نجات کا باعث ہے۔

اگر کوئی شخص کنویں میں گر جائے تو اسے نکالنے کے لیے رسی لٹکائی جاتی ہے، وہ اسے تھام لے تو اس مشکل سے چھٹکارا

---

① سورۃ ھود: ۴۳
② آل عمران: ۱۰۳
③ المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۶۰
④ النحل: ۴۴

حاصل کریگا، لیکن اگر وہ رسی کو نہیں تھامے گا تو کنویں میں ہی بھوکا پیاسا ہلاک ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ نے بھی آسمان سے زمین والوں کے لئے کتاب وسنت کی رسی لٹکادی ہے جو ان پر عمل پیرا ہو کر پوری زندگی بسر کرے گا وہ جہنم کی آگ سے نجات پا جائے گا اور جس نے کتاب وسنت کو پس پشت ڈال کر زندگی گزاری وہ جہنم کی آگ کا ایندھن بنایا جائیگا، لہٰذا کتاب وسنت کی رسی کو تھام کر زندگی بسر کرنا نجات کے لئے از حد ضروری ہے۔

ترجمہ باب میں ذکر ہونے والے لفظ کتاب سے مراد قرآن کریم ہے اور سنت سے مراد نبی اکرم ﷺ کے اقوال وافعال اور تقریرات ہیں، گویا قرآن کریم کے علاوہ نبی کریم علیہ السلام کی تمام احادیث کو سنت کہا گیا ہے، ہر انسان کو چاہیے کہ کتاب وسنت پر عمل کرے، یہ دیکھنا ضروری نہیں کہ اس حکم کی علت اور حکمت کیا ہے فیصلہ علت یا حکمت کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ الفاظ کی بنا پر فیصلہ ہوتا ہے اس بات پر قائسین اور غیر قائسین سب کا اتفاق ہے کہ کتاب وسنت کے الفاظ کے مفہوم کے مطابق عمل کرنا چاہیے، حکمت معلوم ہو یا نہ ہو، ہاں اگر اس کے خلاف دلیل آجائے تو وہاں حقیقت حال واضح ہونے تک توقف کیا جائے گا، احناف کے ہاں حدیث سے قرآن کے عام کی تخصیص اور مطلق کی تقیید نہیں ہو سکتی تو قیاس سے بالاولیٰ تخصیص یا تقیید نہیں ہونی چاہیے۔ ①



﴿1﴾ دین اسلام ایک مکمل دین ہے اور دین کے مکمل ہونے کا اعلان اللہ تعالیٰ نے کسی دیگر نبی یا رسول کے لئے نہیں کیا تکمیل دین کا اعلان اللہ تعالیٰ نے صرف رحمت عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے ہی کیا ہے، خاتم النبیین ﷺ پر جو دین لوگوں کی ہدایت کے لئے دینا تھا پورا اور مکمل ہو چکا ہے اور اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی گئی اور آپ پر یہ آیت نازل کر دی گئی "اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِينًا" (المائدہ:۳) اور دین جو اللہ تعالیٰ کے ہاں معتبر ہے وہ اسلام ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللهِ الإِسْلاَمُ" (آل عمران:۱۹) اور جو شخص بھی اسلام کو چھوڑ کر کسی دیگر مذہب کو دین بنائے گا اور اپنے عقائد واعمال کو اسلام سے ہٹ کر کسی دیگر سماوی یا غیر سماوی مذہب کے مطابق اپنائے گا، وہ عقائد واعمال اس سے ہرگز قبول نہیں کئے جائیں گے، ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ" (آل عمران:۸۵) اور جو شخص بھی دین اسلام کو چھوڑ کر کسی بھی دیگر مذہب کا طلبگار ہو گا وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائیگا اور ایسا کرنے والا آخرت کے دن خسارہ اور نقصان اٹھائے گا۔

دین اسلام وحی کا نام ہے، لہٰذا جو چیز وحی ہے وہ دین ہے اور جو چیز وحی نہیں وہ دین نہیں ہو سکتی اور کتاب وسنت کے علاوہ کوئی چیز وحی نہیں ہے، لہٰذا کتاب وسنت کے علاوہ کوئی چیز قابل اتباع نہیں ہے۔



دین اسلام پوری انسانیت کے لیے انسانوں کے خالق اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ دستور حیات ہے جسے اپنانا اور اس کے اصول وضوابط کے مطابق زندگی بسر کرنا تمام انسانوں پر فرض اور ضروری ہے، کیونکہ یہ ان کے خالق کا دین ہے، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تو اس دین اسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں تک پہنچانے والے ہیں، جب کہ یہ ضابطہ حیات اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے تو اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ تمام بندے اس کے مطابق اپنی پوری زندگی گزارنے کے پابند ہیں یہی وہ دین ہے جو

شرح بخاری

حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور اسے اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ﷺ پر مکمل کر دیا گیا اور چونکہ اس دین اسلام کو اللہ تعالیٰ کے ہاں قیامت تک کے لئے باقی رکھنا منظور تھا اس لئے اسے ترمیم و تحریف سے محفوظ رکھنے کی ذمہ داری لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ" (الحجر:۹) اس نصیحت نامہ کو ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے، یہاں یہ بات بڑی غور طلب ہے کہ یہودیت اور عیسائیت کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے نہیں لی اور نہ ہی ان کے مکمل ہونے کا اعلان کیا ہے، جب کہ دین اسلام کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی ہے اور اس کی تکمیل کا بھی اعلان کر دیا، اس کی وجہ یہی ہے کہ یہودیت اور عیسائیت وقتی مذاہب تھے جو کچھ عرصہ باقی رکھ کر منسوخ ہونے والے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بھی ان کے مکمل ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی ان کی حفاظت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے اور ان مذاہب کے پیروکار اپنی خواہشات کے مطابق ان میں ترمیمات و تحریفات بھی کرتے رہے جیسا کہ قرآن کریم ان کی ہونے والی تحریفوں کی گواہی دیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے "مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ" (النساء:۴۶) یہود میں سے وہ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کلمات کو ان کی جگہوں سے بدل دیتے ہیں، نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے "فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ" (المائدۃ:۱۳)

ان (بنی اسرائیل) کے اپنا معاہدہ توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت بنا دیا، وہ کلام الٰہی کو اس کی جگہ سے بدل دیتے ہیں۔

مگر محمد رسول اللہ ﷺ کا دیا ہوا دین اسلام تحریف و ترمیم سے مبرا اور پاک ہے اور کاملیت کے وصف سے متصف ہے، پہلی امتوں کے سامنے ان کی طرف مبعوث ہونے والے انبیاء کرام نے اس زمانہ کے مناسب حال اخلاقِ عالیہ اور روشن صفات کا بلند ترین معجزانہ نمونہ پیش کیا، لیکن سید سلمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ضرورت تھی ایک ایسے راہنما اور رہبر کی جو اس سرے سے لیکر اس سرے تک پوری راہ کو اپنی ہدایات اور عملی مثالوں سے روشن کر دے، گویا وہ ہمارے ہاتھوں میں اپنی عملی زندگی کا مکمل گائڈ بک دیدے جسے لیکر اس کی تعلیم و ہدایت کے مطابق دنیا کا ہر مسافر بے خطر اپنی منزلِ مقصود کو معلوم کر لے اور یہ راہنما و رہبر سلسلہ انبیاء علیہم السلام کے آخری فرد حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ ہیں، جن سے متعلق قرآن نے کہا ہے۔

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا" (الاحزاب:۴۵،۴۶) اے پیغمبر اسلام ہم نے آپ کو لوگوں پر گواہی دینے والا نیکوں کو خوشخبری دینے والا اور (غافلوں کو) ڈرانے والا اور اللہ کی طرف بلانے والا اور ہدایت کی روشنی پھیلانے والا سراج منیر بنا کر بھیجا ہے۔

وہ مزید لکھتے ہوئے کہتے ہیں، ہم (مسلمان) تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا ادب و احترام کرتے ہیں اور ان کے سچے پیغمبر ہونے پر یقین رکھتے ہیں، لیکن بفحوائے "تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ" فضیلت و دوام، بقاء ختم نبوت اور آخری کامل انسانی سیرت ہونے کی حیثیت سے محمد رسول اللہ ﷺ کو جو خاص شرف عطا ہوا ہے، وہ دیگر انبیاء کو اسلئے مرحمت نہیں ہوا کہ ان کو دائمی اور آخری داعی اور خاتم نبوت نہیں بنایا گیا تھا ان کی سیرتوں کا مقصد ایک خاص قوم کو ایک خاص زمانہ تک نمونہ مہیا کرنا تھا، اس لئے اس زمانہ کے بعد وہ بتدریج دنیا سے مفقود ہو گئیں، غور کرو کہ دنیا میں ہر ملک و قوم میں ہر زمانہ اور ہر زبان

میں لاکھوں انسان اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر تشریف لائے، ایک اسلامی روایت کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اور رسول آئے، مگر آج ان میں سے کتنوں کے نام ہم جانتے ہیں؟ اور ان میں کتنوں کے حالات زندگی کا ہمیں علم ہے؟ (خطبات مدارس: ۴۴)

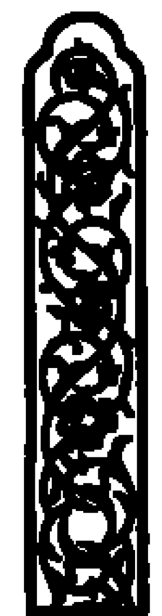
اس کے برعکس جس پیغمبر کے دین کو اللہ تعالیٰ نے قیام قیامت تک باقی رکھنا تھا، اور جسے ساری انسانیت کے لیے اسوہ حسنہ بنانا تھا، اس کی پوری زندگی کے حالات کو خاص کر اس کی نبوی زندگی کے تمام معاملات کو محفوظ رکھا گیا ہے، پیغمبر اسلام ﷺ سے پہلے آنے والے نبیوں اور رسولوں میں سے کسی کی نبوت کو اللہ تعالیٰ کے ہاں دوام حاصل نہیں تھا بلکہ ان سب کی نبوت یا رسالت مخصوص اور محدود وقت کے لئے تھی اس لئے ان میں سے کسی نبی یا رسول کی زندگی کے معمولات محفوظ نہیں رہے، سابقہ انبیاء میں سے زیادہ مشہور اور نبی اکرم ﷺ کے زیادہ قریب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، اور کسی بھی نبی کی اتباع اور پیروی سے مراد یہ بات ہوتی ہے کہ اس کی امت اپنے نبی کی زندگی کے ہر کام میں اس کے نقش قدم پر چلے اور یہ تب ممکن ہے جب کہ اس نبی کی زندگی کے تمام حالات اور معاملات ریکارڈ پر موجود ہوں، لیکن تعجب کی بات ہے کہ سابقہ تمام انبیاء کرام کی زندگیوں کے احوال و اعمال ہی ناپید ہیں تو ان کی اتباع کیسے کی جا سکتی ہے؟

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں، انبیاء سابقین میں سے سب سے مشہور زندگی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہے موجودہ تورات کے مستند یا غیر مستند ہونے کی بحث سے قطع نظر تورات کی پانچوں کتابوں سے ہمیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے جس قدر اجزاء ملتے ہیں وہ یہی ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو کر فرعون کے گھر میں پرورش پاتے ہیں جوان ہو کر فرعونیوں کے مظالم کے خلاف بنی اسرائیل کی ایک، دو موقعوں پر مدد کرتے ہیں، پھر مصر سے بھاگ کر مدین آتے ہیں، یہاں شادی ہوتی ہے اور معتد بہ زمانہ تک یہاں زندگی بسر کر کے مصر واپس جاتے ہیں، نبوت سے سرفراز ہوتے ہیں، پھر فرعون کے پاس پہنچتے ہیں اسے معجزات دکھاتے ہیں اور بنی اسرائیل کو مصر سے لے جانے کی رخصت چاہتے ہیں اس کی رخصت نہیں ملتی، بالآخر اس کی غفلت میں اپنی قوم کے ساتھ نکل جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندر میں گزرنے کی انہیں راہ مل جاتی ہے، فرعون غرق ہو جاتا ہے اور وہ اپنی قوم کو لے کر شام کو چلے جاتے ہیں، کافر باشندوں سے لڑائیاں پیش آتی ہیں، اس حالت میں جب بہت بوڑھے ہو جاتے ہیں تو ایک پہاڑی پر اُن کی وفات ہو جاتی ہے۔ (خطبات مدارس: ۴۰)



تورات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ مختصر سا تعارف ملتا ہے جس میں ان کی پیدائش جوانی میں ہجرت اور شادی اور نبوت حاصل ہونے کے واقعات ہیں اور یہ شخصی حالات ہیں، جب کہ موسیٰ علیہ السلام کی اتباع اور پیروی کے لئے ضروری ہے کہ پیروکار کو معلوم ہو کہ وہ عبادت کیسے کرتے تھے، اور معاملات کیسے سرانجام دیتے تھے ان کی سیاست، معیشت اور معاشرت کے اصول کیا تھے ان کے لینے، دینے، سونے، جاگنے اور کھانے، پینے کے آداب کیا تھے جب کہ ان کے بارہ میں ان باتوں کا علم ہی نہ ہو تو ان کی پیروی کا دعویٰ کیسے کیا جا سکتا ہے۔؟

اسلام کے سب سے زیادہ قریب زمانہ والے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، جن کے پیروکار اہل یورپ کی مردم شماری کے مطابق دیگر مذاہب والوں سے تعداد میں زیادہ ہیں، مگر یہ حیرت کی بات ہے کہ عیسائیوں کے پیغمبر کی زندگی کے اجزاء دوسرے پیغمبروں سے سب سے زیادہ کم ہیں۔



سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اس بارہ میں لکھتے ہیں، ہمیں ان کی تاریخی زندگی کے صرف یہ حصے معلوم ہوتے ہیں کہ وہ پیدائش کے بعد مصر لائے گئے، لڑکپن میں دو معجزے دکھائے، اس کے بعد وہ غائب ہو جاتے ہیں، اور پھر یک بیک تیس برس کی عمر میں بپتسمہ دیتے اور پہاڑوں اور دریاؤں کے کنارے ماہی گیروں کو وعظ کہتے نظر آتے ہیں، چند شاگرد تیار ہوتے ہیں، پھر یہودیوں سے چند مناظرے ہوتے ہیں، یہودی انہیں گرفتار کروا دیتے ہیں،، رومی گورنر کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوتا ہے اور سولی دے دی جاتی ہے، تیسرے دن ان کی قبر ان کی لاش سے خالی نظر آتی ہے۔ (خطبات مدارس: ص، ۴۲)

غور فرمایئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا پچیس، تیس برس کا غیبت کا زمانہ کہاں اور کیسے گزرا، کوئی پتہ نہیں، اور ان کے بارہ میں مذکورہ چند شخصی حالات کے پیش نظر زندگی بھر کے معاملات میں ان کی پیروی کی ہی نہیں جا سکتی، حقیقی بات یہ ہے کہ اہل اسلام کے علاوہ یہودی ہوں یا عیسائی بلکہ تمام مذاہب کے پیروکار اللہ تعالیٰ کے فرستادہ نبیوں اور رسولوں کی اتباع اور پیروی نہیں کر رہے، بلکہ اپنے مذہبی، پیشواؤں، پادریوں اور گرووں وغیرہ کی باتوں کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں، سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے "اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لا إِلَهَ إِلا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ" (التوبۃ: ۳۱) ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے مذہبی پیشواؤں اور رہبروں درویشوں کو رب بنالیا ہے اور مریم بیٹے مسیح کو بھی (خدا بنالیا) حالانکہ انہیں صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہ پاک اور منزہ ہے ان کے بنائے ہوئے شریکوں سے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سے بخوبی ہو جاتی ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ توبہ کی مذکورہ آیت تلاوت کی تو میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول یہود و نصاریٰ نے اپنے عالموں اور درویشوں کی عبادت تو نہیں کی، تو آپ نے فرمایا کیا ان کے عالموں اور درویشوں نے ان کے لئے (اللہ تعالیٰ کی شریعت سے ہٹ کر) جس چیز کو حلال قرار دیا یا اسے حرام قرار دیا، انہوں نے اسے حلال یا حرام نہیں سمجھا، کہاں یہ تو ہے آپ نے فرمایا: "یہی ان کی عبادت کرنا ہے" (سنن ترمذی: ۳۰۹۵)

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے بھی انبیاء اور رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی نبی اور رسول نہیں ہے جس کی نبوی زندگی کے تمام حالات اور معاملات ریکارڈ پر موجود ہوں، لہٰذا ان کی اتباع واطاعت کرنا ممکن ہی نہیں ہے، ہاں آخری نبی اور رسول سرور کونین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی شخصیت ہیں جن کی زندگی کے خاص طور پر نبوی زندگی کے تمام احوال و اعمال اور تمام عبادات و معاملات پوری تفاصیل کے ساتھ ریکارڈ پر ویسے ہی موجود ہیں جیسے صدیوں پہلے آپ سے صادر ہوئے ہیں، آپ سے متعلق چھوٹے مسائل سے لے کر بڑے سے بڑے مسائل و احکام تک عادل و ضابط اور معتبر رواۃ کے بیان کرنے سے احادیث کی کتابوں میں علماء و محدثین نقل کرتے اور انہیں روایت کرتے چلے آ رہے ہیں اور یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے اذن سے جاری و ساری رہے گا، لہٰذا اہل اسلام ساری دنیا کے قدیم اور جدید مذہب والوں کو علیٰ وجہ البصیرت تحدی کی صورت میں واشگاف طور پر کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص کائنات کے خالق و مالک اللہ رب العزت کے حکم کو مانتے ہوئے اس کے بھیجے ہوئے پیغمبر کی اتباع اور اطاعت میں اپنی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے وہ انبیاء اور

رسولوں کے امام ھادی کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی اختیار کرلے، یہی اخروی زندگی میں نجات کا راستہ ہے اور خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع واطاعت میں پوری زندگی کے معاملات کو سرانجام دینا ممکن ہے، کیونکہ آپ کی تیئیس سالہ نبوی زندگی کی کتاب دوپہر کے سورج کی طرح بالکل واضح اور مکمل موجود ہے، آپ کے چھوٹے امور سے لے کر بڑے مسائل واحکام تک کتاب وسنت میں مذکور ہیں، سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ہمارے پیغمبر ﷺ کے ذاتی حالات جاننے کے لئے اور ان میں آپ کی اتباع کرنے کے لئے "شمائل ترمذی" کے ابواب پڑھ لیجئے جس میں ذکر ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک کیسا تھا، اس میں آپ کے بالوں کا بیان ہے اور یہ بھی کہ آپ کنگھی کیسے کرتے تھے، اور آپ کے سرمہ لگانے کا بیان، آپ کے لباس کا بیان، آپ نے زندگی کیسے بسر کی، آپ کے موزوں کا بیان، جوتے کا بیان، انگوٹھی کا بیان، آپ کی تلوار کا بیان، آپ کی زرہ کا بیان، خود کا بیان، آپ کے عمامہ کا بیان، آپ کی چال اور گفتار کا بیان، آپ کے تکیہ اور بستر کا بیان، آپ کے کھانے، پینے کا بیان، گوشت اور سالن کا بیان، آپ کے وضوء کا بیان، کھانے سے پہلے اور پیچھے دعاء پڑھنے کا بیان، آپ کی خوشبو کا بیان، آپ بات کیسے کرتے تھے، آپ کے سونے اور بیدار ہونے کا بیان، آپ کی عبادت کا بیان، مزاح اور تبسم کا بیان، گھر میں نفلی عبادت اور نفلی روزے رکھنے کا بیان، قرآن کیسے پڑھتے، آپ کی تواضع کا بیان، آپ کی حجامت کا بیان، آپ کے اسماء واخلاق کا تذکرہ، عمر اور آپ کی وفات کا بیان، قدوصورت کا بیان، بیویوں سے حسن سلوک، مہر نبوت وغیرہ کا ذکر۔ (خطبات مدارس: ۴۳-۷)

پیغمبر اسلام کی زندگی کا کوئی گوشہ پردہ میں نہیں ہے، بلکہ آپ کی زندگی کا ہر پہلو صاف اور روشن ہے، پیغمبر اسلام کے بیان کردہ کبار مسائل کا مشاہدہ کرنا ہو تو کسی ایک کتاب حدیث کی فہرست پر ہی نظر ڈال لیں تو آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ آپ نے کس تفصیل کے ساتھ عقائد وایمانیات کو، عبادت وریاضت کی تفصیلات کو، علم کی ضرورت اور اس کے آداب کو، بیع وشراء اور خرید وفروخت جیسے معاملات کو حیض ونفاس اور عورتوں کے مخفی مسائل کو کسب حلال کی اہمیت اور حرام پیشوں سے اجتناب کو، سود اور ذخیرہ اندوزی کی ممانعت کو، نکاح وطلاق اور منکوحات سے حسن سلوک کو، معاشرے میں بدامنی کا سبب بننے والوں چوروں، لٹیروں اور قاتلوں کی حدود اور سزاؤں کو امارت وخلافت کے اصول وضوابط کو، قاضی اور جج کے واجبات اور شہادت کے احکام کو موت کے بعد روح پر بیتنے والے حالات کو دنیا کی بے ثباتی اور قیامت کے بعد پیش آنے والے مناظر کو تعلق باللہ کی ضرورت واہمیت کو طہارت ونظافت کی تشریحات اور پانی سے متعلقہ مسائل کو، قیامت کی علامات حساب وکتاب، میزان اور جنت ودوزخ کی تفصیلات کو احسن انداز میں بیان فرمایا ہے۔

اللہ رب العزت کی طرف سے خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل شدہ دین اسلام جب کہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو شامل ہے اور اس میں دار دنیا، دار برزخ اور دار آخرت سے متعلق مکمل ہدایات اور راہنمائی پائی جاتی ہے تو ہم تمام دنیا کے غیر مسلموں کو یہود و نصاریٰ کو ہندوؤں اور سکھوں کو، چینیوں، جاپانیوں کو اور یورپ کے تمام حق کے متلاشی لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ حسد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر وقت ضائع کئے بغیر دین اسلام کو قبول کرنے کی سعادت حاصل کرنے کی طرف سبقت کریں، کیونکہ یہی وہ نظام حیات ہے جسے کائنات کے خالق نے اپنے تمام بندوں تک پہنچانے کے لیے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو منتخب فرمایا ہے اگر دنیا والے اس راہ نجات سے برگشتہ ہو کر اور اسے چھوڑ کر دنیا سے کوچ کر گئے تو آخرت کے

(۹۷) كِتَابُ الِاعْتِصَامِ بِالكِتَابِ وَالسُّنَّةِ

اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت رسول اللہ ﷺ کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کا بیان

اعتصام، افتعال کے وزن پر عصمت سے لیا گیا ہے، جس کا معنیٰ منع کرنا اور روکنا ہے، اور عاصم سے مراد روکنے والا اور بچانے والا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے "لا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللهِ إِلا مَنْ رَحِمَ" [1] یعنی نوح علیہ السلام نے کہا آج اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر اس نے رحم کیا۔

اور اعتصام سے مراد کسی چیز کو مضبوطی سے تھام لینا ہے، کرمانی نے کہا ہے یہ ترجمہ باب اللہ تعالیٰ کے قول "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا" [2] سے اخذ کیا گیا ہے کیونکہ "حَبْلُ اللهِ" سے مراد کتاب وسنت ہیں، اور کتاب وسنت کو بطور استعارہ حبل اللہ کہا گیا ہے۔ اس لیے کہ "حَبْل" کا استعمال اجسام میں ہوتا ہے، اور اسے معانی میں استعمال کرنا مجاز اور استعارہ کے قبیل سے ہے، اور حبل اللہ سے مراد قرآن وحدیث ہیں جیسا کہ ایک لمبی حدیث میں جو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، قرآن کریم کو حبل اللہ کہا گیا ہے، "نبی اکرم ﷺ نے ایک دن فتنوں کا ذکر کیا اور ان کی سختی بیان کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول "ما المَخرَجُ منها؟" ان سے بچنے کا راستہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا "كتابُ اللهِ فيه حديث ما قبلَكم ونبأ ما بعدَكم وفصلُ ما بينكم، من تركه من جبّارٍ قصمه اللهُ، ومن تتبع الهدى في غيرِهِ أضلَّهُ اللهُ وهوَ حبلُ اللهِ المتينُ والذِّكرُ الحكيمُ والصِّراطُ المستقيمُ هوَ الَّذي لمّا سمعتهُ الجنُّ قالت ﴿إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا﴾ هوَ الَّذي لا تختلفُ بهِ الألسنُ ولا يُخلِقُه كثرةُ الرَّدِّ" [3]



اور سنت نبوی قرآن کریم کا بیان ہے اور بیانِ قرآن نبی اکرم ﷺ کے منصب نبوت میں شامل ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَأَنزلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نزلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ" [4]

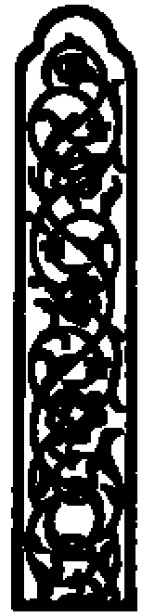
لہٰذا حبل اللہ سے کتاب وسنت دونوں مراد ہیں، ہر وہ چیز جو تجھے مقصود تک پہنچائے اسے حبل کہا جاتا ہے جیسے رسی کنویں سے پانی حاصل کرنے کا سبب بنتی ہے، ایسے ہی کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونا عذاب الٰہی سے نجات کا باعث ہے۔

اگر کوئی شخص کنویں میں گر جائے تو اسے نکالنے کے لیے رسی لٹکائی جاتی ہے، وہ اسے تھام لے تو اس مشکل سے چھٹکارا

دن بار بار خواہش کریں گے اور کہیں گے "يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ" کاش ہم دنیا میں ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بات مان لیتے (الاحزاب:٦٦)

لیکن یہ ایسی حسرت ہوگی جو آخرت کے دن کبھی بھی پوری نہیں ہوگی۔

1. سورۃ ھود:۴۳
2. آل عمران:۱۰۳
3. المعجم الکبیر للطبرانی:۱۶۰
4. النحل:۴۴



حاصل کریگا، لیکن اگر وہ رسی کو نہیں تھامے گا تو کنویں میں ہی بھوکا پیاسا ہلاک ہوجائے گا، اللہ تعالیٰ نے بھی آسمان سے زمین والوں کے لئے کتاب وسنت کی رسی لٹکادی ہے جوان پر عمل پیرا ہو کر پوری زندگی بسر کرے گا وہ جہنم کی آگ سے نجات پا جائے گا اور جس نے کتاب وسنت کو پس پشت ڈال کر زندگی گزاری وہ جہنم کی آگ کا ایندھن بنایا جائیگا، لہٰذا کتاب وسنت کی رسی کو تھام کر زندگی بسر کرنا نجات کے لئے ازحد ضروری ہے۔

ترجمہ باب میں ذکر ہونے والے لفظ کتاب سے مراد قرآن کریم ہے اور سنت سے مراد نبی اکرم ﷺ کے اقوال وافعال اور تقریرات ہیں، گویا قرآن کریم کے علاوہ نبی کریم علیہ السلام کی تمام احادیث کو سنت کہا گیا ہے، ہر انسان کو چاہیے کہ کتاب وسنت پر عمل کرے، یہ دیکھنا ضروری نہیں کہ اس حکم کی علت اور حکمت کیا ہے فیصلہ علت یا حکمت کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ الفاظ کی بنا پر فیصلہ ہوتا ہے اس بات پر قائسین اور غیر قائسین سب کا اتفاق ہے کہ کتاب وسنت کے الفاظ کے مفہوم کے مطابق عمل کرنا چاہیے، حکمت معلوم ہو یا نہ ہو، ہاں اگر اس کے خلاف دلیل آجائے تو وہاں حقیقت حال واضح ہونے تک توقف کیا جائے گا، احناف کے ہاں حدیث سے قرآن کے عام کی تخصیص اور مطلق کی تقیید نہیں ہوسکتی تو قیاس سے بالاولیٰ تخصیص یا تقیید نہیں ہونی چاہیے۔[1]

۷۲۶۸: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مِسْعَرٍ وَغَيْرِهِ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ لِعُمَرَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَوْ أَنَّ عَلَيْنَا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا لَاتَّخَذْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَيَّ يَوْمٍ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ نَزَلَتْ يَوْمَ عَرَفَةَ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ سَمِعَ سُفْيَانُ مِنْ مِسْعَرٍ وَمِسْعَرٌ قَيْسًا وَقَيْسٌ طَارِقًا.

ہم سے عبداللہ بن زبیر حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے مسعر بن کدام اور ان کے علاوہ (سفیان ثوری) نے ان سے قیس بن مسلم نے ان سے طارق بن شہاب نے بیان کیا کہ ایک یہودی (کعب احبار اسلام لانے سے پہلے) نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المؤمنین! اگر ہمارے یہاں سورۂ مائدہ کی یہ آیت نازل ہوتی کہ "آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کردیا اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین کے پسند کرلیا۔" تو ہم اس دن کو عید (خوشی) کا دن بنالیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ آیت کس دن نازل ہوئی تھی۔ عرفہ کے دن نازل ہوئی اور جمعہ کا دن تھا۔ امام بخاری نے کہا یہ روایت سفیان نے مسعر سے سنی۔ مسعر نے قیس سے سنا اور قیس نے طارق سے۔

قولہ "اَلْیَوْمَ أَکْمَلْتُ لَکُمْ دِینَکُمْ" اور دین کتاب وسنت میں مکمل آگیا ہے جس میں کوئی کمی باقی نہیں رہی اور اکمالِ دین سے کیا مراد ہے؟ اس میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ اکمال دین سے مراد حکومت حاصل ہونا ہے؛ کیونکہ بعض احکام کا تعلق حکومت سے ہے، جب تک حکومت حاصل نہ ہوان پر عمل کرنا ممکن نہیں تھا لہٰذا تمہیں اسلامی حکومت ملنے سے دین کی تکمیل ہوگئی ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اکمالِ دین سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی راہنمائی کے لیے جس قدر احکام نازل کرنا تھے وہ نازل کردیئے ہیں لہٰذا دین مکمل ہوچکا ہے، یہ مراد نہیں کہ جتنے احکام تھے سارے بتادیے ہیں بلکہ جن احکام کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے کی بندوں کو ضرورت تھی وہ احکام نازل ہوگئے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس احکام بھی نازل ہوجاتے تب بھی دین مکمل تھا جبکہ اب تو ہزاروں احکام آگئے ہیں لہٰذا دین مکمل ہے۔

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جب دین مکمل ہوچکا ہے تو اب قیاس کی کوئی ضرورت نہیں ہے؛ کیونکہ اگر قیاس کی ضرورت ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دین کامل نہیں ہے اس لیے ابن حزم قیاس کا قائل نہیں ہے، اس نے کہا ہے حدیث میں ہے "إنَّ اللّٰہَ فرضَ فرائضَ فلا تضیّعوها وحدَّ حدودًا فلا تعتدوها وسَكتَ عن أشياءَ رحمةً لَكم غيرَ نسيانٍ فلا تبحثوا عنها"[1] یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے انہیں بجالاؤ، اور جن چیزوں سے روکا ہے ان سے رک جاؤ اور جن چیزوں سے سکوت اختیار کیا ہے ان کی کرید نہ کرو، یعنی وہ معاف ہیں، اس میں سارا دین آگیا ہے لہٰذا جو چیز بھی درپیش ہو اگر وہ مأمور بہ ہو تو وہ فرض ہے، اور اگر وہ منہی عنہ ہے تو حرام ہے، ان کے علاوہ ہو تو وہ مباح ہے؛ اس کا کرنا یا نہ کرنا جائز ہے اس کے بارہ میں کرید نہ کرو، یہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال ہے۔ دوسرے علماء بھی اس سے اتفاق کرتے ہیں، لیکن وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک چیز مأمور بہ ہے یا منہی عنہ ہے اور اس کی نظیر موجود ہو تو اس کا اس سے الحاق کیا جائے گا اور اگر اس کی نظیر موجود نہ ہو تو پھر سکوت کیا جائے گا، ورنہ نظیر کا وہی حکم ہوتا ہے جو اصل کا ہو۔ رحمۃ اللہ علیہ



قولہ "قَالَ رَجُلٌ" ایک یہودی نے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا اگر یہ آیت جو تکمیل دین سے متعلق ہے، ہم یہود پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن ہر سال عید مناتے، کیونکہ اس آیت میں کمالِ دین کی عظیم خبر دی گئی ہے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو ہم پر اتارا ہی عید کے دن ہے، لہٰذا ہمیں اپنی طرف سے عید کی بدعت گھڑنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، اس لیے کہ یہ آیت جمعہ کے دن میدان عرفات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی اور جمعہ کا دن عید زمانی ہے اور اہلِ اسلام ہر جمعہ کے دن مساجد میں جمع ہوکر جمعہ ادا کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں جس نے اس آیت کو نازل فرمایا ہے اور ہر سال میدان عرفات میں حج کے لیے جمع ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے فریضہ حج ادا کرتے ہیں اور یہ اہلِ اسلام کی عید مکانی ہے۔





لہٰذا دین مکمل ہے اور اس میں کوئی کمی اور نقص نہیں ہے۔ جو امر بھی درپیش ہوگا اس کا اگر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو وہ فرض ہوگا اور اگر اس سے منع کیا ہے تو حرام ہوگا، ورنہ جائز ہوگا، اس طرح دین میں سارے احکام آگئے ہیں۔



[1] فتح الباری: ج۱۳، ص۲۶۶، المعجم الأوسط: ۷۴۶۱

قولہ " سَمِعَ سُفْيَانُ مِنْ مِسْعَرٍ " امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بتانا چاہتے ہیں کہ مذکورہ سند میں ذکر ہونے والا عنعنہ سماع پر محمول ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مذکورہ سند میں ہر راوی کے اپنے مروی عنہ سے سماع کا علم تھا اس لیے اسے ذکر کیا ہے۔

۷۲۶۹: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ الْغَدَ حِينَ بَايَعَ الْمُسْلِمُونَ أَبَا بَكْرٍ وَاسْتَوَى عَلَى مِنْبَرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشَهَّدَ قَبْلَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ أَمَّا بَعْدُ فَاخْتَارَ اللَّهُ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي عِنْدَهُ عَلَى الَّذِي عِنْدَكُمْ وَهَذَا الْكِتَابُ الَّذِي هَدَى اللَّهُ بِهِ رَسُولَكُمْ فَخُذُوا بِهِ تَهْتَدُوا وَإِنَّمَا هَدَى اللَّهُ بِهِ رَسُولَهُ.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے عقیل بن خالد نے' ان سے ابن شہاب نے اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے وہ خطبہ سنا جو انہوں نے وفات نبوی کے دوسرے دن پڑھا تھا جس دن مسلمانوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر چڑھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پہلے خطبہ پڑھا پھر کہا' اما بعد! اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لیے وہ چیز (آخرت) پسند کی جو اس کے پاس تھی اس کے بجائے جو تمہارے پاس تھی یعنی دنیا اور یہ کتاب اللہ موجود ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے رسول کو دین کا سیدھا راستہ بتلایا پس اسے تم تھامے رہو تو ہدایت یاب رہو گے یعنی اس راستے پر رہو گے جو اللہ نے اپنے پیغمبر کو بتلایا تھا۔



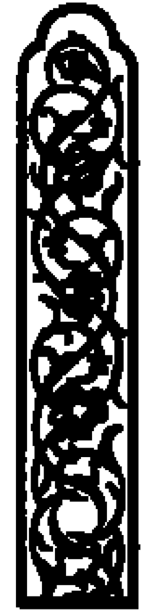
قولہ "لِمَا هَدَى اللَّهُ بِهِ رَسُولَهُ" اور اس راستے کی پیروی کرو جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو چلایا اور اس کی آپ کو راہنمائی کی ہے۔

شرح بخاری

اس حدیث میں بھی کتاب وسنت کا ذکر ہے جو دین اسلام کی اساس اور بنیاد ہیں ان کی ہدایات کے مطابق زندگی گزارنے والا ہی ہدایت یافتہ ہے اور ان کی تعلیمات سے روگردانی کرنے والا گمراہی کا شکار ہے۔

۷۲۷۰: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَمَّنِي إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ.

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا' ان سے خالد حذاء نے' ان سے عکرمہ نے' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا اے اللہ! اسے قرآن کا علم سکھا۔



قولہ "اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ" اور حدیث نبوی کتاب اللہ سے الگ چیز نہیں ہے، بلکہ وہ قرآن کریم کا بیان ہے جس سے کتاب اللہ کے مطالب ومفاہیم واضح ہوتے ہیں ان دونوں کی راہنمائی میں زندگی گزارنے والا ہی نجات پانے والا ہے۔ اور انہیں چھوڑنے والا جہنم رسید ہونے والا ہے۔

۷۲۷۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ عَوْفًا أَنَّ أَبَا الْمِنْهَالِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَرْزَةَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ يُغْنِيكُمْ أَوْ نَعَشَكُمْ بِالْإِسْلَامِ وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو عَبْد اللّٰهِ وَقَعَ هَاهُنَا يُغْنِيكُمْ وَإِنَّمَا هُوَ نَعَشَكُمْ يُنْظَرُ فِي أَصْلِ كِتَابِ الْاِعْتِصَامِ.

ہم سے عبداللہ بن صباح نے بیان کیا' کہا ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا' کہا کہ میں نے عوف اعرابی سے سنا' ان سے ابوالمنہال نے بیان کیا' انہوں نے ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ غنی کر دیا ہے یا بلند درجہ کر دیا ہے۔

قولہ "نَعَشَكُمْ" "أي رفعكم" یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کے ساتھ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی کے ساتھ مستغنی اور بلند مرتبہ کر دیا ہے، ان کے ہوتے ہوئے تمہیں کسی اور کی ضرورت نہیں ہے۔

قولہ "يُنْظَرُ فِي أَصْلِ كِتَابِ الْاِعْتِصَامِ" امام بخاری نے صحیح بخاری کے کتاب الاعتصام کے علاوہ بھی اس سے الگ ایک "کتاب الاعتصام" لکھی تھی، جس سے اپنی صحیح میں وہ احادیث نقل کی ہیں جو ان کی شرطوں کے مطابق ہیں، اس لیے کہہ رہے ہیں کہ یہاں اگرچہ "يُغْنِيكُمْ" آیا ہے، لیکن یہ لفظ "نَعَشَكُمْ" ہے لہٰذا اصل کتاب الاعتصام کی طرف رجوع کیا جائے تو اس میں بھی یہی لفظ ملے گا۔

۷۲۷۲: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَتَبَ إِلَى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ يُبَايِعُهُ وَأُقِرُّ لَكَ بِذَلِكَ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ عَلَى سُنَّةِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ فِيمَا اسْتَطَعْتُ.

ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن دینار نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عبدالملک بن مروان کو خط لکھا کہ وہ اس کی بیعت قبول کرتے ہیں اور یہ لکھا کہ میں تیرا حکم سنوں گا اور مانوں گا بشرطیکہ اللہ کی شریعت اور اس کے رسول کی سنت کے موافق ہو جہاں تک مجھ سے ممکن ہو گا۔

جب عبدالملک بن مروان خلیفہ بنا تو حضرت عبداللہ بن عمر نے اس کی تحریری بیعت کرتے ہوئے اسے خط لکھا کہ میں اللہ کے بندے امیر المومنین عبدالملک بن مروان کی سمع و طاعت پر بیعت کرتا ہوں، بشرط کہ اس کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق ہو میں اپنی طاقت کے مطابق اس پر عمل کروں گا اور میرے بیٹے بھی اس پر بیعت کرتے ہیں۔

(۱) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ میں جوامع الکلم کے ساتھ بھیجا گیا ہوں

۷۲۷۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدِي قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقَدْ ذَهَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتُمْ تَلْغَثُونَهَا أَوْ تَرْغَثُونَهَا أَوْ كَلِمَةً تُشْبِهُهَا.

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے سعید بن مسیب نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جوامع الکلم (مختصر الفاظ میں بہت سے معانی کو سمو دینا) کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور میری مدد رعب کے ذریعہ کی گئی اور میں سویا ہوا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے اس ہاتھ میں زمین کے خزانوں کی کنجیاں رکھ دی گئیں۔
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو چلے گئے اور تم مزے کر رہے ہو یا اسی جیسا کوئی کلمہ کہا۔



قولہ "بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ" یہ باب لا کر دراصل ایک سوال کا جواب دینا مقصود ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث کی نصوص محدود اور متناہی ہیں، اور قیامت تک پیش آنے والے حوادث غیر محدود اور غیر متناہی ہیں اور متناہی چیز، غیر متناہی پر کیسے مشتمل ہو سکتی ہے، اور محدود، غیر محدود کا کیسے احاطہ کر سکتا ہے؟ اس سوال کا یہ جواب دیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع کلمات دیئے گئے ہیں اور جوامع الکلم کی تفسیر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ سے کی ہے۔ "ان جوامع الكلم أن الله يجمع الأمور الكثيرة التي كانت تكتب في الكتب قبله في الأمر الواحد وا لأمرين أو نحو ذلك"①

شرح بخاری

یعنی جوامع الکلم سے مراد یہ ہے کہ بہت سے امور و مسائل جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کتابوں میں لکھے ہوئے تھے، ان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک یا دو جملوں میں جمع کر دیا ہے۔ لہٰذا قرآن کریم کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال بھی جامع ہیں، جیسے کہ آپ کا فرمان ہے، "كُلُّ محدثةٍ بدعةٌ" اور یہ جامع کلمہ ہے قیامت تک جتنے بھی نئے کام دین کے نام پر کیے جائیں گے وہ سب بدعت ہوں گے اور یہ کلمہ ان سب کو شامل ہوگا، اس کے بعد "كُلُّ بدعةٍ ضلالةٌ" کہہ کر بدعت کا حکم بھی بیان کر دیا کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔②

اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ متناہی چیز، غیر متناہی چیز پر کیسے مشتمل ہو سکتی ہے، جو لوگ قیاس کے قائل ہیں ان کی زبان سے ایسے لفظ صادر ہوتے رہتے ہیں کہ کتاب و سنت میں تو مسائل کا دسواں حصہ بھی نہیں ہے لہٰذا قیاس کی بڑی ضرورت



① صحیح بخاری: ۷۰۱۳ کتاب التعبیر

② اسی طرح آپ کا یہ فرمان "الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ" نیز آپ کا فرمان "لا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حتى يُحِبَّ لأَخِيهِ ما يُحِبُّ لِنَفْسِهِ" ایسے جامع کلمات ہیں کہ اگر سب لوگ ان پر عمل پیرا ہوں تو پورا معاشرہ امن کا گہوارہ بن سکتا ہے بلکہ پوری دنیا امن گاہ بن سکتی ہے۔

ہے، اور ایسے لفظ جو ان کی زبان سے نکلتے ہیں یہ ان کی بے سمجھی کی وجہ سے ہے، کتاب وسنت میں وہ تمام مسائل موجود ہیں جن کی انسانوں کو ضرورت ہے، جیسا کہ اس سے قبل یہ قاعدہ گزر چکا ہے کہ شارع کی طرف سے جس چیز کا حکم دیا گیا ہے وہ فرض ہے اور جس چیز سے منع کیا گیا ہے وہ حرام ہے، اس کے علاوہ باقی کا حکم جواز کا ہے، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اگر کسی چیز کی نظیر پائی جاتی ہے تو اس چیز کا اور اس کی نظیر کا حکم ایک ہی ہوگا؛ کیونکہ مثلین کا حکم ایک ہی ہونا چاہیے اور اگر دو چیزیں مثلین نہیں ہیں تو ان کا حکم الگ الگ ہوگا اور یہ بدیہی بات ہے، قرآن کریم میں ہے "فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ"[1] اس سے مراد یہ ہے کہ جیسے پہلی امتوں کے لوگوں نے برے کام کیے اور ان کا نتیجہ برا نکلا تم بھی اپنے آپ کو ان پر قیاس کرلو، لہٰذا تم بھی برے کام کروگے تو تمہارا نتیجہ بھی برا ہوگا، معلوم ہوا کہ امثال کا حکم ایک جیسا ہوتا ہے اور اسے جاننا دشوار نہیں ہے؛ کیونکہ اس کی علت بدیہی ہوگی جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے "لا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ" یعنی تم میں سے کوئی شخص کھڑے پانی میں پیشاب نہ کرے، اس لیے کہ پانی پاک ہے اور پیشاب پلید ہے، اور پلید چیز پاک پانی میں نہیں ملنی چاہیے، جب علت یہ ہے تو پاک پانی میں پیشاب گرانا بھی منع ہے، لہٰذا کھڑے پانی میں پیشاب کرنے اور الگ ٹھیکرے میں پیشاب کرکے اسے پانی میں گرانے کی علت ایک ہی ہے اور دونوں صورتیں ہم مثل ہیں اس لیے دونوں کا حکم بھی ایک جیسا ہے، ابن حزم چونکہ قیاس کا قائل نہیں ہے لہٰذا اس نے کہہ دیا ہے کہ حدیث میں کھڑے پانی میں پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے، گرانے سے نہیں روکا گیا، اس لیے پیشاب الگ کسی چیز میں کرکے اسے پانی میں گرانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ چٹی ظاہریت ہے کہ مثلین میں فرق کردیا ہے اس طرح تو کھڑے پانی میں پاخانہ کرنے سے بھی منع نہیں آیا کیا اسے بھی جائز کردیا جائے گا؟



یا علت منصوص ہو تب بھی مثلین کا حکم ایک جیسا ہوگا جیسا کہ حدیث میں کسی جانور کو دانت سے ذبح کرنے سے منع کیا گیا ہے، اور اس کی علت حدیث میں ذکر ہوئی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "وَأَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ" لیکن دانت ہڈی ہے، لہٰذا دانت پر ہر ہڈی کو قیاس کیا جائے گا، اس لیے ہر ہڈی سے حلال جانور کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔

یا علت مقطوع بنفی الفارق ہو، جس میں دو چیزوں میں فارق کا نہ ہونا یقینی ہو تو اس میں بھی دو چیزوں کا حکم ایک ہی ہوگا، اور ایک چیز کو حکم میں دوسری چیز کے ساتھ ملایا جائے گا، جیسا کہ قرآن کریم میں اولاد کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے کہا گیا ہے "فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ" یعنی اپنے ماں باپ کو اف تک نہ کہو، اور اس سے مراد ماں باپ کو تکلیف دینے سے روکنا ہے، لہٰذا ماں باپ کو مارنے پیٹنے، گالی دینے، جھڑکنے، غلام بنانے یا خادم رکھنے کا حکم بھی یہی ہے۔

دراصل ان صورتوں کو قیاس کہنا ہی نہیں چاہیے، امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول یہ دلالت النص کے قبیل سے ہے اور دلالت النص کو قیاس نہیں کہا جاتا، لہٰذا جو شخص عربی لغت سے واقف ہو وہ سمجھ لیتا ہے کہ علت بدیہی ہو یا منصوص ہو یا مقطوع

[1] الحشر: ٢

.نفی الفارق ہو تو ایک چیز کو اس کے ہم مثل سے حکم میں ملایا جائے گا اور دونوں کا حکم ایک جیسا ہو گا اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا ہاں اختلاف تب پیدا ہوتا ہے جب کہ علت میں اختلاف ہو اور وہ مذکورہ تین صورتوں کے علاوہ ہو، کوئی کہے یہ علت ہے اور کوئی کہے وہ علت ہے اور ایسی چیز شریعت میں حجت نہیں ہے جس کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو اس لیے کہ شریعت اختلاف کو مٹانا چاہتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ"[1] دراصل لوگ ایک ہی امت تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو خوشخبری دینے والا اور اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب حق کو نازل کیا تا کہ لوگوں کے ہر اختلافی امر کا فیصلہ ہو جائے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب اختلاف کو مٹانے کے لیے آئی ہے اگر اللہ کی کتاب میں ہی اٹکل والی قیاس آرائی شروع کر دی جائے پھر تو کوئی کچھ کہے گا کوئی کچھ اور اختلافات پیدا ہوں گے، لہٰذا مذکورہ تین صورتوں کے علاوہ قیاس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں بعض مقامات میں قیاس کرتے بھی ہیں اور قیاس کا رد بھی کرتے ہیں اصل میں جس قیاس کے وہ قائل ہیں وہ دلالت النص کی صورت ہے جس میں علت بدیہی یا منصوص یا مقطوع نفی الفارق ہوتی ہے[2]

---

[1] البقرۃ: ۲۱۳

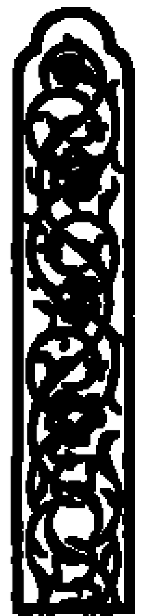
[2] دلالۃ النص کی یہ تعریف کی گئی ہے "فهي ما علم علة للحكم المنصوص عليه لغة لا اجتهادا و لا استنباطا" یعنی دلالت النص سے مراد یہ ہے کہ اس سے اس حکم کی علت معلوم ہو جائے جو شارع کا مقصود ہے لیکن اس میں صرف لغوی اعتبار پیش نظر ہو گا اجتہادی نہیں اور نہ ہی اس میں کسی قسم کا استنباط کیا جائے گا، اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے "فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا" عربی لغت کو جاننے والا ہر شخص اس سے آسانی کے ساتھ محض سننے سے ہی یہ سمجھ جاتا ہے کہ والدین کو اف کہنے کی حرمت سے مراد انہیں تکلیف دینے سے بچانا ہے لہٰذا والدین کو تھپڑ مارنا یا ان کے بال کھینچنا بھی اف کہنے کی طرح حرام ہو گا۔



دلالۃ النص کا حکم یہ ہے کہ اس کی علت کے عموم کی وجہ سے اس کا حکم بھی عام ہو گا اور اس کے عموم پر عمل کیا جائے گا، اسی لیے ماں باپ کو مارنا یا گالی دینا یا والد سے معاوضہ دے کر کوئی خدمت لینا یا انہیں قید کرنا یا قصاص میں قتل کرنا بیٹے پر حرام ہو گا۔

اور عبارۃ النص کی یہ تعریف کی گئی ہے "ما سيق الكلام لأجله و أريد به قصدا" یعنی عبارۃ النص سے مراد ہے کہ جو متکلم کے کلام کے مقصود کو ظاہر کر دے جو بالکل وضاحت کے ساتھ سمجھ میں آ جائے۔

وہ اشارۃ النص کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا ہے "فهي ما ثبت بنظم النص من غير زيادة و هو غير ظاهر من كل وجه و لا سيق الكلام لأجله" یعنی اشارۃ النص وہ ہے جو نص میں اضافہ کیے بغیر الفاظ ہی سے ثابت ہو جائے اگرچہ الفاظ میں کسی بھی لحاظ سے ظاہر نہ ہو اور نہ ہی سیاقِ کلام کا مقصد ہو اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ "لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ" اس آیت میں سیاقِ کلام کا مقصد تو مہاجرین کے مال غنیمت کے مستحق ہونے کو بیان کرنا ہے اور یہ اس مقصد کے لیے نص ہے اور نظمِ کلام سے مہاجرین کا نادار ہونا بھی ثابت ہے لیکن



اور جو اس کے علاوہ ہے اس کا وہ رد کرتے ہیں۔
لہٰذا بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ شریعت کے احکام دسواں حصہ بھی نہیں ہیں باقی کو قیاس سے جانا جاتا ہے، یہ ان کی لغویات ہے۔
مذکورہ تین صورتوں کو قیاس کہنا بھی درست نہیں ہے۔ بلکہ یہ دلالۃ النص ہی ہے، اس لیے وہ تمام مسائل جن کی انسانوں کو ضرورت ہے وہ سب کتاب وسنت میں آگئے ہیں، کوئی حکم پیچھے نہیں رہا، ہاں اہل ظاہر کا قیاس کا بالکل انکار کرنا بھی درست نہیں ہے، امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے "إياك و الظاهرية البهتة فإنها توجب قسوة القلب و الحرمان عن محاسن الشريعة" چٹی ظاہریت سے بچیں، اس سے دل سخت ہوجاتا ہے اور انسان محاسنِ شریعت سے محروم ہوجاتا ہے اہلِ ظاہر کے نزدیک محاسنِ شریعت ہے ہی نہیں، کہتے ہیں کہ شریعت نے چچا کی لڑکی کو حلال کر دیا ہے، اور بہن کو حرام کر دیا ہے ورنہ ان دونوں میں فرق نہیں ہے، اسی طرح بکری کو حلال کر دیا ہے اور خنزیر کو حرام کر دیا ہے اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے ایسی بے وقوفی کی باتیں کرتے ہیں۔
محدثین کرام کا مسلک بین بین ہے، وہ زیادہ قیاس کے قائل نہیں ہیں کہ غیر منصوص کو منصوص سے ملائیں یہ درست نہیں ہے، بہرحال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع کلمات دیئے گئے جو سارے مسائل کو حاوی ہیں۔
قولہ "وَأَنْتُمْ تَلْغَثُونَهَا أَوْ تَرْغَثُونَهَا" یہ راوی کا شک ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے "تَلْغَثُونَهَا" کہا ہے یا "أَوْ تَرْغَثُونَهَا" "تَلْغَثُونَ" کا معنی "تأكلون" ہے یعنی تم ان خزانوں کو کھا پی رہے ہو۔
اور "تَرْغَثُونَ" بمعنی "تَرْضَعُونَ" ہے یعنی تم ان خزانوں کو نوش کر رہے ہو۔
قولہ "أَوْ كَلِمَةً تُشْبِهُهَا" یعنی یا ایسا کلمہ کہا جو مذکورہ دو کلموں سے ملتا جلتا تھا اور وہ "تنتثلونها" ہے جو کہ "انتثال" سے ہے۔
"أي تستخرجونها" یعنی تم ان خزانوں کو نکال رہے ہو۔

۷۲۷۴: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مِنَ

اس میں اس بات کا اشارہ بھی پایا جاتا ہے کہ مسلمان کے مال پر کسی کافر کا قبضہ اس کافر کی ملکیت متصور ہوگا، کیونکہ اگر وہ مال مسلمان مہاجرین کی ملکیت میں باقی ہوں تو پھر مہاجرین کا نادار ہونا ثابت نہیں ہوگا۔
"اقتضاء النص فهو زيادة على النص لا يتحقق معنى النص إلا به كأن النص اقتضاه ليصح في نفسه معناه" اقتضاء النص دراصل نص پر اضافہ ہے کہ نص کے معنیٰ اسی سے ثابت ہوتے ہیں گویا کہ یہ نص ہی کا تقاضا ہے تاکہ اس میں وہ معانی درست ثابت ہوجائیں جیسا کہ کوئی شوہر اپنی بیوی سے کہے "أنت طالق" تو یہاں لفظ "طالق" عورت کی صفت کے طور پر ذکر ہوا ہے اور یہ صفت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس سے اس کا مصدری معنیٰ مراد لیا جائے گویا کہ مصدری معنیٰ اس صفت کا اقتضاء ہے۔

الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ أُومِنَ أَوْ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللَّهُ إِلَيَّ فَأَرْجُو أَنِّي أَكْثَرُهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے سعید بن ابی سعید نے' ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء میں سے کوئی نبی ایسا نہیں جن کو کچھ نشانیاں (یعنی معجزات) نہ دیے گئے ہوں جن کے مطابق ان پر ایمان لایا گیا یا (آپ نے فرمایا کہ) انسان ایمان لائے اور مجھے جو بڑا معجزہ دیا گیا وہ قرآن مجید ہے جو اللہ نے میری طرف بھیجا۔ پس میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن شمار میں تمام انبیاء سے زیادہ پیروی کرنے والے میرے ہوں گے۔

قولہ "مِنْ الْآيَاتِ" آیات سے مراد معجزات ہیں۔

قولہ "أُومِنَ أَوْ آمَنَ" یہ راوی کا شک ہے۔

قولہ "أُوتِيتُ وَحْيًا" اس سے مراد قرآن کریم ہے جو بہت بڑا معجزہ ہے اور قیامت تک باقی رہنے والا ہے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے آپ کے پیروکار بھی زیادہ ہوں گے جبکہ باقی انبیاء کرام کے معجزات وقتی تھے جو ان کی وفات پر ختم ہو گئے۔

(۲) بَابُ الِاقْتِدَاءِ بِسُنَنِ رَسُولِ اللهِ ﷺ

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی پیروی کرنا

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا﴾ [الفرقان: ٧٤] قَالَ: أَيِمَّةً نَقْتَدِي بِمَنْ قَبْلَنَا، وَيَقْتَدِي بِنَا مَنْ بَعْدَنَا وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ: ثَلَاثٌ أُحِبُّهُنَّ لِنَفْسِي وَلِإِخْوَانِي: هَذِهِ السُّنَّةُ أَنْ يَتَعَلَّمُوهَا وَيَسْأَلُوا عَنْهَا، وَالقرآن أَنْ يَتَفَهَّمُوهُ وَيَسْأَلُوا عَنْهُ، وَيَدَعُوا النَّاسَ إِلَّا مِنْ خَيْرٍ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "(اے ہمارے رب!) اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا۔" اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم پہلے لوگوں کی پیروی کریں اور بعد میں آنے والے ہماری پیروی کریں۔ ابن عون نے کہا: تین باتیں ایسی ہیں جن کو میں اپنے لیے اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے پسند کرتا ہوں: ایک تو علم حدیث ہے، مسلمانوں کو اسے ضرور سیکھنا چاہیے اور اسکے متعلق دوسروں سے دریافت کرنا چاہیے۔ دوسرا قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھیں اور لوگوں سے اس کے مطالب و معارف کی تحقیق کرتے رہیں۔ تیسرا یہ کہ مسلمانوں کا ذکر ہمیشہ بھلائی کے ساتھ کریں کسی کی برائی کا ذکر نہ کریں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی پیروی کرنے کا بیان اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں آپ کے اقوال و افعال ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جا بجا آپ کی اتباع اور پیروی کا حکم دیا ہے اور آپ کی پیروی سے مراد آپ کے اقوال اور افعال کی پیروی کرنا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے افعال اگر کسی مجمل کا بیان ہوں تو اس مجمل کا جو حکم ہوگا وہی حکم ان افعال کا ہوگا اگر ان کے فرض ہونے یا سنت موکدہ ہونے کی دلیل موجود ہو تو اس دلیل سے انہیں لیا جائے گا ورنہ کم از کم آپ کے افعال استحباب پر محمول ہوں گے۔

قولہ "وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا" امام سے مراد اسم جنس ہے جو واحد اور جمع کو شامل ہے اس لیے اسے "الْمُتَّقِينَ" جمع کے بعد لایا گیا ہے۔

قولہ "أَيِمَّةً نَقْتَدِي بِمَنْ قَبْلَنَا" قال کے قائل کو متعین نہیں کیا گیا لیکن تفسیر طبری وغیرہ میں ہے کہ اس کا قائل مجاہد ہے یعنی مجاہد نے کہا ہے کہ ہمیں ایسے پیشوا بنادے کہ ہم اگلے لوگوں یعنی صحابہ اور تابعین کی پیروی کریں اور ہمارے بعد آنے والے لوگ ہماری اقتداء کریں اور ہم نیکی کے راستے پر چلیں؛ کیونکہ نیک لوگوں کی اقتداء کی جاتی ہے۔

قولہ "قَالَ ابْنُ عَوْنٍ" یہ عبداللہ بن عون بصری ہیں جو کہ صغار تابعین سے ہیں۔

قولہ "ثَلَاثٌ أُحِبُّهُنَّ لِنَفْسِي وَلِإِخْوَانِي" یعنی ابن عون نے کہا تین باتیں ایسی ہیں جنہیں میں اپنے لیے اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے پسند کرتا ہوں ایک علم حدیث ہے مسلمانوں کو چاہیے اسے ضرور سیکھیں اور اس کے بارہ میں دیگر علماء سے دریافت کرتے رہیں۔ دوسرا قرآن کریم ہے اسے سمجھ کر پڑھیں اور دیگر علماء سے اس کے مطالب کی تحقیق کرتے رہیں، تیسرا یہ کہ مسلمانوں کا ذکر ہمیشہ خیر اور بھلائی کے ساتھ کریں، اور خیر کے علاوہ برائی سے انہیں چھوڑے رکھیں، یعنی ان کا ذکر برائی سے نہ کریں، ابن عون کے اس قول میں سنت نبویہ کو سیکھنے اور کتاب اللہ کو سمجھ کر پڑھنے کا ذکر ہے اس لیے اسے "کتاب الاعتصام" میں لائے ہیں۔

٧٢٧٥: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى شَيْبَةَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ قَالَ جَلَسَ إِلَيَّ عُمَرُ فِي مَجْلِسِكَ هَذَا فَقَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَا أَدَعَ فِيهَا صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ قُلْتُ مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ قَالَ لِمَ قُلْتُ لَمْ يَفْعَلْهُ صَاحِبَاكَ قَالَ هُمَا الْمَرْءَانِ يُقْتَدَى بِهِمَا.

ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالرحمن بن مہدی نے' کہا ہم سے سفیان ثوری نے' ان سے واصل نے' ان سے ابووائل نے بیان کیا کہ اس مسجد (خانہ کعبہ) میں' میں شیبہ بن عثمان حجبی (جو کعبہ کے کلید بردار تھے) کے پاس بیٹھا تو انہوں نے کہا کہ جہاں تم بیٹھے ہو' وہیں عمر رضی اللہ عنہ بھی میرے پاس بیٹھے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ میرا ارادہ ہے کہ کعبہ میں کسی طرح کا سونا چاندی نہ چھوڑوں اور سب مسلمانوں میں تقسیم کردوں۔ میں نے کہا کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ کہا کیوں؟ میں نے کہا کہ آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے ایسا نہیں کیا تھا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ وہ دونوں بزرگ ایسے تھے جن کی اقتداء کرنی چاہیے۔

قوله "حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ" هو عبدالرحمان بن مهدي سفيان هو الثوري و اصل هو ابن حيان.

قوله "عَنْ أَبِي وَائِلٍ" هو شقيق بن سلمة، شيبة هو شيبة بن عثمان الحجبي، أسلم بعد الفتح .

قوله "فِي هَذَا الْمَسْجِدِ" أي المسجد الحرام عند باب الكعبة.

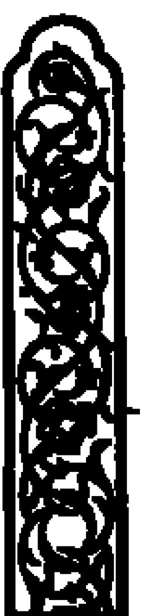
قوله "لَا أَدَعَ فِيهَا صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ" أي ذهبا و لا فضة، صفراء سے مراد سونا اور بیضاء سے مراد چاندی ہے جو لوگوں کی طرف سے بیت اللہ کے لیے وقف شدہ تھی۔

قوله "لَمْ يَفْعَلْهُ صَاحِبَاكَ" یعنی جو کام آپ کے دونوں ساتھیوں نے نہیں کیا، آپ بھی وہ کام نہیں کر سکتے اور دو ساتھیوں سے مراد نبی اکرم ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ جو درہم و دینار اور سونا چاندی لوگوں نے تحفے کے طور پر دیا ہے اور وہ کعبہ میں موجود ہے، اسے مسلمانوں کی مصلحتوں میں اور حاجت مند مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے، اور انہوں نے اپنی اس رائے کا اظہار کعبہ کے دربان حضرت شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس کیا، تو انہوں نے کہا اے امیر المومنین! آپ یہ کام نہیں کر سکتے کہا، کیوں؟ تو حضرت شیبہ نے جواب دیا کہ یہ مال نبی اکرم ﷺ اور آپ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق کے دور میں بھی موجود تھا، انہوں نے اسے مسلمانوں کی مصالح میں تقسیم نہیں کیا حالانکہ اس وقت اسے خرچ کرنے کی زیادہ ضرورت تھی لہٰذا آپ کو بھی اسے تقسیم نہیں کرنا چاہیے، حضرت عمر فاروق کو بات سمجھ آگئی اور فرمایا "هُما المَرْءانِ يُقْتَدى بِهِما" وہ ایسی ہستیاں ہیں کہ انہی کی پیروی ہونی چاہیے اور اس پر انہوں نے اپنی رائے چھوڑ دی اور اس مال کو تقسیم نہیں کیا۔



اس حدیث کی روشنی میں دین اسلام میں نکالی جانے والی بدعات کو بخوبی سمجھا جا سکتا ہے، کہ بدعت کسے کہتے ہیں؟ ہر وہ کام جس کی علت نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں موجود ہو اور اسے زیرِ عمل لانے میں کوئی مانع نہ ہو اور آپ کے بعد کوئی نئی علت بھی پیدا نہ ہوئی ہو، اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ نے وہ کام نہ کیا اور نہ اس کے کرنے کی اجازت دی ہو، آپ کے بعد اس کام کا کرنا بدعت ہو گا علت پائی جانے کے باوجود نبی اکرم ﷺ کے چھوڑے ہوئے کام کو کرنا بدعت ہے، گویا بدعت سنتِ ترکی کے خلاف ہوتی ہے جیسا کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ کے فعل اور ترک دونوں میں آپ کی اتباع اور پیروی واجب ہے، دور حاضر کے اکثر کام سنتِ ترکی کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدعت میں داخل ہیں، اور ہر بدعت ضلالت اور گمراہی ہے، جس کا انجام جہنم رسید ہونا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں بھی لوگ فوت ہوتے تھے، اور بعض کو ان کے جرم کی وجہ سے حدِ رجم بھی لگائی جاتی تھی اور ایصالِ ثواب کی اس وقت بھی ضرورت تھی، اور آپ کے بعد کوئی نئی علت اور نیا باعث بھی پیدا نہیں ہوا، لیکن آپ نے کسی میت کا تیجہ، ساتہ یا چہلم (چالیسواں) یا برسی نہیں کی، اور نہ ان رسومات کا حکم دیا، آپ کے بعد اگر یہ رسومات کی جاتی ہیں تو سب بدعت ہیں۔



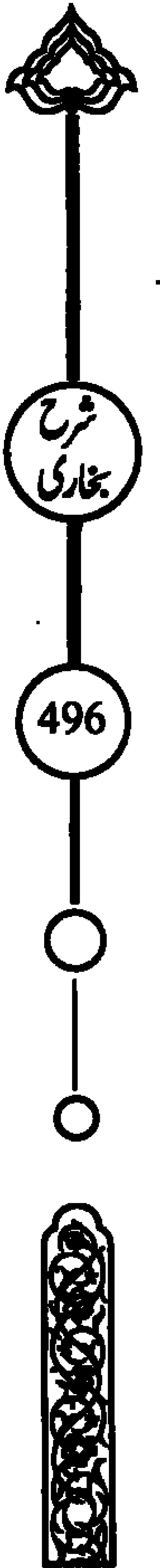
نبی اکرم ﷺ کے مبارک دور میں نماز کے لیے اذان ہوتی تھی بلکہ آپ نے خود بعض صحابہ کرام کو اذان کے کلمات سکھائے ہیں اور وہ آپ کی موجودگی میں اذان کہا کرتے تھے لیکن آپ نے ان میں سے کسی کو اذان کہنے سے پہلے خود ساختہ صلاۃ کے الفاظ نہ سکھائے اور نہ انہیں کہنے کا حکم دیا، جو ماضی قریب میں شرکیہ نظریہ کے تحت گھڑ لیے گئے ہیں، لہٰذا ان من گھڑت کلمات کا اذان سے پہلے یا اس کے آخر میں کہنا بدعت ہے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے آگے بڑھنا ہے جس سے منع کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ"[1] اے ایمان والو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے (کسی کام میں) آگے نہ بڑھو اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ بے شک اللہ تعالیٰ (تمہاری ہر بات) کو سننے والا اور تمہارے ہر کام کو جاننے والا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بدعت کی تفصیل بیان کی ہے اور یہ بہترین تفصیل ہے جو حدیث مذکور سے لی گئی ہے، کہ حضرت شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا، کہ جو کام تیرے دونوں صاحبوں نے نہیں کیا وہ آپ بھی نہیں کر سکتے، یعنی لوگوں کو غنی بنانے کی علت جو آپ کے ذہن میں آئی ہے جس کی وجہ سے آپ کنز کعبہ کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں، یہ علت اس سے پہلے بھی موجود تھی بلکہ اس سے بڑھ کر تھی، لیکن انہوں نے اس علت کی بنا پر یہ مال تقسیم نہیں کیا۔ جبکہ اس سے مانع بھی کوئی نہیں تھا؛ کیونکہ ان کے ہاتھ میں حکومت آ گئی تھی وہ چاہتے تو بغیر کسی مانع کے تقسیم کر سکتے تھے گویا انہوں نے اس کی تقسیم کو ناجائز سمجھا۔ لہٰذا یہ کام آپ بھی نہ کریں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سمجھ گئے، اس لیے فرمایا"هُما المَرْءانِ يُقْتَدى بِهِما"ان کی پیروی کرتے ہوئے میں بھی یہ کام نہیں کروں گا۔

لیکن اس پر یہ اعتراض آتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں وہ مانع اٹھ گیا تھا جو نبی اکرم ﷺ کے دور میں موجود تھا، کیونکہ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا"لَوْلا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُو عَهْدٍ بِجاهِلِيَّةٍ، أَوْ قالَ: بِكُفْرٍ، لَأَنْفَقْتُ كَنْزَ الكَعْبَةِ في سَبِيلِ اللهِ"[2] یعنی اے عائشہ اگر تیری قوم قریش کا زمانہ جاہلیت کے ساتھ یا فرمایا کفر کے ساتھ تازہ نہ ہوتا تو میں کعبہ کے خزانہ کو تقسیم کر دیتا، لیکن یہ لوگ ابھی کفر سے نکل کر مسلمان ہوئے ہیں، اس لیے اس کی تقسیم پر اعتراض کریں گے، جبکہ حضرت عمر فاروق کے دور میں ان کے نومسلم ہونے کی علت اٹھ گئی تھی اور وہ قدیم اسلام بن گئے تھے، اب انہیں مال تقسیم کر دینا چاہیے تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کا علم نہ ہوا اور انہیں یہ حدیث پہنچی نہیں ہو گی۔ اس لیے مال تقسیم نہیں کیا یا وہ سمجھتے ہوں گے کہ علت ختم نہیں ہوئی بلکہ علت باقی ہے اس لیے کنز الکعبہ کو تقسیم نہیں کیا۔

بدعت سے متعلق یہ اصول یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جس چیز کی علت نبی اکرم علیہ السلام کے زمانہ میں موجود ہو اور کوئی



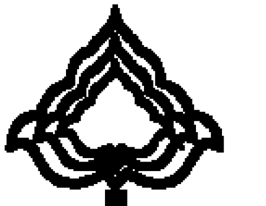
[1] الحجرات:۱

[2] صحیح مسلم: (۴۰۰) ۱۳۳۳، ج ۲، ص ۹۶۹

مانع بھی نہیں تھااور بعد میں کوئی نئی علت بھی پیدا نہ ہوئی ہو، اس کام کو اس علت کی بنا پر بعد میں کرنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اس علت کی بنا پر کام کرنا اگر جائز ہوتا تو آپ ضرور کرتے لیکن آپ نے اسے ترک کیے رکھا ہے تو ہمیں بھی اسے ترک کرنا چاہیے اور اس ترک کو ترک کر دینا بدعت ہے۔

٧٢٧٦: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَأَلْتُ الْأَعْمَشَ فَقَالَ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ يَقُولُ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ مِنَ السَّمَاءِ فِي جَذْرِ قُلُوبِ الرِّجَالِ وَنَزَلَ الْقرآن فَقَرَءُوا الْقرآن وَعَلِمُوا مِنَ السُّنَّةِ.

ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' کہا کہ میں نے اعمش سے پوچھا تو انہوں نے زید بن وہب سے بیان کیا کہ میں نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امانت داری آسمان سے بعض لوگوں کے دلوں کی جڑوں میں اتری۔ (یعنی ان کی فطرت میں داخل ہے) اور قرآن مجید نازل ہوا تو انہوں نے قرآن مجید کا مطلب سمجھا اور سنت کا علم حاصل کیا تو قرآن وحدیث دونوں سے اس ایمانداری کو جو فطرتی تھی پوری قوت مل گئی۔



قولہ "فَقَرَءُوا الْقرآن" یعنی امانت داری آسمان سے اس وقت کے لوگوں کی فطرت میں داخل کی گئی پھر قرآن کریم نازل ہوا تو ان لوگوں نے قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھا اور سنت نبوی کا علم حاصل کیا، تو قرآن وسنت کے علم سے فطری ایمانت داری مزید مضبوط ہوگئی۔ امانت سے مراد ایمان اور امور اسلام ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان اور امورِ الاسلام کی حفاظت قرآن وحدیث کے سمجھنے سے ہوتی ہے اور ایمان اور اس کے احکام کی تقویت قرآن وحدیث کے پڑھنے پڑھانے اور ان کے سیکھنے سکھانے سے ہے۔

شرح بخاری

٧٢٧٧: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ سَمِعْتُ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيَّ يَقُولُ قَالَ عَبْدُ اللهِ إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَإِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَآتٍ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ.



ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا ہم کو عمرو بن مرہ نے خبر دی' کہا میں نے مرۃ الہمدانی سے سنا' بیان کیا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا' سب سے اچھی بات کتاب اللہ اور سب سے اچھا طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور سب سے بری دین میں نئی بات (بدعت) پیدا کرنا ہے، اور بلاشبہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ آکر رہے گی اور تم پروردگار سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔





یعنی بہترین کلام کلام اللہ قرآن کریم ہے اور زندگی گزارنے کا بہترین طریقہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور بدترین کام وہ ہیں جو دین اسلام میں نئے ایجاد کر لیے جائیں۔

قولہ ''وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا'' یہ بات عنقریب ذکر ہو چکی ہے کہ بدعت کسے کہتے ہیں بدعات کے مسئلہ کو مزید تفصیل کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے، بدعات عام طور پر نبی اکرم ﷺ کی سنت ترکی کے خلاف ہوتی ہیں، یعنی نبی اکرم ﷺ کے دور میں ایک چیز کو باوجود علت پائے جانے کے ترک کر دیا گیا ہو اور بعد میں آنے والے لوگ آپ کے ترک کو ترک کر دیں، اور آپ کے ترک کیے ہوئے کام کو کرنا شروع کر دیں تو یہ بدعت مذمومہ ہے، جسے حدیث نبوی میں ضلالت اور گمراہی کہا گیا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بدعت کی مختصر تعریف کرتے ہوئے کہا ہے ''ما لم یشرعه رسول الله صلى الله عليه و سلم ''یعنی جس چیز کو نبی اکرم ﷺ نے شریعت نہ بنایا ہو اسے بعد میں شریعت بنالینا بدعت ہے، جیسا کہ ابھی یہ اصول بیان کیا ہے کہ کسی چیز کی علت نبی اکرم ﷺ کے دور میں موجود ہو، اور اسے زیر عمل لانے سے کوئی مانع نہ ہو، اور آپ کے بعد کوئی نئی علت بھی پیدا نہ ہوئی ہو، اس کے باوجود آپ نے وہ چیز اختیار نہ کی ہو، اسی علت کی بنا پر اگر بعد میں لوگ کرنا شروع کر دیں گے تو وہ بدعت ہو گا، جیسا کہ میت کا تیجہ یا ساتہ یا چالیسواں وغیرہ کرنا، اسی طرح اذان سے پہلے خود ساختہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا بدعت ہے اور اسی سے ملاتے ہوئے عید میلاد منانا، قبروں پر عرس رچانا، قبروں کو پختہ بنانا یا ان پر مزار تعمیر کرنا یا بکس رکھ کر قبروں کو تجارت گاہ بنانا، کونڈے بھرنا جیسی سب خرافات بدعت کے زمرے میں آتی ہیں، ہاں جس کام کی علت نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں نہ پائی گئی ہو بلکہ وہ علت بعد میں نئی پیدا ہوئی ہو، اس نئی پیدا ہونے والی علت کی بنا پر کوئی کام سرانجام دینا بدعت نہیں ہو گا جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق کا مانعین زکوۃ سے قتال کرنا بدعت نہیں ہے؛ کیونکہ اس قتال کی علت نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں پیدا نہیں ہوئی اور آپ کے دور میں مانعین زکوۃ کا کوئی وجود نہیں تھا، یہ فتنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اٹھا تھا، جسے دبانے کے لیے انہیں مانعین زکاۃ سے قتال کرنا پڑا۔ ایسے ہی جس کام کی علت نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں موجود تھی لیکن اس کے کرنے سے کوئی مانع پایا گیا جس کی وجہ سے آپ نے وہ کام نہیں کیا اور بعد میں وہ مانع مرتفع ہو گیا تو مانع اٹھ جانے کے بعد اس کام کا کرنا بدعت نہیں ہو گا، جیسا کہ نماز تراویح میں آپ نے جماعت کرانا چھوڑ دیا تھا حالانکہ آپ اور صحابہ کرام اس کا شوق رکھتے تھے، لیکن نماز تراویح کی جماعت کرانے سے مانع پایا جاتا تھا جسے آپ نے خود ہی بیان کر دیا اور فرمایا ''خَشِيتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ ''[1] مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر تراویح کو با جماعت ادا کرنا فرض نہ ہو جائے (اور پھر تمہارے لیے اس فریضہ کو نبھانا دشوار ہو جائے) لیکن نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد یہ مانع اٹھ گیا تھا اور فرضیت کا ڈر زائل ہو گیا تھا کیونکہ نزول وحی کا سلسلہ آپ کی وفات سے ختم ہو گیا تھا اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں نماز تراویح کی جماعت کرانے کے لیے ائمہ کو مقرر کر دیا تھا، نماز تراویح کی جماعت شروع کرنے کی علت پہلی ہی تھی، لیکن اس پر مانع موجود تھا اس علت کے مرتفع ہونے پر اس نماز کو با جماعت ادا کرنے کا اہتمام کر دیا گیا، لہٰذا مانع کے اٹھ جانے سے اسی طرح نئی علت پائے جانے سے جواز کا حکم لگایا جا سکتا ہے جبکہ اس کے لیے دلائل موجود



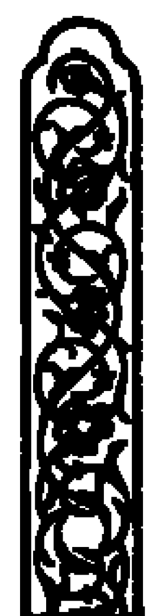


[1] صحیح بخاری: ۷۲۹۰

ہوں، لیکن یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ کبھی نئی پائی جانے والی علت معصیتِ عباد پر مشتمل ہوتی ہے، اور جب نئی پائی جانے والی علت بندوں کی معصیت ہو تو اس کام کا کرنا جائز نہیں ہوگا بلکہ اس معصیت اور نافرمانی کو چھوڑنا ضروری ہے، جیسا کہ بنو امیہ نے عیدین کے خطبہ کو نمازِ عید سے پہلے دینا شروع کر دیا تھا، اور اس چیز کی ضرورت انہیں اس لیے پیش آئی کہ وہ نمازِ عید کے بعد خطبہ دیتے ہوئے اہل بیت کی مذمت کیا کرتے اور انہیں برا بھلا کہا کرتے تھے۔ تو لوگ نماز پڑھ کر اٹھ جاتے اور خطبہ نہیں سنا کرتے تھے اس لیے انہوں نے خطبہ نماز سے مقدم کر لیا تھا تاکہ لوگ بیٹھے رہیں اور خطبہ کے بعد نماز پڑھ کر جائیں، یہاں یہ نہیں کہا جائے گا کہ خطبہ نہ سننے کی علت نئی پیدا ہوئی ہے لہٰذا خطبہ کو نماز سے مقدم کرنا جائز ہو گیا ہے؛ کیونکہ پیدا ہونے والی علت معصیتِ عباد کی وجہ سے وجود میں آئی ہے، انہیں چاہیے تھا کہ اپنی معصیت کو چھوڑتے اور اہل بیت کی مذمت ترک کر دیتے تو لوگ خطبہ سن کر جاتے اور خطبہ کو نمازِ عید سے مقدم کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی، لہٰذا علت اگر معصیتِ عباد ہو تو معصیت کو چھوڑنا چاہیے، ایسی علت کی وجہ سے حکم میں تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ اہل بدعت اپنی بدعات کے جواز پر قرآن کریم کے عمومات اور مطلقات سے استدلال کیا کرتے ہیں اور سنت سے بھی اگر استدلال کریں تو اس کے عمومات اور مطلقات سے کرتے ہیں، حالانکہ بدعات ان عمومات اور مطلقات کا فرد نہیں ہوتیں، مثال کے طور پر وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں آیا ہے "وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ" وہ ہمارے دیئے ہوئے مال سے خرچ کرتے ہیں لہٰذا اس میں تیجہ ساتہ اور چالیسواں بھی داخل ہے، وہ سب جائز ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ شریعت میں میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اگر کوئی شخص تیسرے یا ساتویں دن کرے تو اس میں کیا حرج ہے اگر تم کہو کہ ان دنوں میں صدقہ کرنا منع ہے تو تمہارا صدقہ سے منع کرنا بھی منع ہے، ایسی باتیں بناتے ہیں حالانکہ تیسرے یا ساتویں دن صدقہ کرنے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ تیسرے یا ساتویں دن کو اتفاقاً صدقہ کرنے کی ظرف بنایا جائے تو یہ جائز ہے لیکن اگر تیسرے یا ساتویں دن کو صدقہ کرنے کے لیے معین کر لیا جائے اور اس کی ایسی پابندی کی جائے جیسے شریعت ہوتی ہے اسے شریعت بنالینا منع ہے؛ کیونکہ شریعت بنانے کی صورت میں یہ صدقہ اس مطلق کا فرد نہیں ہوتا، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ زید، انسان کا فرد ہے یا نہیں؟ اس میں اگر زید سے مراد لیا جائے "حیوان ناطق مع هذا التشخص" تو یہ انسان کا فرد نہیں ہوگا اور اگر زید سے مراد لیا جائے "حیوان ناطق معروض لهذا التشخص" پھر انسان کا فرد ہوگا یہ معمولی فرق معلوم ہوتا ہے حالانکہ یہ بہت بڑا فرق ہے۔ اگر تشخص کو جزء قرار دے دیا جائے تو یہ انسان کا فرد نہیں ہے، کیونکہ مقید پر مطلق کا اطلاق مجاز ہوتا ہے، جبکہ قید کو جزء قرار دے دیا جائے اور جو لوگ تیسرے یا ساتویں دن صدقہ کرتے ہیں وہ اسے بمنزلہ جزء لازم قرار دیتے ہیں، اسے قضاء نہیں ہونے دیتے، ایسے صدقہ کرنا بدعت ہے۔



ویسے اتفاقی طور پر ساتویں دن کرے یا آٹھویں دن کرے تو کوئی حرج نہیں ہے، اہل بدعت جو ساتویں دن کو خاص کر لیتے ہیں وہ اصل صدقے کا فرد نہیں ہے، جیسا کہ "حیوان ناطق مع هذا التشخص" انسان کا فرد نہیں ہے اور "حیوان ناطق معروض لهذا التشخص" انسان کا فرد ہے، اسی طرح "صدقة في هذا



الیوم" توصدقہ کافرد ہے، لیکن "صدقة مع هذا اليوم" اس کا فرد نہیں ہے، گویا ساتویں دن کو ایسے لازم قرار دینا کہ قضا نہ ہونے دینا یہ بدعت ہے، ایسے ہی نماز کا پڑھنا اور ظہر کی نماز پڑھنا دونوں میں فرق ہے، مطلق نماز کے دلائل سے ظہر کی نماز ثابت نہیں ہوگی، کیونکہ ظہر کی نماز میں وقت کی قید ہے، اس کے اثبات کے لیے الگ دلیل کی ضرورت ہے "أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ" کے لیے "أَقِيمُوا الصَّلَاةَ" کافی نہیں ہے، اس میں ظہر کی نماز نہیں آئے گی؛ کیونکہ اس میں وقت کی قید لگی ہوئی ہے۔ لہٰذا ظہر کی نماز مطلق "أَقِيمُوا الصَّلَاةَ" سے نہیں بلکہ "أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ" سے ہی ثابت ہوگی اگرچہ ظہر کی نماز "صلاة في هذا الوقت" کے لحاظ سے اس کا فرد ہے، لیکن "صلاة بقيد هذا الوقت" سے اس کا فرد نہیں ہے۔

اس لیے ان لوگوں کا مطلقات سے استدلال کرنا استدلال بالمتشابھات ہے جس کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ"[1] یعنی جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے اور ان کو دلیل بناتے ہیں۔

حالانکہ دینِ اسلام میں کسی مسئلہ کو ثابت کرنے کے لیے صریح دلیل کی ضرورت ہوتی ہے کہ فلاں کام نبی اکرم ﷺ نے کیا ہے، اس لیے ہم بھی ویسے ہی کرتے ہیں۔

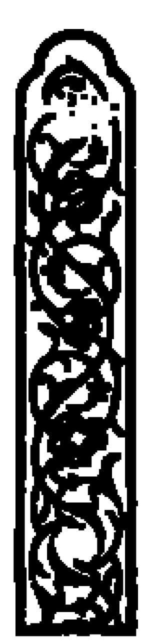


بعض شوافع کہتے ہیں کہ قید بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے، جبکہ اسے سنت نہ سمجھا جائے، بریلوی لوگ بھی شوافع سے ایسی باتیں اخذ کر لیتے ہیں، لیکن حنفی، مالکی اور حنبلی اس کے قائل نہیں ہیں، شوافع کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے بدعت مذمومہ کیا ہے؟ "ما أحدث و خالف كتابا أو سنة أو أثرا فهو بدعة مذمومة" یعنی جو چیز نئی نکالی جائے اور کتاب وسنت کے خلاف ہو وہ بدعت مذمومہ ہے۔

"و ما أحدث و لم يخالف كتابا و لا سنة و لا اجماعا و لا أثرا فهي البدعة المحمودة"

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان لوگوں نے مخالفت کا لفظ استعمال کیا ہے کہ جو کتاب وسنت کے خلاف ہو وہ بدعت مذمومہ ہے، اور مخالفت میں سنتِ ترکی کی مخالفت بھی داخل ہے، لہٰذا سنتِ ترکی کی مخالفت کرنا بھی بدعت مذمومہ ہوئی اور بدعات عموماً سنتِ ترکی کے خلاف ہوتی ہیں۔ بہر حال بدعت کو سمجھنا ضروری ہے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تعریف کی ہے "ما لم يشرعه رسول الله صلى الله عليه وسلم" کہ بدعت وہ ہے جو نہ کتاب اللہ میں ہو نہ سنت میں اور نہ اجماع میں اور نہ قیاسِ صحیح میں ہو۔

ایک دفعہ مولوی بشیر نے کہا کہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کی ولادت کی خوشی کی جا سکتی ہے، میں نے کہا ادلہ شرعیہ کتنے ہیں، کہا چار ہیں قرآن وحدیث، اجماع اور قیاس مجتہد۔ میں نے کہا کیا ابن حجر مجتہد ہے؟ تمہارے نزدیک تو اجتہاد علامہ نسفی پر ختم ہو گیا ہے اور ابن حجر تو اس کے بعد ہوئے ہیں، یہ جواب تو اسے دیا تھا اصل جواب یہ ہے کہ حافظ

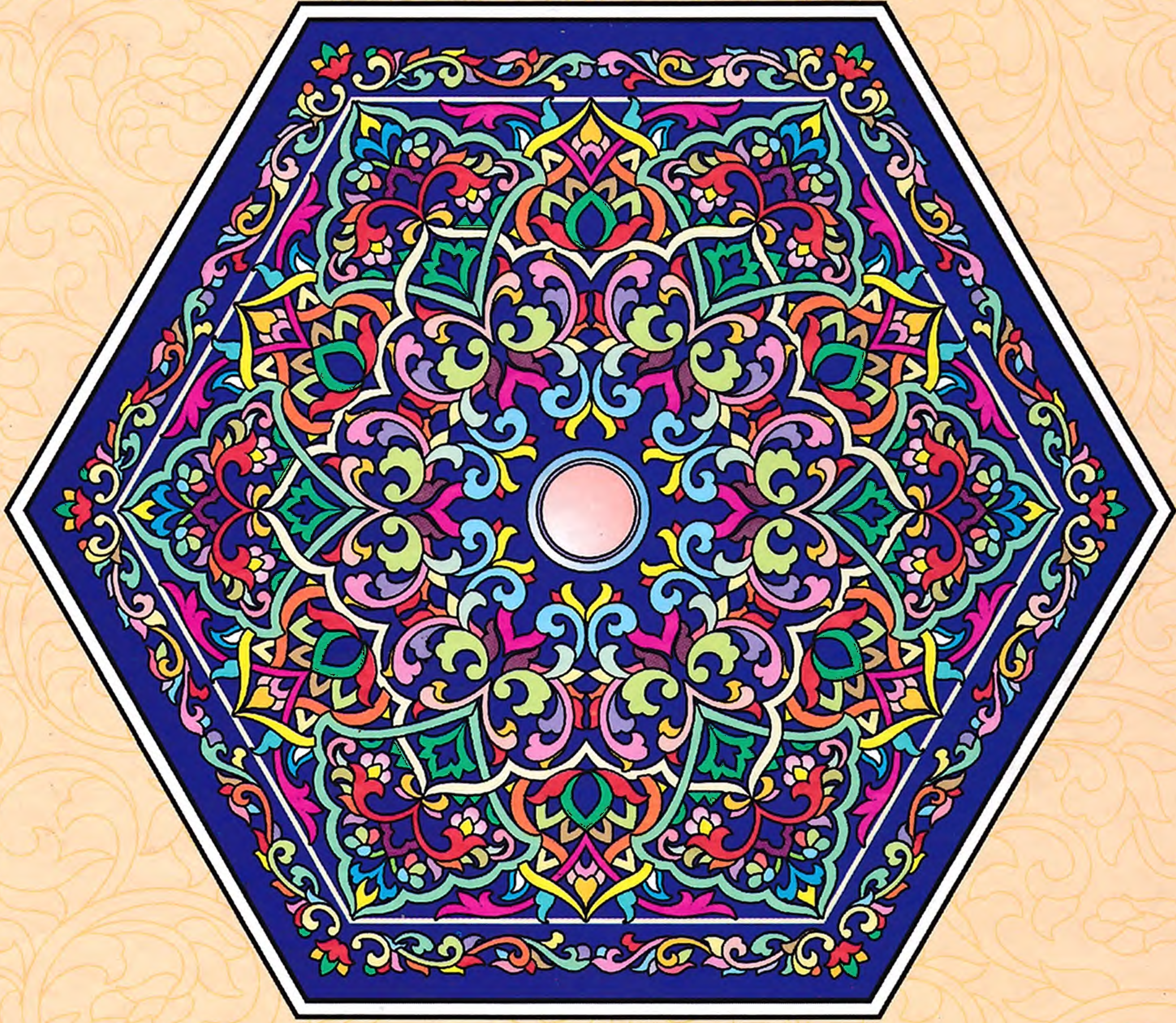


[1] آل عمران: ۷

ابن حجر سے یہاں غلطی ہوگئی ہے۔ انہوں نے علت ملغٰی پر قیاس کر لیا ہے اس لیے کہ حافظ نے عاشورہ کے دن پر قیاس کیا ہے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے عاشوراء کے دن موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی تھی، اس دن موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا تھا، اور نبی علیہ السلام نے بھی عاشوراء کا روزہ رکھا، جب سال گزر گیا تو پھر یہ دن آیا جو اس دن کی نظیر تھا پھر روزہ رکھا اس سے معلوم ہوا کہ جو یوم فرح کی نظیر ہو اس دن خوشی کرنی جائز ہے اور یوم فرح کی نظیر کو یوم فرح قرار دینا جائز ہے، ایسے ہی آپ کی ولادت کا دن ہے جس دن آپ پیدا ہوئے اس دن خوشی کرنا جائز تھا، اس کے بعد اس کی نظیر میں بھی خوشی کرنا جائز ہے، یہ حافظ ابن حجر کا استدلال ہے، لیکن اس استدلال پر اعتراض یہ ہے کہ خوشی منانے کی یہ علت نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں بھی موجود تھی اور مانع بھی کوئی نہیں تھا تو آپ نے اس علت کی بنا پر خوشی کیوں نہ منائی اور نہ ہی آپ نے اس علت کو زیر عمل لاتے ہوئے صحابہ کرام کو خوشی منانے کا حکم دیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ علت ملغٰی ہے اور جب علت ملغٰی ہو تو قیاس کرنا باطل ہو جاتا ہے۔ خیر، بدعت کی تعریف میں اختلاف ہو گیا ہے، شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جو شخص اس کام کو سنت جان کر کرے گا تو اسے بدعتی کہیں گے، اگر وہ سنت سمجھ کر نہ کرے بلکہ رواج سمجھ کر کرے، جو پہلے سے چلا آرہا ہے اگر چہ یہ بھی بری چیز ہے لیکن اسے بدعتی نہیں کہیں گے، یہ بات شاید انہوں نے شافعیوں کا لحاظ کرتے ہوئے کہی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی شافعیوں والی ہے، گویا بدعت مذمومہ کی تعریف یہ ہوئی "كل ما أحدث خلاف الحق المتلقى من رسول الله صلى الله عليه وسلم" حافظ کی تعریف بھی اس سے ملتی جلتی ہے ابن حزم وغیرہ بھی متشابہات سے استدلال کر لیتے ہیں، اہل حدیث اہل ظاہر نہیں ہیں بلکہ وہ امام احمد بن حنبل اور امام مالک کی طرح استدلال کرتے ہیں۔

شرح بخاری

قولہ "وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا" الامور میں الف، لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے، "أي أمور الأنبياء" یعنی انبیاء کرام کے کاموں میں وہ کام بہت برے ہیں جو نئے ایجاد کر کے ان میں داخل کر دیے جائیں، اور انبیاء کرام دنیا میں احکام بیان کرنے کے لیے آتے ہیں اور احکام کی دو قسمیں ہیں، ایک احکام تکلیفیہ اور دوسرے احکام وضعیہ ہیں، احکام تکلیفی پانچ ہیں، فرض، مستحب، مباح، حرام اور مکروہ اور احکام وضعی سے مراد کسی چیز کو سبب قرار دینا یا مانع قرار دینا یا علت قرار دینا، احکام وضعی یا تکلیفی انبیاء کرام بیان کرنے کے لیے تشریف لائے ہیں، لہٰذا کسی دیگر کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی چیز کو فرض یا حرام یا مستحب یا مکروہ کہے، اگر کوئی بلا دلیل ایسا کرے گا تو وہ انبیاء کرام کے کام میں دخل دے گا، اور انبیاء کرام کے کاموں میں دخل دینا جائز نہیں ہے۔



غزنی سٹریٹ ◉ اردو بازار ◉ لاہور ◉ پاکستان

Tel: +92-42-37230585
Cell: +92-321-4460487
E-mail: maktaba_quddusia@yahoo.com

 **www.facebook.com/MaktabaQuddusia**

مکتبہ قدوسیہ

 کتاب و سنت کے فروغ کے لئے کوشاں